بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

دوائے شافی

ترجمہ

الجواب الکافی

لمن سأل عن الدواء الشافی

مصنف

شیخ الاسلام امام محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیۃ

(۶۹۱ھ — ۷۵۱ھ)

مترجم

ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی

(المتوفی ۱۳۸۳ھ)

تصحیح و تحقیق

مولانا سید عبد القدوس ہاشمی

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد

(پاکستان)

ب

سلسلہ مطبوعات ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی (۲۰)

ناشر:- ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد
(پاکستان)

اشاعت اوّل ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء

تعداد ــــ ایک ہزار

قیمت ــــ دس روپے

مطبع:- نور آرٹ پریس راولپنڈی

پیش لفظ

شیخ الاسلام علامہ ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ کی کتاب الجواب الکافی کا ترجمہ دوائے شافی کے نام سے عالی جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی سابق ڈائریکٹر ادارہ ہذا نے اپنے زریں عہد میں اشاعت کے لئے منظور کیا تھا، جیساکہ ان کے بیان سے ظاہر ہے کتاب کا ترجمہ مولانا ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی مرحوم نے کیا تھا۔ اور اس پر نظر ثانی اور تصحیح و تحقیق کے فرائض مولانا سیّد عبد القدوس ہاشمی ناظم کتب خانہ ادارۂ ہذا نے انجام دیئے۔ تقریباً سات سال کے بعد جب ادارہ اسلام آباد میں منتقل ہوا اور کتب خانے کے نئے معاون مولوی احمد فاروق ایم اے نے مخطوطات کی الماریوں کی صفائی اور نوادرات کا جائزہ لینا شروع کیا تو اس کتاب کا کتابت شدہ نسخہ بحفاظت تمام دستیاب ہوا۔

سات آٹھ سال کے بعد کاپیاں بے کار ہو چکی تھیں، اس لئے دوبارہ کتابت ہوئی مجھے بے حد مسرت ہے کہ محترم و کرم فرمایم جناب ڈاکٹر قریشی صاحب کی انتخاب کردہ کتاب آج اشاعت پذیر ہوئی اور اب یہ بے بہا ترجمہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق عطا کرے اور تالیف سے لے کر اشاعت تک سارے سعی کرنے والوں کو اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

محمد صغیر حسن معصومی
مدیر
ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی
اسلام آباد۔ (پاکستان)

یکم مارچ ۱۹۷۱ء

د

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، آٹھویں صدی ہجری کے مشہور عالمِ دین اور صاحب قلم بزرگ امام محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ المولود ۶۹۱ھ والمتوفی ۷۵۱ھ کی ایک مختصر مگر نہایت ہی مقبول کتاب ہے۔ کتاب کا موضوع یہ ہے کہ ایک انسان کیوں ذہنی و اخلاقی خرابیوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اور پھر اس کے نفسی وخارجی اثرات اس کی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ اس موضوع کو امام ابن قیم نے ایک مسلمان عالم کے نقطہ نظر سے پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور تزکیۂ نفس اصلاح اخلاق ردیہ اور تصحیح اعمال وعادات کے عملی طریقے بڑے دل نشین انداز میں بیان کئے ہیں۔

امام ابن قیم حضرت شیخ الاسلام امام احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ کے سب سے زیادہ مشہور شاگرد ہیں جنہوں نے امام ابن تیمیہ کا ساتھ دمشق کے جیل خانہ میں بھی نہ چھوڑا۔ طرح طرح کی توہین و تعذیب سے گزرے۔ مگر حق گوئی سے کبھی باز نہ آئے اور اپنی ساری عمر اپنے استاذ بزرگ کی طرح اصلاح عقاید و اعمال میں صرف کردی۔ ان کی بہت سی تصنیفات ہیں اور آج تک ساری دنیا میں مقبول ہیں۔ خصوصاً زاد المعاد۔ وأعلام الموقعین اور مدارج السالکین وغیرہ تو اپنے موضوعات پر اہم ترین کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔

امام ابن قیم کے بہت سے رسالوں کے تراجم اُردو [illegible] بھی کئے جا چکے ہیں۔ اس کتاب الجواب الکافی کا اُردو ترجمہ بھی ایک مدت ہوئی کہ ہوا تھا لیکن دو وجوہ کی بنا پر ایک جدید ترجمہ کی ضرورت سمجھی گئی۔ اوّل تو اس لئے کہ سابق ترجمہ کی زبان سے اس ترجمہ کی زبان زیادہ سلیس اور سہل ہو دوم اس لئے کہ ایک مفصل فہرست مضامین بھی اس کے ساتھ شامل کر دی جائے تاکہ کتاب سے استفادہ آسان تر ہو جائے۔

یہ ترجمہ تجربہ کار مترجم مولانا ابوالعلاء محمد اسمٰعیل صاحب گودھروی نے کیا ہے جو مولانا شبلی و حالی کے معاصر ایک پرانے بزرگ تھے۔ یہ مختلف عربی کتابوں کے

مترجم ہیں ۔ ترجمہ انھوں نے اپنے شوق سے کبھی کیا تھا۔ ادارہ نے مسودہ ان سے خرید لیا۔ اس کے بعد اصل عربی سے حرفاً حرفاً ملا کر اس کی تصحیح و تکمیل وغیرہ مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی نے کی۔ حوالوں اور ذیلی ملاحظات کا اضافہ بھی انھوں نے ہی کیا ہے اور فہرست وغیرہ بھی ان ہی نے تیار کی ہیں، حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ کتاب کو صحیح تر، مکمل تر اور بہترین صورت میں پیش کیا جائے۔ والاتمام من اللہ۔

ہم امید کرتے ہیں کہ لوگ اس کتاب سے فائدہ حاصل کریں گے۔ دین کسی نظری فلسفہ کا ہی نام نہیں ہوتا ہے۔ یہ فکر و نظر کی صحت اور اعمال و افعال کی درستگی کا ایک مربوط نظام ہے اس لئے ایک اچھے مسلمان کو دین و عقیدہ کے ساتھ ساتھ اعمال و افعال میں بھی صحیح طریقہ پر کاربند ہونا چاہیئے۔

اشتیاق حسین قریشی
(سابق) ڈائریکٹر
مرکزی ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی
کراچی

دوائے شافی ترجمہ الجواب الکافی

○

فہرست مضامین

پیش لفظ	ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی	۳
تعارف کتاب	ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی	۴
مقدمہ مترجم		۹
علاج امراض، دعاء کی فیروز مندیاں		۱۷
دعاء ایک نافع ترین دوا اور مومن کا زبردست حربہ ہے۔		۲۳
دعاء میں الحاح و زاری مفید ہے۔		۲۴
دعاء کی تاثیر کیوں نہیں ہوتی۔		۲۵
اوقات اجابت دعاء اور ادعیۂ ماثورہ۔		۲۶
دعاء کے ساتھ دوسرے اسباب کا ہونا بھی ضروری ہے۔		۳۳
دعاء اور تعوذات بمنزلہ اسلحہ کے ہیں۔		۳۴
اسباب ترک کر کے صرف تقدیر پر تکیہ کر لینا مذموم ہے۔		۳۴
زبانی توبہ و استغفار کے بھروسہ پر گناہوں کا ارتکاب قطعاً درست نہیں۔		۴۳
اللہ تعالیٰ سے ڈرنا عقلمندی ہے		۵۵
فتنۂ دنیا اوامر و نواہی حکمتِ الٰہی کا اقتضاء ہے۔		۷۱
حسنِ ظن وہ ہے جو انسان کو عمل صالح پر آمادہ کرے		۷۵
امید و رجاء کے لئے تین باتیں ضروری ہیں۔		۷۷
دنیا اور آخرت کی تمام مصیبتوں کی جڑ گناہ ہیں۔		۸۳
گناہوں کے بے شمار قبیح و مذموم اثرات ہیں جو قلب و جسم اور دنیا و آخرت دونوں کے حق میں مضر ہیں۔		۱۰۲

ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہوجاتا ہے۔ ۱۰۷
گناہ قلب کو کمزور کر دیتے ہیں اور بندہ کو توبہ و انابت سے ہٹکا دیتے ہیں۔ ۱۰۹
بار بار گناہ کرنے سے اس کی برائی کا تصور ختم ہوجاتا ہے اور انسان گناہوں
پر فخر کرنے لگتا ہے۔ ۱۰۹
معصیت بندے کو پروردگار کی نظر میں ذلیل کر دیتی ہے۔ ۱۱۱
گناہگار پر جانور، چوپائے، پرندے اور کیڑے مکوڑے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔ ۱۱۲
معصیت سے انسان ذلیل ہوجاتا ہے، اور طاعت سے عزت بڑھتی ہے ۱۱۳
معصیت سے نورِ عقل فنا ہوجاتا ہے۔ ۱۱۴
معصیت اور گناہوں سے قلب پر مہر لگ جاتی ہے۔ ۱۱۴
معاصی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔ ۱۱۵
معصیت کرنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کی دعاء سے
محروم ہوجاتا ہے۔ ۱۱۶
گنہگارانِ امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا۔ ۱۱۷
معاصی سے پانی، ہوا، زراعت، پھلوں اور گھروں پر آفت آتی ہے۔ ۱۱۹
معاصی سے غیرت کا نور بجھ جاتا ہے۔ ۱۲۲
معاصی اور گناہوں سے حیا و شرم کا جوہر فنا ہوجاتا ہے۔ ۱۲۷
معاصی سے بندہ کے دل میں پروردگار عالم کی عظمت و جلالت کم ہوجاتی ہے ۱۲۸
بندہ نافرمانی کرتا ہے تو پروردگار عالم اسے بھلا دیتا ہے اور اس کو نفس اور
شیطان کے حوالہ کر دیتا ہے۔ ۱۳۰
عاصی اور نافرمان بندہ خود اپنی جان کو بھول جاتا ہے۔ ۱۳۲
جب کوئی بندہ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے تو ایمان کے ساتھ جو بھلائیاں
وابستہ ہیں، ان سب سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔ ۱۳۳
معاصی سیر الی اللہ اور سلوکِ آخرت کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔ ۱۳۶
گناہ بندے کو انعاماتِ الٰہیہ سے محروم کر دیتے ہیں۔ ۱۳۷
معاصی قلب کے اندر خوف و ہراس، دہشت و وحشت پیدا کر دیتے ہیں۔ ۱۴۰

معاصی سے قلب مریض ہو جاتا ہے۔ ۱۴۱

معاصی سے قلب کی بصارت اور نور فنا ہو جاتا ہے۔ ۱۴۴

گناہ نفس کو ذلیل، نجس، تنگ اور حقیر کر دیتے ہیں۔ ۱۴۵

عاصی شیطان کا اسیر ہے، وہ شہوات و خواہشات کے جیل خانہ میں قید ہو جاتا ہے۔ ۱۴۶

معاصی سے بندہ خدا اور مخلوق کی نگاہوں سے گر جاتا ہے۔ ۱۴۸

گناہ گار کی نیک نامی اور شہرت و شرافت بدنامی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ۱۴۹

معاصی عقل کو غارت کر دیتے ہیں۔ ۱۵۰

معاصی اور گناہوں کے سبب پروردگار عالم سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ۱۵۳

معاصی اور گناہوں سے عمر، رزق، علم بلکہ دین و دنیا کی ساری برکتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ ۱۵۶

معاصی انسان کو سفلہ اور پست کر دیتے ہیں۔ ۱۵۹

خداوند تعالیٰ کا حلم نہ ہوتا تو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے آسمان و زمین تہ و بالا ہو جاتے۔ ۱۶۳

معاصی سے ہر چیز انسان کی دشمن ہو جاتی ہے۔ ۱۶۵

معاصی کی زد انسان کے معاد و معاش دونوں پر پڑتی ہے۔ ۱۶۷

معاصی سے قلب کی بصیرۃ ختم ہو جاتی ہے۔ ۱۷۲

معاصی شیطان کے اسلحہ ہیں، گنہگار آدمی اپنے دشمن کو یہ اسلحہ مہیا کر دیتا ہے۔ ۱۷۸

شیطان اور اس کا کنبہ کس طرح حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرتا ہے۔ ۱۸۶

شیطان انسان پر ہر راستہ روک کر بیٹھا رہتا ہے۔ ۱۸۸

عاصی اپنی جان کو ذلیل کرتا ہے اور اپنی آخرت کے حصہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ ۱۹۵

معاصی حاضر و مستقبل کی نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں۔ ۲۰۱

گناہوں سے وہ فرشتے جو آدمی کے لئے مامور و موکل ہیں، دور بھاگ جاتے ہیں۔ ۲۰۴

حیاتِ قلب، صحت قلب، امراضِ قلب اور موت قلب کے اسباب ۲۰۷

شریعت میں جو سزائیں مقرر ہیں وہ پوری طرح قرینِ عقل ہیں۔ ۲۰۸

عقوبات دو قسم کی ہیں - شرعی اور قدری ۔ ۲۱۰
معاصی تین قسم کے ہیں ۔ ۲۱۳
عقوبات قدریہ کی دو قسمیں ہیں ۔ ۲۱۶
عقوبات ابدان کی دو قسمیں ہیں ۲۱۷
معاصی قلب کو بہرا، گونگا، اندھا اور مسخ کر دیتی ہیں ۔ ۲۲۱
گناہ چار قسم کے ہیں، ملکیہ، شیطانیہ، سبعیہ، بہیمیہ ۔ ۲۳۳
حسد، کینہ، ظلم و جور، غل و غش اور مکر و خدع ۔ ۲۳۵
سبعی (درندہ صفتی) گناہ ۲۳۵
گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ ۲۳۶
زمین و آسمان پیدا کرنے، پیغمبروں کو بھیجنے اور آسمان سے کتابیں نازل کرنے کا مقصد کیا ہے ۔ ۲۴۱
نصاریٰ، مجوس، قدریہ اور فرقہ صابئیہ کا کفر کس قسم کا تھا۔ نمرود کے مقابلہ میں حضرت ابراہیمؑ کی دلیل حرمت اور شرک کرتے ہوئے بھی خدا کو معبود حقیقی ماننے والے گروہ ۔ ۲۴۶
ذات معبود کے ساتھ شرک بہت بڑا گناہ ہے ۔ ۲۴۷
اقوال، افعال، نیت اور ارادہ کا شرک ۔ ۲۵۱
غیر اللہ کی قسم کھانا "خدا چاہے اور تم چاہو" کہنا شرک ہے ۔ ۲۵۴
ارادہ اور نیت کا شرک ۔ ۲۵۵
شرک کی حقیقت یہ ہے کہ خالق کو مخلوق کے مشابہ اور مخلوق کو خالق کے مشابہ گردانا جائے ۔ ۲۵۶
اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوء ظن اکبر الکبائر ہے ۔ ۲۶۰
خدا نے جس مقصد سے مخلوق کو پیدا کیا ہے، شرک اس کے بالکل برخلاف ہے۔ ۲۷۱
بغیر علم کے صفاتِ خداوندی اور اس کے احکام پر گفتگو کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔ ۲۷۱
قتل کی برائیوں کے مختلف درجات ۔ ۲۷۳
ایک انسان کا قتل گویا بنی نوع انسان کا قتل ہے ۔ ۲۷۸

۱۰

زنا عظیم ترین مفاسد کا منبع ہے۔ ۲۸۴
معاصی اور گناہ کی راہیں کس طرح بند کی جائیں۔ ۲۸۸
خطرات قلب خیر و شر کا مبدأ اور منبع ہیں۔ ۲۹۱
جہنم میں جانے والے اکثر زبان کی وجہ سے جائیں گے۔ ۳۰۰
خطوات یعنی قدم، چلنا پھرنا اور اس میں حزم و احتیاط برتنا۔ ۳۰۷
زنا کے مفاسد قلب، روح، جوارح اور انسان کے تمام امور پر طاری ہو جاتے ہیں۔ ۳۰۸
لواطت کی خرابیاں اور سزا ۳۲۱
ان لوگوں کے جوابات جو لواطت کی عقوبت کو زنا کی عقوبت سے کم بتاتے ہیں۔ ۳۳۱
چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے سے حد لازم ہوگی یا تاسی و تعزیر۔ ۳۳۴
مرد سے مرد کی وطی اور دخول کو دو عورتوں کی باہمی مساحقت پر قیاس کرنا غلط ہے۔ ۳۳۶
مرض عشق کی دوا۔ ۳۳۷
اس مرض کی مدافعت کا دوسرا طریقہ۔ ۳۴۴
محبوب سے سچی محبت ہو تو اس میں غیر کی شرکت ممکن نہیں۔ ۳۴۶
محبت کے درجات اور مراتب ۳۴۸
تعبد کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کے سامنے اپنے آپ کو انتہا درجہ ذلیل اور خاکسار کر دیا جائے۔ ۳۵۹
محبت کے اقسام۔ ۳۶۵
محبت کا بلند ترین مقام یعنی مقام خُلّت۔ ۳۶۶
محبت عام ہے اور خُلّت محبت کے ایک خاص درجہ کا نام ہے۔ ۳۶۸
بندہ دو محبوب چیزوں میں سے اعلیٰ محبوب کو اور دو مکروہ چیزوں میں سے آسان مکروہ کو کیوں اختیار کرتا ہے۔ ۳۶۹
آدمی کے لئے انبیاء و مرسلین کا طریقہ زیادہ مفید اور زیادہ آسان ہے۔ ۳۷۰

محبوب کی دو قسمیں ہیں، محبوب لذاتہٖ اور محبوب لغیرہٖ۔ ۳۷۲

اعمال دینیہ کی اصل اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت ہے ۳۷۵

جو شخص خدا کی محبت کو فوت کر دیتا ہے، اس سے ہر چیز فوت ہو جاتی ہے۔ ۳۸۴

عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام تر حرکتوں کا اصل موجب محبت ہے۔ ۳۸۶

موجودات کی صلاح و فلاح اسی میں ہے کہ اس کی تمام تر حرکات اور تمام تر
محبتیں صرف خالق حقیقی کے لئے ہوں۔ ۳۹۰

محبت محمودہ اور محبت مذمومہ۔ ۳۹۴

دین کے معنی میں خشوع، خضوع اور خاکساری داخل ہیں۔ ۳۹۷

صورتوں سے عشق اور حسن پرستی کے دنیوی و اخروی مفاسد۔ ۴۰۳

عشاق و حسن پرستوں کا دوسرا گروہ لوطی ہے۔ یہ فحش ترین عشق ہے۔ ۴۰۸

عشق اور حسن پرستی کے مفاسد اور ان کا علاج۔ ۴۱۰

عاشق خود اپنے معشوق پر ظلم کرتا ہے۔ ۴۱۶

لذت کا کمال محبوب کے کمال سے وابستہ ہے۔ ۴۴۱

قرآن حکیم سے محبت کرنا، خدا کی محبت کا معیار ہے۔ ۴۴۸

عشاق کی قسمیں، عشق کی تحقیق۔ ۴۵۹

سوید بن سعید کی روایت پر تنقید و تبصرہ۔ ۴۶۰

مقدمہ مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ، ارسلہ بشیرا و نذیرا، صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ ومن تبعہ الیٰ یوم الدین۔

امابعد۔ کسی کتاب کی اہمیت اور عظمت اس کے مصنف کی جلالت و عظمت سے معلوم ہوتی ہے۔ یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے شیخ الاسلام علامہ ابن قیم جوزیؒ المتوفی ۷۵۱ھ کی کتاب الجواب الکافی کا ترجمہ ہے۔ شیخ موصوف اور آپ کے استاد شیخ ابن تیمیہؒ کی عظیم شخصیتوں اور علمی منزلتوں سے آج کون واقف نہیں؟ ان کی علمی قابلیتوں، عرفانہ صلاحیتوں سے کون باخبر نہیں ہے؟

شیخ الاسلام ابن قیمؒ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جیسی ہستیاں قرون وسطےٰ اور قرون آخیرہ میں بہت کم پیدا ہوئی ہیں۔ دین کے ہر گوشہ میں مختلف عصروں اور زمانوں کے وقتی، سیاسی، وضعی، صناعی اثرات اثر انداز ہو چکے تھے۔ دین خالص پر ان تاثرات کے تو بہ تو غلاف چڑھ چکے تھے۔ ایسے وقت میں شیخ الاسلام ابن قیمؒ اور آپ کے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ پیدا ہوتے ہیں اور دین خالص کو تمام تاثرات اور وضعی، صناعی غلافوں سے نکال کر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اپنی عرفانہ طاقتوں سے تجدید ملت و دین کی وہ خدمت انجام دی جو کوئی انجام نہ دے سکا۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ حجاز، عراق، مصر و شام، نجد و یمن وغیرہ میں بڑی بڑی درسگاہیں موجود تھیں، بڑے بڑے مشاہیر وقت کتاب و سنت، علوم دین کی خدمات انجام دے رہے تھے۔ مفسر بھی تھے، محدث بھی تھے، اصولی بھی تھے اور فقیہہ بھی تھے، متکلم بھی تھے اور صوفی بھی تھے۔ لیکن جو شان شیخ الاسلام ابن قیمؒ کی تھی وہ کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ اور دور سے بڑے بڑے علماء فضلاء کسب فیض، اور اکتساب علم کی غرض سے آتے اور آپ کے حلقۂ درس سے سیراب

ہوتے، جس نے ایک مرتبہ بھی آپ کے حلقۂ درس کا مزہ چکھ لیا، وہ کبھی بھی آپ کا حلقہ چھوڑ کر دوسری چوکھٹ کا نام نہ لیتا۔

سید نعمان آلوسی بغدادی نے اپنی کتاب جلاء العینین کے اندر شیخ الاسلام ابن قیمؒ کے حالات لکھے ہیں جسے شیخ موصوف کی کتاب "زاد المعاد" اور "مدارج السالکین" اور "الجواب الکافی" کے سرورق پر نقل کیا گیا ہے۔ ہم اس کا ترجمہ بعینہٖ ذیل میں درج کر دیتے ہیں۔ گو سید نعمان کا بیان مختصر ہے لیکن شیخ موصوف کی پوری زندگی کا خلاصہ اس میں درج ہے۔

سید نعمان آلوسی لکھتے ہیں:-

"علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن بکر بن ایوب بن سعد الزرعی ثم الدمشقی، حنبلی مذہب کے فقیہہ تھے، مفسر اور نحوی تھے، اصولی اور متکلم تھے۔ ابن قیم جوزی کے نام سے مشہور ہیں۔"

شذرات میں لکھتے ہیں:-

"بلکہ ابن القیم ایک مجتہد مطلق تھے، ابن رجب حنبلی کہتے ہیں میرے شیخ ابن القیم ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور زمانہ تک اپنے استاذ شیخ تقی الدین ابن تیمیہؒ کی خدمت میں رہے اور ان سے کسب علم کرتے رہے، اور اسلامی علوم کی، نیز ہر فن کی ان سے تحصیل کی، قرآن کی تفسیر کے پورے عارف اور علوم القرآن کے اس قدر ماہر تھے کہ کوئی ان کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ اصول دین سے پورے باخبر تھے اور ایسے باخبر تھے کہ تمام کا مرجع اور منتہیٰ تھے۔ حدیث، معانی حدیث، فقہ حدیث اور دقائق و استنباط کے کامل ترین ماہر تھے اور اس قدر ماہر تھے کہ ان کے درجہ کو کوئی دوسرا پا نہ سکا، فقہ، اصول اور عربیت کے اس قدر جاننے والے تھے کہ ان جیسا کوئی ان علوم سے باخبر نہ تھا، علم کلام اور تصوف میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ شد الرحیل الی قبر الخلیل کے انکار کی وجہ سے عرصۂ دراز تک جیل خانہ کی کوٹھری میں بند رکھے گئے بڑے زبردست عابد تھے، تہجد گزار تھے، نماز نہایت متانت کے ساتھ لمبی قرأت اور لمبے رکوع و سجود سے پڑھا کرتے تھے۔ عبادت کرنے میں، قرآن حکیم کے علوم سمجھنے میں اور علم حدیث اور حدیث کے حقائق سمجھنے میں میں نے ان کا کوئی مثیل و ہمسر نہیں پایا، البتہ وہ معصوم نہیں تھے، لیکن جن معنی میں وہ تھے یکتائے روزگار تھے، ان کا کوئی نظیر و ہمسر نہیں تھا انواع و اقسام کے امتحانات میں مبتلا کئے گئے، طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں انہیں پہنچائی گئیں اور پھر آخری مرتبہ اپنے استاذ شیخ ابن تیمیہ کے ساتھ قلعہ میں ان سے الگ مقید

رکھے گئے، تا آنکہ شیخ ابن تیمیہؒ نے قید کی حالت میں ہی وفات پائی، ان کی وفات کے بعد شیخ ابن قیمؒ کو قید سے رہائی میسر آئی۔ قید کی حالت میں انکا مشغلہ تلاوتِ قرآن اور اس پہ غور و تدبر تھا۔ نہایت گہری فکر سے انہوں نے قرآن کا مطالعہ کیا اور اپنا سارا وقت اسی کے لئے وقف کر دیا جس سے آپ کے لئے خیر و برکت کی بے شمار راہیں کھل گئیں، صحیح ذوق و وجد کی ان کے اندر فراوانی ہو گئی اور اس کی وجہ سے اہل معارف وصوفیا کے سیر و سلوک کے مقامات و معارف اور غوامض و اسرار پر قابو پا گئے۔ اس بارے میں پورے زور سے بحث و کلام کرنے لگے ان علوم پہ پوری طرح حاوی اور مسلط ہو گئے شیخ کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ان کی تصانیف ان علوم سے پر اور لبریز ہیں۔ شیخ موصوف نے بہت سے حج کئے، مکہ مکرمہ میں عرصہ تک بیت اللہ کی مجاورت کی۔ اس قدر کثرت سے خانہ کعبہ کا طواف اور حرم میں عبادت کیا کرتے تھے کہ مکہ مکرمہ کے لوگ بھی ان پر تعجب کرتے تھے اور میں نے ان سے ان کا قصیدہ نونیہ اور ان کی بہت سی تصانیف سنی اور پڑھی ہیں اور ان سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔

قاضی برہان الدین الزرعی کا قول ہے آسمان کے نیچے میں نے ابن قیمؒ سے زیادہ وسیع العلم آدمی نہیں دیکھا۔ صدریہ میں درس و تدریس کا کام کرتے تھے اور جوزیہ میں امامت کرتے تھے اور انہوں نے خود اپنے قلم سے بہت سی تصانیف لکھی ہیں اور مختلف علوم و فنون میں کتابیں تصنیف کی ہیں اور اوراق کو اس قدر کتابیں میسر ہوئیں کہ کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکیں۔

تصانیف

شیخ الاسلام ابن قیمؒ کی تصانیف و تالیفات۔

کتاب تہذیب سنن ابی داؤد و ایضاح مشکلات

کتاب ہجرتین

کتاب الوابل الصیب شرح الکلم الطیب

کتاب زاد المسافرین

کتاب زاد المعاد — اس کتاب کا احقر نے کئی بار مطالعہ کیا ہے اور اپنے لئے اسکی تلخیص کی ہے۔ اس کا ترجمہ بھی اردو میں کیا ہے۔

کتاب نقد المنقول

کتاب اعلام الموقعین عن رب العالمین — اس کتاب کا احقر نے مطالعہ ہی نہیں کیا بلکہ اس کی یادداشتیں بطور کچکول لکھی ہیں۔

کتاب بدائع الفوائد — اس کا مطالعہ بھی احقر نے کیا ہے، بڑی عمدہ اور نفیس کتاب ہے۔ کچکول کی شکل ہے۔

کتاب النونیہ

کتاب الصواعق المرسلہ علی الجہمیہ والمعطلہ

کتاب حادی الارواح الی بلاد الافراح — اس کتاب کا بڑا حصہ مطالعہ میں رہا ہے۔

کتاب نزہۃ المشتاقین

کتاب الکافی لمن سئل عن الدواء الشافی — آپ کے ہاتھ میں جو کتاب ہے اسی کتاب کا ترجمہ ہے احقر نے اس کتاب کا کافی مطالعہ کیا ہے۔

کتاب مفتاح دار السعادۃ

کتاب تحفۃ الودود فی احکام المولود

کتاب الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیہ — یہ کتاب احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔

کتاب عدۃ الصابرین — پوری کتاب کئی بار مطالعہ میں آچکی ہے۔

کتاب اغاثۃ اللہفان — یہ کتاب اکثر مطالعہ میں رہتی ہے۔

کتاب الروح — یہ کتاب بھی احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔

کتاب الفتح القدسی

کتاب التحفۃ المکیہ

کتاب الصراط المستقیم

کتاب مدارج السالکین شرح منازل السائرین — تصوف و سلوک میں بہترین کتاب ہے۔ احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔

کتاب اقسام القرآن المسمی بالتبیان — قرآن حکیم کی قسموں کے متعلق بہترین کتاب ہے احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔

فتاوی وغیرہ۔

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ چھوٹی بڑی اور بہت سی کتابیں شیخ ابن قیمؒ نے لکھی ہیں ان میں ہر کتاب بلند پایہ رکھتی ہے۔

قاضی برہان الدین الزاعی نے آپ کی وفات کی تاریخ یہ لکھی ہے ۱۳ رجب ۷۵۱ھ میں آپ نے وفات پائی اور مقبرہ باب الصغیر میں مدفون ہوئے۔ بہت سے مقامات میں آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی اور بار بار پڑھی گئی۔

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے شیخ موصوف کی کتاب الجواب الکافی کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب گو ایک مخصوص سوال یعنی مرض عشق کی دوا کے استفسار کے جواب میں لکھی گئی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بڑی بڑی معرکۃ الآراء اور اہم بحثیں اس میں زیر بحث آگئی ہیں۔ یہ بحثیں آپ دوسری کتابوں میں بہت کم پائیں گے۔

کتاب کی عظمت کے بارے میں ہم وہی جملے دہراد یتے ہیں جو الجواب الکافی کے ناشر علامہ ابوالسمح عبدالظاہر بن محمد حرم مکہ مکرمہ کے امام، خطیب اور مدرس نے اس کتاب کے متعلق لکھے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے :-

من اہم الکتب النافعۃ فی تقویم الاخلاق وتثقیف العقول وشفا النفوس من امراض الجہالۃ و شبہات الضلالۃ التی ہلک بہا کثیر من الناس، کمسائل القضاء والقدر والاغترار والاتکال بغیر عمل علی رحمۃ اللہ	یہ کتاب تقویم اخلاق، صفائی عقول اور امراض جہالت اور شبہات ضلالت سے کہ جن سے بیشمار مخلوق ہلاک ہوئی ہے نفوس کو شفا بخشنے میں نہایت اہم ہے مثلاً قضا وقدر کے مسائل اور بغیر عمل کے رحمت خداوندی پر تکیہ اور بھروسہ کرنا اور دھوکہ کھانا وغیرہ

آگے چل کر علامہ موصوف اپنے وہ تاثرات بیان کرتے ہیں جو اس کتاب کے مطالعہ سے ان کے قلب پر وارد ہوتے ہیں۔

وکان ہذا الکتاب اول کتاب ہدانی اللہ بہ و انقذنی من الضلال باسلوبہ	یہ پہلی کتاب ہے جسکے ذریعہ خدا نے مجھے ہدایت دی اور کتاب کے مخصوص اسلوب کے ذریعہ مجھے ضلالت وگمراہی سے نکالا۔

واقعہ یہ ہے کہ اصلاح اخلاق کے بارے میں علماء دین اور صوفیاء کرام نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب اپنے مخصوص انداز، خصوصی طرز بیان، اور ممتاز طریق استدلال میں، ایک انوکھی اور نرالی کتاب ہے۔

ہم نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو اپنے اندر ایک عجیب وغریب کیفیت پائی۔ ہم نے ارادہ

کیا کہ اگر اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کر دیا جائے تو دین و ملت کی ایک اہم خدمت ہو گی۔ چنانچہ ہم نے پوری محنت و کاوش سے اس کا ترجمہ شروع کر دیا، او بحمد اللہ یہ ترجمہ آج آپ کے ہاتھ میں ہے۔

ترجمہ میں ہم نے تحت اللفظ ترجمہ کرنے کی کوشش نہیں کی جیسا کہ بعض علماء کا قاعدہ ہے اس سے مصنف کی کتاب کی اہمیت اور اس کے مطالب بالکل واضح ہونے نہیں پاتے۔ بلکہ لبسا اوقات مطلب بالکل خبط ہو جاتا ہے۔ ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ مصنف کا مطلب اور مقصد پوری طرح واضح ہو جائے کہ مصنف کیا کہہ رہا ہے؟ لیکن پھر بھی ہماری کوشش یہ رہی کہ الفاظ و عبارت سے کلیتہً الگ بھی نہ ہوں اور یہ بھی کوشش رہی کہ ترجمہ نہایت سلیس اور بامحاورہ ہو۔

خدائے قدوس اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اپنے صالح اور نیک بندوں کے طفیل میں احقر کو اپنی مغفرت و رحمت سے نوازے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔

سبقت رحمتی علےٰ غضبی (میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے) اس کا ارشاد ہے۔

قارئین کتاب، کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ اس کتاب سے مستفیض ہوں تو احقر کو اپنی مخصوص دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں

شیخ الاسلام کی وفات

شیخ الاسلام ابن قیمؒ ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ عمر کا بڑا حصہ اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہؒ کی خدمت میں گزارا۔ علوم دین میں کامل مہارت حاصل کی اور علم دین کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں۔ بے شمار تصانیف و تالیفات اپنے پیچھے چھوڑیں۔ ۱۳ رجب المرجب ۷۵۱ھ میں وفات پائی۔ بہت سے مقامات پر آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی وہ سپرد خاک کر دیئے گئے مگر خداوند قدوس ان کے علمی آثار سے ملت اسلام کو مستفیض فرمائے۔

اللّٰھم! انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔

وصلے اللہ تعالےٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و علیٰ آلہ و اصحابہٖ ومن تبعہٗ الیٰ یوم الدین ۔ آمین یا رب العالمین ۔

العبد المذنب
ابو العلاء محمد اسماعیل گودھروی کان اللہ لہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

(علاج امراض۔ دعا کی فیروزمندیاں)

امام متقن، حافظ وناقد شیخ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن شیخ صالح ابو بکر المعروف بہ ابن القیم الجوزی رضی اللہ تعالےٰ سے دریافت کیا گیا۔

سوال

کیا فرماتے ہیں سادۃ العلماء آئمہ دین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہے اس کی مایوسی اور ناامیدی اس درجہ بڑھ چکی ہے کہ وہ سمجھ رہا ہے کہ اگر یہ مصیبت اور ابتلاء اس کے لئے یونہی رہی تو اس کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جائیں گے۔ اس مصیبت و ابتلاء کے دفعیہ کے لئے وہ ہمہ قسم کی کوشش کر چکا، ہمہ قسم کے طریقے عمل میں لا چکا۔ لیکن اس کی مصیبت و ابتلا کسی طرح دور ہوتی نظر نہیں آتی۔ بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ اس قسم کی مصیبت و ابتلاء کے دفعیہ کے لئے کیا تدبیر اور کیا علاج کیا جائے۔ اور کونسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے پر رحم فرماتا ہے جو کسی بندے پر رحم کرتا ہے اللہ مصیبت میں اس کی اعانت وامداد کرتا ہے۔ جو بندہ اپنے بھائی کی امداد کرتا ہے خدا اس کی اعانت کرتا ہے افتونا ماجورین

الجواب

حضرت شیخ ابن القیم رضی اللہ تعالےٰ عنہ مذکورہ بالا سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ **الحمد للہ**؛ اما بعد! صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء ۔ اللہ تعالےٰ نے کوئی ایسا مرض نہیں پیدا کیا جس کے

لئے شفا رنہ پیدا کی ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لکل داء دواء فاذا اصیب دواء الداء برء باذن اللہ

ہر مرض کی دوا ہے جب کسی مرض کی صحیح طریقہ پر دوا کی جاتی ہے تو اللہ تعالٰے کے حکم سے مریض اچھا ہو جاتا ہے۔

مسند امام احمد میں حضرت اسامہؓ بن شریک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ لم ینزل داء الا انزل لہ شفاءً علمہ من علمہ وجہلہ من جہلہ

اللہ تعالٰے نے ہر بیماری کے لئے دوا اور شفا اتاری ہے۔ جاننے والا اسے جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ نہیں جانتا۔

اور ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں

ان اللہ لم یضع داء الا وضع لہ شفاء — او — دواء الا داءً واحداً۔

اللہ تعالٰے نے سوائے ایک مرض کے تمام بیماریوں کی شفا۔ یا دوا پیدا کی ہے۔

صحابہؓ نے عرض کیا وہ ایک مرض کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔

الھرم

پھوس بوڑھاپا

امام ابو عیسٰے ترمذی اس حدیث کی توثیق اس طرح کرتے ہیں۔

ھذا حدیث صحیح

یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث امراض قلب و روح، امراض اجسام وابدان اور اسکے علاج و دوا پر مشتمل ہے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ جہالت بیماری ہے اور علماء سے دریافت کرنا اسکی دواء اور علاج ہے جیساکہ امام ابوداؤدؒ اپنی سنن میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم سفر میں تھے ہم میں سے ایک شخص کو پتھر سے چوٹ لگ گئی اور اس کا سر زخمی ہوگیا اس کے بعد ایک بار اسے احتلام ہوگیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کیا اس حالت میں مجھے تیمم کرنے کی اجازت ہے؟ ساتھیوں نے کہا تمہیں پانی پر قدرت حاصل ہے اس لئے ہم نہیں پاتے کہ تمہیں تیمم کرنے کی رخصت و اجازت ہے۔ چنانچہ اس شخص نے غسل کر لیا جس سے وہ شخص مرگیا۔ جب ہم

لوگ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور آنحضرتؐ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا

قتلوہ قتلھم اللہ الا سئلوا اذا لم یعلموا فانما شفاء العی السوال انما یکفیہ ان تیمم ویعصر او یعصب علی جرحہ خرقۃ ثم یمسح علیھا و یغسل سائر جسدہ

ان لوگوں نے اسکو مار ڈالا۔ خدا ان کو موت دے جب وہ خود مسئلہ نہیں جانتے تھے تو کسی دوسرے سے کیوں نہیں پوچھ لیا؟ پریشان حال کی شفا یہ ہے کہ دوسرے سے پوچھے اس کے لئے صرف یہ کافی تھا کہ وہ تیمم کر لیتا اور غسل نہ کرتا یا پھر اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا اور اس پر مسح کر لیتا اور بقیہ جسم کو دھولیتا۔

آنحضرتؐ نے اس حدیث کے اندر یہ واضح کر دیا ہے کہ جہالت ایک بیماری ہے اور پوچھ لینا اس کا علاج ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالٰے قرآن حکیم کے متعلق فرماتا ہے قرآن شفا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔

ولو جعلناہ قرآنا اعجمیا لقالوا لولا فصلت آیاتہ ءاعجمی وعربی قل ھو للذین آمنوا ھدی وشفاء

اور اگر ہم اسکو عربی کے سوا دوسری زبان کا قرآن بناتے تو یہ لوگ کہتے اسکی آیتیں کیوں واضح نہیں کی گئیں، بھلا عجمی قرآن اور عربی آدمی، اے نبی ان سے کہدو وہ تو مومنوں کیلئے شفا اور ہدایت ہے

اور ارشاد فرماتا ہے۔

وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمومنین

اور ہم قرآن کی ■ آتیں نازل کرتے ہیں جا ایمانداروں کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔

اس آیت میں لفظ "من" آیا ہے۔ یہ "من" بیان جنس کے لئے ہے یعنی جنس قرآن شفاء اور رحمت ہے۔ یہ "من" تبعیضیہ نہیں ہے کیونکہ قرآن حکیم سب کا سب شفا اور رحمت ہے جیسا کہ ماسبق آیت سے معلوم ہوتا ہے یقیناً قرآن حکیم ہر جہالت، ہر شک وشبہ اور ہر ریب وتردد سے قلوب کو شفا دیتا ہے یقیناً اللہ تعالٰے نے ازالہ امراض کے لئے قرآن حکیم سے زیادہ عام۔ نفع بخش اور اعظم ترین اور زیادہ بہتر کوئی دوا نہیں پیدا کی چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے ■ کہتے ہیں آنحضرت صلعم کے بعض صحابہ کسی سفر میں نکلے اثنا سفر میں عرب کے ایک قبیلہ میں ان کا قیام ہوا انہوں نے وہاں کے

لوگوں سے ضیافت اور کھانے پینے کی خواہش کی۔ قبیلہ والوں نے ان کو کھانا کھلانے سے انکار کردیا اتفاق سے اسی روز قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔ قبیلہ والوں نے اس کے لئے ہر قسم کا علاج کیا اور اس بارے میں کوئی سعی اٹھا نہ رکھی لیکن کسی دوا سے اس کو آرام نہ ہوا آخر قبیلہ کے کسی آدمی نے کہا ان نو وارد آدمیوں کے پاس جاؤ اور دریافت کرو ممکن ہے ان کے پاس اس کا کچھ علاج ہو، چنانچہ یہ لوگ صحابہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے، ہم نے ساری تدبیر کر دیکھیں مگر کچھ نہ ہوا۔ کیا تم میں سے کسی کے پاس اس کا کوئی علاج ہے؟ صحابہؓ میں سے ایک نے کہا ہاں میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں لیکن تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی اور باوجود کھانا طلب کرنے کے تم نے کھانا کھلانے سے انکار کردیا اس لئے جب تک تم اس کا معاوضہ مقرر نہ کرو گے ہم قطعاً اس پر اپنا "منتر" نہیں پڑھیں گے۔ چنانچہ بکریوں کا ایک ریوڑ معاوضہ میں طے ہوا اور ایک صحابیؓ وہاں تشریف لے گئے۔ اور الحمد للہ رب العالمین یعنی سورۂ فاتحہ پڑھ پڑھ کر اس پر دم کرنا شروع کردیا۔ پھر کیا تھا گویا گرہ کھل گئی اور اسے کوئی دکھ تھا ہی نہیں۔ اسی وقت وہ اٹھ بیٹھا اور اضطراب و بے چینی اور دل کی بے قراری ختم ہوگئی اور چلنے پھرنے لگ گیا اور جس قدر بکریاں معاوضہ میں طے پائی تھیں ان کے حوالہ کردی گئیں، صحابہؓ نے کہا لاؤ اب یہ بکریاں ہم آپس میں بانٹ لیں۔ وہ صحابیؓ جنہوں نے "منتر" پڑھا تھا کہنے لگے جب تک بارگاہ نبوتؐ میں حاضر ہو کر اصل واقعہ پیش کرکے آنحضرت صلعم کا فیصلہ نہ لے لیں ہم کو نہیں بانٹنا چاہیئے۔ آپؐ کے حکم کا ہمیں ضرور انتظار کرنا چاہیئے۔ یہ صحابہؓ بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوئے اور اصل واقعہ پیش کیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ تمہیں کہاں سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ منتر کا بھی کام دیتی ہے؟ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

قد اصبتم اقسموا واضربوا لی معکم سھما۔ فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — تم نے خوب کیا۔ بکریاں تقسیم کرو تو اس میں میرا حصہ بھی لگا لینا۔ اسکے بعد آنحضرت صلعم ہنس پڑے

غور کرو۔ یہاں دوا کی تاثیر کس طرح کام کرگئی مرض اس طرح دفع ہوگیا جیسے کبھی تھا ہی نہیں سورۂ فاتحہ ایک ایسی آسان اور سہل ترین دوا ہے کہ اس کے سہل و آسان اور بہترین دوا ممکن نہیں اگر کوئی بندہ خدا اچھے طریقہ سے سورۂ فاتحہ کے ذریعہ علاج معالجہ کرے تو شفاء امراض کے لئے سورۂ فاتحہ کے اندر عجیب و غریب تاثیر پائے گا۔ چنانچہ ایک مدت مدید تک میں "مکہ معظمہ" بیمار رہا اور اس اثناء میں بہت سی بیماریاں مجھ پر مسلط ہوتی رہیں مجھے یہاں نہ کوئی طبیب میسر

آیا نہ دوا، میں صرف سورۂ فاتحہ سے اپنا علاج کرتا رہا اور اسکے اندر میں نے عجیب وغریب تاثیر دیکھی۔ میں اکثر مریضوں کو سورۂ فاتحہ سے علاج کرنے کی ترغیب دیتا تھا۔ اور لوگ اکثر اس سے صحت یاب ہو جاتے تھے۔

یہاں یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے اور وہ یہ کہ جو اذکار، آیات، دعائیں پڑھی جاتی ہیں اور جن سے شفا مطلوب ہوتی ہے یقیناً نافع اور شفا بخش ہوتی ہیں لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ محل اس کی قبولیت کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور فاعل و عامل کی قوت و ہمت اور اس کی تاثیر بھی قبولیت محل کی مقتضی ہو۔ جب تم دیکھو کہ اذکار، آیات، دعائیں اور شفا نہ ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ پڑھنے اور دعا کرنے والے کی تاثیر و توجہ کمزور ہے یا اثر قبول کرنے والے میں قبول تاثیر کی صلاحیت نہیں ہے یا کوئی اور ایسی شدید و سخت رکاوٹ موجود ہے جو دوا کی تاثیر کو روک رہی ہے جس طرح کہ عموماً ظاہری اور حسی امراض میں دواؤں کا حال ہوا کرتا ہے۔ اور کبھی ایسا اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ دوا کے اقتضا اور تاثیر کے درمیان کوئی قوی رکاوٹ مزاحم ہو جاتی ہے۔ جب طبیعت کسی دوا کو کامل طور پر قبول کر لیتی ہے تو جس درجہ طبیعت دوا کو قبول کرے گی اسی درجہ بدن اور جسم کو نفع پہنچے گا۔ اسی طرح جب آدمی کا قلب کسی دعا۔ تعویذ کو قبول کر لیتا ہے اور دعا پڑھنے والے کے اندر ازالۂ مرض کے لئے نفس فعالہ اور ہمت موثرہ ہوتی ہے تو یہ دعا۔ مکروہ و ناگوار امر کی مدافعت۔ اور حصول مطلوب و مقصود کا ایک قوی ترین سبب بن جاتا ہے لیکن لبا اوقات دعا اور منتر کی تاثیر اس لئے نہیں ہوتی کہ کسی ایسی چیز کی دعا کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور اس میں کسی پر ظلم ہو رہا ہے یا اس لئے اثر نہیں ہوتا کہ دعا کے وقت قلب پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور کامل طور پر جمعیت خاطر نہیں پائی جاتی۔ اور اس لئے اس کا حال ایک ڈھیلی کمان کا سا ہوتا ہے، ڈھیلی کمان سے جو تیر پھینکا جاتا ہے وہ کمزور رفتاری سے جاتا ہے یا پھر اسلئے تاثیر نہیں ہوتی کہ اجابت دعا میں کوئی اور چیز رکاوٹ پیدا کر رہی ہے مثلاً حرام غذا کھائی جاتی ہے یا کسی پر ظلم کیا جا رہا ہے یا دلوں پر گناہوں کا میل چڑھا ہوا ہے اور قلوب پر غفلت سہو یا لہو و لعب کی تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں جیسا کہ مستدرک حاکم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا

ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ ۔ بارگاہ الٰہی میں اس طرح تم دعا کرو کہ تمہارے اندر

واعلموا ان اللہ لا یقبل دعاء من ۔ اجابت دعا کا پورا پورا یقین موجود ہو خوب سمجھ لو

قلب غافل لاھ۔ کہ غافل بے خبر قلب کی دعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا

دعا ایک ایسی پر تاثیر دوا ہے جو یقیناً نفع دیتی ہے اور مرض کو دفع کرتی ہے لیکن جب قلب غافل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے بے خبر ہوتا ہے تو دعا کی قوت بیکار ہو جاتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم کے اندر ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا

ایھا الناس ان اللہ طیب لا یقبل الا طیباً و ان اللہ امر المومنین بما امر المرسلین فقال یا ایھا الرسول کلوا من الطیبات واعملوا صالحا انی بما تعملون علیم(۱) فقال یا ایھا الذین امنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم(۲)

لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک چیز ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس کا حکم اس نے انبیاء کرام کو دیا ہے اسکے ثبوت میں آپ نے یہ آیت پڑھی یا ایھا الرسول الخ(۱) اور پھر یہ آیت پڑھی یا ایھا الذین امنوا الخ(۲)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ اسکے بعد آنحضرت صلعم نے ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو ایک طویل سفر کرتا ہے اور دعا کرتا ہے۔ فرمایا

الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیہ الی السماء یا رب یا رب۔ ومطعمہ حرام ومشربہ حرام و ملبسہ حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذالک

ایک آدمی طول و طویل سفر کرتا ہے اور اس حال میں ہے کہ خستہ حال۔ اور گرد و غبار سے اٹا ہوا ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر خدا سے مانگتا ہے۔ اے پروردگار اے پروردگار، اور حال یہ ہے کہ اس کی غذا حرام ہے پینا حرام ہے، اسکے کپڑے حرام ہیں، حرام غذا کھائی ہے اس کی دعا کس طرح قبول ہوگی؟

اور عبداللہ بن امام احمد اپنے والد کی کتاب الزہد کے اندر روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر ایک بہت بڑی آفت نازل ہوئی تھی اس آفت اور مصیبت کو دفع کرنے کیلئے بنی اسرائیل شہر سے باہر نکلے کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کریں اسوقت اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کے پیغمبر کو وحی کے ذریعہ آگاہ کیا کہ ان لوگوں کو کہدو کہ تم لوگ اپنے ناپاک جسم لیکر صحرا میں آئے ہو۔ اور جن ہاتھوں سے تم نے بندوں کے خون بہائے اور جن ہاتھوں کے ذریعہ تم نے گھروں میں حرام و ناجائز مال جمع کیا ہے

(۱) سورہ مومنون۔ ترجمہ:- اے رسولو! اچھی چیزیں کھاؤ۔ اور اچھے عمل کرو جو کچھ تم لوگ کرتے ہو اس سے میں پڑا باخبر ہوں۔

(۲) سورہ بقرہ۔ ترجمہ:- اے ایمان والو! اچھی چیزیں جو ہم نے تم کو کھانے کو دی ہیں کھاؤ۔

وہ ہاتھ تم میری طرف اٹھاتے ہو۔ اور اب جبکہ میرا غضب اور عذاب تمہارے لئے سخت سے سخت ہو چکا ہے اور تمہاری بداعمالیوں، بدکرداریوں کی وجہ سے تم مجھ سے حد سے زیادہ دُور ہو چکے ہو میرے سامنے دعا کرتے ہو؟

اور ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں۔

یکفی من الدعاء البرأۃ ما یکفی الطعام من الملح۔ تھوڑی دعا بھی اسی طرح کافی وافی ہوجاتی ہے جسطرح تھوڑا سا نمک کھانے کے لئے کافی وافی ہوجاتا ہے۔

فصل

دعا ایک نافع ترین دوا، اور مومن کا زبردست حربہ ہے!

دعا ایک نافع ترین دوا۔ اور بلاء و مصیبت کا مدمقابل ہے۔ دعا بلاؤ مصیبت کی مدافعت کرتی ہے اور اس کی دوا، اور علاج کا کام کرتی ہے، ہر بلاء ومصیبت کو آنے سے روکتی ہے اور اسے دفع کرتی ہے۔ اور اگر بلاء ومصیبت اتر چکی ہے تو اسے پست اور ہلکا کر دیتا ہے اور دعا مومن کا ایک زبردست حربہ اور ہتھیار ہے جیسا کہ صحیح حاکم میں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا الدعاء سلاح المؤمن۔ وعماد الدین ونور السمٰوٰت والارض دعا مومن کا ہتھیار، اور دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

مصیبت وبلاء کے مقابلہ میں مومن کی دعا کے تین درجے ہیں۔

اول:۔ یہ کہ دعا مصیبت کے مقابلہ میں قوی تر، اور زوردار ہو۔ ایسی دعا مصیبت کو قطعاً ہٹا دیتی ہے

دوم:۔ یہ کہ دعا مصیبت کے مقابلہ میں کمزور ہو۔ اس صورت میں مصیبت قوی ہوجاتی ہے اور بندے کو یہ مصیبت خواہ مخواہ بھگتنی ہی پڑتی ہے لیکن پھر بھی یہ ضروری ہے کہ دعا اگرچہ کمزور ہی کیوں نہ ہو مصیبت کو کچھ نہ کچھ ہلکا ضرور کر دیتی ہے۔

سوم:۔ یہ کہ دعا اور مصیبت برابر درجے کی ہیں اور یہ دونوں آپس میں مقاومت اور مقابلہ کرتی ہیں جیسا کہ صحیح حاکم کے اندر حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا لا یغنی حذر من قدر۔ والدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل وان تقدیر سے بچنا ممکن نہیں اور دعا آئی ہوئی مصیبت میں بھی۔ اور جو اب تک نہیں آئی

البلاء لينزل فيلقاه الدعاء فيعتلجان الیٰ يوم القيامة۔ — نفع دیتی ہے اور مصیبت جب اترتی ہے تو دعا اس کا مقابلہ کرتی رہتی ہے روز قیامت تک دعا اور مصیبت آپس میں جنگ کرتی رہتی ہیں۔

اور اسی صحیح حاکم کے اندر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلے ارشاد فرمایا

الدعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل فعليكم عباد الله بالدعاء — دعا آئی ہوئی مصیبت میں اور آئندہ آنیوالی مصیبت میں نفع دیتی ہے پس اے خدا کے بندو تم دعا کو لازم پکڑلو۔

اسی صحیح حاکم کے اندر حضرت ثوبان رض سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا

لا يرد القدر الا الدعاء ولا يزيد في العمر الا البر وان الرجل ليحرم الرزق بالذنب يصيبه — قدر و قضا کو کوئی چیز رد نہیں کر سکتی سوا دعا کے اور کوئی چیز عمر کو بڑھا نہیں سکتی سوا نیکی کے اور آدمی گناہوں کی وجہ سے رزق د روزی سے محروم ہو جاتا ہے گناہ روزی کو تباہ کر دیتا ہے

فصل

(دعا میں الحاح وزاری مفید ترین دوا ہے)

نافع اور مفید ترین دوا یہ ہے کہ دعا میں الحاح وزاری کی جائے چنانچہ سنن ابن ماجہ کے اندر حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا

من لم يسئل الله يغضب عليه — جو آدمی اللہ تعالٰی سے سوال نہیں کرتا تو اللہ تعالٰی اس پر غضبناک ہوتا ہے

اور مستدرک حاکم کے اندر حضرت انس رضی اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا

لا تعجزوا في الدعاء فانه لا يهلك مع الدعاء احد۔ — دعا کرو تو بے تابی نہ آنے دو کیونکہ دعا کرنے کے بعد کوئی شخص ہلاک نہیں ہو سکتا۔

اور امام اوزاعی، امام زہری سے اور وہ حضرت عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رض سے روایت کرتے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

ان الله يحب الملحين في الدعاء — اللہ تعالٰی دعا میں الحاح وزاری کرنیوالوں کو محبوب رکھتا ہے

امام احمدؒ کی کتاب الزہد کے اندر حضرت قتادہ رض سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں حضرت مورق فرماتے تھے۔

ما وجدت للمومنین مثلاً الا رجل فی البحر علی خشبۃ فھو یدعوا یا رب یا رب لعل اللہ عزوجل ان ینجیہ۔

مومن کی مثال میں اس سے بہتر نہیں پاتا کہ ایک آدمی دریا کے اندر ایک لکڑی پر سوار ہے اور خدا کو پکارتا ہے اے پروردگار۔ اے پروردگار۔ فاگیا اللہ تعالٰے اس مصیبت سے اسے نجات دلوے۔

فصل

(دعا کی تاثیر کیوں نہیں ہوتی ؟)

وہ آفت جو دعا کا اثر مرتب ہونے سے روکتی ہے یہ ہے کہ بندہ جلد بازی کیا کرتا ہے دعا کی مقبولیت میں تاخیر اور ڈھیل ہو جاتی ہے تو بندہ مایوس ہو کر دعا ترک کر دیتا ہے اور اس شخص کا حال اس آدمی جیسا ہو جاتا ہے جس نے کھیت میں دانے ڈالے یا باغ میں درختوں کے پودے لگائے کھیتی اور درختوں کی خدمت کرتا رہا، ان کو پانی دیتا رہا لیکن جب اس کے کمال کا وقت آیا اور پھل لگنے کا زمانہ قریب آگیا تو اس نے کھیتی اور درختوں کو چھوڑ دیا۔ اور اس سے بالکل غافل اور بےخبر ہو گیا۔ چنانچہ بخاری کے اندر حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

یستجاب لاحدکم مالم یعجل یقول دعوت فلم یستجب لی۔

تم میں سے ہر ایک کی دعا قبول ہوتی ہے اگر تم جلد بازی نہ کرو، دعا کرنے والا کہنے لگتا ہے میں نے دعا کی مگر میری دعا قبول نہیں ہوتی۔

صحیح مسلم کے اندر انہی حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

لایزال یستجاب للعبد مالم یدع باثم او قطیعۃ رحم مالم یستعجل

بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جبکہ وہ گناہ اور قطع رحم کی دعا نہ کرے اور جلد بازی نہ کرے۔

کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ! جلد بازی کا کیا مطلب ہے آپ نے فرمایا۔

یقول قد دعوت۔ وقد دعوت فلم ارٰی یستجاب لی۔ فیستحسر عند ذالک و یدع الدعاء

جلد بازی یہ ہے کہ بندہ کہنے لگتا ہے میں نے دعا کی اور بہت ہی دعا کی لیکن میری دعا قبول ہوتی نظر نہیں آتی اسی حالت کو پہنچ کر وہ مایوس ہو جاتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

اور مسند احمد کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

لا یزال العبد بخیر مالم یستعجل — بندے کی ہمیشہ خیر و بھلائی ہے جبتک کہ وہ جلد بازی نہیں کرتا۔

صحابہ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ کیف یستعجل ؟ — یا رسول اللہ بندہ جلد بازی کس طرح کرتا ہے ؟

آپ نے فرمایا

یقول قد دعوت لربی فلم یستجب لی — میں نے رب سے بہت دعا مانگی لیکن میری دعا اس نے قبول نہیں کی

فصل

(اوقات اجابت اور ادعیۂ ماثورہ)

کسی مقصد کے لئے جب دعا کی جائے۔ اور دعا کے ساتھ حضور قلب اور جمعیت خاطر موجود ہو اور اجابت دعا کے چھ مخصوص اوقات میں سے کوئی وقت بھی پا جائے تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور وہ چھ اوقات یہ ہیں۔

۱- رات کا آخری تہائی حصہ۔

۲- اذان کے وقت۔

۳- اذان واقامت کے درمیان کا وقت

۴- فرض نماز کے بعد۔

۵- جمعہ کے دن جب امام منبر پر چڑھے تا آنکہ نماز جمعہ ختم ہو جائے۔

۶- جمعہ ہی کے دن نماز عصر کے بعد کی آخری ساعت۔

ان اوقات کے ساتھ ہی ساتھ قلب کے اندر خضوع و خشوع بھی پایا جائے اور بارگاہ رب العلمین میں عجز وانکساری، ذلت و خاکساری، تضرع والحاح اور رقت قلب بھی موجود ہو، اور دعا کرنیوالے کا رخ بھی قبلہ کی طرف ہو۔ اور کامل طہارت کے ساتھ ہو، اور اپنے دونوں ہاتھ بارگاہ الٰہی میں اٹھائے۔ اور سب سے پہلے اللہ تعالٰے کی حمد وثنا بجا لائے۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم پر جو خدا کے خاص بندے ہیں۔ درود شریف بھیجے اور اپنی حاجت پیش کرنے سے قبل توبہ و استغفار کرے۔ پھر پوری ہمت اور توجہ کے ساتھ اللہ تعالٰے کی طرف متوجہ ہو۔ اور نہایت الحاح وزاری، تملق و خاکساری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں اپنا سوال پیش کرے۔ اور ترغیب و ترہیب، امید و خوف کے ساتھ اس کی جناب میں دعا کرے اور اللہ تعالٰے کے اسمائے حسنیٰ اور اس کی مقدس صفات اور اس کی توحید

کا وسیلہ پکڑے۔ دعا سے پہلے کچھ صدقہ و خیرات کرے تو امید ہے کہ یہ دعا مسترد نہ ہوگی خصوصاً جبکہ وہ دعائیں پڑھی جائیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان کے قبول ہونے کی امید کی جا سکتی ہے۔ یا وہ دعائیں پڑھے جن کے اندر اسم اعظم موجود ہے۔

اسم اعظم والی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے جو سنن احادیث اور صحیح ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک آدمی کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔

اللّٰھم انی اسئلک بانی اشھد انک انت اللہ لا الہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد	اے اللہ! میں تجھ سے اس وسیلہ کے ذریعہ مانگتا ہوں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں، تو اکیلا ہے، بے نیاز ہے، ایسی ذات ہے کہ نہ کسی کو جنا، اور نہ خود کسی سے جنا گیا۔ اور نہ کوئی اسکے برابر ہے

اس کی یہ دعا سن کر آنحضرت صلعم نے فرمایا

لقد سئل اللہ بالاسم الذی اذا سئل بہ اعطی و اذا دعی بہ اجاب	یہ آدمی اللہ تعالیٰ کے اس نام سے مانگتا ہے کہ جب اسکے وسیلہ سے سوال کیا جائے تو وہ دیتا ہے اور جب اسکے ذریعہ دعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے:۔

لقد سئلت اللہ باسمہ الاعظم	تو نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے ذریعہ سوال کیا ہے

سنن احادیث اور صحیح ابی حاتم بن حبان میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک بار وہ بارگاہ رسالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی نے نماز پڑھی، نماز کے بعد اس نے یہ دعا پڑھی۔

اللّٰھم انی اسئلک بان لک الحمد لا الہ الا انت المنان بدیع السماوات والارض۔ یاذالجلال والاکرام یاحی یاقیوم،	اے اللہ! اس وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو ہی بڑا احسان کرنیوالا ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنیوالا ہے۔ اے صاحب عزت و بخشش، اے زندہ جاوید۔ اے سب کو قائم رکھنے والے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلعم نے فرمایا

لقد دعا اللہ باسمہ العظیم الذی	یہ آدمی اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے ذریعہ مانگ

اذا دعی بہ اجاب واذا سئل بہ اعطی۔

رہا ہے کہ جسکے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول کرتا ہے اور جب سوال کیا جاتا ہے تو وہ دیتا ہے۔

یہ دونوں حدیثیں امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں بھی روایت کی ہیں۔ اور جامع ترمذی کے اندر حضرت اسماء بنت یزید سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

اسم اللہ الاعظم فی ھاتین الآیتین الھکم الہ واحد۔ لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم" وفاتحۃ آل عمران الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (۲)

اسم اعظم ان دو آیتوں کے اندر ہے الھکم الہ واحد، لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم اور آل عمران کی یہ ابتدائی آیت الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں۔

ھذا حدیث صحیح

یہ حدیث صحیح ہے

اور مسند احمد اور صحیح حاکم کے اندر حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ اور ربیعہ بن عامرؓ سے مروی ہے، اور وہ آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

الظوا بیاذا الجلال والاکرام ۔ یاذالجلال والاکرام کہہ کر الحاح کرو۔

یعنی اس سے اچھی طرح تعلق قائم کرو اور اپنے لئے اسے لازم و ضروری گردان لو اور اسکو ہمیشہ قائم رکھو

اور جامع ترمذی کے اندر حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے

ان النبی صلعم کان اذا اھمہ الامر رفع راسہ الی السماء واذا اجتھد فی الدعاء قال یاحی ویاقیوم

رسول اللہ صلعم کو جب کوئی اہم امر پیش آتا تو آپ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے اور جب آپ دعا میں پوری طرح ساعی فرماتے تو یاحی یاقیوم پڑھا کرتے

اسی طرح جامع الترمذی کے اندر حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کربہ

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی

---

(۱) سورہ بقرہ ۔ ترجمہ:۔ تمہارا خدا وہی ایک اللہ ہے

(۲) سورہ آل عمران ۔ اس مہربان زبردست رحم والے کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

امر قال یا حی یا قیوم برحمتك استغیث | دشوار امر پیش آتا تو آپ "یا حی یا قیوم برحمتک استغیث" پڑھا کرتے۔

اور صحیح حاکم کے اندر حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

اسم اللہ الاعظم فی ثلاث سور من القرآن البقرۃ وآل عمران وطہ | اسم اعظم قرآن حکیم کی تین سورتوں میں ہے، سورۃ بقرہ، سورہ آل عمران اور "طہ" میں

حضرت قاسمؒ فرماتے ہیں میں نے ان تین سورتوں میں اسم اعظم تلاش کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اسم اعظم یہ آیت ہے الحی القیوم

اور جامع الترمذی اور صحیح حاکم میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

دعوۃ ذی النون اذ دعا وھو فی بطن الحوت لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین[1] انه لم یدع بھا مسلم فی شیئ قط الا استجاب له (قال الترمذی حدیث صحیح) | حضرت ذوالنون (یونسؑ) نے مچھلی کے پیٹ میں جو دعا کی تھی وہ یہ ہے لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین جس مسلمان نے کسی بات کے لئے اس دعا کو پڑھا اللہ تعالےٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی

نیز صحیح حاکم میں حضرت سعدؓ ہی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

الا اخبرکم بشیئ اذا نزل برجل منکم امر مھم فدعا به یفرج اللہ عنه ؟ دعاء ذی النون | کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ تم میں سے کسی کو جب کوئی مشکل پیش آئے تو یہ دعا پڑھے اللہ تعالےٰ اسکی مشکل کو آسان کر دے گا؟ اور وہ حضرت ذوالنون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہے

نیز صحیح حاکم میں ان ہی حضرت سعدؓ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ھل ادلکم علی اسم اللہ الاعظم؟ دعاء یونس | کیا میں تمہیں اسم اعظم نہ بتلاؤں ؟ اسم اعظم حضرت یونسؑ کی دعا ہے

کسی نے کہا

یارسول اللہ ھل کان لیونس خاصة؟ | یارسول اللہ! کیا یہ دعا حضرت یونسؑ کیلئے خاص تھی؟

---

[1] سورہ انبیاء

آنحضرت صلعم نے فرمایا

الا تسمع قوله تعالٰی فاستجبنا له ونجیناه من الغم وکذلک ننجی المومنین فایما مسلم دعا بها فی مرضه اربعین مرة فمات فی مرضه ذلک اعطی اجر شهید و ان بری بری مغفورا له

کیا تم نے اللہ تعالٰے کا یہ ارشاد نہیں سنا؟ ہم نے یونسؑ کی دعا قبول کی اور اسے ہم نے غم سے نجات دی اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح نجات دیتے رہیں گے۔ پس جو مسلمان بھی اپنی بیماری میں اس آیت کو چالیس مرتبہ پڑھے گا تو اگر وہ اس بیماری میں مرگیا تو اسے شہید کا اجر دیا جائے گا۔ اور اگر شفا یاب ہوگیا تو اس کے سارے گناہ بھی بخش دیئے گئے۔

اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یقول عند الکرب لا اله الا الله العظیم الحلیم۔ لا اله الا الله رب العرش العظیم۔ لا اله الا الله رب السموٰت والارض ورب العرش الکریم (۱)

رسول اللہ صلعم بے چینی کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے لا اله الا الله العظیم الحلیم۔ لا اله الا الله رب العرش العظیم۔ لا اله الا الله رب السماوات والارض رب العرش الکریم (۱)

مسند امام احمد میں حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ

علمنی رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا نزل کرب ان اقول لا اله الا الله الحلیم الکریم سبحان الله وتبارک الله رب

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مصیبت کے وقت مجھے یہ دعا پڑھنے کی تعلیم فرمائی لا اله الا الله الحلیم الکریم سبحان الله وتبارک الله رب

---

(۱) ترجمہ:۔ کوئی لائق عبادت نہیں سوا اللہ بڑائی والے۔ اور تحمل والے کے۔ کوئی لائق عبادت نہیں سوا اللہ کے جو صاحب عرش عظیم ہے، کوئی لائق عبادت نہیں سوا اللہ کے جو آسمانوں اور زمین اور عزت والے عرش کا مالک ہے ۱۲

العرش العظیم والحمد للّٰہ رب العالمین ؏

العرش العظیم والحمد للّٰہ رب العالمین ؏

نیز اسی مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا

ما اصاب احداً قط ھم ولا حزن فقال اللّٰھم انی عبدك ابن امتك ناصیتی بیدك ماض فی حکمك ۔ عدل فی قضائك اسئلك اللّٰھم بکل اسم ھولك ۔ سمیت به نفسك ۔ او علمته احداً من خلقك او انزلته فی کتابك او استاثرت به فی علم الغیب عندك ان تجعل القرآن ربیع قلبی و نور صدری و جلاء حزنی وذھاب ھمی و غمی (۱) الا اذھب اللّٰہ ھمه وحزنه او ابدله مکانه فرجا

جب کسی کو کوئی مصیبت اور رنج پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت اور رنج وغم کو ضرور دفع کرے گا یا اس کی جگہ آسے کوئی دوسری فرحت وخوشی عطا فرمائے گا ۔

اللّٰھم انی عبدك ابن امتك ناصیتی بیدك ماض فی حکمك عدل فی قضائك اسئلك اللّٰھم بکل اسم ھولك سمیت به نفسك او علمته احداً من خلقك او استاثرت به فی علم الغیب عندك ان تجعل القرآن ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذھاب ھمی وغمی (۱)

کسی نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم اسے یاد نہ کرلیں؟ آپ نے فرمایا

بل ینبغی لمن سمعھا ان یتعلمھا ۔

بلکہ جو آدمی بھی اس دعا کو سنے اسکو چاہیئے کہ یاد کرے

اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں ۔

ماکرب نبی من الانبیاء الا استغاث

انبیاء کرام میں سے جس پیغمبر کو بھی کوئی بے چینی

---

(۱) اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری بندی کا بیٹا ہوں میری چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے، میرے حق میں تیرا حکم جاری ہے، میرے حق میں تیرا فیصلہ عین انصاف ہے، اے اللہ! مانگتا ہوں میں تجھ سے تیرے ہر نام کی برکت سے وہ نام خاص تیری ذات کا ہے، اتارا ہے تونے اسکو اپنی کتاب میں یا کہ اسکو سکھایا ہے تونے کسی کو اپنی مخلوق میں سے پسند کیا ہے تونے اسکو علم غیب میں جو مخفی ہے تیرے نزدیک یہ کہ کرے تو قرآن کو بہار میرے دل کی اور نور میرے سینہ کا اور سبب دور ہونے میری فکر اور غم کا ۱۲

بالتسبیح ۔ درپیش ہوئی انہوں نے تسبیح (سبحان اللہ) کے ذریعہ خدا سے فریاد کی۔

اور کتاب المجابین میں ابن ابی الدنیا نے حسن بصری سے بسلسلہ دعا یہ قصہ بیان کیا ہے کہ انصار صحابہ میں ابو معلق نامی ایک صحابی تھے۔ یہ بہت بڑے تاجر تھے اپنے اور دوسروں کے مال لے کر تجارت کیا کرتے تھے۔ مال لے کر وہ دُور دُور جاتے تھے، یہ ایک عبادت گزار و پرہیزگار آدمی تھے۔

ایک مرتبہ انہوں نے سفر کیا۔ دوران سفر میں ایک مسلح ڈاکو سے پالا پڑا۔ ڈاکو نے ان کو کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے یہاں رکھ دو میں تمہیں قتل کرتا ہوں۔ ابو معلق انصاری نے کہا کیا تم مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو۔ اگر صرف مال چاہتے ہو تو یہ مال ہے لے لو اور مجھے چھوڑ دو۔ ڈاکو نے کہا یہ مال تو اب میرا ہو ہی چکا ہے میں تمہیں قتل بھی ضرور کروں گا۔ ابو معلق انصاری بولے اگر مجھے تم چھوڑ نہیں سکتے تو مجھے اتنی مہلت تو دو کہ میں چار رکعت نماز پڑھ لوں۔ ڈاکو نے کہا اچھا تم جتنی نماز پڑھنا چاہو پڑھ لو۔ ابو معلق انصاری نے وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھی۔ نماز کے آخری سجدے میں انہوں نے یہ دعا پڑھی۔

یا ودود۔ یا ذا العرش المجید۔ یا فعال لما ترید۔ اسئلک بعزک الذی لا یرام و بملکک الذی لا یضام و بنورک الذی ملاء ارکان عرشک ان تکفینی شر هذا اللص۔ یا مغیث اغثنی۔ یا مغیث اغثنی۔ یا مغیث اغثنی۔

اے محبت کرنے والے۔ اے شاندار عرش کے مالک اے اپنے ارادہ سے سب کچھ کرنے والے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری عزت کا واسطہ دے کر جسے کوئی چھیڑ نہیں سکتا، تیری مالکیت کا واسطہ دے کر جس میں کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا۔ اور تیرے نور کا واسطہ دے کر جس سے تیرے عرش کا چاروں کھونٹ بھرا ہوا ہے اس چور کے شر سے تو مجھے بچالے۔ اے فریاد رس میری مدد کر۔ اے فریاد رس میری مدد کر۔ اے فریاد رس میری مدد کر

تین مرتبہ انہوں نے یہ دعا پڑھی اسی وقت ایک سوار نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا جو گھوڑے کے سر پر دو کانوں کے بیچ میں رکھے ہوئے تھا۔ ڈاکو سوار کی طرف دیکھ رہا ہے۔ سوار فوراً اس کی طرف لپکا اور اسے نیزے میں پرو دیا۔ اس کے بعد سوار نے ابو معلق انصاری سے کہا اٹھو۔ سر اٹھاؤ۔ ابو معلق انصاری بولے میرے ماں باپ تم پر قربان، تم ہو کون؟ آج تمہارے

ذریعہ اللہ تعالیٰ نے میری کاربرآری فرمائی ہے۔ سوار نے کہا میں چوتھے آسمان کا ایک فرشتہ ہوں۔ جس وقت تم نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تو اس دعا نے آسمان کے دروازے ہلا دیئے جب تم نے دوسری مرتبہ دعا کی تو آسمان والوں میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ جب تم نے تیسری مرتبہ دعا کی تو مجھے حکم ہوا کہ یہ ایک ستم رسیدہ آدمی کی دعا ہے پس میں نے بارگاہ الٰہی میں درخواست کی کہ اس کام پر مجھے مامور کیا جائے۔ چنانچہ میں تمہاری مدد کیلئے یہاں پہنچا ہوں۔

حضرت حسن بصری کہتے ہیں جو شخص وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور مذکورہ دعا پڑھے تو اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔ وہ ستم رسیدہ ہو یا نہیں۔

فصل

(دعا کے ساتھ دوسرے اسباب کا ہونا بھی ضروری ہے)

بسا اوقات بعض لوگوں کی دعا بہت جلد قبول ہو جاتی ہے اور اس لئے قبول ہو جاتی ہے کہ وہ سخت ضرورت مند ہوتے ہیں اور ضرورت کی وجہ سے ان کے اندر اضطرابی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور کامل اضطراب کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں متوجہ ہو جاتے ہیں یا یہ کہ دعا کرنے سے پیشتر دعا کرنے والے سے کوئی بڑی نیکی وجود میں آچکی ہے۔ یا اس قسم کی کوئی اور بھلائی اس سے وقوع میں آچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی دعا جلد قبول ہو جاتی ہے اور اس کی نیکی کا اسے بدلہ دیا جاتا ہے۔ یا دعا کسی ایسے وقت میں کی گئی کہ وہ اجابت دعا کا وقت تھا یا اس قسم کا کوئی اور سبب موجود ہوتا ہے جس کی وجہ سے اسکی دعا بہت جلد قبول ہو جاتی ہے یہ دیکھ کر بعض لوگ یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ اجابت دعا کا سبب صرف دعا کے الفاظ اور کلمات ہیں اور ان الفاظ و کلمات ہی پر وہ تکیہ کر لیتے ہیں اور وہ اسباب اور باتیں چھوڑ دیتے ہیں جن کی وجہ سے اس کی دعا قبول ہوئی تھی۔ اس کی مثال بعینہٖ ایسی ہے کہ ایک شخص ایک مفید دوا کسی مناسب وقت اور مناسب موقع پر استعمال کرتا ہے اور وہ اور اس کے فن میں مفید ثابت ہوتی ہے۔ دیکھنے والا یہ سمجھ لیتا ہے کہ صرف اس دوا کے استعمال سے ایسے شفا ملی ہے کسی دوسرے اسباب کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس کا یہ سمجھنا قطعاً غلط ہے۔ دعا کے افادہ کے لئے دوا کے علاوہ دیگر امور کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

یہ وہ غلط فہمی ہے کہ بہت سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور اس قسم

کی غلط فہمیوں میں سے یہ بھی ایک زبردست غلط فہمی ہے کہ ایک شخص اپنی اضطرابی کیفیت کے ساتھ کسی قبر پر پہنچتا ہے اور وہاں پہنچ کر بارگاہِ الٰہی میں مضطربانہ حالت میں دعا کرتا ہے اور روتا گڑگڑاتا ہے اس کی مضطربانہ حالت کی بنا پر اس کی وہ دعا قبول ہو جاتی ہے۔ جاہل لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ مقبولیت دعا کا سبب اور راز یہ قبر ہے۔ حالانکہ ان کا یہ سمجھنا سراسر غلط ہے۔ مقبولیت دعا کا سبب اور راز اس کا اضطراب اور بارگاہ الٰہی میں اسکی مضطربانہ التجا اور اس کی عجز و انکساری ہے۔ اگر یہی باتیں اس سے سرزد ہوتیں اور کسی مسجد میں ہوتیں تو زیادہ بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ تر بات ہوتی۔

فصل

(دعاء اور تعوذات بمنزلہ اسلحہ کے ہیں)

دعا اور تعوذات (خدا سے پناہ چاہنا) اسلحہ کی طرح ہیں اور اسلحہ کی صرف تیز دھار والے نہیں بلکہ اسلحہ مع سپاہی۔ جب خنجر (تلوار) تیز دھار ہوگی اور اس میں کوئی نقص نہیں ہوگا اور بازو بھی قوی اور مضبوط ہوں گے اور کوئی رکاوٹ بھی نہ ہوگی تو وہ ضرور دشمن کا کام تمام کر دے گی۔ اور اگر ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی مفقود ہو گی تو ہتھیار یقیناً ناکام ہوگا۔ ہتھیار کی عمدگی اور تیزی کا کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔ اگر دعا فی نفسہ اچھی نہیں ہے یا دعا کرنے والے کا دل اور زبان ایک نہیں ہے یا اجابت دعا میں کوئی دوسری چیز مانع ہے تو یقیناً دعا کا اثر نہ ہوگا

فصل

(اسباب ترک کر کے صرف تقدیر پر تکیہ کر لینا مذموم ہے)

یہاں ایک مشہور سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جس امر کے لئے دعا کی جاتی ہے اگر وہ مقدر ہو چکا ہے تو بندہ دعا کرے یا نہ کرے اس کا وقوع میں آنا لابدی اور ضروری ہے اور اگر وہ مقدر نہیں ہے تو بندہ سوال کرے یا نہ کرے وقوع میں نہیں آئے گا۔

اس مشہور مغالطہ کو ایک گروہ نے صحیح سمجھ لیا اور دعا و التجا کو بالکل چھوڑ بیٹھا ہے، اس مشہور مغالطہ کی بنا پر یہ گروہ اس امر کا قائل ہو گیا کہ سوال، دعا، التجا سے کوئی فائدہ حاصل

نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ان کی انتہائی جہالت اور ضلالت و گمراہی ہے۔ علاوہ ازیں اپنے مسلک میں یہ خود متناقض ہیں۔ ان کے مسلک میں باہمی تضاد و تخالف پایا جاتا ہے کیونکہ اگر یہ لوگ اپنے اس مسلک کو بطور کلی مان لیتے ہیں تو دنیا جہاں کے تمام اسباب کا تعطل واجب و ضروری ہو جاتا ہے اس مسلک کے قائل سے کہا جائے اگر سیری و سیرابی تیرے لئے مقدر ہو چکی ہے تو وہ ہو کر رہے گی تو کھائے یا نہ کھائے، پانی پئے یا نہ پئے۔ اور اگر مقدر نہیں ہے تو تجھے ہرگز ہرگز سیری و سیرابی حاصل نہ ہوگی تو کھائے یا نہ کھائے، اسی طرح اگر اولاد تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے تو وہ یقیناً ہو کر رہے گی، اپنی بی بی، باندی سے خلوت و ہمبستری کرو یا نہ کرو۔ اور اگر مقدر نہیں ہے تو ہرگز ہرگز اولاد نہ ہوگی، خلوت و ہمبستری کرو یا نہ کرو، پھر تمہیں نکاح کی یا باندی کی کیا ضرورت ہے؟ دنیا کے سارے اسباب اور اسباب کے سارے سلسلہ کو اسی طرح سمجھ لو۔ پس کیا اس خیال کے آدمی کو عقلمند۔ اور عقلمند تو کیا انسان بھی کہا جا سکتا ہے؟ بلکہ حیوانات اور چوپائے تک یہ اسباب کو فطرۃً مہیا کرتے ہیں جن سے ان کی بقا اور جن سے ان کی زندگی وابستہ ہے، پس ان لوگوں سے تو حیوانات چوپائے زیادہ عقلمند اور سمجھ دار کہے جائیں گے۔ یہ لوگ تو حیوانات سے بھی گئے گزرے ہیں۔

بعض نے تو اپنی فطانت و زیرکی کا ثبوت یہاں تک دیدیا اور یہ کہہ دیا کہ دعا کرنا محض ایک تعبدی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کو صرف اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ حصول مطلب میں دعا کا کوئی اثر و دخل نہیں۔ ان زیرک طبع انسانوں کے نزدیک قلب و زبان سے دعا، التجا کرنے نہ کرنے میں حصول مطلب کے لئے کوئی فرق نہیں۔

ایک گروہ جو اس سے بھی زیادہ زیرکی اور دانائی کا مدعی ہے کہتا ہے نہیں بلکہ حصول مطلب و مدعا، اور قضا حاجت کے بارے میں دعا ایک علامت و نشانی کا حکم رکھتی ہے کسی بندے کو دعا کی توفیق میسر آئی تو یہ اس کی حاجت روائی اور حصول مدعا کی علامت ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ موسم برسات میں تم سیاہ بادلوں کی گھٹائیں اور سرد ہوائیں دیکھتے ہو تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ برسات ضرور ہوگی، ان لوگوں کے نزدیک طاعات، عبادات کے اجر و ثواب اور کفر و معاصی کے عقاب و عذاب کا بھی یہی حکم ہے کہ طاعات و عبادات، کفر و معاصی محض اجر و ثواب، عقاب و عذاب کی علامتیں ہیں اور کچھ نہیں کیونکہ یہ چیزیں ثواب و عذاب کے اسباب نہیں ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک کسی چیز کو توڑنے سے ٹوٹ جانے، جلانے سے جل

جانے، قتل کرنے سے قتل ہو جانے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ یہ چیزیں ان امور کے لئے حتمی اسباب نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ان چیزوں میں اور ان امور میں کوئی ترتیب و تعلق نہیں ہے محض ایک عادتی ربط و تعلق ہے۔ کوئی ایسا اثر اور ایسا تعلق و ربط نہیں جو بطور سبب و علت کے ہو۔
ان کا یہ قول حس ظاہر، عقل، شرع، فطرت اور تمام اہلِ عقل و بصیرت کے خلاف ہے بلکہ دنیا جہان کے عقلمند ارباب بصیرت ان کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔

سائل کے بیان کردہ دونوں مسلکوں کے علاوہ اس بارے میں ایک تیسرا مسلک بھی ہے اور وہی صحیح مسلک ہے اور وہ یہ کہ امر مقدور و مقدر اسباب کے ساتھ مقدور و مقدر ہوا ہے اور انہی اسباب میں سے ایک سبب دعا بھی ہے۔ کوئی امر مقدور و مقدر محض بلا سبب مقدور و مقدر نہیں ہوا بلکہ اسباب کے ساتھ مقدور و مقدر ہوا ہے۔ پس بندہ جب کوئی سبب عمل میں لاتا ہے تو اس سبب کے ساتھ جو امر مقدور و مقدر ہے وہ بھی وقوع میں آ جاتا ہے۔ اور سبب عمل میں نہیں لاتا تو اس سبب کے ساتھ جو امر مقدور و مقدر ہے وہ بھی وقوع میں نہیں آتا مثلاً سیری و سیرابی کھانے پینے کے ساتھ، اولاد ہمبستری کے ساتھ، کھیتی اناج زمین پر دانے بونے کے ساتھ اور جانور کی جان کا نکلنا ذبح کرنے کے ساتھ مقدور و مقدر ہے۔ اور یہی تیسری قسم صحیح اور حق ہے۔ اور اس تیسری قسم کے سمجھنے سے سائل محروم ہے اور اسے اسکے سمجھنے کی توفیق ہی میسر نہیں ہوئی اس تیسری قسم کے لحاظ سے دعا، التجا ایک قوی ترین، اور زبردست سبب ہے پس جبکہ کسی امر مقدر کا وقوع دعا کے ساتھ مقدر ہے تو پھر یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ دعا سے کوئی فائدہ نہیں۔ جس طرح کہ یہ کہنا صحیح نہیں کہ کھانے، پینے اور دیگر حرکات اور اعمال سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ یقیناً حصول مطلب کے لئے دعا، التجا سے زیادہ کوئی چیز مؤثر، مفید اور نفع بخش نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا سبب نہیں چونکہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اللہ، اللہ کے رسول اور کتاب و سنت کو سب سے زیادہ جاننے والے اور دین کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے اس لئے اس سبب ادعا، کو تمام اسباب سے زیادہ اہمیت دیتے تھے اور نہایت اہتمام کے ساتھ اس پر عمل کرتے تھے۔ وہ دعا اور التجا کے شرائط و آداب کے پابند تھے۔

خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اعداء اسلام کے مقابلہ میں دعا ہی کے ذریعہ بارگاہ الٰہی میں نصرت و امداد اور فتح و ظفر کی التجائیں کرتے تھے اور اکثر اوقات صحابۂ کرام رضی کو فرمایا

کرتے تھے کہ

لستم تنصرون بكثرة وانما تنصرون من السماء	کثرت افواج سے تمہیں فتح نہیں حاصل ہوتی بلکہ تمہیں آسمان سے خدا کی جانب سے نصرت ملتی ہے

اور فرمایا کرتے تھے۔

انی لا احمل هم الاجابة ولكن هم الدعاء فاذا ألهمت الدعاء فان الاجابة معه	مجھے اجابت دعا کی فکر نہیں، فکر ہے تو دعا کی جب دعا کی توفیق دی گئی تو اجابت تو اسکے ساتھ ہی ہے۔

کسی شاعر نے اس معنی کو اپنے شعر میں ادا کیا ہے۔

لو لم ترد نيل ما ارجو واطلبه من جود كفيك ما علمتنى الطلبا	اگر اپنے دست سخا سے میری طلب کو پوری کرنیکا تو ارادہ نہ کرتا تو مانگنا مجھے نہ سکھاتے ہوتا۔

پس جس شخص کو دعا القا کی گئی، دعا، التجا کی توفیق عطا کی گئی تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس نے ضرور اجابت دعا کا ارادہ فرمالیا ہے چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے

ادعونی استجب لکم (سورہ غافر)	تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

اور ارشاد ہے

واذا سئلك عبادى عنى فانى قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان (بقرہ)	جب میرا بندہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کے قریب ہوتا ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔

اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرۃ رضہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا

من لم يسئل الله يغضب عليه	جو آدمی اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالےٰ اس پر خفا ہوتا ہے۔

یہ آئتیں اور حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اسی میں ہے کہ اس سے دعا کی جائے، اس سے سوال کیا جائے، اس سے بندے مانگیں، اس کی اطاعت وعبادت کی جائے اور ظاہر ہے کہ جب اللہ رب تبارک وتعالےٰ راضی ہوتا ہے تو ہر قسم کی خیر، بھلائی اسی کی رضامندی اور خوشنودی ہی میں ہے۔ جس طرح کہ ہر قسم کی آفتیں اور مصیبتیں اس کے غضب، خفگی اور ناراضگی میں ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی کتاب "کتاب الزہد" میں ایک حدیث قدسی نقل کی ہے۔

انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا ۔ اذا رضیت بارکت ولیس لبرکتی منتھیٰ واذا غضبت لعنت ولعنتی تبلغ السابع من الولد

میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، جب میں کسی سے راضی ہوتا ہوں تو اس کو میں اپنی برکت سے نوازتا ہوں اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور جب میں کسی سے خفا ہوتا ہوں تو میں اس پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری لعنت اس کی ساتویں اولاد تک پہنچتی ہے

عقل و نقل فطرت اور تمام ملل و اقوام اور پرستاران مذاہب کا تجربہ رہنمائی کرتا ہے کہ اللہ رب العالمین کا تقرب اس کی رضا مندی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے بندوں کے ساتھ نیکی، بھلائی اور احسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر قسم کے خیر اور بھلائی حاصل کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے اور اسکے خلاف عمل کرنا ہمہ قسم کے شر اور برائی کا سبب ہے۔ پس تم انعامات الٰہیہ اور اس کی نوازشات سے اسی قدر بہرہ ور ہو سکتے ہو۔ اور اسی قدر اس کی خفگی و ناراضگی سے دور رہ سکتے ہو جس قدر تم اسکی اطاعت و فرمانبرداری کرو گے اور اس کا تقرب حاصل کرو گے اور اس کی مخلوق اور بندوں کے ساتھ احسان اور صلہ رحمی کرو گے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر ہمہ قسم کی خیر و بھلائی، فلاح و بہبود، سرور و بہجت کو اعمال ہی سے وابستہ فرمایا ہے اور اس طرح وابستہ فرمایا ہے جس طرح جزا سے شرط۔ یا معلول علت سے یا مسبب سبب سے وابستہ ہوتا ہے اور یہ تلازم ایک ہزار سے زیادہ مواقع میں قرآن حکیم کے اندر موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی تکوینی حکم یا تشریعی حکم کو کسی ایسے مناسب وصف پر مترتب فرماتا ہے جو مسبب و سبب۔ معلول و علت کا صاف صاف ثبوت پیش کرتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فلما عتوا عما نھوا عنہ قلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین

(اعراف)

پھر جس کام سے ان کو منع کیا تھا جب اس میں حد سے بڑھ گئے تو ہم نے ان کو حکم دیا تم ذلیل و خوار بندر بن جاؤ۔

اور ارشاد فرماتا ہے۔

فلما اسفونا انتقمنا منھم (زخرف)

پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا۔

اور ارشاد فرماتا ہے

والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا۔ (مائدہ)

اور مرد چوری کرے، اور عورت چوری کرے تو اسکے کرتوت کے بدلہ میں دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔

اور ارشاد فرماتا ہے۔

ان المسلمین والمسلمات ۔ الی قولہ ۔ والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما۔ (احزاب)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ۔ الی قولہ ۔ کثرت سے خدا کو یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں ان کے لئے بدلہ میں اللہ تعالٰے نے گناہوں کی معافی اور بڑے سے بڑے اجر تیار کر رکھے ہیں۔

اس قسم کی آیتیں قرآن حکیم کے اندر بکثرت موجود ہیں۔

اور کبھی اللہ تعالٰے اس قسم کے حکم کو صیغہ شرط وجزا سے مربوط ومرتب فرماتا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے

ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیاٰتکم ویغفر لکم۔ (انفال)

مسلمانو! اگر تم خدا سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے لئے ایک امتیاز پیدا کر دے گا اور تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا۔ اور تم کو بخش دے گا

اور ارشاد فرماتا ہے

وان لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقیناھم ماء غدقا (جن)

اور اگر یہ لوگ سیدھے راستے پر قائم رہتے تو ہم ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کر دیتے۔

اور ارشاد فرماتا ہے۔

فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین (توبہ)

اگر یہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

اس قسم کی آیتیں بھی قرآن حکیم میں بکثرت موجود ہیں۔

اور کبھی لام تعلیل کے ساتھ اس قسم کے حکم کو نتیجہ ومعلول قرار دیتا ہے۔ مثلاً ارشاد فرماتا ہے

لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب۔ (ص)

تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور تاکہ عقلمند لوگ اس سے نصیحت پکڑیں۔

اور مثلاً

لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا (بقرہ) — تاکہ لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنیں۔

اور کبھی حرف "کئے" سے جو تعلیل کے لئے آتا ہے حکم کی ترتیب کا اظہار فرماتا ہے مثلاً۔

كيلا يكون دولة بين الاغنياء منكم (حشر) — یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ جو لوگ تم میں مالدار ہیں یہ مال ان ہی میں دائم نہ رہے

اور کبھی "باء" سبب کے ساتھ مثلاً

ذالك بما قدمت ايديكم (آل عمران) — اور یہ تمہارے ہاتھوں نے پہلے کیا اس کا نتیجہ ہے

اور مثلاً

بما كنتم تعملون (یونس) — تمہارے عمل کا بدلہ ہے۔

اور

بما كنتم تكسبون — تمہارے کسب کا نتیجہ ہے

اور

ذالك بانهم يكفرون بايات الله — یہ اس کا بدلہ ہے جو یہ لوگ خدا کی آیتوں کا انکار کرتے رہے۔

اور کبھی صریح۔ یا محذوف مفعول کے ذریعہ علت و معلول کو واضح فرماتا ہے مثلاً

فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء ان تضل احدهما فتذكر احدهما الاخرى — تو ایک مرد اور دو عورتیں جو تمہیں پسندیدہ ہوں انکو گواہ بنالو تاکہ اگر کوئی ایک بھول جائے تو دوسرا اسے یاد دلادیوے۔

ان تقولوا يوم القيامة انا كنا عن هذا غافلين (اعراف) — قیامت کے دن تم یہ کہو گے کہ بے شک ہم اس چیز سے غافل تھے۔

ان تقولوا انما انزل الكتاب على طائفتين من قبلنا (انعام) — تم یہ کہو کہ یہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہ پر ہی اتاری گئی تھی۔

اور کبھی اللہ تعالے فاء سببیہ کے ساتھ حکم کو ماقبل کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔

فكذبوه فعقروها فدمدم عليهم ربهم بذنبهم فسواها (شمس) — اس پر بھی ان لوگوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کو مار ڈالا تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہ

کے بدلے میں ان پر ہلاکت لا ڈالی اور سب کا
بیڑا کر دیا۔

اور مثلاً

فعصوا رسول ربھم فاخذھم اخذۃ رابیۃ (الحاقۃ)
پس ان لوگوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی تو اس نے بھی ان کو بڑا سخت پکڑا

فکذبوھما فکانوا من المھلکین (مومنون)
غرض وہاں لوگوں نے موسیٰ اور ہارون دونوں کو جھٹلایا تو یہ ہلاک کر دیئے گئے

یہ اور اسکی مثل دوسری آیتیں

اور کبھی حرف "لما" سے جو شرط و جزا پر دلالت کرتا ہے مثلاً

فلما اسفونا انتقمنا منھم (زخرف)
پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا۔

اور کبھی حرف "انّ" کے ساتھ۔ مثلاً

انھم یسارعون فی الخیرات (انبیاء)
اسلئے کہ یہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے

انھم کانوا قوم سوء فاغرقناھم اجمعین (انبیاء)
یہ نافرمان بڑے بڑے لوگ تھے ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

اور کبھی حرف "لولا" کے ساتھ جو اپنے ماقبل کو اپنے مابعد سے مربوط کرتا ہے یہ حکم ظاہر فرماتا ہے مثلاً

فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون (صافات)
تو اگر یونس خدا کی تسبیح و تقدیس کرنے والوں میں نہ ہوتے تو اس دن تک کہ لوگ اٹھا کھڑے کیے جائیں گے مچھلی ہی کے پیٹ میں رہتے

اور کبھی حرف "لو" سے جو شرط و جزا پر دلالت کرتا ہے مثلاً

ولو انھم فعلوا ما یوعظون بہ لکان خیرا لھم (النساء)
اور جو کچھ ان کو سمجھایا جاتا اگر ان کی تعمیل کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔

حاصل کلام یہ کہ قرآن حکیم اول سے آخر تک خیر و شر اور احکام تکوینی اور اوامر تشریعی کا ربط اسباب پر بصراحت فرماتا ہے بلکہ دنیا اور آخرت کے تمام احکام و اوامر اور مصالح و مفاسد کو اسباب و

اعمال ہی پر مرتب فرمایا ہے جو شخص اس مسئلہ پر پوری عقلمندی اور تفقہ سے کام لے گا اور اس پر کامل طور پر غور و تامل کرے گا اسے اس سے انتہا درجہ کا نفع پہنچے گا اور اس قدر نفع پہنچے گا کہ اس کا اندازہ لگانا دشوار ہے اور اپنی جہالت و بے علمی عجز و کاہلی، بے عملی، افراط و تفریط کی وجہ سے ساری طاقتیں ضائع کرنے اور قوت عمل برباد کرنے کے لئے صرف اس تقدیر پر کبھی تکیہ اور بھروسہ نہیں کرے گا کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ عاجزی، کاہلی بے عملی کو توکل سمجھ لیا گیا ہے اور توکل اسی عاجزی، کاہلی، بے عملی کا نام رکھ لیا ہے بلکہ کامل ترین نفقیہ "عقلمند" اور سمجھدار انسان وہی ہے جو تقدیر کو تقدیر سے توڑے اور تقدیر کی تقدیر سے مدافعت کرے۔ تقدیر کے مقابلہ میں تقدیر کو لا کھڑا کر دے بلکہ واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ انسان اس اصول پر عمل کئے بغیر اس دنیا میں زندہ ہی نہیں رہ سکتا، بھوک، پیاس، سردی، گرمی اور ہر قسم کے خوف سے نجات پانے اور بچنے کے اسباب تقدیر ہی کی جانب سے ہیں اور دنیا جہاں کی ساری مخلوق ان چیزوں کی مدافعت اسی طرح کر رہی ہے کہ تقدیر سے تقدیر کی مدافعت کی جاتی ہے اسی طرح وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق میسر آتی ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت عطا فرمائی ہے وہ ہمیشہ مقدر شدہ اخروی عقوبت و عذاب کی مدافعت مقدر شدہ توبہ و انابت اور ایمان و اعمال صالحہ کے ذریعہ کرتا ہے اور یہی وہ تقدیر ہے جس سے دنیا اور آخرت کے تمام خطرات اور تکالیف و مصائب کا مقابلہ اور مدافعت کی جاتی ہے، دونوں جہاں کا مالک، رب، پروردگار ایک ہی ہے۔ اس کی حکمت بھی ایک ہی طریقہ پر کام کرتی ہے۔ اس کی حکمتوں اور مصلحتوں میں باہم تضاد اور تناقض نہیں ہے۔ اس کی ایک حکمت و مصلحت دوسری حکمت و مصلحت سے کبھی ٹکراتی نہیں۔ ایک مصلحت دوسری مصلحت کو کبھی باطل اور لغو نہیں قرار دیتی۔ پس تقدیر کا یہ مسئلہ درحقیقت اس شخص کے حق میں جو اس کی قدر و عظمت کر سکتا ہے اور اس کے حقوق کی کما حقہ رعایت کر سکتا ہے۔ بڑا ہی اہم ہے اور بڑے سے بڑے مسائل سے بھی زیادہ شریف اور بزرگ ترین مسئلہ ہے۔ واللہ المستعان۔

لیکن یہاں اسکے لئے دو اہم امور بحث طلب باقی رہ گئے ہیں جن سے اس کی سعادت و فلاح وابستہ ہے۔

اول یہ کہ انسان خیر و شر کے اسباب اور اس کی تفصیلات سے پوری طرح آگاہ اور باخبر ہو جائے پس انسان اس بارے میں اپنے مشاہدات کو جو دنیا میں اس کے سامنے آ چکے ہیں اور اپنے اندر و باہر کے تجربات کو اور قدیم و حدیث، اگلی پچھلی قوموں کے حالات و واقعات کو جو اس نے

تاریخ میں پڑھے اور سنتے ہیں۔ اپنا نصیر و مددگار بنائے اور اس بارے میں سب سے زیادہ مفید و نفع بخش قرآن حکیم ہے اگر لوگ غور و تدبر سے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا جائے تو قرآن حکیم ان تمام امور کا بجمیع وجوہ کفیل و ضامن ہے۔ اس کے اندر خیر و شر کے تمام اسباب پوری تفصیل اور پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔

قرآن حکیم کے بعد سنت نبوی کا درجہ ہے۔ سنت نبوی قرآن کی رفیقہ بہن ہے، کیونکہ یہ درجہ دوم کی وحی الٰہی ہے۔ جو شخص ان دو چیزوں کی طرف اپنی توجہ کرے گا تو یہ اس کے لئے کافی ہو جائیں گی اور دوسری تمام چیزوں سے مستغنی اور بے پروا کر دیں گی۔ یہ دونوں چیزیں تمہاری راہنمائی، راہبری اس طرح کریں گی کہ خیر و شر اور ان کے اسباب اس طرح تمہارے سامنے آجائیں گے گویا تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ اس کے بعد تم دنیا کی قوموں اور ملتوں کی تاریخ۔ اور اطاعت گزاروں اور نافرمانوں کے حالات و واقعات پر غور کرو گے تو تمہیں اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ قرآن حکیم اور سنت نبوی نے جو کچھ بیان کیا ہے بالکل صحیح اور ٹھیک ہے۔ تاریخ و حالات کا ہر ہر واقعہ کتاب و سنت کے عین مطابق ہے اور ان تمام تاریخی واقعات و حالات کو اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں اور وعیدوں کی تفصیل پاؤ گے جن کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ اور آفاق و عالم میں اللہ تعالیٰ کی جس قدر نشانیاں ہیں وہ بھی تمہاری راہ نمائی اور راہ بری کریں گی کہ قرآن حکیم بالکل برحق ہے اور آنحضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم برحق پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے ضرور پورے فرمائیں گے۔ پس تاریخ ان جزئیات و واقعات کی تفصیل ہے جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اسباب خیر و شر کے ضمن میں پیش فرماتے ہیں اور یہ ان اسباب خیر و شر کے کلیات و اصول کی تفصیل ہے جن کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے وضاحت فرمائی اور اس کی تفصیل کی ہے

فصل

(زبانی توبہ استغفار کے بعد پھر گناہوں کا ارتکاب قطعاً درست نہیں۔ خدا کا رسول استحابات سے بالاتر ہوتا ہے جس سے خدا راضی ہے۔ حسن ظن، کفارہ ذنب خوف و رجا کی حقیقت)

امر دوم یہ ہے کہ اسباب کے بارے میں بندہ اپنے نفس کے مغالطہ اور دھوکہ سے بہت ہوشیار رہے۔ اور اس سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرے کہ یہ ایک اہم معاملہ اور نازک ترین امر ہے۔ کیونکہ ہر بندہ اس امر کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ معصیت و نافرمانی، غفلت اور خدا فراموشی اس کے حق میں ایک خطرناک امر ہے اس کی ہلاکت و تباہی کا موجب اور سبب ہے جس سے اس کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جاتے ہیں لیکن پھر بھی بندے کا نفس اسے دھوکہ اور فریب دیتا رہتا ہے اور یہ دھوکہ اور فریب کبھی خدا کے عفو و درگزر اور مغفرت و بخشش کی امید پر ہوتا ہے اور کبھی زبانی توبہ و استغفار کے بھروسہ پہ اور کبھی ادنے درجے کے مستحبات کے بھروسہ پہ اور کبھی علم و منزلت کے غرہ پہ۔ کبھی تقدیر کی آڑ لے کر، کبھی اپنے جیسے لوگوں کے اعمال و کردار کو دلیل کی راہ بنا کر، کبھی ان لوگوں کی اقتدا کی بنا پر جو ریاست و امارت، جاہ و منزلت کے فتنہ میں پڑ کر دنیا کے عوض اپنا دین برباد کر چکے ہیں اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی تو جو چاہو کر لو، پھر استغفر اللہ۔ استغفر اللہ کہہ کر معاف کرالیں گے۔

ایک فقیہہ جسے فقہ سے خاص نسبت ہے ایک روز مجھ سے کہنے لگے میں تو سارے کام کر گزرتا ہوں اس کے بعد سو مرتبہ سبحان اللہ بحمدہ پڑھ لیا کرتا ہوں سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور استدلال میں یہ حدیث بیان کر دی

من قال فی یوم سبحان اللہ وبحمدہ مائۃ مرۃ حطت خطایاہ ولو کانت مثل زبد البحر۔

جو آدمی ایک دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا کرے گا اسکے سارے گناہ معاف ہو جائینگے اگرچہ وہ دریا کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

ایک مکہ کا باشندہ مجھ سے کہنے لگا ہم سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو غسل کر کے خانہ کعبہ کا طواف کر لیتے ہیں اس سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ایک اور صاحب کہنے لگے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ صحیح حدیث ہے۔

اذنب عبدی ذنبا فقال ای رب اصبت فاغفرلی فغفر اللہ ذنبہ ثم مکث ماشاء اللہ، ثم اذنب ذنبا آخر۔ فقال ای رب اصبت ذنبا فاغفرلی فقال اللہ عزوجل قد علم

بندہ گناہ کرتا ہے۔ اسکے بعد وہ کہتا ہے، اے پروردگار مجھ سے گناہ ہو گیا معاف فرما۔ خدا اس کا گناہ معاف کر دیتا ہے پھر کچھ عرصہ رک کر پھر گناہ کرتا ہے، پھر بارگاہ الٰہی میں رجوع کرتا ہے اور کہتا ہے اے پروردگار مجھ سے خطا ہو گئی تو

عبدی ان لہ ربا یغفر الذنب و یاخذ، قد غفرت لعبدی فلیصنع ما شاء

معاف فرما، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اسکا کوئی رب ہے جو گناہ کو معاف بھی کر سکتا ہے اور گرفت بھی کر سکتا ہے اس بندے کا گناہ میں نے معاف کر دیا اب اسکا جو جی چاہے کرے۔

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد وہ کہنے لگا مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ میرا پروردگار ہے جو گناہوں کی مغفرت کر سکتا ہے اور گرفت بھی کر سکتا ہے اس قسم کے لوگ بسا اوقات اسی قسم کی امید و رجاء کی نصوص سے چمٹے رہتے ہیں، انہی پر تکیہ کر لیتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے اس قسم کی نصوص کو تھام لیتے ہیں اگر اس قسم کے لوگوں پر گناہوں اور گناہوں کے انہماک پر ملامت و سرزنش کی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت، وسعت عفو و مغفرت اور امید و رجاء کی ساری نصوص اور اس بارے میں ان کے پاس جس قدر بھی اندوختہ ہوتا ہے پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر جاہل، بے علم لوگ تو کچھ عجیب و غریب ہی باتیں کہا کرتے ہیں چنانچہ کسی نے کہا ہے ؎

وکثر ما استطعت من الخطایا اذا کان القدوم علی کریم

جب تمہیں کریم و بخشش کرنے والے کی بارگاہ میں حاضری دینی ہے تو پھر جس قدر بھی ہو سکے گناہ کر لو۔

اور مثلاً بعض کہتے ہیں گناہوں سے اجتناب کرنا اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور وسعت عفو عفو و کرم، اور وسعت مغفرت و بخشش سے بے خبری ہے۔

اور کوئی کہتا ہے گناہوں سے باز رہنا اللہ تعالیٰ کی مغفرت و بخشش کی خلاف ورزی اور اسکی شان کریمی کی توہین ہے۔

اور محمد بن حزم کہتے ہیں میں نے کچھ لوگوں کو دعا میں یہ کہتے سنا ہے۔ اے اللہ میں عصمت کے گناہی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور پھر تمہیں بہت سے لوگ ملیں گے جو مسئلہ جبر و قدر سے اپنا تعلق و رشتہ جوڑ بیٹھے ہیں اور صاف صاف کہتے ہیں بندہ اپنے افعال و اعمال میں بالکل بے اختیار اور معاصی و گناہ کے ارتکاب میں مجبور محض ہے۔ اور انہی لوگوں میں سے بعض مسئلہ ارجاء کے فریب میں مبتلا ہیں کہتے ہیں ایمان صرف تصدیق قلب کا نام ہے، اعمال کو ایمان سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں فاسق سے فاسق ترین آدمی کا ایمان اور جبریل و میکائیل کا ایمان برابر ہے انہی میں بہت سے لوگ ہیں جو فقراء مشائخ اور صالح، نیک بخت بندوں کی محبت، ان کی قبروں کی زیارت، انکے سامنے تضرع و زاری کرنے ان

کی شفاعت و سفارش حاصل کرنے اور بارگاہِ الٰہی میں ان کا وسیلہ لینے اور ان کے حقوق و حرمت کا واسطہ دے کر مانگنے کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں، کچھ لوگ اپنے آباؤ و اجداد، اسلاف و بزرگوں کی عظمت و تقدیس کے فریب میں مبتلا ہیں کہ ان کے اسلاف بارگاہِ الٰہی میں بلند و بالا مقام اور عظیم الشان درجہ رکھتے تھے۔ یہ انہیں ہر مصیبت و بلا سے نجات دلا دیں گے۔ کبھی انہیں عذاب میں مبتلا نہ ہونے دیں گے جس طرح کہ سلاطین کی بارگاہ میں ہوا کرتا ہے، سلاطین و ملوک اپنے خواص و مقربین کی اولاد و قرابداروں کے جرائم گناہ اور لغزشیں معاف کر دیا کرتے ہیں، خواص و مقربین کے عزیزوں اور قرابداروں میں سے جب کوئی کسی خطرناک جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کا باپ یا دادا اپنی جاہ و منزلت اور تقرب و مرتبت کے زور سے اسے چھڑا لیتا ہے۔

بعض فریب خوردہ اس چکر میں پڑے ہوئے ہیں کہ بندہ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ بالکل مستغنی ہے، بندہ کو عذاب دینے سے اس کے ملک اور خدائی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور بندے پر رحم و کرم کرنے سے اس کے ملک اور خدائی میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اور پھر کہتا ہے اس کی رحمت کا میں محتاج ہوں۔ اور وہ بہت بڑا غنی ہے۔ اگر کوئی فقیر و مسکین محتاج کسی ایسے آدمی کے در پر پہنچتا ہے جس کے در پر پانی کی نہر بہ رہی ہو اور اپنی پیاس بجھانا چاہتا ہے تو وہ ہرگز اسے منع نہیں کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑا کریم اور سب سے زیادہ وسیع الرحمۃ ہے، مغفرت و بخشش سے اس کے ملک و خدائی میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور عذاب دینے سے اس کے ملک میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ پھر وہ اپنے بندوں کی مغفرت کیونکر نہیں کرے گا؟

بعض ناقص العقل، فاسد الفہم تو اپنی غلط فہمی کی بنا پر قرآن و سنت کی بعض نصوص پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ مثلاً کچھ لوگ اس آیت پر تکیہ کر کے ارتکاب جرائم پر جری و نڈر ہو بیٹھے ہیں۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی (اور اے پیغمبر!) تمہارا پروردگار آگے چل کر تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔

یہ آیت پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں آنحضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی اس بات سے راضی نہ ہوں گے کہ آپ کی امت میں سے ایک آدمی بھی جہنم میں جائے۔ ان لوگوں کا یہ کہنا اور ایسا سمجھنا بدترین قسم کی جہالت اور ایک رسوا کن کذب و بہتان ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو اس بات سے راضی ہوں گے جس سے اللہ عزوجل راضی اور خوش ہو گا اور جب اللہ تعالیٰ کی رضامندی اسی میں ہے کہ وہ ظالموں، فاسقوں، خائنوں، بدکرداروں اور کبیرہ گناہوں پر اصرار کرنے والوں کو

عذاب میں مبتلا کرے تو پھر حاشا للہ، یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اس کا رسول اس بات سے راضی اور خوش ہو جس سے رب تبارک و تعالےٰ راضی نہیں ہے۔

کچھ لوگ اس آیت پر تکیہ کر بیٹھے ہیں

ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا (زمر) کیونکہ اللہ تمام گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

لیکن یہ ایک بدترین قسم کی جہالت ہے کیونکہ آیت کے اندر شرک بھی داخل ہے "جمیعًا" کے اندر شرک بھی آ جاتا ہے جو تمام گناہوں کا سرچشمہ اور اصل جڑ ہے اور بلا خلاف یہ مسلم امر ہے کہ یہ آیت توبہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہوئی ہے کہ اللہ تعالےٰ توبہ کرنیوالوں کے تمام گناہ معاف کر دے گا، اگر یہ آیت توبہ نہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہوتی ہے تو پھر وعید و عذاب کی ساری نصوص اور اہل توحید کو شفاعت کے ذریعہ جہنم سے نجات ملنے کی تمام احادیث و روایات باطل اور بے کار ہو جاتی ہیں۔ پس یہ بالکل واضح ہے کہ جو آدمی ایسا کہتا ہے محض اپنے علم و فہم کی کوتاہی کی وجہ سے کہتا ہے۔ حق سبحانہ و تعالےٰ نے اس جگہ آیت کے اندر عموم و اطلاق اختیار فرمایا ہے جس میں شرک اور تمام گناہ شامل ہیں اور اس کا مقصد یہی ہے کہ یہ آیت توبہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہے توبہ کرنے سے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے اور وہ شرک ہو یا دوسرے گناہ۔ اور سورہ النساء کے اندر اللہ تعالےٰ تخصیص و تقیید کے ساتھ بیان فرماتا ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء (نساء)

اللہ اس جرم کو معاف کرنیوالا نہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک گردانا جائے اور اس کے سوا سارے گناہ جن کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے

اس آیت میں خدا نے یہ خبر دی کہ وہ شرک کو معاف نہیں کرے گا نیز یہ بھی خبر دی ہے کہ شرک کے علاوہ دوسرے گناہ وہ چاہے گا تو بخش دے گا اگر یہ آیت توبہ کرنیوالوں کے حق میں وارد ہوئی ہوتی تو اللہ تعالےٰ شرک اور دوسرے گناہوں میں فرق نہ فرماتا

اور مثلاً بعض فریب خوردہ جاہل اس آیت سے دھوکہ کھائے ہیں۔

یاایھا الانسان ما غرک بربک الکریم

اے آدم زاد تجھ کو کس چیز نے اپنے پروردگار کریم کی جناب میں گستاخ کر دیا؟

اور پھر بھی جاہل آیت کا جواب یہی دیتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے کرم اور اس کی مغفرت و بخشش نے ہم کو فریب خوردہ کر دیا ہے اور پھر اس سے بھی زیادہ جرأت کر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں ہم فریب خوردگان

دہر کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے یہ حجت و دلیل پیش کردی ہے ان کا یہ سمجھنا بدترین قسم کی جہالت و بے وقوفی ہے اللہ تعالیٰ کبھی فریب و دھوکہ کی تلقین نہیں فرماتا بلکہ بندہ کا غرور بندے کو دھوکہ دیتا ہے، شیطان اور اس کا نفس امارہ اسے دھوکہ دیتا ہے اور عصیان و نافرمانی پر آمادہ کرتا ہے اس کی جہالت، نفس پرستی اور خواہشات اسے دھوکہ دیتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آیت میں لفظ "کریم" ارشاد فرمایا ہے اور "کریم" کے معنی ہیں سید عظیم بہت بڑا سردار کہ جس کی اطاعت و فرمانبرداری لازم و ضروری ہو جس کے ساتھ کسی حال میں فریب و دھوکہ درست نہیں جس کا کوئی حق قابل واگزار نہیں۔ یہ غلط کیش، غلط رو، مغرور و فریب خوردہ آدمی آیت کو بالکل غلط بے محل، خلاف مقصد معنی میں استعمال کر رہا ہے اور اللہ کریم کے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ فریب و دھوکہ کسی حال میں بھی جائز نہیں۔

اور مثلاً کچھ لوگ اس آیت

لا یصلاھا الا الاشقی الذی کذب وتولی (واللیل) کہ اس میں وہی بدبخت داخل ہوگا۔ جو دنیا میں دین حق کو جھٹلاتا اور روگردانی کرتا ہے

سے دھوکہ کھا رہے ہیں نیز اس آیت سے دھوکہ کھائے ہیں جو جہنم کے متعلق وارد ہے کہ

اعدت للکافرین (بقرہ) جہنم کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے

یہ مغرور فریب خوردہ آدمی اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ آیت کے اندر شعلوں والی آگ کا ذکر ہے اور یہ جہنم کے بہت سے طبقوں میں سے ایک مخصوص طبقہ ہے اور آیت کے اندر نفی وارد ہے وہ اسی طبقہ میں داخل ہونے کی نفی ہے کہ بدبخت ہی اس طبقۂ جہنم میں داخل ہوگا، دوسرا نہیں، اگر اس سے مطلق جہنم مراد ہوتی تو "لا یصلاھا" (اس تک نہیں پہنچتا) نہ فرماتا بلکہ "لا یدخلھا" فرماتا۔ آیت "صلی" (پہنچنے) کی نفی کی گئی ہے۔ نہ "دخول" کی اور "صلی" دخول سے اخص ہے۔ اور اخص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی۔ علاوہ ازیں اگر یہ فریب خوردہ آدمی اس آیت کے مابعد کی آیت پر غور کرتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اگر جہنم میں داخل نہ ہوگا تو یہ بھی تو نہ ہوگا کہ وہ اس سے بالکل بچ جائیگا اور کسی اور طریقہ پر اسے دوزخ کا عذاب نہ ہوگا۔

اب رہی آیت "اعدت للکافرین" (دوزخ کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے) تو سمجھ لینا چاہیئے کہ جنت کے متعلق بھی یہ وارد ہے "اعدت للمتقین" (جنت متقی پرہیزگاروں کے لئے بنائی گئی ہے) پس کفار کے لئے جہنم تیار کرنا۔ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس میں فاسق و فاجر، ظالم و بدکار

لوگ بھی داخل کئے جائیں۔ جس طرح کہ جنت متقی پرہیزگاروں کے لئے بنائی گئی لیکن یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس میں ایسے لوگ بھی داخل ہوں گے جن کے دلوں میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔ اور انہوں نے قطعاً کوئی نیک عمل نہیں ہوگا۔

کچھ لوگ عاشورہ اور عرفہ کے دن روزہ رکھ کر غرہ میں گمراہ ہو رہے ہیں حتیٰ کہ بعض تو یہاں تک کہنے لگتے ہیں کہ عاشورہ کا روزہ سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور عرفہ کے دن کے روزے کا اجر و ثواب بطور ذخیرہ جمع رہتا ہے۔ مگر افسوس یہ فریب خوردگان تمنا یہ نہیں سمجھ سکتے کہ رمضان المبارک کے روزے اور پنجگانہ نماز عاشورہ اور یوم عرفہ کے روزوں سے کہیں زیادہ عظیم المرتبہ اور عظیم القدر ہیں لیکن یہ بھی ایک رمضان سے دوسرے رمضان اور ایک نماز سے دوسری نماز کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ اسی وقت ہے جبکہ بندہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے رمضان المبارک کے روزے اور جمعہ کی نماز بھی صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے اور یہ بھی اس وقت جبکہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔ رمضان المبارک اور نماز جمعہ کی عظمت و تقدیس اور کبائر سے اجتناب یہ دو قوتیں مل کر صغیرہ گناہوں کے کفارہ کی قوت پیدا کرلیتی ہیں۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ یہ نفل روزے ان کبائر کا کفارہ ثابت ہوں جن کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ جن پر اصرار کیا جارہا ہے اور جن سے توبہ نہیں کی گئی۔ یقیناً یہ امر محال و ناممکن ہے

علاوہ ازیں یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ عاشورہ اور عرفہ کے روزے ہر قسم کے گناہوں کا کفارہ ہوں اور حدیث کے الفاظ عمومی کو اس کے عموم ہی پر رکھا جائے لیکن یہ وعدہ ان نصوص میں سے ہو جن کے پورا ہونے کے لئے کچھ شرائط اور موانع ہوتی ہیں اور کبائر پر اصرار کفارۂ گناہ کے موانعات میں سے ہے۔ جب بندہ کبائر پر اصرار نہ کرے تو روزہ کی قوت اور اصرار نہ کرنے کی قوت دونوں کی باہمی مساعدت گناہوں کے کفارہ میں معین و مددگار بن جاتی ہیں جس طرح کہ رمضان کے روزے اور پنجوقتہ نماز اور کبائر سے اجتناب یہ دونوں باہم مل کر گناہوں کے کفارہ کے لئے معاون و مددگار بنجاتے ہیں اور پھر حق سبحانہ وتعالےٰ کا یہ ارشاد بھی ہے

ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم (نساء)	جن کبائر سے تمہیں منع کیا گیا ہے اگر تم اس سے اجتناب کرتے رہے تو ہم تمہارے گناہوں کا کفارہ کردیں گے۔

پس یہ بات صاف واضح ہے کہ کسی ایک چیز کو گناہ کے کفارہ کا سبب گردا ننا اس امر کے

مانع نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا سبب بھی ہو، اور یہ دونوں مل کر گناہوں کے کفارہ کا موجب ہوں اور کفارۂ گناہ کے ایک سبب کے مقابلہ میں دو سببوں کی قوت زیادہ موثر اور مکمل ہوتی ہے اور جس قدر بھی اسباب کی کثرت و فراوانی ہوگی قوت کفارہ قوی تر مستحکم تر اور اکمل دائم اور ہمہ گیر ہوگی۔

اور مثلاً بعض لوگ اس حدیث قدسی پر تکیہ کر لیتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پروردگار عالم سے نقل فرمائی ہے کہ

انا عند حسن ظنی عبدی بی فلیظن ما شاء ، — میں اپنے بندے کے حسن ظن کے ساتھ ہوں جیسا وہ چاہے مجھ سے گمان رکھے۔

یعنی میرے ساتھ اس کا جیسا گمان ہوگا ویسا ہی میں اس کے ساتھ پیش آؤں گا اور یہ امر یقینی ہے کسی شبہ کی اس میں گنجائش نہیں کہ حسن ظن اسی صورت میں پیدا ہوتا ہے جبکہ بندہ احسان اور نیکی کا پابند ہو، محسن، نیک عمل، نیک کردار کا بندہ ہی یہ حسن ظن رکھ سکتا ہے کہ اس کا پروردگار اس کی نیکی و نیک کرداری کی وجہ سے اس کے ساتھ احسان کرے گا اور اپنے وعدے کو پورا فرمائے گا وعدہ خلافی نہیں کرے گا، اس کی توبہ قبول فرمائے گا، وہ انسان جو مجرم، گنہگار ہے اور جو کبائر کا ارتکاب کرتا ہے ظلم و جور کا خوگر ہے۔ پروردگار عالم کے احکام و اوامر کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا رہتا ہے۔ ایسے انسان کے اندر تو اس کے معاصی اور جرائم، اس کا ظلم و جور ایسی خطرناک وحشت پیدا کر دیتے ہیں جو پروردگار عالم کے ساتھ حسن ظن پیدا ہونے میں سخت رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اور یہ ایک روزمرہ کے مشاہدہ کی چیز ہے کہ ایک بھاگا ہوا غلام جو اپنے سید و آقا کا مجرم ہے اور اپنے آقا کی اطاعت و فرمانبرداری سے نکل چکا ہے اپنے سید و آقا کے ساتھ کبھی حسن ظن نہیں رکھ سکتا گناہوں کی وحشت اور حسن ظن کبھی ایک جا جمع نہیں ہو سکتے۔ گنہگار، مجرم اسی قدر متوحش ہوگا جس قدر اس کے جرائم اور گناہ ہوں گے پروردگار عالم کے ساتھ وہی آدمی حسن ظن اور زیادہ سے زیادہ نیک گمان رکھ سکتا ہے جو اس کا زیادہ سے زیادہ مطیع و فرمانبردار ہو۔ جیسا کہ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے

ان المومن احسن الظن بربہ فاحسن العمل، وان الفاجر اساء — مومن اپنے پروردگار کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اسی لئے وہ اچھا عمل کرتا ہے اور فاسق و فاجر

الظن بربہ فاساء العمل — آدمی اپنے پروردگار کے ساتھ بُرا گمان رکھتا ہے اسی لئے وہ بدعملی کا ارتکاب کرتا ہے۔

پس وہ شخص جو خدا سے بھاگا بھاگا پھرتا ہے خدا کی خفگی کے مواقع میں دوڑا دوڑا پھرتا ہے اور اس کے غضب کے مواقع پر ڈیرے ڈالے رہتا ہے۔ ذلت و رسوائی کے میدانوں میں مارا مارا پھرتا ہے۔ حقوق الٰہی کی توہین و ناقدری کرتا ہے اس کے فرامین کو ٹھکراتا ہے۔ اس کی محرمات و نواہی کو معمولی چیز سمجھ کر اس کا ارتکاب کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے کس طرح اپنے پروردگار کی جناب میں حسن ظن رکھ سکتا ہے؟ وہ شخص جو پروردگار عالم کے مقابلہ میں اعلان جنگ کر رہا ہے، اولیاء الٰہی اور خدا کے دوستوں سے دشمنی کر رہا ہے اس کے دشمنوں سے دوستی کی گرہ باندھتا ہے، اللہ تعالےٰ کی ان صفات کمالیہ کا انکار کر رہا ہے جو خود اللہ تعالےٰ نے اپنے لئے بیان کی ہیں۔ اور اس کے رسول نے پیش کی ہیں۔ اور اس طرح اس نے ذات خداوندی کے ساتھ سوء ظنی پیدا کر رکھی ہے۔ اور اپنی جہالت کی وجہ سے ان صفات کمالیہ کے متعلق یہ خیال باندھ رکھا ہے کہ ان کے ظاہری معنی ضلالت اور کفر ہے۔ بتلاؤ ایسا شخص پروردگار عالم کے ساتھ حسن ظن کیونکر اور کس طرح رکھ سکتا ہے؟ بھلا وہ شخص کیونکر اللہ تعالےٰ کے ساتھ حسن ظن رکھ سکتا ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ اللہ تعالےٰ کلام نہیں کرتا، نہ کسی چیز کا حکم دیتا ہے۔ نہ کسی بات کی ممانعت کرتا ہے۔ نہ وہ کسی بات سے راضی ہوتا ہے۔ نہ کسی بات سے خفا ہوتا ہے اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کے حق میں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ مخفی باتوں کو وہ نہیں سنتا۔ فرماتا ہے

وذالکم ظنکم الذی ظننتم بربکم اردٰکم فاصبحتم من الخاسرین — اور یہ بدگمانی جو تم نے اپنے پروردگار کے حق میں کی ہے تمہاری اسی بدگمانی نے تو تم کو تباہ کیا ہے۔

جب یہ لوگ یہ خیال کر رہے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کے بہت سے اعمال و افعال سے بے خبر ہے تو یہ پروردگار عالم کے ساتھ سوء ظن نہیں ہے تو کیا ہے؟ یقیناً یہ ایک بدترین قسم کی بدگمانی ہے اور اس شخص کا یہی حال ہے جو اللہ تعالےٰ کی صفات کمالیہ اور اوصاف جلال کا انکار کر رہا ہے اور ایسی صفات سے ذات الٰہی کو متصف گردانتا ہے جو اس کی شان کے شایان نہیں ہے اس قسم کے لوگ جب یہ خیال کرنے لگیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں جنت عطا کرے گا تو یہ سراسر غرور و دھوکہ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یقیناً یہ لوگ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور یہ یقیناً شیطان کی جانب سے ایک زبردست دھوکہ اور فریب ہے۔ اس کو پروردگار عالم کے ساتھ حسن ظن نہیں کہا جا سکتا۔

اس مسئلہ پر پوری طرح غور کرو ۔ اور یہ بھی سوچو کہ لوگوں کو اس مسئلہ کے سمجھنے کی کیسی شدید ضرورت ہے ۔ کسی بندے کے دل میں یہ دونوں باتیں یکجا کیسے ہوسکتی ہیں ، آدمی کو اس کا یقین ہو کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسکو حاضری دینی ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس کی ساری باتیں سنتا ہے اور یہ اسکی حضوری میں کھڑا ہے ۔ اس کے ہر ہر عمل کی وہ بازپرس کرے گا ۔ اور وہ ہے کہ غضب الٰہی کے مواقع پر ڈیرے ڈالے ہوتے ہے اس کے احکام و اوامر کو ٹھکرا رہا ہے اس کے حقوق کو روند رہا ہے اور پھر یہ تمام باتیں ہوتے ہوئے بھی یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا اور بہترین صلہ دے گا ، کیا یہ نفس کا دھوکہ اور غلط آرزوؤں کا فریب نہیں ہے ؟ حضرت ابو امامۃ سہل بن حنیف فرماتے ہیں میں اور حضرت عروہ بن زبیر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، حضرت عائشہؓ فرمانے لگیں ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں میرے پاس چھ سات دینار تھے ، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے ڈالو ۔ میں آنحضرتؐ کی تکلیف اور آپ کی تیمارداری کی وجہ سے ایسا نہ کرسکی تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت عطا فرمائی ، صحت و عافیت کے بعد آپؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے وہ دینار خدا کی راہ میں دے ڈالے تھے میں نے کہا نہیں ۔ آپ کی بیماری اور تیمارداری کی وجہ سے میں ایسا نہیں کرسکی آپ کچھ ناراض سے ہوئے اور فرمایا۔

ما ظن نبی اللہ لو لقی اللہ و ھذہ عندہ ؟ — اللہ تعالیٰ کے ایک نبی کا گمان کیسا ہوتا اگر وہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ؟

ایک دوسری روایت میں نبی اللہ کی جگہ محمدؐ کا لفظ ہے ۔ ذرا سوچو تو ، پھر یہ اصحاب کبائر ، ارباب ظلم و جور اللہ تعالیٰ کے حضور میں کیسے حسن ظن رکھ سکتے ہیں ؟ جبکہ مظالم عباد کا بار گراں ان کے کندھوں پر لدا ہوا ہے ؟ اور خدا کے بندوں پر ظلم و جور کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں ؟ اگر ان کا یہ صرف زبانی دعویٰ کہ اے پروردگار ہم تجھ سے حسن ظن رکھتے ہیں " انہیں نفع پہنچا سکتا ہے تو پھر نہ کسی ظالم کو سزا ہوسکتی ہے نہ کسی فاسق و فاجر کو اس کے اعمال بد کا بدلہ مل سکتا ہے ۔ بندوں کو چاہیئے کہ جو جی چاہے کرتے رہیں اور منہیات و محرمات کا بے خوف و خطر ارتکاب کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ حسن ظن لگائے رہیں کہ جہنم کی آگ انہیں چھوئے گی تک نہیں ۔ سبحان اللہ ، یہ فریب و دھوکہ بندوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دے گا ؟

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں ۔

أإفكا آلهة دون الله تريدون؟ فما ظنكم برب العالمين ؟ (صافات)

کیا جھوٹ موٹ، خدا کے سوا دوسرے معبودوں کے پیچھے پڑے ہو؟ تو تم نے رب العالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے ؟

یعنی تمہارا ظن اور گمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا ہوگا؟ جبکہ تم آخرت میں اس کی بارگاہ میں حاضر ہوگے اور تمہارا حال یہ رہا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت و پرستش کرتے رہے پس جو شخص اس مقام کو سمجھے گا اور اس پر پوری طرح غور و تامل کرے گا اس پر پوری طرح واضح ہو جائے گا کہ "حسن ظن باللہ" حسن عمل ہی کا دوسرا نام ہے کیونکہ بندے کو حسن ظن پیدا کرنے پر اس کا یہ عقیدہ ہی آمادہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال و افعال کا بدلہ دے گا، نیک اعمال کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا، اس کے اعمال صالحہ قبول فرمائے گا۔ اس کا یہ حسن ظن ہی اس کو عمل صالح پر آمادہ کرتا ہے جب یہ حسن ظن اسے حاصل ہوگا تو اسے حسن عمل کی برکتیں بھی حاصل ہوں گی۔ اگر ایسا نہیں ہے اور صرف نفس و خواہشات کی پیروی کی جاتی ہے اور حسن ظن رکھا جاتا ہے تو یہ بالکل واضح ہے کہ یہ سراسر حماقت اور ایمان کی کمزوری ہے، جیسا کہ ترمذی میں حضرت شداد بن اوس سے مروی ہے۔ آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا

الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ

عقلمند وہ ہے جو اپنے کو حقیر سمجھے اور مرنے کے بعد کے لئے عمل کرے وہ عاجز (اور بے وقوف) ہے جو اپنی خواہشات کے پیچھے مارا مارا پھرے اور اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی تمنائیں رکھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حسن ظن تب ہی پیدا ہو سکتا ہے جبکہ نجات کے اسباب پائے جائیں اور ہلاکت و بربادی کے اسباب پیدا کئے جائیں تو حسن ظن پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ نہیں حسن ظن تو ہر حال میں رکھا جا سکتا ہے، حسن ظن رکھنے کی قوی ترین وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت، اس کی رحمت، اس کا عفو و کرم، اس کا جود و سخا بہت وسیع ہے۔ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ بندوں کو عذاب دینے میں اس کا کوئی نفع نہیں۔ اگر اس کو بخش دے تو اس کی خدائی میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بات تو یہی ہے اور ذات الٰہی تو اس سے بھی زیادہ ارفع و بلند ہے۔ اس کی جلالت شان بہت بلند و بالا ہے، وہ اکرم الاکرمین، ارحم الراحمین ہے، جود و سخا کے نام

خزانے اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی مالک الملک اور قادر مطلق ہے۔ لیکن خدائے قدوس ان تمام چیزوں کو اپنے اپنے محل و مقام ہی میں صرف کرتا ہے اور ان ہی مقامات پر صرف فرماتا ہے جہاں ان کا صرف مناسب ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ و تعالےٰ حکمت والا ہے، عزت و غلبہ، انتقام و بدلہ، قوی البطش، مضبوط گرفت اور مستحق عذاب کو عذاب دینے کی صفات سے بھی تو موصوف و متصف ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کے اسماء و صفات صرف حسن ظن ہی کا مرجع ہو سکتی ہیں تو نیک و بد، فاسق، فاجر، مومن، کافر، دوست و دشمن سبھی اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ پس یقینی امر یہ ہے کہ مجرم کے لئے اسماء الٰہی اور صفات خداوندی سود مند نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کی خفگی اور اس کے غضب کا بار اپنے کندھوں پر لادے ہوئے ہے، اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کے کاموں میں اپنا وقت برباد کر چکا ہے، محرمات و منہیات کا ارتکاب کرتا رہا ہے اور اس کی محترم چیزوں کی حقارت و توہین کرتا رہا ہے بلکہ حسن ظن اس شخص کے لئے سود مند ہوگا جس نے توبہ و انابت، ندامت و پشیمانی کے آنسو بہائے اور گناہوں کی جڑیں اپنے اندر سے اکھاڑ پھینکیں، اور گناہوں کو نیکیوں سے دھویا اور اپنی بقیہ عمر خیر و طاعت اور نیک اعمال میں صرف کی، اور پھر حسن ظن قائم رکھا، حسن ظن کی صحیح ترین صورت اور واقعی حقیقت یہی ہے پہلی صورت سراسر دھوکہ اور فریب ہے واللّٰہ المستعان

یہ فصل اگرچہ کچھ طویل ہو گئی، لیکن تم اسے طویل نہ سمجھنا، ہر شخص کو اس کی ضرورت بلکہ شدید ضرورت ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد تم حسن ظن باللہ اور فریب حسن ظن میں بآسانی فرق و امتیاز کر سکتے ہو جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

ان الذین آمنوا والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ۔ اولٰئک یرجون رحمۃ اللہ
(بقرہ)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرتیں کیں، اور جہاد بھی کئے۔ یہی ہیں جو خدا کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے

اللہ تعالےٰ ان صفات کے لوگوں کو امید و رجا کا حقدار قرار دیتا ہے نہ کہ ظالموں، فاسقوں اور بدکاروں کو اور ارشاد فرماتا ہے۔

ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاھدوا وصبروا

پھر جن لوگوں نے مبتلائے مصیبت ہونے پیچھے گھر بار چھوڑے، پھر خدا کی راہ میں جہاد کئے اور

ان ربك من بعدها لغفور رحيم (نحل)

تکلیفوں پر جوان کو ترک وطن اور جہاد میں پہنچیں صبر کیا تو تمہارا پروردگار ان کے بعد قیامت کے دن بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالٰے یہ خبر دیتا ہے کہ ان چیزوں پر عمل کرنے کے بعد اللہ تعالٰے ان کے حق میں غفور رحیم ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ عالم و عقلمند امید و رجا کو اپنے محل و مقام پر رکھتا ہے۔ اور جاہل، احمق اسے بے محل بے موقع استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

فصل

(اللہ تعالٰے سے ڈرنا عقلمندی ہے، حالات قبر، موت کے بعد کا خوف امید رجا پر تکیہ کر کے گمراہ نہ ہونا چاہیئے)

بہت سے جاہل صرف اللہ تعالٰے کی رحمت اور اس کے عفو و کرم اور فضل کے اعتماد پر اللہ تعالٰے کے اوامر و نواہی کو پامال کر دیتے ہیں اور یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالٰے شدید العقاب بھی ہے۔ مجرموں کو اس کے عذاب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ جو شخص گناہوں پر اصرار کرتا ہے۔ اور صرف عفو الٰہی پر اعتماد و تکیہ کرتا ہے وہ درحقیقت معاند، منکر اور گمراہ ہے۔ حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں تم جس کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرتے اس سے رحمت و فضل کی امید، ذلت و رسوائی اور حماقت ہے۔

بعض علما کہتے ہیں جو ذات صرف تین درہم کی چوری پر دنیا میں تمہارے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتی ہے، اس سے بے خوف نہ رہنا چاہیئے کہ وہ آخرت میں تمہیں اسی قسم کا عذاب نہیں دے گا۔

کسی نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ ہم تمہیں ہمیشہ روتا ہوا ہی دیکھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالٰے کہیں مجھے آگ میں نہ جھونک دے اور پرواہ بھی نہ کرے۔

کسی نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا، ابوسعید! ہم ایسے لوگوں کے پاس بیٹھا کرتے ہیں جو ہمیں سخت خوف زدہ کر دیتے ہیں۔ ہمارے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم اس قسم کے خوف کا کیا علاج کریں؟ انہوں نے جواب دیا۔ تمہارا ان لوگوں کے پاس بیٹھنا بہت ہی اچھا ہے جو تمہیں ڈرا ڈرا کر امن و راحت کی جگہ پہنچا دیں۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں جو تمہیں امن د

سلامتی کی باتیں سُنا سنا کر خوف وہلاکت کی منزل کو لے جائیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا، قیامت کے دن ایک آدمی کو بلایا جائیگا اور اسے آگ میں جھونک دیا جائے گا، اس کی آنتیں تمام الٹ پلٹ ہو جائیں گی اور وہ اس طرح جہنم میں گھومتا پھرے گا جس طرح چکی کے گرد گدھا گھومتا ہے۔ یہ دیکھ کر جہنمی لوگ اسکے اردگرد جمع ہو جائیں گے اور پوچھیں گے اے شخص یہ مصیبت تجھ پر کیوں آئی؟ تو تو ہمیں نیکی اور بھلائی کا حکم دیا کرتا تھا۔ برائیوں سے ہمیں روکتا تھا۔ وہ جواب دے گا میں اوروں کو نیکی اور بھلائی کا حکم ضرور دیتا تھا لیکن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا، لوگوں کو برائیوں سے روکتا تھا۔ لیکن خود میں باز نہیں رہتا تھا۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ حضرت ابورافع سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ایک مرتبہ آنحضرتؐ قبرستان بقیع سے گزرے تو فرمانے لگے افسوس تجھ پر افسوس تجھ پر میں سمجھا غالباً آنحضرتؐ مجھے فرما رہے ہیں۔ آپنے فرمایا، نہیں تم سے نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ یہ اس شخص کی قبر ہے جس کو میں نے فلاں قبیلہ کی اصلاح کے لئے بھیجا تھا اس نے غنیمت کے مال میں سے ایک کمبل اٹھالیا تھا اس وقت اس کو اسی کمبل کے برابر آگ کی چادر پہنائی گئی ہے۔

مسند احمد میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا معراج کی شب مجھے ایسے لوگوں پر سے گزارا گیا جن کے لب آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے فرشتوں سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتوں نے کہا یہ آپؐ کی امت کے خطیبؒ واعظ ہیں، دوسروں کو نیک کاموں کا حکم دیتے تھے، اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔ افسوس یہ لوگ اتنی بھی سمجھ نہیں رکھتے تھے۔

اسی مسند میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جب مجھے معراج کرائی گئی تو اس وقت میں نے ایسے لوگ دیکھے جن کی انگلیوں پر بڑے بڑے تانبے کے ناخن لگے ہوئے تھے جن سے وہ اپنے چہرے اور گال اور سینے نوچ رہے تھے اور کھرچ رہے تھے۔ میں نے حضرت جبریلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (غیبت کیا کرتے تھے) اور ان کی بے آبروئی کرتے تھے۔

اسی مسند میں حضرت انسؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ اکثر اوقات یہ دعا پڑھا کرتے تھے

یامقلب القلوب والابصار ثبت   اے دلوں اور آنکھوں کے لوٹ پھیر کرنے والے

قلبی علےٰ دینک — میرے قلب کو تو اپنے دین پر قائم رکھ

ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ؐ ہم آپ پر ایمان لے آئے۔ اور جو کچھ آپ نے لا کر ہمیں دیا اس پر بھی ایمان لے آئے کیا پھر بھی ہمارے لئے اس کا خوف وخطرہ ہے ؟ آپ نے فرمایا۔ انسانوں کے دل اللہ تعالےٰ کی دو انگلیوں میں ہیں جدھر چاہے پھیر دے۔

اسی مسند احمد کے اندر حضرت انس ؓ سے مروی ہے آنحضرت ؐ نے ایک مرتبہ حضرت جبرئیل ؑ سے پوچھا، کیا وجہ ہے جو میں نے کبھی حضرت میکائیل ؑ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا ؟ حضرت جبرئیل ؑ نے فرمایا جب سے جہنم پیدا کی گئی ہے وہ کبھی نہیں ہنسے

اور صحیح مسلم کے اندر حضرت انس ؓ سے مروی ہے آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا۔ وہ لوگ جن پر دنیا میں اللہ تعالےٰ نے بڑے بڑے انعامات کئے تھے اور وہ جہنم کے حقدار تھے ان کو بلایا جائے گا اور انہیں جہنم کے اندر ایک چکر دیا جائے گا۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا اے آدم کے بیٹو ؛ تم نے کوئی بھی خیر و بہتری اور کوئی بھی نعمت آج تک دیکھی ہے ؟ وہ جواب دیں گے۔ اے پروردگار قسم تیری ذات کی ہم نے کبھی کوئی نعمت نہیں دیکھی۔ اس کے بعد ان جنتیوں کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ نامراد تھے، اور تکالیف میں دن گزارے تھے اور انہیں جنت میں ایک چکر دیا جائے گا پھر پوچھا جائے گا۔ اے آدم کے بیٹو ! کیا تم نے کبھی کوئی تکلیف اٹھائی ہے ؟ وہ جواب دیں گے پروردگار ہم پر کوئی مصیبت نہیں آئی۔ نہ ہم نے کبھی تکلیف دیکھی ہے۔

اسی مسند میں حضرت براء بن عازب ؓ سے مروی ہے ایک مرتبہ ہم آنحضرت ؐ کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے جب ہم قبر پہ پہنچے ابھی اس کو قبر میں اتارا نہیں تھا کہ آنحضرت ؐ وہاں ایک جگہ بیٹھ گئے اور ہم لوگ آپ کے اردگرد بیٹھ گئے اور اسی طرح مؤدب اور خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ گویا ہمارے سروں پر پرند بیٹھے ہیں۔ آنحضرت ؐ کے دست مبارک میں ایک پتلی سی لکڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے یکایک آپ نے سر مبارک اونچا کیا اور فرمانے لگے۔

استعیذوا باللّٰہ من عذاب القبر — لوگو بارگاہ الٰہی میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگو

یہ کلمات زبان مبارک سے دو یا تین بار نکلے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ بندہ جب دنیا سے رشتہ توڑتا ہے اور آخرت کی طرف جانے لگتا ہے۔ تو آسمان سے فرشتے اترتے ہیں جن کے چہرے اسقدر نورانی اور روشن ہوتے ہیں گویا سورج چمک رہا ہے۔ ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے اور مرنے کی نگاہوں کے سامنے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں اس کے بعد موت کا فرشتہ

آتا ہے اور اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے اے نفس مطمئنہ خدا کی مغفرت و رضامندی کی طرف نکل چل۔ چنانچہ اس کی جان اس طرح نکلتی ہے جس طرح مشکیزے سے پانی، یا دودھ کا قطرہ ٹپک جاتا ہے۔ ملک الموت اسے اٹھا لیتا ہے اسی وقت وہ فرشتے دوڑ پڑتے ہیں جو دور بیٹھے ہوئے تھے ایک لمحہ بھی ملک الموت کے پاس نہیں رہنے دیتے۔ وہ فرشتے جنت سے لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں اور جنت کی خوشبو جو مشک سے بھی زیادہ بہتر ہوتی ہے اسے لگا دیتے ہیں۔ اور پھر اسے لے کر وہ آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ جہاں جہاں سے وہ گزرتے ہیں فرشتے دریافت کرتے ہیں کون سی بہترین روح ہے؟ فرشتے کہتے ہیں فلاں ابن فلاں، اور دنیا میں جو اس کا بہترین نام تھا وہ بتلاتے ہیں۔ فرشتے اسے لے کر آسمان دنیا تک لے جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے اس کی متابعت کے لئے اوپر کے آسمان تک جاتے ہیں۔ اسی طرح اسے ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے کا نام دفتر علیین میں لکھ دو۔ اور اسے زمین پر واپس بھیج دو۔ کیونکہ میں نے اس کو اسی زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف میں ان کو لوٹاؤں گا۔ اور اسی سے ان کو دوبارہ اٹھاؤں گا۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا اس کی روح واپس لوٹائی جاتی ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے، میرا رب پروردگار عالم ہے۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر پوچھتے ہیں کونسے پیغمبر تمہاری طرف بھیجے گئے تھے؟ وہ کہتا ہے، محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری طرف بھیجے گئے تھے۔ پھر پوچھتے ہیں۔ تمہارے پاس کونسا علم ہے؟ جواب دے گا میں نے قرآن مجید پڑھا ہے۔ اور میں اس پر ایمان لایا ہوں اور اس کی تصدیق کی ہے۔ اس وقت آسمان سے ندا آئے گی میرا بندہ سچ کہتا ہے۔ اسے جنت کا فرش بچھا دو، جنت کا لباس پہنا دو۔ اور اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دو۔ اس کے بعد جنت کی خوشگوار ہوائیں اور خوشبوئیں اس کے پاس آنے لگتی ہیں اور اس کی قبر اس کی حد نظر تک وسیع کر دی جائے گی اس کے بعد ایک خوبصورت حسین آدمی اس کے پاس آئے گا جس کا لباس نہایت خوبصورت اور خوشبو سے مہک رہا ہو گا اور اس کے سامنے آکھڑا ہو جائے گا اور کہے گا میں تجھے مسرت و آرام کی خوشخبری سناتا ہوں۔ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ پوچھے گا تم کون ہو، تمہارے چہرے سے خیر و برکت ٹپک رہی ہے؟ وہ جواب دے گا میں تیرا نیک عمل ہوں، اس کے بعد میت کہنے لگے گی۔ اے پروردگار تو قیامت جلد قائم کر دے تاکہ میں

اپنی بی بی اور بچوں سے جلد مل سکوں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا جب کافر مرجاتا ہے اور آخرت کی طرف جاتا ہے تو اس کے پاس سیاہ فام دو فرشتے آتے ہیں جن کے جسم پر سیاہ غلیظ کمبل ہوتے ہیں اور اسکی نگاہوں کے سامنے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ اے خبیث روح چل۔ اللہ تعالے کی خفگی اور اس کے غضب کی طرف چل۔ یہ سنکر اس کی روح جسم کے اندر اِدھر اُدھر بھاگنے لگتی ہے لیکن فرشتہ اسے اس طرح پکڑتا ہے اور کھینچتا ہے جس طرح قصائی چھریوں سے گوشت کاٹا کرتے ہیں اس کے بعد وہ دُور بیٹھے ہوئے فرشتے آکر اس روح کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی اسے مہلت نہیں دیتے اور اسے ایک سیاہ بدبودار کمبل پہنا دیتے ہیں اس کی بدبو اسقدر خراب ہوتی ہے کہ مردار جانور سے بدتر۔ فرشتے اس روح کو لے کر اوپر کی طرف جاتے ہیں۔ جہاں جہاں سے یہ فرشتے اسے لے کر گزرتے ہیں، دوسرے فرشتے ان سے دریافت کریں گے یہ کس کی خبیث روح ہے جس سے اسقدر خراب بدبو آرہی ہے۔ فرشتے اس کا بڑے سے بُرا نام لے کر کہتے ہیں فلاں ابن فلاں اس کے بعد آسمان کے دروازے کھولنے کی درخواست کرتے ہیں لیکن وہ اس کے لئے نہیں کھولے جاتے اس موقع پر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط

(اعراف)

نہ تو ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہونے پائیں گے یہاں تک کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ گزر جائے

اس کے بعد اللہ تعالےٰ حکم دے گا اس کا نام دفتر سجین میں سب سے نیچے کی زمین میں لکھدو۔ اس کے بعد اس روح کو وہیں سے نیچے پھینک دیا جائے گا۔ یہاں آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر او تہوی بہ الریح فی مکان سحیق

اور جس نے کسی کو خدا کا شریک گردانا تو اس کا حال ایسا ہوگا جیسے وہ آسمان پر سے گر پڑا پھر اسکو ذرہ میں سے شکاری پرندے اچک کر لے جائیں گے اس کو ہوا کسی دور جگہ پر جاکر ڈال دیگی

اس کے بعد روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تمہارا رب کون ہے؟ وہ گھبراہٹ کے مارے ہاہ ہاہ کرے گا اور کہے گا مجھے معلوم نہیں، پھر پوچھیں گے تمہارا دین کیا ہے؟ اس کا بھی وہ یہی جواب دے گا۔ اس کے بعد اس سے پوچھیں گے تمہارے پاس کون شخص بھیجا گیا تھا؟ اس کا بھی وہ یہی جواب دے گا تو آسمان سے

آواز آئے گی یہ بندہ جھوٹ بولتا ہے اس کے لئے جہنم کا فرش لگا دو، اور جہنم کے دروازے اس کے لئے کھول دو۔ تاکہ جہنم کے شعلے اس تک پہنچتے رہیں، اس کے بعد اس کی قبر اس قدر تنگ کردی جائیگی اور وہ اسے دبوچے گی کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی اس کے بعد ایک بدشکل آدمی گندے غلیظ لباس میں اس کے سامنے آکھڑا ہوگا اور اسے کہے گا میں تجھے عذاب کی خبر سناتا ہوں یہی وہ دن ہے جس کے متعلق تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ کہے گا تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے مجھے ڈر لگتا ہے، وہ کہے گا میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ اس کے بعد وہ کہے گا، پروردگار عالم تو قیامت قائم مت کر، امام احمدؒ کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس کے بعد اس پر ایک ایسا فرشتہ مسلط کردیا جائیگا جو اندھا، بہرہ اور گونگا ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں بھاری سے بھاری گرز ہوگا کہ اگر پہاڑ پہ مارا جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہوکر ریت ہو جائے۔ فرشتہ اسے یہ گرز مارے گا جس سے وہ چیخنے لگے گا اور اس کی چیخ و پکار جن اور انسان کے سوا خدا کی ساری مخلوق سنے گی۔ حضرت براءؓ بن عازبؓ فرماتے ہیں اس کے لیے جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اسکے لئے جہنم کا فرش بچھا دیا جائے گا۔

اسی مسند احمد میں حضرت انسؓ سے مروی ہے ہم ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے، لیکایک آپ کی نگاہ ایک مجمع پر پڑی۔ آپؐ نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ کیوں جمع ہوئے ہیں؟ جواب دیا گیا قبر کھود رہے ہیں یہ سن کر آپ گھبرائے اور نہایت تیز رفتاری سے صحابہ سے آگے ہو گئے، اور قبر تک پہنچے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ میں آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا کہ دیکھوں آپ کیا کرتے ہیں۔ آپ وہاں اس قدر روئے کہ آنسو سے زمین تر ہو گئی اس کے بعد آپ، ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے اخوانی لمثل ھذا الیوم فاعدوا (میرے بھائیو! ایسے دن کے لئے تیاری کیا کرو)

اسی مسند احمد میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں ایکدن آنحضرتؐ ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور آواز بلند فرمانے لگے۔ لوگو! میری اور تمہاری مثال کیسی ہے تم جانتے ہو؟ صحابہؓ نے جواب دیا اللہ اور اللہ کا رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمانے لگے میری اور تمہاری مثال اس قوم کی سی ہے جو کسی آنے والے دشمن سے ڈر رہی ہو اور اس کی تفتیش کے لیے انہوں نے کسی آدمی کو بھیجا ہو۔ یہ آدمی دشمن کو دیکھ کر ڈرتا ہوا آیا تاکہ قوم کو ڈرائے اور دشمن سر پر آگیا جیسے اس سے لوگوں کو آگاہ کرنے، لوگوں کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی اس نے کپڑا اٹھا کر یہ خبر دی کہ لوگو! دشمن آگیا سر پہ پہنچ گیا ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

کل ما اسکر حرام و ان علی اللہ عزوجل عھدًا لمن شرب المسکر ان یسقیہ من طینۃ الخبال۔ قیل و ما طینۃ الخبال؟ قال عرق اھل النار او عصارۃ اھل النار

ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ شراب پینے والے کے لئے اللہ تعالےٰ کا یہ پختہ عہد ہے کہ وہ اسے دوزخیوں کا پسینہ یا ان کا نچوڑ پلائے گا۔

اسی مسند میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

انی اری مالا ترون و اسمع مالا تسمعون۔ اطت السماء و حق لھا ان تئط۔ ما فیھا موضع اربع اصابع الا و علیہ ملک یسبح اللہ ساجدًا لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلًا و لبکیتم کثیرًا و ما تلذذتم بالنساء علی الفروش و لخرجتم الی الصعدات تجئرون الی اللہ تعالےٰ

جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے، جو میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے، آسمان فرشتوں کے بوجھ سے کراہ رہا ہے۔ اور اس کا کراہنا حق بجانب ہے، کوئی چار انگل جگہ ایسی نہیں ہے جہاں فرشتے سجدے میں گر کر خدا کی تسبیح و تقدیس نہ کرتے ہوں۔ لوگو! جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو تم ہنسنا چھوڑ دو اور بہت زیادہ روتے ہی رہو، اور عورتوں کے ساتھ بستروں پر لذت اندوز ہونا ترک کر دو۔ اور گھروں سے باہر نکل کر راستوں اور میدانوں میں چلا گتے پھرو۔ اور اللہ تعالےٰ ہی کی طرف جھک پڑو۔

اور اسی مسند میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے۔ ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ ایک جنازے میں شریک تھے۔ جب ہم قبر پر پہنچے تو آپ اس قبر کی ایک جانب بیٹھ گئے اور آنکھیں پھرا پھرا کر قبر کے اندر نگاہ ڈالی اس کے بعد آپ نے فرمایا

یضغط المومن فیہ ضغطۃ تزول منھا حمائلہ و یملأ علی الکفار نارًا۔

مومن کو قبر میں بھینچا جاتا ہے جس سے اس کے سینے کی ہڈیاں ادھر سے ادھر ہو جاتی ہیں، اور کافر کی قبر آگ سے بھر دی جاتی ہے

اسی مسند کے اندر حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں حضرت سعد بن معاذؓ کا انتقال

ہوا تو ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ جنازہ میں شریک ہوئے، جب آنحضرت نے جنازہ کی نماز پڑھ لی اور انہیں قبر میں اتارا گیا اور قبر برابر کر دی گئی تو آپ دیر تک سبحان اللہ۔ سبحان اللہ پڑھتے رہے آپ کے ساتھ ہم بھی یہی پڑھتے رہے، پھر آپ نے اللہ اکبر۔ اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔ ہم بھی آپ کے ساتھ یہی کہتے رہے۔ بعد میں آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ آپؐ نے پہلے سبحان اللہ پڑھا پھر اللہ اکبر پڑھا، کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔

لقد تضایق علےٰ ھٰذا العبد الصالح قبرہ حتیٰ فرج اللہ عنہ

خدا کے اس بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی، بعد میں اللہ تعالےٰ نے اسکو فراخ کر دیا۔

اور صحیح بخاری میں حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "جب مردے کو جنازہ میں رکھ کر لوگ کندھوں پر اٹھا کر چلنے لگتے ہیں تو اگر مردہ صالح اور نیک ہے تو کہتا ہے مجھے جلد سے جلد لے چلو، اور اگر صالح اور نیک نہیں ہے تو کہتا ہے افسوس تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ اور اس کی یہ آواز انسانوں کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے، اگر انسان اسے سن لیں تو ہیبت اور دہشت کے مارے بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔"

اور مسند احمد میں حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "قیامت کے دن سورج اس قدر قریب ہو جائے گا کہ قریب ایک میل کا فاصلہ رہ جائے گا۔ اس کی گرمی اس قدر ہو گی کہ اس سے لوگوں کے دماغ کھولنے لگیں گے۔ اس طرح کھولنے لگیں گے جس طرح چولہے پر ہنڈیا کھولتی ہے، اور لوگ اپنے اپنے گناہوں کے مطابق پسینے میں غرق ہوں گے، کسی کے گھٹنوں تک کسی کے پنڈلیوں تک، اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو کمر تک ڈوبے ہوئے ہوں گے اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو منہ تک ڈوبے ہوئے ہوں گے۔"

اسی مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

قولوا حسبنا اللہ و نعم الوکیل علی اللہ توکلنا

لوگو! تم یہ پڑھا کرو۔ اللہ تعالےٰ تمہارے لئے کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے اور ہم اللہ تعالےٰ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں

اسی مسند احمد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

من تعظم فی نفسہ او اختال فی مشیتہ لقی اللہ و ھو علیہ غضبان

جو شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا، یا فخر و غرور سے چلے گا تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالےٰ کے حضور

میں اس طرح آئے گا کہ وہ اس پر سخت غضبناک ہوگا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان المصورین یعذبون یوم القیامۃ ویقال لھم احیوا ما خلقتم!

قیامت کے دن تصویریں بنانے والوں کو عذاب دیا جائیگا اور کہا جائے گا جو تم نے بنائی ہیں ان میں جان ڈالو۔

اور صحیح بخاری کے اندر مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ من الغداۃ والعشی ان کان من اھل الجنۃ فمن الجنۃ وان کان من اھل النار فمن اھل النار فیقال ھذا مقعدک حتی یبعثک اللہ عز وجل

جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو صبح و شام اس کا ٹھکانہ اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اگر جنتی ہے تو جنت کا، اور دوزخی ہے تو دوزخ کا۔ اور اسے کہا جاتا ہے یہ قیامت تک کا تمہارا ٹھکانا ہے جبکہ اللہ تعالےٰ تمہیں دوبارہ اٹھائے گا۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

اذا صار اھل الجنۃ فی الجنۃ واھل النار فی النار، جیئی بالموت یوقف بین الجنۃ والنار، ثم یذبح۔ ثم ینادی مناد، یا اھل الجنۃ خلود ولا موت۔ ویا اھل النار خلود ولا موت۔ فیزداد اھل الجنۃ فرحًا الی فرحھم۔ ویزداد اھل النار حزنا الی حزنھم

جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہوجائیں گے، اور جہنمی لوگ جہنم میں تو موت کو جنت و دوزخ کے درمیان لاکھڑا کر دیا جائیگا، اور اسے ذبح کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد خدا کا منادی پکارے گا اے جنت والو! تمہارے لئے ہمیشہ ہمیش کے لئے جنت ہے، اور موت نہیں ہے۔ اے دوزخ والو! تمہارے لئے ہمیشہ ہمیش کیلئے جہنم ہے، اب موت نہیں ہے، یہ سنکر جنتی لوگوں کی مسرت اور بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کا رنج و غم اور زیادہ ہوجائیگا۔

اور مسند احمدؒ میں ہے

من اشتری ثوبًا بعشرۃ دراھم فیھا درھم حرام، لم یقبل اللہ

جس نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا، اور اس میں ایک درہم بھی حرام کا تھا تو جب تک یہ کپڑا

لہ صلوۃ مادام علیہ ، ثم ادخل اصبعہ فی اذنہ ، ثم قال صمنا ان لم اکن سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے جسم پر ہوگا، خدا اسکی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔ راوی نے یہاں اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔ اور کہا اگر یہ حدیث میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو تو میں بہرہ ہو جاؤں۔

اسی مسند کے اندر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا

من ترک الصلوۃ سکرا مرۃ واحدۃ فکانما کانت لہ الدنیا وما علیہا فسلبہا، ومن ترک الصلوۃ سکرا اربع مرات کان حقا علی اللہ ان سقیہ من طینۃ الخبال

جس نے نشہ پی کر ایک وقت کی نماز ترک کردی تو گویا دنیا ومافیہا سب اسی کی ملکیت تھی جو اس سے چھین لی گئی۔ اور جس نے نشہ کی وجہ سے چار وقت کی نماز ترک کردی تو اللہ تعالٰے پر یہ حق ہوگا کہ اسے وہ دوزخیوں کا نچوڑا ہوا عصارہ اسے پلائے۔

اسی مسند احمد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

من شرب الخمر شربۃ لم تقبل لہ صلوۃ اربعین صباحا۔ فان تاب تاب اللہ علیہ - فلا ادری فی الثالثۃ او الرابعۃ قال فان عاد کان حقا علی اللہ ان سقیہ من ردغۃ الخبال یوم القیامۃ

جس نے شراب کی ایک گھونٹ بھی پی تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں جائے گی اگر وہ توبہ کرے گا تو اللہ تعالٰے اس کی توبہ قبول فرمائے گا، راوی کہتے ہیں، تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ آپؐ نے فرمایا اگر اس نے پھر یہ گناہ کیا تو اللہ تعالٰے پر یہ حق ہوگا کہ وہ اسے دوزخیوں کا نچوڑا ہوا خون اور پیپ پلائے۔

اسی مسند میں حضرت ابو موسٰیؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

من مات مدمنا للخمر سقاہ اللہ من نھر الغوطۃ، قیل وما نھر الغوطۃ؟ قال نھر یجری من فروج المومسات یوذی اھل النار

جو شخص شراب کی مداومت کرتے ہوئے مرگیا تو اللہ تعالٰے اسے نہر غوطہ سے پانی پلائے گا کسی نے پوچھا نہر غوطہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ نہر بدکار عورتوں کی شرمگاہ سے نکلی ہے۔ اور

ریح فی وجھن ۔ یہ ایسی خراب ہے کہ خود دوزخی لوگوں کو بھی اس سے سخت تکلیف ہوگی۔

اور اسی مسند کے اندر مروی ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

یعرض الناس یوم القیامۃ ثلاث عرضات فاما عرضتان فجدال و معاذیر و اما الثالثۃ فعند ذالک تطیر الصحف فی الایدی فاخذ بیمینہ و اخذ بشمالہ	قیامت کے دن تین مرتبہ لوگوں کی پیشی ہو گی۔ دو پیشیوں میں توجیہ و معذرت ہوگی تیسری پیشی پر اعمالنامے اڑ اڑ کر لوگوں کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے، کوئی دائیں ہاتھ میں لے گا اور کوئی بائیں ہاتھ میں۔

اسی مسند میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔

ایاکم و محقرات الذنوب فانھن یجتمعن علے الرجل حتی تھلکہ	چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی تم اپنے کو بچاؤ کیونکہ جب چھوٹے چھوٹے گناہ زیادہ ہوجاتے ہیں تو انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے اس کی مثال ارشاد فرمائی کہ جب لوگ کسی صحرا میں منزل کرتے ہیں اور کھانے پکانے کا وقت آتا ہے تو کوئی لکڑی لے آتا ہے، کوئی اونٹ کی مینگنیاں لے آتا ہے تاآنکہ ڈھیر لگ جاتا ہے اور پھر آگ جلائی جاتی ہے اور پھر جو کچھ اس میں ڈالتے ہیں سب جل جاتا ہے

اور صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ "جہنم پر پل کھڑا کیا جائے گا۔ اور سب سے پہلے اس پر سے میں گزروں گا، اس روز تمام پیغمبروں کی دعا یہ ہوگی۔ اللھم سلم ۔سلم (اے اللہ! سلامتی دے، اے اللہ! سلامتی دے) پل کے دونوں جانب ببول کے کانٹوں کی مانند کانٹے ہوں گے۔ اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق ان سے الجھیں گے۔ بعض صحیح سالم نکل جائیں گے۔ بعض زخمی ہو کر پار ہوں گے، اور نجات پائیں گے۔ پھر جب اللہ تعالے بندوں کے فیصلہ سے فارغ ہوں گے اور ان بندوں کو جن پر وہ رحم کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ کلمہ شہادت "لا الہ الا اللہ" کی شہادت دینے والوں میں سے ہیں تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان لوگوں کو جہنم سے نکالو۔ فرشتے ان کو سجدوں کے نشانوں سے پہچانیں گے کیونکہ اللہ تعالے نے سجدوں کے اثر کو جلانا آگ پر حرام کر دیا ہے۔ یہ نشانیاں دیکھ دیکھ کر فرشتے ان کو باہر نکالیں گے، اس وقت ان کا حال یہ ہوگا کہ ان کی کھالیں جل چکی ہوں گی، فرشتے ان پر "ماء الحیات" ڈالیں گے جس سے ان

کو دوبارہ زندگی حاصل ہوگی۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "قیامت کے دن سب سے پہلے تین قسم کے لوگوں کا فیصلہ کیا جائے گا، سب سے پہلے شہید کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسکو اپنی نعمتیں گنوائے گا۔ اور وہ ان نعمتوں کا اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے یہ نعمتیں کہاں خرچ کیں؟ وہ جواب دے گا میں تیری راہ میں لڑتا رہا تا آنکہ میں تیری راہ میں شہید ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے، تو اس لئے لڑتا ہے کہ لوگ تجھے بہادر کہیں۔ اور دنیا میں لوگوں نے تجھے بہادر کہا، اس کے بعد حکم دیا جائے گا کہ اسے سر کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ، اور جہنم میں ڈال دو، چنانچہ اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس کے بعد عالم اور قرآن سیکھے ہوئے لوگوں کو بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے انعامات یاد دلائے گا۔ وہ اس کا اعتراف کرے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے اسے کہاں خرچ کیا؟ وہ کہے گا میں نے لوگوں کو علم اور قرآن پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے، تو نے اس لئے پڑھا تھا کہ لوگ تجھے عالم حافظ، قاری کہیں۔ اور یہ بات تجھے دنیا میں حاصل ہوگئی، حکم دیا جائے گا کہ اسے بھی سر کے بل گھسیٹ کر جہنم میں جھونک دو۔ چنانچہ وہ اسی طرح جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو بلائے گا جس کو رزق کی فراوانی اور مال و دولت اور قسم قسم کی نعمتیں دنیا میں دی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ جب وہ اس کا اعتراف کرے گا تو فرمائے گا تو نے میری نعمتوں کو کہاں صرف کیا؟ وہ جواب دے گا تیری مرضی کی راہ میں میں نے خرچ کیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے تو نے اس لئے خرچ کیا ہے کہ لوگ تجھے سخی کہیں اور دنیا میں یہ ہو چکا۔ اس کے بعد حکم دیا جائے گا کہ اسے بھی سر کے بل جہنم میں جھونک دو، چنانچہ اسے جہنم میں جھونک دیا جائے گا" ایک حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں "یہی لوگ سب سے پہلے جہنم میں ڈالے جائیں گے، اور انہی سے جہنم سلگائی جائے گی"

اس روایت کے متعلق حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے میں نے سنا ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے، تمام سے بہترین لوگ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور وہ شریر ترین لوگ ہیں جو اپنے کو انبیاء کرام کا جانشین کہتے ہیں لیکن وہ کذاب اور جھوٹے دعویدار ہیں۔ انبیاء کرام کے بعد تمام سے بہتر لوگ علماء کرام، شہداء، اور صدیقین اور مخلصین ہیں لیکن جو لوگ ایسے نہیں ہیں اور ان جیسے بن کر لوگوں کو دھوکہ اور فریب دیتے ہیں اور یہ شریر ترین لوگ ہیں

صحیح بخاری کے اندر حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

من کانت عندہ لاخیہ مظلمۃ فی مال او عرض فلیاتہ۔ فلیستحلھا من قبل ان یوخذ ولیس عندہ دینار ولا درھم، فان کانت لہ حسنات اخذ من حسناتہ فاعطیھا والا اخذ من سیأتہ فطرحت علیہ ثم طرح فی النار

جس شخص نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہو وہ ظلم مال کا ظلم ہو، یا اسباب و متاع کا یا آبرو کا اسے چاہیئے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس جائے، اور قبل اس کے کہ اس سے مواخذ ہو، اور بدلہ دینے کے لئے اس کے پاس دینار و درہم نہ ہوں، اس سے معاف کرا کر اپنے لئے جائز گردان لے، کیونکہ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو اس سے لے کر اس کو دیدی جائیگی اور اگر نیکیاں نہیں ہیں تو اس کے گناہ اس پر لاد ے جائیں گے اور پھر اسے جہنم میں جھونک دیا جائیگا

اور صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

من اخذ شبرا من الارض بغیر حقہ خسف بہ یوم القیامۃ الی سبع ارضین

کسی نے ایک بالشت زمین بھی کسی کی ناحق لے لی ہے تو قیامت کے دن سات زمینوں تک اسے دھنسا دیا جائے گا۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں انہی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

نارکم ھذہ التی توقدون جزء من سبعین جزاء من نار جھنم

جو آگ تم دنیا میں جلاتے ہو یہ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں کا ایک حصہ ہے۔

صحابہ نے عرض کیا قسم خدا کی عذاب کے لئے تو یہی آگ کافی وافی ہے۔ آپؐ نے فرمایا جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر ۶۹ حصہ زیادہ ہے اور جس کا ایک ایک حصہ اس کے برابر اور ہم مثل ہے۔

اور مسند احمد کے اندر حضرت معاذؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

اوصانی رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم فقال لا تشرك باللّٰہ شیأً وان قتلت۔ او حرقت ولا تعقن

آنحضرتؐ نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ کسی چیز کو اللہ تعالےٰ کا شریک نہ گردانو اگرچہ تم قتل کر دیئے جاؤ، یا تمہیں جلا دیا جائے اور ماں باپ

والدیك وان امراك ان تخرج من مالك و اهلك ولا تترکن صلوٰة مکتوبة متعمداً۔ فان من ترك صلوٰة مکتوبة متعمداً فقد برئت منه ذمة الله، ولا تشرب خمراً فانه راس کل فاحشة۔ و ایاك والمعصیه فان المعصیه سخط الله

ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو، اگرچہ وہ تمہیں تمہارے مال اور تمہاری بی بی کو تم سے علیحدہ کرنے کا حکم دیں۔ فرض نماز کبھی قصداً ترک نہ کرو، کیونکہ جو شخص قصداً فرض نماز ترک کرے گا اسکی جانب سے میں اللہ تعالےٰ کی ذمہ داری سے بری ہوں۔ اور کبھی شراب نہ پینا، کیونکہ شراب تمام گناہوں کی جڑ ہے، اور گناہوں سے بہت دور رہو کیونکہ گناہ اللہ تعالےٰ کی خفگی کا موجب ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ بے شمار احادیث اس بارے میں موجود ہیں۔ جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ ان احادیث کی طرف سے نابینا نہ بن جائے اور نفس کو خود سر اور آزاد نہ کردے، اور صرف حسن ظن اور حسن رجا، پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائے۔

حضرت ابو الوفا ابن عقیل کہتے ہیں اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو، فریب و مغالطہ کا شکار نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالےٰ تو صرف تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا ہے اور سوئی کے ناکے کے برابر شراب پینے پر حد جاری کرنے کا حکم دیتا ہے، اور ایک بلّی سے معمولی غفلت کی بنا پر اس نے ایک عورت کو جہنم میں ڈالدیا اور مال غنیمت میں سے ایک عمامہ اٹھا لینے کے بدلہ میں یہی عمامہ آگ کا شعلہ بن کر عذاب کا موجب ہوا، حالانکہ یہ شخص شہید ہو کر مرا تھا۔

حضرت امام احمد نے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

دخل رجل الجنه فی ذباب ودخل رجل النار فی ذباب

ایک مکھی کے سبب سے ایک آدمی جنت میں داخل ہوا اور ایک مکھی کے سبب ایک جہنم میں گیا۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیونکر؟ آپ نے فرمایا۔ دو آدمی ایک جگہ سے گزرے جہاں کے باشندوں کا ایک بت تھا۔ کسی آنے جانے والے آدمی کو بت پر بھینٹ چڑھائے بغیر وہاں سے جانے نہیں دیتے تھے۔ ان میں سے ایک کو کہا اس بت پر بھینٹ چڑھاؤ، تو آگے جا سکتے ہو ورنہ نہیں۔ اس نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا ایک مکھی ہی بھینٹ چڑھا دو۔ اس نے مکھی کی بھینٹ دیدی۔ ان لوگوں نے اسے چھوڑ دیا یہ شخص جہنم

میں داخل کیا گیا۔ دوسرے سے کہا تم بھی بھینٹ چڑھاؤ، اس نے کہا میں خدا کے سوا کسی پر بھینٹ نہیں چڑھاتا۔ ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ یہ شخص جنت میں داخل کیا گیا۔"

اور بندہ کبھی منہ سے ایسا کلمہ بول دیتا ہے جس سے وہ جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے، اور بہت سے فریب خوردہ لوگ مال و دولت اور اللہ تعالےٰ کے دنیوی انعامات کے مغالطہ میں آجاتے ہیں اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے راضی ہے اور مجھے دوست رکھتا ہے۔ اور آخرت میں وہ مجھے اس سے بھی زیادہ انعامات سے نوازیگا لیکن یہ تمام باتیں محض اوہام اور دھوکہ ہیں چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

اذا رئیت اللہ عز وجل یعطی العبد من الدنیا علےٰ معاصیۃ ما یحب فانما ھو استدراج

جب تم دیکھو کہ اللہ تعالےٰ کسی ایسے بندے کو دنیا دیتا ہے جو گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے تو سمجھ لو یہ استدراج ہے۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شیئ اذا فرحوا بما اوتوا اخذنا ھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون (انعام)

پھر جس سے ان کو آگاہ کیا گیا تھا جب اسکو بھول بسر بیٹھے تو ہم نے بھی ان کو مغالطے میں ڈالنے کے لئے ان پر طرح طرح کی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں جب ان کو پاکر خوش ہوئے یکایک ہم نے ان کو دھر پکڑا، اور عذاب کا آنا تھا کہ وہ بے آس ہوکر رہ گئے۔

بعض سلف صالحین فرماتے ہیں اگر تم گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہو پھر بھی اللہ تعالےٰ اپنی نعمتوں سے تمہیں نواز رہا ہے تو تمہیں اللہ تعالےٰ سے بہت ہی ڈرنا چاہیئے کیونکہ یہ استدراج ہے اور خدا کا امتحان ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد ہے۔

ولولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمٰن لبیوتھم سقفا من فضۃ و معارج علیھا

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہوجائیں گے تو دنیا کے ساز و سامان ہمارے ہاں اس قدر حقیر ہیں کہ جو لوگ منکر رحمٰن

يظهرون ولبيوتهم ابوابا وسررا عليها يتكئون و زخرفا۔ و ان كل ذالك لما متاع الحيات الدنيا و الاخرة عند ربك للمتقين (زخرف)

ہیں ان کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی کر دیتے اور چاندی کے زینے کہ ان پر سے چڑھتے اترتے اور چاندی ہی کے ان کے گھروں کے دروازے اور چاندی ہی کے تخت کہ ان پر تکیے لگا لگا کر بیٹھتے اور چاندی کے نہیں بلکہ سونے کے بھی یہ تمام اسی دنیا کی زندگی کے فائدے ہیں اور آخرت تمہارے پروردگار کے ہاں پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے

اور اس قسم کے خیالات کی تردید اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے۔

فاما الانسان اذا ما ابتلاه ربه فاكرمه و نعمه فيقول ربي اكرمن واما اذا ما ابتلاه فقدر عليه رزقه فيقول ربي اهانن ۔ كلا (فجر)

لیکن انسان کا یہ خیال ہے کہ جب اس کا پروردگار اسے آزماتا ہے کہ اسے عزت ونعمت دیتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے میرا پروردگار میری تکریم کرتا ہے اور جب وہ اسے آزماتا ہے کہ اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ بڑبڑاتا ہے، میرا پروردگار مجھے ذلیل کرتا ہے مگر یہ خیال غلط ہے۔

یعنی یہ بات ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ جن کو میں اپنی نعمتوں سے دنیا میں نوازتا ہوں اور رزق کی وسعتیں دیتا ہوں۔ انکو میں عزت وکرامت سے نوازتا ہوں۔ اور جن کو مصائب و آلام میں مبتلا کرتا ہوں اور رزق میں تنگی دیتا ہوں اس کی میں توہین و بے عزتی کرتا ہوں۔ بلکہ ایک کا انعامات کے ذریعہ امتحان کر رہا ہوں اور دوسرے کو مصائب میں مبتلا کرکے اسی آزمائش سے اسے مکرم بنا رہا ہوں اور جامع ترمذی میں روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا

ان الله يعطى الدنيا من يحب ومن لا يحب ۔ ولا يعطى الايمان الا من يحب ۔

اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جسے وہ دوست رکھتا ہے اور اسے بھی جسے وہ دوست نہیں رکھتا لیکن ایمان تو اسی کو دیتا ہے جسے وہ دوست رکھتا

بعض سلف کا قول ہے بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے انعامات سے نوازتا ہے لیکن

وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے استدراج اور امتحان ہوا کرتا ہے۔ اور انہیں اس کی خبر نہیں ہوتی، لوگوں کے منہ سے اس کی تعریف بھی کرائی جاتی ہے لیکن حقیقت میں خدا کی جانب سے آزمائش ہوتی ہے اور ان کو خبر تک نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگوں کی پردہ داری کی جاتی ہے جس سے وہ مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں لیکن ان کے حق میں یہ ایک فریب اور دھوکہ ہوتا ہے۔

فصل

(فتنۂ دنیا، اوامر و نواہی حکمت الٰہی کا اقتضاء ہے)

دنیا میں سب سے بڑا فتنہ۔ اور سب سے بڑا دھوکہ یہ ہے کہ انسان دنیا کے فوری فوائد کے فریب میں پھنس جاتا ہے اور وہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے فوری فوائد کو ترجیح دے دیتا ہے اور دنیا کے قلیل سے قلیل فائدے سے خوش ہو ہو جاتا ہے اور اس قسم کے فریب خوردہ لوگوں کی باتیں بھی کچھ عجیب و غریب ہوا کرتی ہیں۔ بعض تو یہاں تک کہنے لگتے ہیں کہ دنیا نقد ہے اور آخرت ادہار اور ادہار کے مقابلہ میں نقد زیادہ سود مند ہوا کرتا ہے بعض اس سے بھی چند قدم آگے ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں نقد ذرہ ادہار موتی سے بہتر (نو نقد نہ تیرہ ادہار)، اور کچھ لوگ تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ دنیا کی لذتیں یقینی ہیں آخرت مشکوک و مشتبہ، اور مشکوک و مشتبہ چیز کے لئے یقینی چیز نہیں چھوڑی جا سکتی لیکن یہ تمام باتیں شیطان کا دھوکہ اور فریب ہے۔ اس سمجھ کے انسانوں سے تو جانور زیادہ عقلمند اور سمجھدار ہوتے ہیں، مضرت رساں چیز سے تو جانور تک دور بھاگتے ہیں، اسے مارا اور پیٹا جب گا تب بھی وہ مضرت رساں چیز کی طرف نہیں بڑھتا، لیکن افسوس ہے جان بوجھ کے انسان ایسی چیزوں کی طرف بھی اقدام کرتے ہیں جو ان کے حق میں سخت مضر اور نقصان دہ ہوا کرتی ہیں اور ان چیزوں کا انجام وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ پھر بھی اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ نہ تو ان باتوں کی تصدیق کرتا ہے نہ تکذیب، اس قسم کے لوگ اگر اللہ اور اللہ کے رسول پر۔ اور بارگاہِ الٰہی میں حاضری، اور قیامت کی جزاء و سزا پر ایمان رکھتے ہوئے ایسا سمجھ رہے ہیں تو ماننے کہ ان سے زیادہ کوئی محروم و بدنصیب نہیں، ان سے زیادہ حسرت و یاس کا کون مستحق ہو سکتا ہے؟ کہ باوجود علم و ایمان کے وہ ایسا کر رہے ہیں۔ اور اگر اللہ، اور اللہ کے رسول پر ایمان ہی نہیں رکھتے تو پھر ان سے زیادہ تو کوئی محروم اور بدنصیب ہو ہی نہیں سکتا۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ ادھار سے نقد بہتر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جبکہ نقد اور ادھار مساوی اور برابر کی حیثیت رکھتے ہوں لیکن اگر نقد اور ادھار مساوی اور برابر نہیں ہیں بلکہ ادھار زیادہ۔ اور زیادہ نفع بخش ہے تو یقیناً ادھار ہی افضل و بہتر ہے اور جب حقیقت یہ ہے تو پھر دنیا کے نقد کو آخرت کے ادھار سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ جب کہ ساری کی ساری دنیا از ابتدا تا انتہا آخرت کے مقابلہ میں ایک سانس کے برابر بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ مسند احمدؒ اور ترمذی شریف میں حضرت مستورد بن شداد سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے

ماالدنیا فی الاخرۃ الا کما یدخل احدکم اصبعہٗ فی الیم فلینظر بم یرجع؟

آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حیثیت اتنی ہی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص سمندر میں اپنی انگلی ڈالے اور پھر دیکھے کہ انگلی کیساتھ کتنا پانی آتا ہے؟

اور حقیقت تو یہ ہے کہ آخرت ہی نقد ہے اور دنیا ادھار۔ اور اس نقد کو ایسے ادھار کے عوض تباہ و برباد کر دینا ایک عظیم ترین خسارہ اور بدترین جہالت و بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جبکہ پوری دنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلہ میں یہ ہے تو پھر ایک انسان کی عمر کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ اب بتاؤ عقلمندوں کے نزدیک دونوں میں سے کونسی چیز افضل و بہتر ہے؟ کیا اس مختصر سی مدت کی قلیل ترین چیز کو اختیار کرنا، اور آخرت کی دائمی خیر و بھلائی کو ٹھکرا دینا بہتر ہے؟ یا ایک حقیر اور کمتر اور جلد سے جلد ختم ہو جانے والی چیز کو اس لئے ترک کر دینا کہ اس کے عوض وہ بیش بہا بیش قیمت چیز حاصل کی جائے جس کی قیمت کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جو کبھی انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی جس کی بہتات کا کوئی شمار نہیں ہو سکتا۔ اور جس کے ختم ہونے کی کوئی میعاد و مدت ہی نہیں ہے۔؟

دوسرے شخص کا قول کہ "یقینی چیز کو مشکوک و مشتبہ چیز کے مقابلہ میں ترک نہیں کیا جا سکتا" اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے وعدے اور وعید اور اس کے پیغمبروں کی صداقت پر تمہیں شک ہے یا یقین؟ اگر تمہیں یقین ہے تو جو کچھ دنیا کا نقد تم چھوڑ رہے ہو۔ اس کی حیثیت ادنیٰ سے ادنیٰ ذرہ سے زیادہ نہیں ہے اور وہ جلد سے جلد آنا فانا ختم ہونے والا ہے اور آخرت یقینی چیز ہے جس میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے اور وہ کبھی منقطع ہونے والی بھی نہیں ہے اور اگر تمہیں اس کے اندر شک و شبہ ہے تو تمہیں پروردگار

عالم کی آیات اور نشانیوں پر غور کرنا چاہیئے جو اسکے وجود، اسکی قدرت، مشیت وحدانیت، پیغمبروں کی حقانیت و صداقت اور پیغمبروں کے پیش کردہ صراط مستقیم کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں پورے پورے تجرد و یکسوئی کے ساتھ آیات الٰہیہ کو سوچو، ہمت و عزیمت کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ غور و تدبر کرو۔ بحث و مناظرہ کرو تاکہ تم پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ انبیاء کرام نے خدا کی جانب سے جو کچھ پیش کیا ہے وہ بالکل حق اور صحیح ہے۔ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس دنیا کا خالق بھی وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق اور پروردگار ہے۔ اس کی شان نہایت بلند و بالا ہے۔ ہر قسم کے نقائص سے منزہ اور پاک ہے اور انبیاء کرام نے اس ذات مقدس کے متعلق جو خبریں پہنچائی ہیں وہ بالکل حق ہیں۔ اس کے خلاف اگر کوئی شخص ذات الٰہی کے متعلق کہتا ہے تو وہ خدا کو گالی دے رہا ہے، اسے جھٹلا رہا ہے اس کی الوہیت و ربوبیت۔ اس کے ملک و مملکت، اور اس کی شہنشاہی کا انکار کر رہا ہے۔ کیونکہ ہر صاحب فطرت سلیمہ کے نزدیک یہ امر محال و ممتنع ہے کہ اللہ تعالےٰ مالک الملک، احکم الحاکمین کسی طرح بھی عاجز و بے بس ہو۔ یا وہ جاہل و بے خبر ہے کہ اس کے علم سے کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی چھوٹی ہوئی ہے، یا وہ سنتا نہیں، دیکھتا نہیں، کلام نہیں کرتا، بندوں کو مامور نہیں کرتا، بری چیزوں کی ممانعت نہیں کرتا، نیکی کا بدلہ ثواب اور بدی کا بدلہ عذاب نہیں دیتا۔ عزت و ذلت کا مالک نہیں کہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ اپنے ملک و مملکت میں۔ اور مملکت کے اطراف و جوانب میں اپنے پیغمبروں کو نہیں بھیج سکتا۔ اپنی مخلوق اور دنیا کی پرواہ نہیں کرتا۔ ان کے حالات و اطوار کی خبر نہیں رکھتا۔ ان کو بیکار و لایعنی چھوڑ دیا ہے۔ ان کو مہمل اور آزاد پیدا کیا ہے۔ یہ باتیں تو دنیا کے بادشاہوں کی بھی شان کے خلاف ہے۔ چہ جائیکہ مالک الملک، بادشاہ حقیقی، احکم الحاکمین کی ذات مقدس کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جائیں۔

انسان اپنی ابتدائی خلقت، نطفہ سے لے کر پیدائش، شیر خوارگی، بچپن، جوانی کے حالات پر غور کرے تو اسے پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ وہ ذات جس نے انسان کی تخلیق و تربیت کا یہ انتظام قائم کیا۔ جس نے اس کو ان مختلف حالات سے گزارتے ہوئے اس منزل تک پہنچایا، مختلف اخلاق و اطوار سے اسے نوازا، اس کے لئے کیا یہ سزاوار ہے کہ انسان کو بالکل مہمل اور بیکار چھوڑ دے؟ کسی قسم کے حکم سے اسے مامور نہ کرے، کسی چیز سے اسکو نہ روکے

اور اس پر جو حقوق و فرائض عائد ہوتے ہیں، ان سے اسکو آشنا نہ کرے، کسی چیز کا اجر و ثواب نہ دے۔ کسی جرم کی سزا نہ دے۔ اگر بندہ پوری طرح ان چیزوں پر غور کرے تو اس کی آنکھوں کے سامنے جو کچھ ہے اور اسکی آنکھوں سے اوجھل جو کچھ ہے ان سب کو توحید و رسالت، معاد و آخرت کی کامل ترین دلیل پائے گا۔ نیز ہر چیز اس پر بھی دلالت کریگی کہ قرآن حکیم اللہ تعالےٰ ہی کا کلام ہے، غرض دنیا کی ہر چیز ان امور کی طرف انسان کی راہنمائی کرے گی۔ اور ہم اپنی کتاب "ایمان القرآن" میں آیت

فلا اقسم بما تبصرون وما لا تبصرون انه لقول رسول كريم (الحاقہ) — لوگو! جو چیز تم کو دکھائی دیتی ہے، اور جو چیز تمہیں دکھائی نہیں دیتی ہم تو سب ہی قسم کھاتے ہیں کہ یہ قرآن بلا شبہ کلام الٰہی ہے، ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا۔

کی تفسیر کے ضمن میں اس کی وجہ استدلال طریق دلالت کو پوری طرح واضح کر چکے ہیں نیز آیت

وفی انفسکم افلا تبصرون (ذاریات) — خود تمہارے اندر بہت سی نشانیاں ہیں کیا تم کو سوجھتا نہیں

کی تفسیر کے ضمن میں بھی ہم نے وجہ استدلال اور صورت دلالت پر بہت کچھ روشنی ڈالی ہے اگر کامل طور پر غور و تدبر کیا جائے تو خود انسان کا وجود ہی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ خالق حق سبحانہ و تعالےٰ موجود ہے، وہ وحدہٗ لا شریک ہے۔ رسالت و نبوت حق ہے اور اس کی صفات کمالیہ حق ہیں

بہر حال! آخرت کو ضائع کرنے والا ہر دو صورت میں فریب و دھوکہ کا شکار ہے، تصدیق و یقین کی صورت میں بھی، اور تکذیب و شک کی صورت میں بھی۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ معاد و آخرت، جنت و دوزخ کے متعلق تصدیق جازم، اور یقین کامل موجود ہو تو تخلف عمل کیونکر ممکن ہے؟ یہ دونوں باتیں ایک جگہ جمع ہو ہی نہیں سکتیں، کیا بشری طبائع میں یہ چیز ہے کہ کسی انسان کو بادشاہ وقت بلاتا ہے اور یہ خبر بھیجتا ہے کہ کل تم ہمارے دربار میں حاضر ہو جاؤ، تمہارے فرائض و اعمال کا جائزہ لیا جائے گا اگر تم اس میں ناکام ثابت ہوئے تو تمہیں سخت ترین سزا دی جائے گی۔ اور اگر کامیاب رہے تو تمہاری پوری پوری عزت افزائی کی جائے گی۔ کیا اس خبر کی اطلاع پانے کے بعد وہ غافل اور بے خبر ہو کر سو جائے گا۔ کل حضور شاہی میں حاضری دینی ہے اسے فراموش کر جائے گا۔ کل کے لئے نہ وہ کسی قسم کی تیاری کرے گا نہ اسے کسی قسم کا خوف و ہراس ہو گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بجا تمہارا اعتراض صحیح اور بالکل صحیح ہے۔ اور اکثر و بیشتر مخلوق پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے اور ان پر دو متضاد امور کا مجتمع ہو جانا نہایت تعجب انگیز بھی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ علم و یقین اور تخلف عمل کے بہت سے اسباب ہیں۔ منجملہ یہ کہ علم کی کمزوری اور یقین کی کمی بھی ایک اہم سبب ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ علم کے مدارج مختلف نہیں ہیں وہ سراسر غلط کہتا ہے۔ غور کرو۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ پروردگار عالم مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ باوجود اس کے بارگاہِ الٰہی میں استدعا کرتے ہیں کہ وہ مُردہ زندہ کرکے دکھائے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ یقین و اطمینان میں استحکام فراوانی حاصل ہو جائے اور جو چیز بطور غیب معلوم ہے بطور حضور و شہود معلوم ہو جائے۔ چنانچہ مسند احمدؒ میں روایت ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: لیس الخبر کالمعاینہ (خبر کی حیثیت معاینہ و مشاہدہ کی نہیں ہے) جب ضعف علم و یقین موجود ہو، اور آخرت کے متعلق جو چیزیں بیان کی جاتی ہیں وہ سامنے مستحضر نہ ہوں اور جو چیزیں کہ معاد آخرت کے خلاف ہیں قلب اکثر اوقات ان میں مشغول ہو۔ اور اس اشتغال کی وجہ سے آخرت کی چیزیں قلب سے محجوب و مستور ہو جائیں۔ نیز ان چیزوں کے ساتھ ساتھ طبعی مقتضیات، خواہشات و شہوات کا استیلاء و غلبہ بھی ہو جائے نفس کی فریب کاری، شیطان کا دھوکہ، وعدۂ آخرت بدیر پورا ہونے کی امید، طویل امیدیں، غفلت کی نیند، موجود و حاضر کی قدر، تاویل کی رخصتیں، شب و روز کی مالوفات سے دل بستگی یہ تمام باتیں جب جمع ہو جائیں تو اس وقت قلب انسانی کے اندر ایمان کو وہی ذات قائم اور باقی رکھ سکتی ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو باقی اور قائم رکھا ہے اور یہی وہ اسباب ہیں۔ جن کی بنا پر ایمان و عمل میں لوگوں کے مدارج مختلف ہوا کرتے ہیں تا آنکہ کمزوری اور ضعف کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ ایمان بقدر ذرہ بنکر رہ جاتا ہے۔ یہ تمام اسباب جب یکجا جمع ہو جاتے ہیں تو بصیرۃ و استقلال کی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اہل صبر و استقلال و یقین کی مدح و توصیف فرمائی ہے، اور صبر و یقین والوں کو امامت فی الدین کا درجہ عطا فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔

وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بآیاتنا یوقنون۔
(سجدہ)

اور ہم نے بنی اسرائیل میں پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اس لئے کہ وہ صبر کرتے تھے اور ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔

فصل

(حسن ظن وہ ہے جو انسان کو عمل صالح پر آمادہ کرے)

(حسن ظن وہ نہیں جو انسان کو عصیان و نافرمانی پر ابھارے)

"حسن ظن" اور فریب و مغالطہ کا فرق تم پر پہلے واضح ہو چکا ہے کہ حسن ظن وہ صحیح اور حق ہے جو بندے کو عمل صالح کیلئے آمادہ اور تیار کرے، عمل صالح کیلئے مساعد و ممد ہو، اعمال صالحہ کی طرف کھینچ لے جائے۔ اور اگر وہ بطالت اور بدعملی۔ انہماک معاصی کی طرف لے جاتا ہے، تو وہ حسنِ ظن نہیں بلکہ فریب اور دھوکہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حسن ظن، رجاء و امید ہی کا نام ہے اور رجاء و امید وہی صحیح اور حق ہے جو انسان کو طاعت الٰہی کی طرف لے جائے۔ اور معاصی و نافرمانی سے باز رکھے۔ وہ رجاء و امید صحیح نہیں جو انسان کو بطالت و بدعملی پر ابھارے، اور بطالت و بدعملی اسکو خواہ مخواہ کی رجاء و امید پیدا کردے۔ ایسی رجاء و امید سراسر فریب اور دھوکہ ہے اگر ایک شخص بہت سی زمین رکھتا ہے، اس کی شادابی اور پیداوار کی امید رکھتا ہے، اس سے مستفید ہونا چاہتا ہے، پھر بھی وہ زمین کو بیکار چھوڑ دیتا ہے، اس میں تخم ریزی نہیں کرتا، زمین کی خدمت نہیں کرتا، پانی نہیں دیتا تو ایسے شخص کو لوگ احمق اور پاگل ہی کہیں گے۔ یہ حسن ظن اور امید نہیں بلکہ حماقت ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ حسن ظن اور امید قائم کرے کہ بغیر ہمبستری کے اس کے گھر بچہ پیدا ہو گا، اور بلا طلب علم اور بلا تحصیل علم کی محنت و مشقت کے اپنے ہمعصروں سے آگے نکل جائے گا تو لوگ اسے احمق اور پاگل ہی کہیں گے وقس علےٰ ھذا؟ اسی طرح جو شخص بغیر طاعت و بندگی، اور بلا اعمال صالحہ مقربہ اور بلا امتثال اوامر، اور اجتناب منہیات و محرمات کے فوز و فلاح، بلندی مدارج اور جنت کی دائمی نعمتوں کی امیدیں قائم کرتا ہے اور ایسا حسن ظن رکھتا ہے تو وہ احمق اور پاگل ہی سمجھا جائے گا۔ اس بارے میں خدائے قدوس کا ارشاد تو یہ ہے کہ

ان الذین امنو والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولٰئک یرجون رحمۃ اللہ (البقرۃ)	جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرتیں بھی کیں اور جہاد بھی کئے۔ یہی لوگ خدا کی رحمت کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔

غور کرو خدائے قدوس تو اس آیت میں ان لوگوں کو امید و رجاء کا مستحق قرار دیتا ہے جو

مذکورہ طاعات کو انجام دے، اور یہ فریب خوردہ انسان یہ کہتا ہے کہ رحمت الٰہی کا مستحق وہ ہے جو احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرے، حقوق خداوندی کو ٹھکرائے، بندگان الٰہی پر ظلم و جور روا رکھے، محرمات و منہیات کا بے خوف ارتکاب کرے۔

مسئلہ کا اصل راز یہ ہے کہ "حسن ظن" اور امید و رجاء اسی وقت ممکن ہے جبکہ ان اسباب و وسائل کو عمل میں لایا جائے جن کی حکمت الٰہی، شریعت الٰہیہ، اس کی تقدیر و قضا، اس کا ثواب و کرامت مقتضی ہے۔ بندہ ان اسباب کو عمل میں لائے اس کے بعد پروردگار عالم کی بارگاہ میں حسن ظن رکھے۔ اور اسی کی جناب سے امیدیں وابستہ کرے۔ یہ امید قائم کرے کہ اللہ تعالٰے ان اسباب و وسائل کو بیکار نہ کر دے۔ مطلوب و مقصود تک پہنچانے میں اسباب کو ممد گردانے، اسباب کا رخ دوسری طرف نہ پھیر دے کہ اسباب ساقط ہو جائیں۔ اسباب کی تاثیرات معطل و بیکار ہو کر رہ جائیں۔

فصل

(امید و رجا کیلئے تین باتیں لازم و ضروری ہیں
سابقین الیہ خوف و رجا کے حامل تھے صحابہ کرام نفاق سے ڈرتے تھے)

یہ امر سمجھ لینا بہت ضروری ہے کہ کسی چیز کو امید و رجاء کے لئے تین چیزیں لازم اور ضروری ہیں۔

اول یہ کہ اس چیز کی محبت لازمی ہے

دوم یہ کہ اس کے فوت ہونے کا خوف و اندیشہ ہونا چاہیئے

سوم یہ کہ اس کے حصول کی حتی الامکان کوشش کی جائے۔

جس امید و رجاء میں یہ تین باتیں نہ ہوں، وہ امید و رجاء نہیں۔ بلکہ محض امانی، یعنی خالی آرزو ہے اور کچھ نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ امید و رجاء اور چیز ہے اور امانی و آرزو دوسری چیز ہر صاحب امید و رجاء اپنی مطلوب چیز کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور خائف رہتا ہے۔ ایک مسافر جب سفر کا راستہ طے کرتا ہے تو اسے منزل تک پہنچنے کا خوف رہتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی رفتار تیز تر کر دیتا ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

من خاف ادلج ومن ادلج بلغ المنزل ۔ جو شخص منزل تک نہ پہنچنے سے ڈرتا ہے وہ پہلی

الا ان سلعة اللّٰہ غالیۃ — رات ہی سے سفر شروع کر دیتا ہے۔ اور جو پچھلی
الا ان سلعۃ اللّٰہ الجنۃ — رات سے سفر شروع کر دیتا ہے منزل تک پہنچ جاتا
ہے، آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سامان بہت
قیمتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سامان جنت ہے

اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح اعمال صالحہ والوں کیلئے امید و رجا ضروری گردانی ہے۔
اسی طرح ان کے لئے خوف و ڈر بھی ضروری گردانا ہے۔ اور یہ خوب واضح رہے کہ خوف و رجاء
وہی مفید ہے جس کے ساتھ عمل صالح موجود ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان الذین هم من خشیۃ ربهم مشفقون والذین هم بآیات ربهم یؤمنون والذین هم بربهم لا یشرکون والذین یؤتون ما اتوا و قلوبهم وجلۃ انهم الی ربهم راجعون اولٰئک یسارعون فی الخیرات و هم لها سابقون
(مومنون)

جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے لرزاں رہتے ہیں۔ اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں پر یقین رکھتے ہیں، اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جتنا کچھ انہیں خدا دیتا ہے اس میں سے خدا کی راہ میں دیتے ہیں اور پھر بھی ان کے دلوں کو اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے یہی لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور ان کیلئے لپکتے ہیں۔

اور جامع ترمذی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں آنحضرتؐ سے میں اس آیت کے متعلق پوچھا یا رسول اللہ! ایسے لوگ کون ہیں۔ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیا کریں، زنا اور چوری کیا کریں؟ آپ نے جواب دیا۔

لا یا ابنۃ الصدیق، ولکنهم الذین یصومون ویصلون ویتصدقون ویخافون ان لا یتقبل منهم اولٰئک یسارعون فی الخیرات۔

اے صدیق کی بیٹی نہیں، ایسے لوگ نہیں، بلکہ وہ لوگ جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں صدقہ دیتے ہیں، اور پھر ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال مقبول نہ ہوں یہی لوگ خیر و بھلائی میں جلدی کیا کرتے ہیں۔

نیز حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اہل سعادت کی توصیف و تعریف

فرماتا ہے تو ان کے احسان و نیکی، اور خوف الٰہی کا ذکر فرماتا ہے، اور شقی و بدبخت لوگوں کا ذکر فرماتا ہے تو ان کے گناہ اور ان کی بے خوفی کا ذکر فرماتا ہے۔

اگر کوئی صاحب بصیرت صحابہ کرام کے حالات پر غور کرے تو اسے معلوم ہوگا صحابہؓ کرام کس درجہ اعمال صالحہ سے مزین تھے پھر بھی وہ کس درجہ خدا سے ڈرتے تھے اور ہم ہیں کہ باوجود انتہا درجہ کی تقصیر و کوتاہی کے بھی کس قدر بے خوف، اور نڈر بنے ہوئے ہیں۔ یہ ہماری کس قدر غلط فہمی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے حالات پڑھو۔ آپ اکثر اوقات کہا کرتے تھے۔

وددت انی شعرة فی جنب عبد مؤمن (تذکرہ احمد)	میں اسے پسند کرتا ہوں کہ کسی ایماندار کے جسم کے ایک رونگٹے کے برابر ہی ہوتا۔

نیز انہی امام احمد سے مروی ہے حضرت صدیق رضؓ اکثر اپنی زبان پکڑ کر کہتے تھے۔

هذا اوردنی الموارد	اس نے مجھے ہلاکت کے مواقع میں ڈالا ہے۔

یہ کہہ کر حد سے زیادہ روتے۔ اور فرماتے

ابکوا، فان لم تبکوا فتباکو	خوب رویا کرو۔ اگر نہ رو سکو تو کم از کم رونی شکل تو بناؤ

جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو خوف الٰہی ایسا طاری ہو جاتا کہ لکڑی کی طرح کھڑے ہو جاتے ذرہ بھر جنبش نہیں ہونے پاتی تھی۔

ایک مرتبہ ایک پرندہ آپ کے سامنے لایا گیا۔ آپ نے ہاتھ میں پکڑا، اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے اور فرمانے لگے اس وقت تک کوئی جانور شکار نہیں بنتا، اور کوئی درخت کاٹا نہیں جاتا جب تک کہ وہ تسبیح الٰہی کو ترک نہ کردے۔

آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا تو حضرت عائشہ صدیقہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

یا بنیة ! انی اصبت من مال المسلمین هذه العباءة وهذا الحلاب ، هذا العبد۔ فاسرعی به الی ابن الخطاب۔	بیٹی! میرے پاس مسلمانوں کے مال میں سے یہ چیزیں ہیں۔ ایک عباء، ایک دودھ نکالنے کا پیالہ، اور ایک غلام تم اسے جلد سے جلد خطاب کے بیٹے عمر رضؓ کے پاس پہنچا دو۔

اور آپ نے فرمایا۔

لوددت انی کنت هذه الشجرة	کیا اچھا ہوتا میں درخت ہوتا کہ مجھے جانور کھاتے

توکل و تعفف   اور پھر کاٹ دیا جاتا۔

حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ مجھ تک حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے یہ کلمات پہنچے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

لیتنی خضرۃ تاکلنی الدواب۔   کاش میں سبز گھاس ہوتا تو چوپائے مجھے کھا لیتے۔

حضرت فاروق اعظم رضؓ کے حالات پڑھو۔ ایک مرتبہ انہوں نے سورۂ طور پڑھنا شروع کی جب آپ

ان عذاب ربک لواقع (طور)   تمہارے پروردگار کا عذاب ضرور نازل ہو کر رہے گا

پر پہنچے تو شدت سے رونا شروع کر دیا تا آنکہ آپ اس قدر بیمار ہو گئے کہ لوگ عیادت کیلئے آنے لگے۔

جس وقت آپ بستر مرگ پر تھے، اپنے بیٹے سے کہنے لگے "تیرا بھلا ہو۔ میرے رخسار زمین پر دھر دے، شاید اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے۔" پھر فرمانے لگے ویل امی ان لم یغفر اللہ لی (اگر اللہ تعالیٰ میری مغفرت نہ فرمائے تو میں غارت ہی ہو گیا) یہ کلمات آپ نے تین مرتبہ فرمائے۔ اس کے بعد ہی آپ کی روح قبض ہو گئی۔

آپ معمولات شب کے مطابق روزانہ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ جب وعید کی آیتیں آجاتیں تو اس قدر روتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ اور دنوں تک گھر میں پڑے رہتے کہ لوگ بیمار سمجھ کر عیادت کے لئے دوڑ آتے۔

خوف الٰہی سے آپ اس قدر رویا کرتے تھے کہ آنسو بہنے کی وجہ سے رخساروں پر دو سیاہ خط سے پڑ گئے تھے۔

موت سے کچھ پہلے حضرت ابن عباس رضؓ نے آپ سے کہا۔ امیر المومنین! آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ملکی فتوحات عطا فرمائیں، بڑے بڑے شہر آباد کئے اور یہ کیا۔ وہ کیا۔ تمام چیزیں گنوائیں۔ آپ نے فرمایا۔

وددت انی انجو لا اجر ولا وزر   میں چاہتا ہوں کہ میری نجات ہو جائے۔ نہ مجھے اجر ملے، نہ بار گناہ مجھ پر لادا جائے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھو، جب وہ کسی قبر پر پہنچتے تو اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی اور کہتے کہ اگر مجھے جنت اور دوزخ کے مابین اختیار کا حکم دیا جاتا تو اس سے قبل ہی کہ میں اپنے متعلق یہ سمجھ سکوں کہ کس صورت کو میں زیادہ برداشت کر سکتا ہوں، راکھ

ہو جانے کو پسند کروں گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حالات پڑھو، وہ ہر وقت روتے رہتے، اور خوف الٰہی سے نڈھال ہو جاتے، خصوصاً دو باتوں سے ان کا خوف حد سے زیادہ متجاوز ہو جاتا تھا۔

۱۔ طول امل۔ دنیا کی زلیست کی بڑی بڑی امیدیں۔

۲۔ خواہشات کی پیروی، فرمایا کرتے طول امل آخرت سے غافل کر دیتا ہے اور خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہے۔

اور فرمایا کرتے دنیا پیٹھ دیکر بھاگ رہی ہے۔ اور آخرت نہایت تیزی سے قریب آرہی ہے اور لوگ ان دونوں کے بال بچے ہیں۔ دنیا کے بھی۔ اور آخرت کے بھی۔ تم آخرت والے ہو۔ دنیا والے نہیں۔ آج عمل کا دن ہے حساب نہیں، حساب کل ہوگا۔ کل عمل نہیں ہوگا۔

حضرت ابو الدرداءؓ کے حالات پڑھو۔ فرماتے تھے قیامت کے دن سب سے زیادہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ مجھ سے باز پرس ہوگی کہ تم نے جو کچھ علم سیکھا تھا اس پر تم نے کس قدر عمل کیا؟

اور کہا کرتے تھے، مرنے کے بعد جو کچھ پیش آنیوالا ہے اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو تم شوق سے کھانا پینا چھوڑ دو، اور گھروں میں نہ رہو۔ بلکہ گھروں سے نکل کر پہاڑوں کی طرف بھاگو، ماتم کرو، اور روتے ہی رہو۔ اے کاش کہ میں درخت ہوتا۔ کاٹا جاتا کھا لیا جاتا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حالات پڑھو۔ آنسو کی کثرت کی وجہ سے انکی آنکھوں کے نیچے سیاہ نشان پڑ گئے تھے۔

حضرت ابوذرؓ اکثر فرمایا کرتے تھے، کاش میں درخت ہوتا۔ لوگ مجھے کاٹ ڈالتے۔ کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ ان کی خدمت میں جب کچھ نان و نفقہ پیش کیا جاتا تو جواب دیتے ہماری بکریاں ہمارے پاس ہیں ہم انہیں دوہ کر پی لیا کرتے ہیں۔ گدھے ہیں سواری کی ضرورت ہو تو ان پہ سواری کر لیا کرتے ہیں۔ آزاد کردہ غلام ہیں جو ہماری خدمت کر لیا کرتے ہیں۔ سیاہ کمبل ہے جسے اوڑھ لیا کرتے ہیں۔ مجھے تو ان ہی چیزوں کے حساب و کتاب کا خوف کھائے جاتا ہے اور فکر کیا کروں گا۔

حضرت ابو الدرداءؓ نے ایک مرتبہ رات کو سورۂ جاثیہ پڑھنا شروع کی جب وہ اس آیت پہ پہنچے،

ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلھم کالذین امنوا وعملوا	جو لوگ بدکرداریوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ کیا انہوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم ان کو ان

لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے الصالحات۔ (جاثیہ)

تو بار بار اسے پڑھتے اور روتے تا آنکہ اسی حالت میں صبح ہو گئی۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح ؓ کہا کرتے تھے کاش میں بھیڑ ہوتا میرے گھر والے مجھے ذبح کر کے میرا گوشت کھا لیتے اور میرا شوربا پی جاتے۔

اس بارے میں آثار اس قدر موجود ہیں کہ یہاں پیش کرنا دشوار ہے۔ صحیح البخاری میں ایک مستقل باب ہے۔

باب مومن کے خوف کا کہ کہیں اس کے اعمال اس طرح ساقط نہ ہو جائیں کہ وہ سمجھ بھی نہ سکے۔ خوف المومن ان یحبط عمله وهو لا یشعر۔

حضرت ابراہیم تیمی فرماتے ہیں۔ جب کبھی میں نے اپنے قول و عمل کا جائزہ لیا تو یہی ڈر ہوا کہ میں جھوٹ تو نہیں بول رہا ہوں۔

حضرت ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں۔ میں تیس صحابہ سے مل چکا ہوں جو کثرت خوف الٰہی کی وجہ سے اپنے متعلق نفاق سے ڈرتے تھے۔ ان تمام کا حال دیکھو پھر بھی ان میں سے کوئی یہ نہیں کہتا تھا کہ میرا ایمان جبریل ؑ اور میکائیل ؑ کے ایمان کے برابر ہے۔

حضرت حسن ؓ فرمایا کرتے تھے۔ "مومن ہی اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے، منافق نہیں ڈرتا"۔

حضرت عمر بن الخطاب ؓ حضرت حذیفہ ؓ سے کہتے تھے۔ میں تمہیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منافقوں میں میرا نام گنوایا تھا؟ وہ کہتے نہیں۔ لیکن تمہارے سوا کسی اور کی صفائی نہیں پیش کروں گا۔"

اس روایت کے متعلق حضرت استاذ شیخ ابن تیمیہ ؒ سے دریافت کیا گیا تو فرمانے لگے حضرت حذیفہ ؓ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ حضرت عمر ؓ کے سوا نفاق سے کسی اور کی برأت نہیں پیش کروں گا۔ بلکہ یہ مقصد تھا کہ یہ دروازہ تمہارے سوا میں کسی اور کے لئے نہیں کھولوں گا کہ ہر شخص اپنی نسبت دریافت کرتا ہے اور میں اس کی صفائی کر دیا کروں۔ اسی روایت کے قریب قریب آنحضرت ؐ کی یہ حدیث بھی ہے۔ کسی نے آنحضرت ؐ کی خدمت میں گزارش کی کہ میرے حق میں دعا فرمایئے کہ ستر ہزار آدمی جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل کئے جائیں ان میں میرا بھی نام ہو، آپ نے فرمایا عکاشہ تم سے سبقت کر گئے۔ اس سے آنحضرت ؐ کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس کے حقدار صرف عکاشہ ہیں بلکہ یہ مقصد ہے کہ اگر اسی کے لئے دعا کی جائے گی تو پیچھے بعد دیگرے بہت سے لوگ کھڑے ہو جائیں گے۔ اور

کہیں گے ہمارے لئے بھی دعا فرمائیے۔ اور جب یہ دروازہ کھل جاتا ہے تو ہو سکتا ہے ایسے لوگ بھی کھڑے ہو جائیں جو اس کے مستحق نہ ہوں اور کہنے لگیں کہ ہمارے لئے بھی دعا فرمائیے۔ اس لئے یہاں اس سلسلہ کو روک دینا ہی اولٰے اور بہتر تھا۔ واللہ اعلم۔

فصل

(دنیا اور آخرت کی تمام مصیبتوں کی جڑ گناہ ہیں)

(جتنی قومیں دنیا میں ہلاک ہوئیں شرائع الٰہیہ کی خلاف ورزی سے ہی ہلاک ہوئیں)

اب ہم اصل مقصد کی طرف مراجعت کرتے ہیں جس کا ہم نے آغاز کتاب میں ذکر کیا ہے یعنی وہ مرض کہ اگر اس کا سلسلہ جاری رہا تو انسان کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ اسی مرض کا علاج ہم یہاں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ سمجھ لینا چاہیئے کہ گناہ انسان کے حق میں نہایت مضرت رساں چیز ہے۔ اور یہ یقینی امر ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ گناہ کا زہر قلب میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جس طرح انسان کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے اور جس درجہ کا زہر ہوتا ہے اسی درجہ کی اس کی تاثیر ہوا کرتی ہے۔ کیا دنیا اور آخرت کی کوئی مصیبت، کوئی خرابی، کوئی تباہی اور بربادی۔ اور بیماری ایسی ہے جس کی اصل وجہ اور اصل سبب معاصی نہ ہوں؟ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو جنت سے کس چیز نے نکالا؟ اور کس چیز نے ان کو جنت اور جنت کی نعمتوں، لذتوں اور جنت کی مسرتوں سے محروم کیا؟ اور کس چیز نے ان کو جنت الخلد اور دار بہجت و سرور سے نکال کر دار محن اور دار مصائب و آلام میں ڈال دیا؟ اور کس چیز نے ان کو دنیا کے قید خانہ میں مقید کر دیا۔؟، ابلیس معلم الملکوت تھا اس کو ملکوت سماوات سے کس چیز نے اس کو ملعون، مطرود اور مردود بنا کر رکھ دیا؟ اور کس چیز نے اس کا ظاہر و باطن مسخ کر کے رکھ دیا؟ اور ایسا مسخ کر دیا گیا کہ اس کی بدترین صورت کے برابر کوئی صورت نہ رہی، اور اس کے بدترین باطن کے برابر کوئی باطن نہ رہا۔ ایک وقت تھا کہ وہ مقربین بارگاہ الٰہی میں بلند درجہ رکھتا تھا، لیکن سرکشی کی وجہ سے وہ سب سے بڑا ملعون اور مردود بارگاہ بنکر رہ گیا۔ "رحمت" "لعنت" سے تبدیل ہو گئی۔ خوبصورتی بدصورتی سے تبدیل ہو گئی۔ جنت کے بدلہ شعلہ فگن آگ کا ایندھن بن کر رہ گیا ایمان کفر سے بدل گیا۔ خدائے حمید کا دوست تھا لیکن وہ اس کا سب سے بڑا دشمن بن کر رہ گیا یا تو وہ تسبیح و تقدیس تکبیر و تہلیل کے نعرے لگاتا تھا۔ یا اب وہ کفر و شرک، کذب و دروغ، فحش و یاوہ گوئی

کا دل دادہ ہے۔ لباسِ ایمان، لباسِ کفر، لباسِ فسق و فجور، لباسِ عصیان سے تبدیل کر دیا گیا۔
اور نگاہِ خداوندی میں وہ انتہا درجہ ذلیل و خوار بن کر رہ گیا۔ رحمتِ الٰہی کی بلندیوں سے بالکل تحت
الثریٰ میں جا گرا۔ پروردگارِ عالم کا قہر و غضب اس پر ایسا ٹوٹا کہ وہ سب سے نیچے جا گرا، فجار، فساق
بدکاروں اور حرام پیشہ لوگوں کا بڑا سے بڑا قائد، اور سپہ سالار بن کر رہ گیا، یا تو وہ عبادات
و طاعات میں سب سے پیش پیش تھا اور فرشتوں کی سیادت و قیادت کیا کرتا تھا، یا اب وہ خدا کی
ساری مخلوق سے بدتر۔ اور سب سے بڑا منکر و کافر بن کر رہ گیا۔ اے خدائے قادر و توانا تیری نافرمانی
سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ آہ وہ کونسی چیز تھی جس نے ساری زمین کے بسنے والوں کو طوفان
کے ایسے پانی سے غرق کر دیا جس نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والوں کو بھی نہ چھوڑا؟

وہ کونسی چیز ہے جس نے قوم عاد پر بادِ صرصر مسلط کر دی؟ یہ لوگ مر کھپ گئے۔ اور زمین پر
ایسے مرے پڑے رہ گئے گویا درختوں کے بوٹے زمین پر گرے پڑے ہیں۔ یہ ہوا ایسی چلی کہ جہاں
سے گزری شہروں، آبادیوں، باغوں اور کھیتوں، چوپایوں، جانوروں کو تباہ و برباد کرتی چلی
گئی اور ایسی قیامت برپا کر دی کہ دنیا کی قوموں کے لئے عبرت کا سامان چھوڑ گئی۔

اور وہ کونسی چیز ہے جس نے قوم ثمود پر بادلوں کی گرج بھیجی کہ جس کی آواز سے لوگوں کے
دل اور شکم شق ہو کر رہ گئے اور تمام کے تمام مر کھپ گئے؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قوم لوط کی آبادیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب تک پہنچا دیا۔ اور
اس قدر آسمان کے قریب پہنچا دیا کہ کتوں کے بھونکنے کی آواز فرشتے سننے لگ گئے اور پھر اس طرح اس
طبقہ کو پلٹ دیا کہ اوپر کو تلے اور تلے کو اوپر کر دیا۔ اس طرح تمام کو ہلاک کر کے مارا۔ اور پھر ان پر جہنم
کے پکائے ہوئے پتھر آسمان سے گرائے گئے۔ اور انہیں ایسی سخت سزا دی گئی کہ دنیا میں ایسی سزا کسی
قوم کو نہیں دی گئی، کیا ایسا عذاب ظالموں سے دور رہ سکتا ہے؟ اور ظالم اس سے بچ سکتے ہیں۔

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قوم شعیب پر بادلوں کا عذاب بھیجا؟ یہ بادل چھتری کی طرح چھا
گئے اور جب ان کے سروں پر آ گئے تو ان پر آگ برسانے لگے۔

اور وہ کونسی چیز ہے جس نے فرعون کی قوم کو دریا برد کر دیا۔ اور انکی روحوں کو جہنم میں پہنچا
دیا؟ حق اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے جسم غرق ہونے ہی کے لئے اور ان کی روحیں جہنم میں جلنے ہی کے
لئے تھیں۔

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قارون، قارون کا گھر، اس کا مال، اور اس کے اہل و عیال کو

زمین میں دھنسا دیا؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے حضرت نوح ؑ کے بعد مختلف اوقات میں بے شمار قوموں کو انواع واقسام کے عذابوں سے دوچار کر دیا اور قومیں کی قومیں تباہ و برباد کر دی گئیں؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے صاحب یٰسین کی قوم کو بجلی کی کڑک سے ہلاک کر مارا تا آنکہ ایک نفر بھی زندہ نہ بچ سکا؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے بنی اسرائیل پر جابر و ظالم لوگوں کو بھیج کر انہیں تاراج و برباد کرا دیا، اور ان کے سامان، گھر، مال و اسباب سب کا سب لوٹ لیا گیا۔ مرد قتل کئے گئے بچے اور عورتیں اسیر کر لی گئیں۔ شہر کے شہر جلا کر خاکستر کر دیئے گئے۔ اور مال و دولت، غارتگری کے نذر ہو گئے، بار بار جابر، ظالم لوگ ان پر بھیجے گئے اور بار بار تباہ و برباد کر دیئے گئے، کونسی چیز تھی جس نے ان کو انواع واقسام کے عذابوں میں مبتلا کر دیا؟ ان پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے قتل و غارتگری کا نشانہ بنائے گئے، کبھی اسیر کئے گئے، کبھی ان کی آبادیاں کی آبادیاں تاراج کر دی گئیں۔ کبھی بادشاہوں کے جور و ستم کے نشانہ بنے اور کبھی ان کی صورتیں مسخ کر دی گئیں۔ اور بندر اور خنزیر کی صورتیں بنا دی گئیں، اور آخری انجام یہ ہوا کہ خود پروردگار عالم نے قسم کھا کر ان کی قسمتوں پر مہر لگا دی۔

لیبعثن علیھم الیٰ یوم القیامۃ من یسومھم سوء العذاب	قیامت تک ان لوگوں پر ایسے لوگوں کو خدا مسلط کرتا رہے گا کہ ان کو برے عذاب کا مزہ چکھاتے رہیں۔

حضرت امام احمدؒ سے مروی ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر اپنے والد جبیر سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جب قبرص فتح ہوا، قبرص کے باشندے تباہ حال ہو کر تتر بتر ہو گئے۔ جگہ جگہ سے رونے دھونے، آہ و بکا کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس وقت میں نے ابوالدرداءؓ کو دیکھا کہ وہ علیحدہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ میں ان کے قریب گیا اور کہا۔ ابوالدرداءؓ آج خدا نے اسلام اور مسلمانوں کو فتح و نصرت، عزت و عظمت بخشی ہے اور آپ رو رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ جبیر! خدا تیرا بھلا کرے۔ خدا کی نافرمانی کی وجہ سے آج اس مخلوق کا کیا حشر ہو رہا ہے؟ یہ لوگ کیسے ذلیل و خوار کر دیئے گئے؟ کل یہ قوم ایک قہار، زبردست طاقتور قوم تھی۔ بہت بڑا ملک ان کے قبضہ میں تھا لیکن اس نے احکام الٰہی کی خلاف ورزی تو آج اس کا حشر تمہارے سامنے ہے

اور ایک حدیث میں مروی ہے۔ آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا۔

لن یھلک الناس حتی یعذروا من انفسھم۔ — لوگ اس وقت تک ہرگز ہلاک نہیں کئے جاتے جب تک کہ وہ اپنے گناہوں کے لئے کوئی عذر پیش کر سکیں۔

اور مسند احمد میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں آنحضرت سے میں نے سنا ہے

اذا ظھرت المعاصی فی امتی عمھم اللہ بعذاب من عندہ — جب میری امت میں گناہوں کی کثرت ہو جائے گی تو اللہ تعالٰے خواص و عوام سب پر اپنا عذاب اتارے گا۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں یہ سن کر میں نے آنحضرت ؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا اسوقت صالح اور نیک بندے نہیں ہوں گے؟ آپ نے جواب دیا بلی کیوں نہیں ہوں گے۔ میں نے کہا۔ پھر ان لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔

یصیبھم ما اصاب الناس، ثم یصیرون الی مغفرۃ من دون اللہ ورضوان۔ — اور جو لوگوں پر افتاد آئے گی ان پر بھی آئے گی پھر اللہ تعالٰے کی جانب سے ان کی بخشش ہو گی اور ان کے لئے اللہ تعالٰے کی رضا مندی اترے گی

مراسیل حسن میں ہے کہ آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا۔

لا تزال ھذہ الامۃ تحت ید اللہ وفی کنفہ مالم یمالئ قراؤھا امراءھا وما لم یزک صلحاؤھا فجارھا وما لم یھن خیارھا شرارھا۔ فاذا فعلوا ذالک رفع اللہ یدہ عنھم ثم سلط علیھم جبابرتھم فیسومونھم سوء العذاب ثم ضربھم اللہ بالفاقہ والفقر — میری امت ہمیشہ اللہ تعالٰے کے ہاتھ کے نیچے اور اس کی بغل میں رہے گی۔ جب تک کہ علمائے امت اور قاری امیروں کی بیجا حمایت نہیں کریں گے نیک لوگ فاسقوں، تاجروں کی بیجا صفائی نہیں کریں گے اور شریر لوگ نیک لوگوں کی توہین و بے عزتی نہیں کریں گے۔ جب لوگ ایسا کرنے لگیں گے تو اللہ تعالٰے اپنا ہاتھ ان پر سے اٹھا لے گا۔ اور جابر۔ ظالم لوگوں کو ان پر مسلط کر دے گا جو ان پر سخت سے سخت عذاب کے پہاڑ توڑیں گے، اور پھر ان کو اللہ تعالٰے فقرو

فاقہ میں مبتلا کر دے گا۔

اور مسند میں حضرت ثوبان رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبہ — آدمی اپنے گناہوں کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

اسی مسند کے اندر مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

یوشك ان تداعی علیکم الامم من کل افق، کما تداعی الاکلۃ علی قصعتہا — ڈر ہے کہ دنیا کی قومیں تم پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں گی۔ جس طرح کہ بھوکے کھانے کے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی ؟ ۔آپ نے فرمایا

انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السیل۔ نزع المہابۃ من قلوب عدوکم ویجعل فی قلوبکم الوھن۔ — اس وقت تمہاری کثرت ہوگی، لیکن تمہاری حالت اس وقت سیلاب کے خس و خاشاک جیسی ہوگی تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اُٹھ جائے گا۔ اور تمہارے دلوں میں بزدلی پیدا ہو جائے گی۔

صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ بزدلی کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا

حب الحیاۃ وکراھیۃ الموت — زندگی سے محبت، اور موت کا ڈر

اسی مسند کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

لما عرج بی مررت بقوم لہم اظفار من نحاس یخمشون وجوھہم وصدورھم فقلت من ھا ولاء یا جبریل ؟ فقال ھا ولاء الذین یاکلون لحوم الناس ویقعون فی اعراضھم — جب مجھے معراج کے لئے لے گئے تو مجھے ایسے لوگوں پر سے گزارا گیا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنا منہ اور سینے نوچ رہے تھے۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو انسانوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (غیبت کرتے تھے) اور ان کی آبرو ریزی کیا کرتے تھے

اور جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

يخرج في آخر الزمان قوم يختلفون الدنيا بالدين ويلبسون للناس مسوك الضأن من اللين ألسنتهم احلى من السكر، وقلوبهم قلوب الذئاب يقول الله عز وجل أبي تغترون ام علي تجترؤن؟ فبي حلفت لا بعثن على اولئك فتنة تدع الحليم منهم حيرانا.

آخر زمانہ میں ایسے لوگ نکل کھڑے ہوں گے جو دین کو فریب کا ذریعہ بنا کر دنیا کمائیں گے، لوگوں کو دکھانے کی غرض سے بکریوں کی نرم کھال اوڑھ لیں گے ان کی زبانیں شکر سے بھی زیادہ شیریں ہوں گی۔ لیکن ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ انہیں کہے گا کیا تم میرے نام پر اکڑ بیٹھے؟ تم نے میرے خلاف جرأت کی؟ میں اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں ان لوگوں کو ایسے فتنہ اور عذاب میں ڈالونگا کہ بردبار لوگ بھی حیران ہو کر رہ جائیں گے۔

اور ابن ابی الدنیا حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں، حضرت علیؓ فرماتے تھے۔

يأتي على الناس زمان لا يبقى من الاسلام الا اسمه، ولا من القرآن الا رسمه مساجدهم يومئذ عامرة وهي خراب من الهدى علماءهم أشر من تحت اديم السماء منهم خرجت الفتنة وفيهم تعود

لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔ اور قرآن کے صرف حروف رہ جائیں گے، اس وقت مسجدیں ان کی بڑی عالی شان ہوں گی، مگر ہدایت سے خالی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والوں میں سب سے زیادہ برے لوگ ہوں گے انہی سے فتنے کھڑے ہوں گے اور ان ہی میں گھوم کر لوٹ آئیں گے۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے

اذا ظهر الربا والزنا في قرية اذن الله عز وجل بهلاكها

جب کسی آبادی میں سود اور زنا پھیل جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسے ہلاک کر دینے کا حکم صادر فرماتا ہے۔

اور مراسیل حسن میں ہے

اذا ظهر الناس العلم وضيعوا

جب علم کا مظاہرہ کرنے لگیں اور عمل کو چھوڑ

العمل و تحابوا بالالسن و تباغضوا بالقلوب وتقاطعوا بالارحام لعنهم اللہ عند ذالک فاصمھم و اعمی ابصارھم

بیٹھیں اور زبان سے تو محبت کا اظہار کریں اور دلوں میں بغض و کینہ رکھیں، اور رشتہ داریاں توڑ دیں تو اللہ تعالےٰ ان پر لعنت کرتا ہے اور ان کو بہرہ اندھا بنا دیتا ہے۔

اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ کی خدمت میں دس آدمیوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی ان میں سے ایک میں بھی، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کر کے فرمایا۔

یا معشر المهاجرین خمس خصال اعوذ باللہ ان تدرکوھن ما ظهرت الفاحشة فی قوم حتی اعلنوا بها الا ابتلوا بالطواعین والاوجاع التی لم تکن فی اسلافهم الذین مضوا ولا نقص قوم المکیال الا ابتلوا بالسنین وشدة المؤنة وجور السلطان وما منع قوم زکوة اموالهم الا منعوا القطر من السماء ولولا البهائم لم یمطروا ولا خفر قوم العهد الا سلط اللہ علیهم عدواً من غیرهم فاخذوا بعض ما فی ایدیهم وما لم تعمل ائمتهم بما انزل اللہ فی کتابه الا جعل اللہ باسهم بینهم۔

اے گروہ مہاجرین! پانچ چیزیں ہیں تمہارے حق میں بارگاہ الٰہی سے پناہ مانگتا ہوں ۱۔ جس قوم میں بدکاری پھیل جائے اور علانیہ بدکاری ہونے لگے تو اللہ تعالےٰ ان میں طاعون اور دوسری قسم کی بیماریاں بھیج دیتا ہے جو ان سے اگلوں میں نہیں تھیں ۲۔ جو لوگ ناپ تول میں خیانت کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان میں قحط سالی اور تنگی معاش کی مصیبت بھیج دیتا ہے، اور ظالم بادشاہ ان پر مسلط کر دیتا ہے۔ ۳۔ جو لوگ مال کی زکوٰۃ دینا بند کر دیتے ہیں تو اللہ تعالےٰ آسمان سے بارش روک دیتا ہے اور اگر چوپائے نہ ہوتے تو ان کے لئے پانی کبھی نہ برستا۔ ۴۔ جو لوگ عہد توڑ دیتے ہیں اللہ تعالےٰ ان پر باہر کا دشمن مسلط کر دیتا ہے جو ان کی مملوکہ چیزوں میں سے بعض کو چھین لیتا ہے ۵۔ ان کے ائمہ

اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی کتاب پر عمل کرنا

چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو لڑا مارتا ہے۔

اور مسند اور سنن میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "تم سے پہلے لوگ ایسے تھے کہ جب ان میں کوئی گناہ کرتا تو روکنے والے دوڑ پڑتے۔ اور اسے کہتے خدا سے ڈرو۔ لیکن دوسرے ہی دن وہ اسکے ساتھ خلا ملا کر لیتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے پیتے۔ گویا گذشتہ کل اس کا گناہ انہوں نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو ان کے دلوں میں باہم عداوت پیدا کر دی اور پھر ان کے پیغمبر حضرت داؤدؑ، اور حضرت عیسٰیؑ کی زبان سے ان پر لعنت کرائی اور یہ اس لئے کیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کر گئے تھے۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دو۔ ظالموں اور حق کے خلاف اقدام کرنے والوں کو روکو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں بھی عداوت پیدا کر دے گا۔ اور تم ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے لگو گے جس طرح کہ تم سے اگلے لوگ کیا کرتے تھے۔"

اور ابن ابی الدنیا نے ایک روایت نقل کی ہے: "اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نونؑ کو بذریعہ وحی یہ خبر بھیجی تھی کہ تیری قوم میں سے چالیس ہزار اچھے لوگوں کو۔ اور ساٹھ ہزار شریر بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا۔ پروردگار عالم شریروں کو ہلاک کرنا تو بجا ہے۔ لیکن بھلے لوگوں نے کیا خطا کی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ یہ اس لئے کہ جب میں ان شریروں پر خفا تھا تو یہ لوگ ان پر کیوں خفا نہ ہوئے۔ کیوں یہ لوگ ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے؟"

اور ابن عبد البر نے ابو عمران سے ایک روایت نقل کی ہے کہ "کسی آبادی کیلئے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے بھیجے کہ اس آبادی کو تباہ و برباد کر دو۔ جب یہ فرشتے وہاں پہنچے تو دیکھا ایک شخص مسجد میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا۔ اے پروردگار اس آبادی میں تیرا فلاں بندہ بھی تو ہے، جو نماز پڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آبادی کو اور آبادی کے ساتھ اس کو بھی ہلاک کر دو۔ میرے لئے اس کی پیشانی پر کبھی بل نہیں پڑے کبھی نافرمانوں پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔"

اور حمیدی نے حضرت مسعر کی روایت نقل کی ہے۔ "اللہ تعالیٰ نے کسی آبادی کو ہلاک

کرنے کے لئے ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ نے کہا پروردگارِ عالم اس آبادی میں فلاں عابد موجود ہے۔ اللہ تعالٰے نے وحی بھیجی کہ پہلے اس کو ہلاک کرو۔ پھر آبادی کو ہلاک کرو۔ کیونکہ میرے لئے کبھی اس کی پیشانی پر شکن نہیں پڑی "

اور ابن ابی الدنیا حضرت وہب ابن منبہ سے روایت کرتے ہیں "جب حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطا ہو گئی تو بارگاہِ الٰہی میں التجا کی۔ اے پروردگار عالم میری مغفرت فرما۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا تیرا گناہ میں معاف کرتا ہوں لیکن اس کی عار کا بوجھ بنی اسرائیل پر ڈالتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے، تو حاکم عادل ہے؟ تو کسی پر ظلم نہیں کیا کرتا، گناہ میں کروں اور سزا دوسرے بھگتیں۔ اللہ تعالٰے نے وحی بھیجی کہ جب تم سے خطا ہوئی تو ان لوگوں نے جلد ہی اس سے انکار (مخالفت) کیوں نہ کی۔

اور ابن ابی الدنیا نے حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت کی ہے کہ میں اور ایک اور شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ام المومنین! زلزلہ کے بارے میں کوئی حدیث تو بیان فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا " لوگ جب زناکاری کو جائز قرار دے لیں، شراب خواری کرنے لگیں۔ اور گانے بجانے کے آلات استعمال کرنے شروع کر دیتے ہیں تو آسمان پر غیرتِ الٰہی جوش میں آجاتی ہے۔ پھر وہ زمین کو زلزلہ کا حکم دیتا ہے اگر لوگ جلد سے جلد توبہ کر لیں گے اور معاصی ترک کر دیں گے تو ٹھیک ورنہ اللہ تعالٰے ان کی آبادی کو منہدم اور مسمار کر دیتا ہے۔ حضرت انس رضؓ نے کہا۔ ام المومنین! کیا یہ ان کے حق میں عذاب ہوگا؟ انہوں نے فرمایا نہیں یہ ایمان والوں کے حق میں پند و موعظت۔ اور رحمت ہے اور کافروں کے حق میں عذاب اور خدا کا قہر و غضب " حضرت انس رضؓ نے یہ سن کر کہا آنحضرتؐ کی وفات کے بعد میں نے ایسی خوش کن، فرحت انگیز حدیث کوئی نہیں سنی۔

اور ابن ابی الدنیا نے ایک مرسل حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد میں زمین کا زلزلہ ہوا تو آنحضرتؐ نے زمین پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ رک جا ابھی تیرے لئے اس کا وقت نہیں آیا۔ اس کے بعد آپؐ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

ان ربکم لیستعتبھم فاعتبوہ — تمہارا پروردگار تم کو گناہوں سے تائب ہونے کا حکم دیتا ہے، توبہ کرو

عہد فاروقی میں ایک مرتبہ زلزلہ آیا تو حضرت فاروق رضؓ نے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا

لوگو! یہ زلزلہ تمہاری کسی غلطی اور گناہ کی وجہ سے ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر دوبارہ یہ زلزلہ آیا تو میں تم میں ہرگز ہرگز نہیں رہوں گا۔

اور ابن ابی الدنیا نے مناقب فاروقی میں لکھا ہے۔ عہد فاروقی میں زلزلہ آیا تو حضرت فاروق رضؓ نے زمین پر اپنا ہاتھ مارا اور کہا۔ اے زمین تجھے کیا ہوا؟ تجھے کیا ہوا؟ اگر قیامت آنے والی ہے تو اپنے احوال بیان کرتی۔ میں نے آنحضرت سے سنا ہے۔

اذا کان یوم القیامۃ فلیس فیھا ذراع ولا شبر الا وھو ینطق — جب قیامت آنے گی تو ایک ہاتھ بھر اور ایک بالشت بھر زمین نہ ہوگی جو بول نہ اٹھے

اور امام احمدؒ نے حضرت صفیہؓ سے روایت کی ہے کہ عہد فاروقی میں مدینہ منورہ میں زلزلہ آیا۔ تو حضرت فاروق رضؓ نے فرمایا۔ لوگو! یہ کیا ہے؟ تم نے اتنی جلدی کیا کام کئے جو یہ زلزلہ آگیا؟ اگر اس کے بعد کوئی زلزلہ آیا تو مجھے مدینہ میں نہیں پاؤ گے۔"

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں "جب زمین پر گناہ ہونے لگتے ہیں تو زمین خوف الہی کے مارے لرزنے لگتی ہے اور زلزلہ آجاتا ہے اور زمین پر بسنے والوں کو تنبیہ کی جاتی ہے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں زلزلہ آیا تو انہوں نے ساری قلمرو میں یہ فرمان جاری کردیا حمد و صلوٰۃ کے بعد لکھا۔ اما بعد! یہ ایک ایسا عذاب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو عتاب فرماتا ہے۔ میں نے تمام شہروں اور آبادیوں میں یہ اعلان کردیا ہے کہ فلاں فلاں مہینہ میں فلاں فلاں دن تم شہروں اور آبادیوں سے باہر نکلو، اور جس کے پاس کچھ ہے وہ صدقہ خیرات نکالے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قد افلح من تزکّٰی و ذکر اسم ربہ فصلی۔ — تحقیق جو پاک صاف رہا۔ اور اپنے پروردگار کا نام لیتا رہا، نماز پڑھتا رہا وہ اپنی مراد کو پہنچ گیا۔

(اعلیٰ)

اور وہ پڑھا کرو جو حضرت آدمؑ پڑھا کرتے تھے۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین

(اعراف)

اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم یقیناً نامرادوں میں سے ہوں گے۔

اور وہ پڑھا کرو جو حضرت نوحؑ پڑھا کرتے تھے۔

والا تغفرلی و ترحمنی اکن من الخاسرین (ہود)	اگر تو میرا قصور معاف نہیں کرے گا اور مجھ پر رحم نہیں کرے گا تو میں نامرادوں میں سے ہونگا

اور وہ پڑھا کرو جو حضرت یونسؑ پڑھا کرتے تھے۔

لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین (انبیاء)	اے خدا تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ذات ہے میں ظلم کرنے والوں میں سے ہو گیا ہوں

اور حضرت امام احمدؒ حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے۔

اذا ضن الناس بالدینار والدرھم وتبایعوا بالعینة واتبعوا اذناب البقر وترکوا الجھاد فی سبیل اللہ انزل اللہ بھم بلاءً فلا یرفعه عنھم حتی یراجعوا دینھم	جب لوگ دینار و درہم میں بخل کرنے میں لگ جائیں گے اور عینہ(۱) کے طریقوں پر بیع و فروخت کرنے لگیں گے اور بیلوں کی دموں کے پیچھے ہی لگے رہیں گے(۲) اور جہاد ترک کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر بلا اتارے گا اور جب تک وہ دین کی طرف رجوع نہیں کریں گے یہ بلا ان سے دور نہیں کی جائے گی

ابوداؤدؒ نے اس حدیث کو باسناد حسن روایت کیا ہے

حضرت حسنؓ کہتے ہیں قسم خدا کی بیع "عینة" لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔

بخت نصر کے عہد کے بعض پیغمبروں نے جب بخت نصر کا عذاب اور ظلم دیکھا تو فرمانے لگے "اے خدا! یہ ہمارے ہاتھوں کی کمائی ہے کہ تو نے ایسے شخص کو ہم پر مسلط کر دیا ہے جو تجھے پہچانتا

۱۔ "بیع عینہ" کے معنی یہ ہیں کہ کوئی چیز مقررہ قیمت سے میعاد مقررہ کے وعدے سے اس شرط کے ساتھ فروخت کی جائے کہ مقررہ میعاد کے بعد اس سے کم قیمت پر واپس خریدے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک قسم کا سود ہے، اور بیع عینہ سود سے بچنے کا حیلہ ہے یہود عموماً اس قسم کا کاروبار کیا کرتے تھے اور مقصد یہ تھا کہ محرمات الٰہیہ کو حیلوں کے ذریعہ حلال کر لیا جائے اور یہ سراسر بے ایمانی ہے، رضا الٰہی اور منشاء خداوندی کے خلاف ہے۔

۲۔ "بیلوں کی دموں کے پیچھے لگے رہنے" کے معنی ہیں کہ صرف کھیتی پر تکیہ کر لیا جائے، سستی، کاہلی اختیار کر لیں، اور جہاد کا سلسلہ بند کر دیں، یہ بات مصیبت کا موجب اور سبب بن جاتی ہے۔

نہیں۔ اور ہم پر رحم نہیں کرتا۔"

بخت نصر نے ایک مرتبہ حضرت دانیال نبی سے پوچھا وہ کونسی چیز ہے جس نے مجھے تمہاری قوم پر مسلط کر دیا ؟ انہوں نے جواب دیا تیرے بڑے بڑے گناہوں نے اور میری قوم کے ظلم نے، جو خود انہوں نے اپنی جانوں پر کیا ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے حضرت عمار ابن یاسرؓ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت کی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

اذا اراد اللّٰہ بالعباد نقمۃ امات الاطفال واعقم ارحام النساء فتنزل النقمۃ ولیس فیھم مرحوم۔	جب اللہ تعالیٰ بندوں پر عذاب بھیجنا چاہتا ہے تو بچوں کو موت دے دیتا ہے اور عورتیں بانجھ ہو جاتی ہیں، اس وقت ان پر عذاب اترتا ہے، ان میں ایک شخص بھی رحم کے قابل نہیں ہوتا

اور مالک ابن دینار فرماتے ہیں میں نے حکمت کی کتابوں میں دیکھا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ جو لوگ میری اطاعت کریں گے ان پر بادشاہوں سے رحم کراؤں گا۔ اور جو لوگ میری نافرمانی کریں گے ان پر ان سے عذاب کراؤنگا۔ پس تم بادشاہوں کو گالیاں نہ دیا کرو، بلکہ خدا کی جناب میں توبہ کرو۔ تاکہ وہ بادشاہوں کو تم پر مہربان کر دے۔

مراسیل حسن کے اندر مروی ہے۔

اذا اراد اللّٰہ بقوم خیرا جعل امرھم الی حلمائھم وفیئھم عند سمحائھم واذا اراد اللّٰہ بقوم شرا جعل امرھم الی سفھائھم وفیئھم عند بخلائھم	اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اس کے اختیارات ان کے سمجھداروں کے ہاتھ میں دیدیتا ہے اور مال سخاوت کرنے والوں کو دیتا ہے۔ اور جب کسی قوم کے لئے برائی چاہتا ہے تو شریروں، احمقوں کو ان کا سردار بنا دیتا ہے، اور مال بخیلوں کو دیتا ہے۔

اور حضرت امام احمدؒ وغیرہ حضرت قتادہؒ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت یونسؑ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ اے پروردگار ! تو آسمان پر ہے اور ہم زمین پر، تیرے غضب اور تیری

رضامندی کی نشانی کیا ہے؟ اللہ تعالٰے نے جواب دیا جب میں تم پر اچھے لوگوں کو حاکم بناؤں سردار بناؤں تو یہ میری رضامندی کی علامت ہے اور جب شریر بدمعاشوں کو تم پر حاکم بناؤں تو یہ میری خفگی، اور ناراضگی کی نشانی ہے

اور ابن ابی الدنیا نے فضیل بن عیاضؒ سے روایت کی ہے۔

اوحی اللہ الی بعض الانبیاء اذا اعصانی من یعرفنی سلطت علیہ من لا یعرفنی

بعض پیغمبروں پر اللہ تعالٰے نے یہ وحی نازل فرمائی ہے کہ مجھے پہچاننے والا جب میری نافرمانی کرتا ہے تو میں اس پر ایسے شخص کو مسلط کر دیتا ہوں جو مجھے نہیں پہچانتا۔

نیز حضرت ابن عمرؓ سے ایک مرفوع روایت بھی انہوں نے نقل کی ہے کہ "قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ اللہ تعالٰے جھوٹے امیروں اور بدکار وزیروں، خائن اعوان و انصار و اہل کاروں اور قبیلوں، جماعتوں کے ظالم سرداروں، چودھریوں اور فاسق، بدکار قراء علماء کو جن کی پیشانیاں راہبوں کی سی ہونگی اور دل مردار جانوروں سے زیادہ متعفن و بدبودار، جن میں قسم کی خواہشات موجزن ہونگی، دنیا میں بھیج نہیں دے گا جب ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے اور ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے تو اللہ تعالٰے ان کے لئے خطرناک تاریک فتنے کھڑے کرے گا۔ جن میں یہ لوگ ٹامک ٹوئیاں مارتے رہیں گے قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اسلام کی زنجیر پارہ پارہ کر دی جائے گی تا آنکہ کوئی اللہ اللہ کہنے والا بھی باقی نہیں رہے گا۔ لوگو! امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا فرض انجام دیتے رہو، ورنہ اللہ تعالٰے تم پر اشرار کو مسلط کر دے گا، جو تمہیں بد سے بدتر عذاب میں مبتلا کر دیں گے، اس وقت جو اچھے لوگ ہوں گے تمہارے حق میں دعا کریں گے لیکن وہ مقبول نہ ہوگی۔ لوگو! امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے رہو۔ ورنہ وہ تم پر ایسے لوگوں کو بھیجے گا جو تمہارے چھوٹوں پر رحم نہیں کریں گے۔ تمہارے بڑوں کی توقیر و عزت نہیں کریں گے۔"

اور معجم طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا "لوگ جب ناپ تول میں کمی کرنے لگیں گے تو اللہ تعالٰے بارش روک لے گا، جب زنا کی کثرت ہو جائے گی تو موت عام ہو جائے گی۔ جب سود خواری پھیل جائے گی تو ان پر جنون مسلط ہو جائے گا۔ جب قتل و غارتگری کی کثرت ہو جائے گی تو اللہ تعالٰے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دے گا۔ جب لواطت کی کثرت

ہو جائے گی تو لوگ زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے۔ جب امر بالمعروف نہی عن المنکر ترک کر دیں گے تو ان کے نیک اعمال اوپر کو نہیں جائیں گے اور ان کی دعاؤں کی شنوائی نہ ہو گی"

یہ حدیث ابن ابی الدنیا نے بھی حضرت سعید سے روایت کی ہے۔

اور مسند وغیرہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں ایک مرتبہ آنحضرتؐ اس حالت میں میرے یہاں تشریف لائے کہ آپ کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ چہرے سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ آپ بہت ہی پریشان ہیں، آپؐ نے کسی سے بات چیت نہ کی اور وضو کر کے فوراً حجرے سے باہر تشریف لے گئے اور میں حجرے کے ایک کونے سے چپٹ کر کھڑی ہو گئی، آنحضرتؐ مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو گئے۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا "لوگو! اپنے رب سے ڈرو، اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ تم امر بالمعروف نہی عن المنکر کیا کرو، قبل اس کے کہ تمہاری دعا قبول نہ کی جائے، تم نصرت و امداد چاہو اور تمہاری مدد نہ کی جائے، تم مانگو اور تمہارا سوال رد کر دیا جائے، اور تمہیں کچھ نہ دیا جائے"۔

اور حضرت عمری الزاہد کا قول ہے "تمہاری غفلت اور خدا سے روگردانی کی یہ دلیل ہے کہ تمہارے سامنے خدا کی مرضی کے خلاف کام ہو رہا ہو اور تم دیکھتے رہو۔ اور چشم پوشی کر جاؤ۔ اور مخلوق کے ڈر سے جو تمہیں کسی قسم کا نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتی امر بالمعروف نہی عن المنکر ترک کر دو۔"

اور ان ہی کا قول ہے "جو شخص مخلوق کے ڈر سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر دیتا ہے۔ اس سے طاعت کی قوت سلب کر لی جاتی ہے اور پھر اس کی اولاد، اس کے غلام اس کے حق پدری، اور حق آقائی کا پاس نہیں کرتے۔"

اور حضرت امام احمدؒ اپنی مسند میں حضرت قیس بن ابی حازم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ لوگو! تم ہمیشہ اس آیت کی تلاوت کرتے ہو۔ اور بے محل اس کا حکم چلاتے ہو۔

یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔ (مائدہ)	ایمان والو! تم اپنی خبر رکھو۔ جب تم راہ راست پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے تم کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

میں نے تو رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے یہ سنا ہے۔

اذا راؤا الظالم۔ فلم یاخذوا	جب لوگ دیکھیں کہ ظالم ظلم کر رہا ہے، پھر بھی

على يديه - وفي لفظ - اذا رؤا المنكر فلم يغيروه او شك ان يعمهم بعقاب من عنده

وہ اس کا ہاتھ نہیں پکڑتے۔ دوسرے الفاظ یہ ہیں - جب لوگ منکر امر کو دیکھیں۔ اور اسے نہ روکیں تو ڈر ہے کہیں اللہ تعالےٰ اپنا عذاب سب پر عام نہ کرے۔

امام اوزاعی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

اذا اخفیت الخطیئۃ فلا تضر الا صاحبھا واذا ظھرت فلم تغیر تضر العامۃ۔

گناہ جب چھپا رہتا ہے تو گناہ کرنے والے کے سوا کسی اور کو نقصان نہیں پہنچاتا اور جب ظاہر ہو جاتا ہے تو عام نقصان پہنچانے سے باز نہیں رہتا۔

امام احمدؒ حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں - فرمایا۔ ڈر ہے آباد اور معمور بستیاں ویران ہو جائیں گی۔ پھر فرمانے لگے یہ اس وقت ہوگا جبکہ فاسق و فاجر لوگ نیک لوگوں کے مقابلہ میں ابھر آئیں گے۔ قوم کے سردار منافق لوگ ہوں گے۔"

امام اوزاعی حضرت حسان بن عطیہ سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "میری امت کے اشرار، اخیار اور بھلے لوگوں کے مقابلہ میں ابھریں گے۔ اور ایسے ابھریں گے کہ ایمان والے لوگ اس طرح چھپا کریں گے جس طرح آج منافق ہم سے چھپا کرتے ہیں۔"

ابن ابی الدنیا حضرت ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں۔ "ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مومن کا دل ایسا گھل کر رہ جائے گا۔ جیسا پانی میں نمک گھل کر رہ جاتا ہے۔" صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہؐ ایسا کیوں ہوگا؟ فرمایا۔

"منکرات دیکھیں گے لیکن روکنے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔"

امام احمدؒ حضرت جریرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "جس قوم میں گناہوں کا ارتکاب ہو۔ اور بدکرداروں کے مقابلہ میں دوسرے لوگ غالب ہوں، اور پھر بھی وہ ان کو نہ روکیں تو اللہ تعالےٰ تمام پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔"

صحیح بخاری میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

"قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ جہنم میں اس کی آنتیں نکل پڑیں گی۔ اور وہ دیوانہ وار اس طرح جہنم میں چکر لگائے گا جس طرح چکی

کے گرد گدھا چکر لگایا کرتا ہے یہ دیکھ کر دوسرے جہنمی اسکے ارد گرد جمع ہوجائیں گے۔ اور اس سے پوچھیں گے، تیرا یہ حال کیوں ہے ؟ تو تو ہمیں اچھے کاموں کا حکم دیا کرتا تھا اور برائیوں سے روکتا تھا، وہ جواب دے گا میں تمہیں اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا لیکن میں خود عمل نہیں کیا کرتا تھا۔ بری چیزوں سے روکتا تھا لیکن میں بری چیزوں سے خود باز نہیں رہتا تھا۔"

اور امام احمد بن حنبلؒ حضرت مالک بن دینارؒ سے روایت کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں ایک بڑا زبردست عالم تھا۔ اس کے مکان پر ہمیشہ مردوں، عورتوں کا ہجوم رہا کرتا تھا یہ انہیں وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا، عبرت و نصیحت کے لئے تاریخی واقعات پیش کرکے نیکی کے لئے آمادہ کرتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے دیکھا کہ اس کا لڑکا کسی عورت کو آنکھیں مار رہا ہے۔ وہ بولا بیٹا یہ کیا ہو رہا ہے ؟ بیٹا یہ کیا ہو رہا ہے ؟ اس کے بعد وہ فوراً تخت سے نیچے آگرا۔ اور اس کا بھیجا پھٹ گیا۔ اس کی بی بی بھی گر پڑی۔ اور اس کے لڑکے قتل کردیئے گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے پیغمبر کو وحی سے خبر دی کہ فلاں عالم کو خبر دیدو کہ تیری پشت میں اب کوئی صدیق پیدا نہیں ہوگا۔ میرے لئے تیرا غصہ بس صرف اسقدر تھا۔

اور امام احمدؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی اپنے کو بچاؤ۔ کیونکہ جب یہ گناہ بہت جمع ہوجاتے ہیں تو بندے کو ہلاک کردیتے ہیں۔" اس کے بعد آنحضرتؐ نے اس کی مثال پیش فرمائی کہ لوگوں کا قافلہ جب جنگل میں کسی میدان میں منزل کرتا ہے۔ اور جب کھانا پکانے کا وقت آتا ہے تو کوئی ادھر ادھر سے لکڑی لے آتا ہے، کوئی اونٹ کی خشک مینگنیاں لے آتا ہے کوئی کیا اور کوئی کیا۔ تاآنکہ ایندھن کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ پھر جب اس میں آگ سلگائی جاتی ہے تو ہرا سوکھا سب اس میں جل جاتا ہے۔"

اور صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں "تم ایسے کام کیا کرتے ہو جو تمہاری نگاہوں میں بال سے باریک اور معمولی نظر آتے ہیں لیکن ہم ایسے کاموں کو عہد نبوی میں مہلکات میں شمار کرتے تھے۔"

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ "ایک عورت کو اس لئے عذاب دیا گیا کہ اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا۔

نہ تو وہ اسے کھلاتی پلاتی تھی۔ نہ اسے کھولتی تھی تاکہ وہ ادہر ادہر سے چن کر اپنا پیٹ بھر لیتی۔ اسی حالت میں وہ بلی مر گئی۔

ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت حذیفہ رض کی ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہؓ سے ایک دن پوچھا گیا کیا بنی اسرائیل نے اپنا دین ترک کر دیا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ یہ تھا کہ جب ان کو کسی بات کا حکم دیا جاتا تھا تو وہ اس پر عمل نہیں کرتے تھے کسی چیز سے روکا جاتا تھا تو وہ اسے ضرور کرتے تھے اور اس طرح انہوں نے اپنے دین کا چولہ اتار پھینکا تھا، جس طرح آدمی اپنا قمیص اتار پھینکتا ہے۔

بعض سلف کا قول ہے "معاصی کفر کے قاصد ہیں جس طرح کہ بوسہ جماع کا قاصد ہے اور گانا زنا کا، نگاہ عشق کا۔ بیماری موت کا قاصد ہے۔"

اسی حلیہ کے اندر حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں "اے گناہ کرنے والے تو گناہ کے فتنہ اور اس کے انجام بد سے بے خوف نہ رہنا کیونکہ یہ اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے اپنے داہنے اور بائیں دو فرشتے ہیں، ان سے شرم وحیا نہ کرنا اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے تمہارا ہنسنا اور اس کا اندازہ نہ کرنا کہ اس کے بدلہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، یہ اس ہنسی سے بھی بڑا گناہ ہے، گناہ پر تمہارا خوش ہونا، اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے، گناہ کرنا اور اس پر نادم نہ ہونا گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔ ہوا تمہارے دروازے کے پردہ کو حرکت دے پھر بھی تم گناہ میں مشغول ہو اور دل میں یہ خوف پیدا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے تو یہ اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے، خدا تمہارا بھلا کرے۔" حضرت ایوبؑ نے کیا گناہ کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک سخت ترین بیماری میں مبتلا کر دیا۔ اور ان کا سارا مال چھین لیا؟ گناہ تو صرف اتنا ہی تھا کہ ایک غریب مسکین نے ایک ظالم کے ہاتھ سے چھڑانے کی ان سے درخواست کی اور انہوں نے اس کی فریاد نہ سنی اور ظالم کو نہ روکا۔

امام احمدؒ روایت کرتے ہیں حضرت بلال بن سعد کہا کرتے تھے "یہ نہ دیکھو کہ گناہ چھوٹا ہے یہ دیکھو کہ تم کس کی نافرمانی کر رہے ہو؟"

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں "گناہ کو تم جس قدر چھوٹا سمجھو گے اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہو جائیگا، اور گناہ کو تم جس قدر تم بڑا سمجھو گے اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھوٹا ہو جائیگا"

کتابوں میں یہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی کے ذریعہ یہ فرمایا کہ "اے موسیٰ!

میری مخلوق میں سے سب سے پہلے جس کو موت نے گھیرا وہ ابلیس ہے۔ میری نافرمانی سب سے پہلے اسی نے کی۔ جو لوگ میری نافرمانی کرتے ہیں ان کو میں مردہ ہی سمجھتا ہوں۔"

اور مسند اور جامع ترمذی کے اندر حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پہ ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لیتا ہے اور گناہ چھوڑ دیتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ صاف ہو جاتا ہے۔ اگر وہ زیادہ گناہ کرتا ہے تو زیادہ سیاہ نقطے پڑ جاتے ہیں تا آنکہ اس کا سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہی وہ سیاہی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

کلا بل ران علی قلوبهم ما کانوا یکسبون۔ (مطففین) — نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے دلوں پر انہی کے اعمال کے زنگ بیٹھ گئے ہیں۔

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں ھذا حدیث صحیح (یہ صحیح حدیث ہے)

اور حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں "جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اور گناہ کرتے کرتے اس کا سارا دل گرد آلود بکری کی مانند ہو جاتا ہے۔"

امام احمدؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

"اما بعد! اے قریش! اس حکومت کے حقدار تم ہی ہو۔ لیکن اس وقت تک کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرو گے۔ جب تم اس کی نافرمانی کرو گے تو وہ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دیگا جو تمہیں چھیل ڈالیں گے۔ اور اس طرح تمہاری کھال اتاریں گے جس طرح یہ لکڑی چھیل دی گئی۔ یہ کہہ کر آپ نے اس لکڑی کی طرف اشارہ فرمایا جو آپ کے ہاتھ میں تھی۔ اور آپ نے لکڑی کی چھال اتار دی اور سفید چکنی لکڑی اندر سے نکل آئی۔

امام احمدؒ حضرت وہب سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "بنی اسرائیل کو اللہ رب العالمین نے فرمایا تھا۔ میری اطاعت و پیروی کی جاتی ہے تو میں خوش ہوتا ہوں۔ اور جب میں خوش ہوتا ہوں تو برکت دیتا ہوں۔ اور میری برکت کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اور جب میری نافرمانی کی جاتی ہے تو میرا غضب نازل ہوتا ہے۔ اور جب میرا غضب نازل ہوتا ہے تو میری لعنت نافرمانی کرنیوالے کی ساتویں اولاد تک پہنچتی ہے۔"

نیز امام احمدؒ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت معاویہؓ کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں انہوں نے لکھا۔

امابعد ! فان العبد اذا عمل بمعصیۃ اللہ عاد حامدہ ذاماً۔ — اما بعد ! جب بندہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کی تعریف کرنیوالے بھی اسکی مذمت کرنے لگتے ہیں

ابونعیم حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "آدمی کو چاہیئے کہ ایمان والوں کی لعنت سے اپنے کو بچائے۔ کیونکہ وہ اس طرح نازل ہوتی ہے کہ اس کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ اسکے بعد فرمایا جانتے ہو یہ کس طرح ؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے دلوں میں اس کی جانب سے اس طرح نفرت پیدا کر دیتا ہے کہ اس کی سمجھ میں نہیں آتا۔"

عبداللہ بن امام احمدؒ کتاب الزہد میں روایت کرتے ہیں کہ امام محمد بن سیرینؒ کچھ قرض دار ہو گئے تھے۔ اور قرض کے غم میں بہت پریشان رہتے۔ ایک دن فرمانے لگے اس غم اور پریشانی کا سبب مجھے اچھی طرح معلوم ہے، یہ اس گناہ کا نتیجہ ہے جو اس سے چالیس سال پیشتر مجھ سے سرزد ہوا تھا۔"

یہاں ایک باریک نکتہ ہے، جس کے سمجھنے میں عموماً لوگوں نے غلطی کی ہے۔ اور وہ یہ کہ گناہ کی تاثیر فوری طور پر نظر نہیں آتی اور بندہ گناہوں کو بھول جاتا ہے اور پھر خیال کرنے لگتا ہے کہ گناہ کا کچھ اثر باقی نہیں رہا۔ اور اس شعر کے مطابق اس کے خیالات ہو جاتے ہیں۔

اذا لم یغبر حائطا فی وقوعہ — فلیس لہ بعد الوقوع غبار

جب دیوار کے گرتے وقت غبار نہ اڑی — تو گر جانے کے بعد کیا غبار اٹھے گی

اللہ۔ اللہ ! اس دقیق نکتہ سے بے خبری کی وجہ سے خدا کی کتنی مخلوق ہلاک و برباد گئی۔ اور خدا کی بڑی بڑی نعمتوں سے خدا کے بندے محروم ہو گئے ؟ اور کیسے کیسے عذاب اپنے سروں پہ اٹھا لئے۔ بڑے بڑے علماء فضلاء دھوکہ کھا گئے۔ جہال اور احمقوں کا تو پوچھنا ہی کیا۔ یہ فریب خوردہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ عرصہ کے بعد بھی گناہوں کا پھوڑا پھوٹے بغیر نہیں رہے گا، تلوار اور نیزے کا زخم بھر جاتا ہے مگر معمولی سی بے احتیاطی اور بد پرہیزی اسے تازہ کر دیتی ہے۔

اور امام احمدؒ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کرتے ہیں" اللہ تعالیٰ کی عبادت تم اس طرح کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہو۔ اور اپنے کو مردہ سمجھو اور یہ سمجھ لو کہ تھوڑا سا جو تمہیں کافی ہو جائے، غفلت میں ڈالنے والے کثیر سے بہتر ہے۔ اور سمجھ لو نیکی پرانی نہیں ہوتی، اور گناہ کو کبھی بھولنا نہیں چاہیئے۔"

ایک بزرگ نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا۔ اور اس کی خوبصورتی پر کچھ دیر غور کرتے رہے جب رات کو سو گئے تو خواب میں وہ لڑکا ان کے سامنے آیا۔ اور کہنے لگا۔ اس کا انجام

تم چالیس سال کے بعد دیکھو گے"۔ گناہوں کا اثر گو بدیر ظاہر ہوتا ہے لیکن اس کا کچھ نہ کچھ اثر فوری طور پر ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمان تیمی کہتے ہیں" انسان رات کو مخفی طور پر گناہ کرتا ہے لیکن صبح کو وہ اس حالت میں اٹھتا ہے کہ اس کی ذلت اس کے سر پر سوار ہوتی ہے "۔

حضرت یحیٰی بن معاذ الرازی کہتے ہیں مجھے اس عقلمند پر تعجب ہوتا ہے جو یہ دعا مانگتا ہے اللھم لا تشمت بی الاعداء (اے اللہ دشمنوں کو مجھ پر نہ ہنسا) لیکن افسوس وہ خود دشمنوں کو اپنے اوپر ہنساتا ہے۔ کسی نے پوچھا یہ کیونکر؟ فرمایا اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرتا ہے جس سے قیامت کے دن یقیناً اس کی ہنسی اڑائی جائے گی۔

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں جو شخص چھپ چھپا کر اللہ تعالےٰ کے ساتھ خیانت کرے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کی مخفی چیز کو ظاہر کر دے گا اور اس کا راز فاش کر دے گا۔

فصل

(گناہوں کے بیشمار قبیح و مذموم اثرات ہیں جو قلب و جسم، دنیا و آخرت دونوں کے حق میں مضر ہیں جن کی تفصیلات کا علم اللہ تعالےٰ ہی کو ہے۔)

گناہوں کے بے شمار اثرات ہیں، چنانچہ گناہوں کے اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ گنہگار علم سے محروم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ علم ایک نور الٰہی ہے، جسے اللہ تعالےٰ انسانوں کے قلوب میں القا فرماتا ہے، اور گناہوں کی یہ شان ہے کہ وہ اس نور کو بجھا دیتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت امام شافعیؒ نے حضرت امام مالکؒ کے سامنے زانوئے شاگردی بچھایا۔ اور ان سے درس لینے لگے تو ان کی فطانت، ذہانت، فہم و بصیرت کی بے پناہ کثرت و فراوانی نے حضرت امام مالکؒ کو انتہائی حیرت میں ڈال دیا اور فرمانے لگے "میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے قلب میں نور القا فرما دیا ہے، کہیں تم اس نور کو گناہوں کی ظلمت سے بجھا نہ دینا" اور اسی معنی میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ شعر ہیں۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی	فارشدنی الی ترک المعاصی
امام وکیع کے سامنے میں نے اپنے حافظہ کی کمزوری کی	شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں سے بچنے کی ہدایت فرمائی
فان العلم فضل من اللہ	وفضل اللہ لا یؤتی العاصی
اور فرمایا سمجھ لو کہ علم اللہ تعالےٰ کا فضل و انعام ہے۔	اور اللہ تعالےٰ کا فضل و انعام نافرمانوں کو نہیں ملا کرتا

ایک اثر یہ بھی ہے کہ انسان کی روزی اور رزق میں تنگی ہو جاتی ہے اور وہ فسق ومعاصی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مسند احمد میں مروی ہے۔

ان العبد ليحرم الرزق بالذنب يصيبه۔ بندہ اپنے ارتکاب گناہ سے روزی ورزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس طرح تقویٰ و پرہیز گاری روزی کو کھینچتی ہے انحراف و اعراض فقر و افلاس کو جلب کرتا ہے۔ حصول رزق اور فراخی معاش کے لئے ترک گناہ سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

گناہوں کا "ایک اثر یہ بھی ہے کہ گنہگار کے قلب اور خدا کے درمیان ایک خطرناک نامانوسیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ وحشت اس قدر خطرناک ہوتی ہے کہ دنیا و ما فیہا کی ساری لذتیں بھی اسے میسر آجائیں تو وہ بے کیف ہی رہتا ہے۔ اس وحشت کی وجہ سے کوئی لذت و سرور اسے مسرور نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ حقیقت خدا کا بندہ وہی سمجھ سکتا ہے جو زندہ دل ہو۔ اور اس کا قلب بیدار ہو۔ مردے کو تو کوئی سا بھی زخم لگایا جائے اسے تکلیف نہیں پہنچتی۔ پس اگر اس وحشت سے بچنے کے لئے اور وحشت کے گڑھے سے محفوظ رہنے کے لئے ہی گناہوں کا ترک کرنا مفید اور اثر انداز ہے۔ تو صاحب عقل و بصیرت کے لئے گناہوں سے بچنے کے لئے صرف یہ ایک سبب کافی وافی ہے۔

کسی شخص نے بعض عارفین کے سامنے اپنی وحشت قلبی کی شکایت کی تو انہوں نے کہا جب گناہوں کی وجہ سے تم وحشت میں مبتلا ہو تو تم گناہ کیوں ترک نہیں کر دیتے؟ گناہ ترک کر دو گے تو تمہیں اللہ تعالےٰ سے اُنس پیدا ہو جائے گا اور تمہیں سکون و اطمینان حاصل ہو جائیگا خوب سمجھ لینا چاہئے کہ پے در پے گناہ کرنے سے قلب پر وحشت کا بوجھ بڑھتا چلا جاتا ہے اور یہ ایسا خطرناک بار ہوتا ہے کہ اس سے بدتر اور خطرناک بار کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ واللہ المستعان

ایک اثر گناہوں کا یہ بھی ہے کہ گنہگار کو لوگوں سے وحشت ہو جاتی ہے خصوصاً ارباب خیر و صلاح سے۔ اس کو کچھ ایسی نفرت ہو جاتی ہے کہ وہ ان سے دُور بھاگتا ہے۔ اور جس قدر یہ وحشت اس کے اندر ترقی کرتی جاتی ہے اسی قدر وہ ایسے لوگوں سے دُور بھاگتا رہتا ہے۔ اور ان کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے سے گریز کرتا ہے جس کا نتیجہ

یہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے استفادہ کرنے سے بھی محروم ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ جس قدر رحمانی گروہ سے دور ہوتا جاتا ہے، شیطانی گروہ سے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ اور یہ وحشت شدہ شدہ اس قدر ترقی کر جاتی ہے کہ اس کو اپنی بی بی، بچوں، اقربا، اعزہ بلکہ اپنی جان تک سے وحشت و نفرت ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ سلف صالحین میں سے بعض کا قول ہے کہ جب کبھی مجھ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو جاتی ہے تو اس کا اثر میں اپنی سواری کے جانور اور اپنی بیوی کے برتاؤ میں بھی محسوس کرتا ہوں

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ گنہگار کے معاملات میں طرح طرح کی مشکلات اور دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس کام کا بھی وہ عزم و ارادہ کرتا ہے اسے اس کا دروازہ بند نظر آتا ہے۔ یا؟ اسے سخت دشوار پاتا ہے بخلاف اس کے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کے تمام کام آسان ہو جاتے ہیں۔ پس جو شخص تقویٰ، پرہیزگاری کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے سارے کام مشکل اور دشوار ہو جاتے ہیں۔ حسرت ہے کہ جب کوئی اپنے سامنے خیر و فلاح کے دروازے کو بند پاتا ہے یا راہ کو دشوار گزار دیکھتا ہے تو اسے یہ کیوں نہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ خیر و صلاح کہاں سے آتے ہیں۔

گناہ کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ نافرمان آدمی اپنے قلب کے اندر ایک خطرناک ظلمت و تاریکی دیکھتا ہے اور وہ اس ظلمت و تاریکی کو اسی طرح محسوس کرتا ہے جس طرح آدمی تاریک رات کی ظلمت اور تاریکی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ طاعت و عبادت ایک نور ہے، اور معصیت تاریکی ہے، جب معصیت بڑھ جاتی ہے تو گنہگار کی حیرانی و پریشانی بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ وہ ہر قسم کی بدعات اور گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، مہلک اور خطرناک امور میں پھنس کر اس کی جان وبال میں پڑ جاتی ہے۔ اور پھر طرفہ تماشہ یہ کہ اسے اپنی اس حالت کا شعور و احساس تک نہیں ہوتا اور اس کی حالت ایک ایسے اندھے کی سی ہو جاتی ہے جو اندھیری رات میں نکل کھڑا ہو۔ اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرے۔

اور پھر یہ ظلمت و تاریکی رفتہ رفتہ اس قدر ترقی کر جاتی ہے کہ اس کی آنکھوں سے ظاہر ہونے لگتی ہے۔ اور پھر شدہ شدہ اسکے منہ اور چہرے پر بھی چھا جاتی ہے۔ اور یہ سیاہی ایسی نمودار ہو جاتی ہے کہ ہر شخص اسے دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ

ابن عباسؓ فرماتے ہیں

ان للحسنة ضياءً في الوجه ونوراً في القلب وسعة في الرزق وقوة للبدن ومحبة في قلوب الخلق. وان للسيئة سواداً في الوجه وظلمة في القبر والقلب ووهناً في البدن ونقصاً في الرزق وبغضة في قلوب الخلق.

نیکی سے چہرہ پر روشنی ہوتی ہے۔ قلب میں نور پیدا ہوتا ہے، رزق سے فراخی ہوتی ہے بدن میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور مخلوق کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور گناہ سے چہرہ پر سیاہی آجاتی ہے، قبر اور دل میں ظلمت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے جسم میں کمزوری پیدا ہوجاتی ہے اور روزی میں تنگی ہوجاتی ہے، اور مخلوق کے دلوں میں بغض و نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ معاصی سے قلب اور بدن کمزور اور بزدل ہوجاتا ہے۔ قلب کی کمزوری تو بالکل ظاہر ہے، قلب کی کمزوری بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ بالآخر اس کی زندگی ختم ہوجاتی ہے۔

جسم اور کمزوری کی حقیقت یہ ہے کہ مومن کی قوت کا دار و مدار اسکے قلب کی قوت پر ہے جب مومن کا قلب قوی اور مضبوط ہے تو اس کا جسم خواہ مخواہ بھی قوی اور مضبوط ہوتا ہے۔ بخلاف فاسق و فاجر کے کہ اس کا حال بالکل اس کے برعکس ہوتا ہے اگرچہ وہ جسم و بدن کے لحاظ سے کتنا ہی قوی اور مضبوط کیوں نہ ہو لیکن بزدل و کمزور ہوتا ہے اور وقت ضرورت اس کی جسمانی طاقت بالکل بے کار ثابت ہوتی ہے اور جان بچانے کے موقع پر اس کی ساری قوتیں اس سے بیوفائی کر جاتی ہیں۔ چنانچہ اہل فارس و روم کے بہادروں پر غور کرو کہ یہ لوگ کس قدر قوی اور مضبوط تھے لیکن عین تحفظ و دفاع کے موقع پر ان کی قوتوں اور طاقتوں نے ان کے ساتھ کیسی خیانت اور بے وفائی کی۔ اور اہل ایمان اپنی ایمانی قوت اور جسم و قلب کی طاقت سے ان پر کس طرح غالب اور مسلط ہوگئے۔

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ انسان کو اطاعت خداوندی سے روک دیتی ہیں اور صرف یہی ایک سزا ہوتی تو تنہی یہی ایک عقوبت و سزا بننے کے لئے بہت ہی سخت تھی۔ یہ سزا اسکا کے لئے طاعت و عبادت کا دوسرا راستہ بند کر دیتی ہے اور پھر اس سے اس

کے لئے تیسرا راستہ بھی منقطع ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس سے چوتھا اور اس طرح یہ سلسلہ یکے بعد دیگرے طویل ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح بندہ کیلئے بہت سی طاعتوں کی راہیں بند ہو جاتی ہیں حالانکہ اس کے حق میں ہر طاعت وعبادت دنیا ومافیہا سے بہتر اور قیمتی۔ اور موجب خیر وبرکت تھی۔ اور اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ ایک آدمی کسی ایسی چیز کا ایک لقمہ کھا لیتا ہے جو اسے ایک طویل مرض میں مبتلا کر دیتا ہے اور پھر وہ اس کی وجہ سے طویل عرصہ تک لذیذ غذاؤں سے محروم ہو جاتا ہے جن کا ہر لقمہ کہیں زیادہ لذیذ اور بہتر تھا۔ واللہ المستعان۔

گناہوں کی ایک تاثیر یہ ہے کہ گناہ عمر کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اور عمر کی ساری برکتیں اس سے چھن جاتی ہیں اور یہ لازمی امر ہے کہ نیکی جس طرح عمر کو بڑھاتی ہے، فسق وفجور سے عمر کوتاہ ہوتی ہے۔

اس مقام پر علماء کرام میں کچھ اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ گناہ سے عمر کی کوتاہی کا یہ مطلب ہے کہ عمر کی برکتیں کم ہو جاتی ہیں۔ اور عمر اس کے حق میں موجب زحمت ووبال بن جاتی ہے اور ہمارے نزدیک یہی معنی حق اور صحیح ہیں۔ کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ گناہوں کی تاثیر یہ ہے کہ اس سے عمر کی برکتیں سلب ہو جاتی ہیں۔

دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ نہیں بلکہ گناہ حقیقتاً عمر کو کم کر دیتے ہیں جس طرح کہ روزی کم ہو جاتی ہے حق سبحانہ وتعالیٰ نے رزق وروزی میں خیر وبرکت عطا کرنے کے بہت سے اسباب رکھے ہیں جن کے ذریعہ رزق وروزی میں برکت وفراوانی عطا کرتا ہے۔ اسی طرح اس نے عمر میں برکت عطا کرنے کیلئے بھی بہت سے اسباب رکھے ہیں جن کے ذریعہ عمر بڑھتی ہے۔ ان علماء کا یہ کہنا ہے کہ ہمارے اس مسلک پر کہ اسباب کے ذریعہ عمر بڑھتی ہے اور گھٹتی ہے کوئی اعتراض اور استحالہ لازم نہیں آتا جبکہ روزی، عمر، اجل، سعادت، شقاوت، صحت ومرض، غنا وفقر وغیرہ تمام امور قضاء الٰہی سے وابستہ ہیں باوجود اس کے حق سبحانہ وتعالیٰ ان اسباب کے ذریعہ جو اپنے مسببات کے مقتضی ہیں اپنی مشیت وارادہ ہی سے فیصلہ اور حکم فرماتا ہے (اسی پر عمر کے مسئلہ کو بھی قیاس کر لیجئے۔)

ایک تیسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ عمر کم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ گناہوں کی وجہ سے حقیقی عمر فوت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حقیقی اور اصلی زندگی یہ ہے کہ انسان کا قلب زندہ ہو، چنانچہ اسی معنی کی رو سے اللہ تعالیٰ نے کافر کو مردہ کہا ہے جیسا کہ سورہ نحل کے اندر ارشاد ہے۔

اموات غیر احیاء (نحل) کافر مردے ہیں جن میں جان نہیں۔

پس حقیقی زندگی قلب کی زندگی ہے اور انسان کی عمر اسی کی اسی زندگی کے زمانہ کا نام ہے۔ انسان کی عمر اس کے وہی اوقات زندگی ہیں جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ گزاریں اور یہی اوقات اس کی عمر کی حقیقی ساعتیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ تقویٰ و پرہیزگاری۔ طاعت وعبادات ان اوقات میں اضافہ کرتی ہیں اور خیر و برکت پیدا کرتی ہیں جو انسان کی حقیقی عمر ہے جس کے بغیر عمر کی کوئی حقیقت نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بندہ جب اللہ تعالےٰ کی جناب سے گریز کرتا ہے اور معاصی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی وہ حقیقی زندگی فنا ہو جاتی ہے جس کے فنا ہو جانے کا افسوس اس کو اس دن ہوگا جس دن اس کی زبان سے بے ساختہ نکلنے لگے گا۔

یا لیتنی قدمت لحیاتی (سورہ فجر) کاش کہ میں اپنی آخرت کی اس زندگی کے لئے پہلے سے کچھ حاصل کر چکا ہوتا۔

یہاں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ بندے کی کئی حالتیں ہیں۔ یا تو بندہ اپنی دنیوی اور اخروی مصالح سے بے خبر ہے یا باخبر۔ اگر اس سے بالکل بے خبر ہے تو اس کی ساری عمر رائیگاں گئی۔ اور اگر وہ ان مصالح سے بے خبر ہے اور پھر بھی وہ معاصی میں گرفتار ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ راہ کے عوائق و مشکلات کی وجہ سے اصل راہ اس کے لئے طول و طویل ہو گئی اور خیر و صلاح کے اسباب اس کے لئے دشوار ہو گئے۔ اور اسی قدر دشوار ہو گئے جس قدر خیر و صلاح کی اضداد۔ اور مخالف امور میں اس کی مشغولیت رہی۔ اور بندے کی یہ حالت بھی اس کی حقیقی عمر کا عظیم الشان نقصان ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مسئلہ کا حقیقی راز یہ ہے کہ حقیقتاً انسان کی عمر اس کی زندگی کی مدت کا نام ہے اور یہ بالکل واضح ہے کہ انسان کی زندگی یہی ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرے اسکی محبت و ذکر سے لذت اندوز ہو۔ اور اس کی رضامندی و رضاجوئی کو سب سے مقدم سمجھے۔

فصل

(ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہو جاتا ہے)

گناہوں کا خاصہ یہ ہے کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کیلئے بیج کا کام کرتا ہے، اور ایک سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا گناہ پیدا ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ آدمی کیلئے گناہ کو چھوڑنا اور اس بھنور سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ بعض سلف صالحین کا ارشاد ہے۔ گناہ کی سزا دوسرے گناہ کی شکل میں ملتی ہے اور

نیکی کا صلہ مابعد کی نیکی کے صلہ میں حاصل ہوتا ہے۔ جب ایک بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو دوسری نیکی جو اس کے قریب ہوتی ہے کہتی ہے کہ مجھے بھی انجام دیتے چلو۔ جب وہ اس کو انجام دے لیتا ہے تو ایک اور نیکی اسے یہی دعوت دیتی ہے اور اس طرح نیکیوں کا یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے جس سے بندے کو بے حساب نفع حاصل ہوتا ہے۔ اور نیکیاں بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں۔ اور جو شکل نیکیوں کی ہے۔ وہی گناہوں کی بھی ہے۔ طاعات اور معاصی بندے کے حق میں نہ مٹنے والی تصویریں لازم غیر منفک صفات اور ثابت و لازم ملکہ بنکر رہ جاتی ہیں۔ جس وقت کسی نیکوکار آدمی سے کوئی نیکی چھوٹ جاتی ہے تو وہ اپنے لئے تنگی اور تکلیف محسوس کرتا ہے اور اس غفلت کی وجہ سے اس پر زمین تنگ ہو جاتی ہے اور وہ اپنے کو اس مچھلی کی طرح پاتا ہے جو پانی سے الگ کر دی گئی ہو اور وہ پانی میں جانے کے لئے بیتاب ہو۔ مچھلی کو اس وقت سکون ملتا ہے جبکہ وہ پھر پانی میں جا گرے، پانی ہی سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

اسی طرح جب ایک عاصی گنہگار کسی معصیت و گناہ کو چھوڑتا ہے اور نیکی کی طرف توجہ کرتا ہے تو اس پر بھی زمین تنگ ہو جاتی ہے اور سینہ میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جبتک کہ وہ دوبارہ یہ گناہ نہ کر لیوے زندگی کی ساری راہیں اس پر تنگ ہو جاتی ہیں تاآنکہ بعض فاسق فاجر لوگوں کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ بلا کسی لذت، بلا کسی لطف، بلا کسی داعیہ اور خواہش کے بھی ارتکاب گناہ کرتے رہتے ہیں۔ اور بات صرف یہی ہوتی ہے کہ گناہوں کی مفارقت سے ان کو تکلیف ہوا کرتی ہے چنانچہ اس گروہ کے شیخ حسن بن ہانی (مشہور شاعر ابو نواس) کا شعر ہے۔

وکأس شربت علی لذۃ	و اخری تداویت منھا بھا
ایک جام شراب میں نے لذت سے نوش کیا	اور دوسرے جام سے پہلے سے پیدا شدہ مرض کا علاج کیا

اور کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

وکانت دوائی وھی دائی بعینہ	کما یتداوی شارب الخمر بالخمر
میری دوا بعینہ میرے لئے بیماری تھی	جس طرح کہ شرابی آدمی شراب ہی سے اپنا علاج کرتا ہے

جب اللہ تعالےٰ کا کوئی بندہ طاعت الہٰی کا اہتمام و التزام کرتا ہے اور طاعت و عبادت سے اس کو خاص قسم کا انس اور الفت و محبت ہو جاتی ہے تو اس کو ہر چیز سے مقدم سمجھتا ہے۔ جب اس بندے کی حالت یہ ہو جاتی ہے تو حق سبحانہ و تعالےٰ اس کے لئے اپنی رحمت کے فرشتے بھیجتا ہے جو ہر طرح اس کی امداد کرتے ہیں اسے اطاعت الہٰی اور عبادت کا شوق دلاتے

ہیں۔ اسکے جذبات ایمانی کو ابھارتے ہیں۔ بستر تک چھڑا دیتے ہیں کسی حالت اور کسی بھی مجلس میں بیٹھا ہوا ہو اسے اٹھا کر طاعت و عبادت میں لگا دیتے ہیں۔

اسی طرح جب کوئی بندہ معاصی اور گناہوں سے الفت کرنے لگتا ہے، گناہوں کو محبوب رکھتا ہے اور خیر و نیکی کے مقابلہ میں گناہوں کو ترجیح دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ شیاطین کو اس پر مسلط کر دیتا ہے جو معاصی اور گناہوں میں اسکی امداد و معاونت کرتے ہیں۔ اور اس کے جذبات شیطانی و نفسانی کو ابھارتے ہیں۔

پس پہلا بندہ ہے جس کی اعانت و امداد کے لئے طاعت و عبادت کا پورا لشکر موجود ہوتا ہے جو اس کی پشت پر رہ کر اس کی پوری امداد کرتا ہے اور اس لشکر کی امداد سے بندہ نہایت قوی اور مضبوط ہو جاتا ہے اور دوسرا بندہ وہ ہے جس کی پشت پر معصیت و گناہوں کا لشکر ہوتا ہے جو معصیت و گناہوں میں اس کی اعانت و امداد کرتا ہے اور یہ شیطانی لشکر اسے معصیت و گناہ میں قوی اور مضبوط بنا دیتا ہے۔

فصل

گناہ قلب کو کمزور کر دیتے ہیں اور بندے کو توبہ و انابت سے بھٹکا دیتے ہیں

آثار معاصی میں سے ایک خطرناک اور مہلک امر یہ بھی ہے کہ گناہ بندے کے قلب کو کمزور اور لسپت ہمت بنا دیتے ہیں، توبہ کے ارادہ کو آہستہ آہستہ کمزور کرتے رہتے ہیں اور معصیت و گناہ کے جذبات و ارادے کو قوی و مستحکم کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ بندے سے توبہ و انابت کی توفیق ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ اور شدہ شدہ اس کے قلب سے توبہ و انابت کا مقصد و ارادہ کلیتاً ختم ہو جاتا ہے۔ پس جس بندے کا آدھا قلب مر چکا ہے ہے تو اگر وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ و استغفار کے لئے جھکتا بھی ہے تو اس کی توبہ اور استغفار جھوٹی ہوتی ہے۔ زبان سے بہت کچھ کہتا ہے لیکن قلب معصیت سے آلودہ ہوتا ہے اور باوجود توبہ و استغفار کی رٹ کے وہ گناہوں پر اصرار ہی کرتا رہتا ہے اس کا عزم و ارادہ گناہوں کے موقعوں کی تلاش ہی میں رہتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حالت انسان کے لئے بڑا ہی شدید مرض ہے اور ہلاکت سے قریب تر ہونے کی حالت ہے۔

فصل

(بار بار گناہ کرنے سے اسکی برائی کا تصور ختم ہوجاتا ہے اور انسان گناہوں پر فخر کرنے لگتا ہے)

آثار معاصی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان گناہ کرتے کرتے اس کا عادی بن جاتا ہے اور جب عادی ہوجاتا ہے تو دل سے گناہ کی قباحت و برائی ختم ہوجاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ گناہوں کو برا ہی نہیں سمجھتا اور بے محابا نڈر ہوکر برملا لوگوں کی موجودگی میں گناہ کرتا چلاجاتا ہے کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ ارباب فسق و فجور کے نزدیک تو یہ بات ایک دل بہلانے کی دلچسپ چیز ہوتی ہے۔ اس میں ان کو انتہا درجہ کی لذت محسوس ہوتی ہے بلکہ اس قسم کے لوگ تو معصیت پر بڑا فخر کیا کرتے ہیں، اور لوگوں میں بیٹھ کر اپنے گناہوں کو بڑے فخر و غرور کے ساتھ جھوم جھوم کر بیان کرتے ہیں۔ اور جنہیں ان کے اعمال اور کرداروں کی خبر تک نہیں ہوتی انہیں انتہائی دلچسپ طریقے سے سناتے ہیں کہ ارے او فلاں میں نے تو یہ یہ اور ایسے ایسے کام کئے ہیں کچھ تمہیں خبر بھی ہے؟

جو لوگ اس درجہ کے جرائم پیشہ بن جاتے ہیں ان کے لئے عافیت و خیر کے دروازے بالکل مسدود ہوجاتے ہیں۔ توبہ و انابت اور استغفار کی راہیں قطعاً منقطع ہوجاتی ہیں۔ اور سمجھ لینا چاہیئے کہ اس قسم کے لوگوں کے لئے اکثر و بیشتر توبہ و انابت کے دروازے ہمیشہ ہی کے لئے بند ہوجاتے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت ؐ کا ارشاد ہے۔

کل امتی معافی الا المجاھرون، وان من الاجھار ان یستر اللہ علے العبد ثم یصبح یفضح نفسہ ویقول یا فلان عملت یوم کذا وکذا کذا وکذا فیھتک نفسہ و قد بات یستر ربہ۔	میری ساری امت کو معافی حاصل ہے مگر خود رسوا ہونیوالوں کیلئے معافی نہیں۔ اور یہ رسوائی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ستر پوشی فرماتا ہے لیکن خود بندہ صبح ہوتے ہی اپنے کو رسوا اور ذلیل کرلیتا ہے لوگوں سے کہتا ہے کہ اے فلاں میں نے فلاں فلاں اور یہ یہ ایسا ایسا کیا ہے۔ اسطرح وہ اپنے کو ذلیل و رسوا کرلیتا ہے، حالانکہ پروردگار نے اسکی ستر پوشی کی تھی۔

آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ دنیا کے سارے گناہ دنیا کی اگلی امتوں میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا ہے کسی نہ کسی امت کا ترکہ اور میراث ہے چنانچہ لواطت، قوم لوط کا ترکہ ہے۔ لیدینا

یں لیتے وقت حق سے زیادہ لینا اور تولنا اور دیتے وقت حق سے کم دینا اور تولنا قوم شعیب کا ترکہ ہے زمین پر اکڑنا اور فساد کرنا فرعون اور قوم فرعون کا ترکہ ہے، تکبر و غرور جبر و زیادتی قوم ہود کا ترکہ ہے پس گنہگار و نافرمان آدمی ان میں سے جس امت کا گناہ کرے گا اسی میں اس کا شمار ہوگا حالانکہ یہ امتیں اللہ تعالٰی کی دشمن تھیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن احمد اپنی تصنیف کتاب الزہد کے اندر اپنے والد سے اور وہ حضرت مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔

اوحی اللہ الی نبی من انبیاء بنی اسرائیل ان قل لقومك لا تدخلوا مداخل اعدائی، ولا تلبسوا ملابس اعدائی ولا ترکبوا مراکب اعدائی ولا تطعموا مطاعم اعدائی فتکونوا اعدائی کما هم اعدائی۔

انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی پیغمبر پر اللہ تعالٰی نے یہ وحی نازل فرمائی کہ تم اپنی قوم سے کہدو کہ میرے دشمن جہاں داخل ہوں وہاں تم داخل نہ ہونا میرے دشمنوں نے جو لباس پہنا تھا تم نہ پہننا۔ میرے دشمن جس سواری پر سوار ہوتے تھے تم سوار نہ ہونا میرے دشمن جو کھانا کھاتے تھے تم نہ کھانا اگر تم ایسا کروگے تو جیسے وہ میرے دشمن ہیں تم بھی میرے دشمن ہو۔

اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

بعثت بالسیف بین یدی الساعة حتی یعبد اللہ وحدہ لا شریك له وجعل رزقی تحت ظل رمحی وجعل الذلة والصغار علی من خالف امری ومن تشبه بقوم فهو منهم۔

میں قیامت کے قریب تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں تاکہ دنیا میں صرف اللہ وحدہ لاشریک کی پرستش کی جائے میرا رزق اللہ تعالٰی نے میرے نیزے کے سایہ تلے کر رکھا ہے اور میری مخالفت کرنے والوں کیلئے اللہ تعالٰی نے ذلت و رسوائی لازم کردی ہے اور جو شخص بہ تکلف کسی دوسری قوم سے تشبہ اختیار کرے گا وہ ان ہی میں سے شمار ہوگا۔

فصل

(معصیت بندے کو پروردگار کی نظر میں ذلیل کر دیتی ہے)

معاصی کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ بندہ گناہ کرنے سے پروردگار عالم کے نزدیک بے وقعت ہو جاتا ہے۔ اسکی نگاہ سے گر جاتا ہے چنانچہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں جو لوگ اللہ تعالٰی کے نزدیک باعزت ہوتے ہیں

اللہ تعالٰی ان کو گناہوں سے بچا لیتا ہے اور جو اللہ تعالٰی کے نزدیک ذلیل ہوتا ہے تو پھر دنیا میں
کوئی بھی اسکی عزت نہیں کرتا۔ چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے۔

ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم (الحج) جسکو خدا ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں

اگرچہ لوگ اس قسم کے لوگوں کی ان کے خوف وڈر کے مارے اور ان کے شر سے بچنے کے لئے بظاہر
عزت کرتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں وہ انتہائی ذلیل اور حقیر ہوا کرتے ہیں۔

یہ بھی معاصی کا اثر ہے کہ جب بندہ بجرأت پے در پے گناہ کرنے لگ جاتا ہے تو پھر بڑے سے
بڑا گناہ بھی اس کی نگاہ میں چھوٹا ہو جاتا ہے اور یہی اس کی ہلاکت کی علامت ہے۔ کیونکہ بندے
کی نگاہ میں جو گناہ چھوٹا ہوتا ہے اللہ کے نزدیک بہت بڑا بن جاتا ہے۔ امام بخاریؒ اپنی کتاب صحیح بخاری
میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان المومن یری ذنوبہ کانھا فی اصل الجبل یخاف ان یقع علیہ، وان الفاجر یری ذنوبہ کذباب وقع علی انفہ فقال بہ ھکذا فطار

صاحب ایمان گناہوں کو پہاڑ سمجھتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس کے سر پر نہ آگرے اور فاجر آدمی اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ناک پر مکھی بیٹھی ہے۔ ہاتھ اٹھایا اور مکھی اڑ گئی۔

فصل

(گناہ گار پر جانور، چوپائے، پرندے، کیڑے
مکوڑے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔)

یہ بھی معاصی کے اثرات میں سے ہے کہ گناہ گار کے گناہوں کی نحوست بے گناہ انسانوں
اور جانوروں تک کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اسکے ظلم و گناہ کی وجہ سے خود وہ تو جل مرتا ہی ہے
لیکن دوسرے بے گناہ انسان اور جانور بھی جل مرتے ہیں۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں "ظالم کے ظلم
کی وجہ سے چڑیاں اپنے گھونسلوں میں مر جاتی ہیں"۔

امام مجاہد کا قول ہے "جب قحط سالی ہو جاتی ہے تو جانور چوپائے ظالم انسانوں پر لعنت
بھیجتے ہیں۔ کہ ان کی وجہ سے برسات رک گئی ہے"۔

امام عکرمہ فرماتے ہیں "زمین کے جانور، کیڑے مکوڑے، چھپکلیاں اور بچھو تک چلا اٹھتے ہیں
بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہم پر برسات رک گئی"۔

پس گنہگار کو صرف اس کے گناہوں کی سزا ہی بس نہیں کرتی۔ بلکہ یہ گناہ ملائکہ کی لعنت و پھٹکار بھی اس پر مسلط ہو جاتی ہے۔

فصل

(معصیت سے انسان ذلیل ہو جاتا ہے)
(اور طاعت سے عزت بڑھتی ہے)

آثار معاصی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ معصیت انسان کو ذلیل و حقیر کر دیتی ہے اور یہ یقینی حقیقت ہے کیونکہ دنیا جہاں کی ساری عزتیں طاعت الٰہی سے وابستہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

من کان یرید العزۃ فللہ العزۃ جمیعًا (سورۂ فاطر) — جو آدمی عزت کا طلبگار ہے تو عزت ساری کی ساری خدا کی ہے

پس بندے کو چاہیئے کہ وہ طاعت الٰہی کے ذریعہ خواستگار عزت ہو، عزت صرف طاعت الٰہی سے میسر آسکتی ہے اور بس۔ چنانچہ بعض صالحین سلف کی یہ دعا تھی۔

اللھم! اعزنی بطاعتك، ولا تذلنی بمعصیتك — اے خدا، اپنی طاعت سے مجھے عزت عطا فرما۔ نافرمانی سے مجھے ذلیل نہ کر۔

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے "یہ لوگ اگرچہ قوی و خوبصورت خچروں پر سوار ہو کر دوڑتے پھریں اور کھر بجاتے پھریں۔ اور ان کی تیز رفتاری پر فخر و نخوت کے ڈھول پیٹتے ہیں لیکن گناہوں کی ذلت جو ان کے لئے لازم ہو چکی ہے وہ کبھی دور نہیں ہو سکتی"

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے یہ اشعار مشہور ہیں۔

رأیت الذنوب تمیت القلوب — وقد یورث الذل ادمانھا

میں نے دیکھا کہ گناہ دلوں کو مردہ کر دیتے ہیں — اور گناہوں کی مداومت ذلت کا موجب ہوتی ہے

وترك الذنوب حیاۃ القلوب — وخیر لنفسك عصیانھا

گناہ سے بچنا دلوں کی زندگی ہے — اور تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ تم گناہوں کی مخالفت کرو۔

وھل افسد الدین الا الملوك — واحبار سوء ورھبانھا

اور دین کے بادشاہوں اور — علمائے سوء اور برے تارک الدنیا کے سوا کسی نے خراب نہیں کیا۔

فصل

(معصیت سے نورِ عقل فنا ہو جاتا ہے)

آثارِ معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ معاصی سے عقلمند کی عقل خراب ہو جاتی ہے۔ عقل ایک نور ہے معصیت اس نور کو یقیناً بجھا دیتی ہے۔ اور جب یہ نور بجھ جاتا ہے تو عقل کمزور ہو جاتی ہے چنانچہ بعض صالحین سلف کا مقولہ ہے کہ "جو آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اسکی عقل ... ہو جاتی ہے۔" عقل کا غائب ہونا بالکل واضح ہے۔ اگر عقل موجود ہوتی تو اسے معصیت سے کیوں باز نہ رکھتی؟ وہ یہ کیوں نہ سمجھتا کہ اس کی جان اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے؟ وہ اس کے قہر و غلبہ کے ماتحت ہے اور اس کے کردار سے خدا ہر طرح باخبر ہے۔ خدا ہی کے گھر میں اسی کے فرش پر بیٹھا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے ساتھ گئے ہوئے ہیں۔ جو کچھ کرتا ہے وہ دیکھ رہے ہیں۔ قرآن مجید کا واعظ گناہوں سے احتراز کرنے کی اسے ہدایت دے رہا ہے۔ ایمان کا واعظ گناہ سے روکتا ہے۔ موت کا واعظ اور جہنم کا واعظ اسے معصیت سے منع کر رہے ہیں۔ نیز یہ کہ معصیت سے اس کی دنیا و آخرت کی خیر و فلاح جو ضائع ہو رہی ہے وہ اسکے اس عارضی سرور اور ناپائدار وقتی لذت سے بدرجہا قیمتی ہے تو کوئی صاحب عقل و بصیرت ان تمام امور کی ناقدری کر سکتا ہے؟ اور کیا کوئی عقل سلیم اسے گوارا کر سکتی ہے؟

فصل

(معصیت اور گناہوں سے قلب پر مہر لگ جاتی ہے)

آثارِ معاصی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو گنہگار کے قلب پر مہر لگ جاتی ہے اور وہ غافل اور بے خبر ہو کر رہ جاتا ہے جیسا کہ بعض سلف صالحین نے آیت

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ (سورۃ المطففین)

نہیں۔ بلکہ ان کے دلوں پر ان ہی کے کرتوتوں سے زنگ بیٹھ گئے ہیں۔

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس کے معنی پے در پے گناہ کرنے کے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پے در پے گناہ کرتا رہا تا آنکہ

قلب اندھا ہو کر رہ گیا۔

بعض دوسرے علماء یہ کہتے ہیں کہ جب گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو وہ دلوں کو گھیر لیتے ہیں۔ اور اس بارے میں اصل بات یہ ہے کہ معاصی سے قلب زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اور معاصی کی کثرت ہو جاتی ہے۔ زنگ غالب آجاتا ہے تا آنکہ دل کا بڑا حصہ زنگ گرفتہ ہو جاتا ہے۔ پھر جب معاصی اور بڑھ جاتے ہیں تو یہ انسان کی طبیعت بن جاتی ہے، ہر قلب پر قفل لگ جاتا ہے۔ اور پھر مہر لگ جاتی ہے اور رفتہ رفتہ اس کا قلب غلافوں اور پردوں میں مستور ہو جاتا ہے اور اگر معصیت و گناہوں کی یہ کیفیت ہدایت و بصیرت کے بعد ہوتی ہے تو معاملہ ہی بالکل ہی درہم برہم ہو جاتا ہے قلب کا بالائی حصہ نیچے ہو جاتا ہے اور نیچے کا اوپر اور پھر اس کا دشمن پوری قوت سے اس پر غالب آجاتا ہے اور یہ دشمن جہاں چاہتا ہے اسے ہنکائے پھرتا ہے۔

فصل

(معاصی پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے)
(معاصی کی وجہ سے بندہ اس لعنت کے ماتحت آجاتا ہے)

آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لعنت کی زد میں آجاتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے بہت سے گناہوں پر لعنت بھیجی ہے۔ پس جو شخص ان معاصی کا ارتکاب کرے گا وہ بدرجہ اولےٰ اس لعنت کا مستحق ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے ان عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو بدن پر گودے لگوا کر اس میں رنگ بھریں اور بالوں کے ساتھ دوسرے بال جوڑ کر بالوں کو لمبے کریں اور جو ایسا کرنے کا پیشہ اختیار کریں اور چہرے سے بال اکھاڑیں اور اپنے دانتوں کو گھس کر تیز کریں اور اس کا پیشہ کریں۔ آپ نے سود لینے والے، دینے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت بھیجی ہے۔ آپ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت کی ہے۔ آپ نے چور پر، شراب پینے والے پر، پلانے والے پر، بنانے والے پر اور اس پر جس کے لئے بنائی جائے، اور اس کے بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، اس کی قیمت لینے والے پر اس کے اٹھانے والے پر اور جس کے لئے اٹھائی جائے اس پر لعنت بھیجی ہے۔ اور ان پر لعنت بھیجی ہے جو حد بندی کے نشانات ادھر ادھر ہٹا دیں، والدین پر لعنت بھیجنے والوں پر، غیر اللہ کے لئے ذبیح کرنے والوں پر لعنت

پر۔ اور ان عورتوں پر جو مرد کی وضع بنائیں لعنت بھیجی ہے۔ دین میں بدعت جاری کرنیوالے پر اور اس پر عمل کرنیوالے پر۔ تصویر بنانے والے پر، لواطت کرنیوالے پر۔ ماں باپ کو گالی دینے والے پر۔ اندھے کو راستہ سے جھٹکا دینے والے پر۔ اور کسی چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے اور اس پر جو کسی جانور کے چہرے پر داغ دے یا اس کی شکل بگاڑے، مسلمانوں کو ضرر پہنچانے والے اور ان کو دھوکہ دینے والے پر، قبروں کی زیارت کرنیوالی عورتوں پر، قبروں کو سجدہ گاہ بنانیوالوں پر، اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر، عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اور غلام کو اس کے آقا کے خلاف ورغلانے والے پر۔ بی بی کے ساتھ دبر میں جماع کرنیوالے پر ان سب پر آپ نے لعنت بھیجی ہے۔

آنحضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو عورت اپنے شوہر سے سرکش ہوکر علیٰحدہ سوئے گی صبح تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جو شخص اپنے کو اپنے باپ کے سوا دوسرے کا بیٹا گردانے اس پر لعنت بھیجی ہے آنحضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو آدمی کسی مسلمان بھائی کو کسی ہتھیار سے ڈرائے گا اس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، صحابہؓ کو گالی دینے والے پر بھی آپ نے لعنت بھیجی ہے۔ لوگوں میں فساد کرانے والے پر، قطع رحمی کرنے والے پر۔ اللہ اور اللہ کے رسول کو ایذا پہنچانے والے پر۔ اللہ تعالےٰ کی آیات و ہدایت کو چھپانے والوں پر۔ ایماندار و پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں پر۔ اور اس آدمی پر جو کافروں کی راہ کو مسلمانوں کی راہ سے بہتر کہیں لعنت بھیجی ہے۔ جو مرد عورت کے کپڑے پہنے، اور جو عورت مرد کے کپڑے پہنے۔ اس پر بھی آنحضرت صلعم نے لعنت بھیجی ہے ان امور کے علاوہ دوسرے بہت سے امور پر آنحضرت صلعم نے لعنت بھیجی ہے۔ اگر کوئی شخص صرف یہی سمجھ لے کہ یہ گناہ ایسے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسولؐ اور اس کے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں تو اس کی تنبیہ کے لئے کافی ہے۔ اس کا صرف یہ سمجھنا ہی اسکو ان معاصی سے بچنے کا تقاضہ کرے گا۔

فصل

(معصیت کرنیوالا آنحضرت صلعم اور فرشتوں کی دعاؤں سے محروم ہوجاتا ہے)

آثار معاصی یہ بھی ہے کہ معصیت کرنے والا آنحضرت صلعم اور فرشتوں کی دعا سے محروم ہوجاتا ہے۔ خدائے قدوس نے آنحضرت صلعم کو یہ حکم فرمایا ہے کہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کے حق میں آپ استغفار کرتے رہیں۔ چنانچہ سورۂ غافر میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون — جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش

بحمد ربھم ویومنون بہ ویستغفرون للذین آمنوا ۔ ربنا وسعت کل شیئ رحمۃ وعلما ۔ فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقھم عذاب الجحیم، ربنا وادخلھم جنات عدن التی وعدتھم ومن صلح من ابائھم وازواجھم و ذریاتھم انک انت العزیز الحکیم وقھم السیأت ۔

(سورہ غافر)

کے ارد گرد ہیں، اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اسکی تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں ۔ اور ایمان والوں کے لئے مغفرت مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم سب چیزوں پر حاوی ہے، تو جو لوگ توبہ کرتے ہیں اور تیرے راستے پر چلتے ہیں ان کو بخش دے اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا ۔ اور اے ہمارے پروردگار! انکو بہشت کے ہمیشہ کے رہنے کے باغوں میں بھی پہنچا کر داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیبیوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو بھی بیشک تو ہی زبردست ہے اور حکمت والا ہے اور ان کو ہر طرح کی خرابیوں سے محفوظ رکھ ۔

فرشتوں کی یہ دعا ان ایمان والوں کے لئے ہے جو مذکورہ صفات سے متصف ہوں اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی اتباع کریں پس جو لوگ مذکورہ صفات سے متصف نہیں ہیں اس دعا میں شمولیت کی ہرگز ہرگز توقع نہ رکھیں

فصل

(گنہگاران امت کو آنحضرتؐ نے خواب میں دیکھا)

معاصی کی کچھ سزائیں وہ ہیں جو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری کے اندر حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت بیان کی ہے ۔ وہ کہتے ہیں ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد صحابہؓ سے اکثر دریافت فرماتے کہ آج رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ صحابہؓ میں سے جن جن لوگوں نے خواب دیکھا ہوتا، وہ اپنا اپنا خواب بیان کرتے ۔ ایکدن صبح کو خود آنحضرتؐ نے بیان فرمایا "آج میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے اٹھایا اور کہا آپؐ ہمارے ہمراہ تشریف لے چلیں ۔ میں انکے ہمراہ ہو لیا ۔ جب ہم آگے چلے تو دیکھا ایک آدمی چت لیٹا ہوا ہے ۔ اور اسکے پاس ایک شخص پتھر لیکر کھڑا ہے ۔ اور اسکے سر پہ زور زور سے مار رہا ہے جس سے اس

کا بھیجا نکل پڑتا ہے۔ وہ ہر چند اپنے سر کو بچاتا ہے لیکن بچا نہیں سکتا۔ پھر وہ آدمی پتھر کو اٹھاتا ہے۔ اتنے عرصہ میں اس کا سر اصلی حالت میں آجاتا ہے۔ پھر وہ اسے مارتا ہے اور اسکا وہی حال ہو جاتا ہے جو پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا سبحان اللہ۔ اور پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلئے۔ ہم آگے بڑھے تو دیکھا ایک آدمی اوندھے منہ لیٹا ہوا ہے۔ اور ایک آدمی اس کے پاس لوہے کے کانٹے لے کر کھڑا ہے اور سوئے ہوئے کے گالوں میں اور منہ پر وہ اس طرح مارتا ہے کہ اس کے گال اور باچھیں چر جاتی ہیں۔ گال، آنکھیں ناک، گردن کی طرف کھنچ آتے ہیں۔ پھر وہ دوسری طرف مارتا ہے۔ اس سے بھی اس کا وہی حال ہو جاتا ہے۔ اس عرصہ میں اس کی دوسری جانب اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔ پھر اس کا وہی حال ہوتا ہے جو پہلے ہوا تھا اور یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ میں نے کہا۔ سبحان اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا۔ آگے تشریف لے چلئے۔ ہم آگے بڑھے۔ ایک بہت بڑا تنور دیکھا جس کے اندر سے چیخ، پکار کی آوازیں آرہی تھیں ہم نے جا کر دیکھا تو اس کے اندر ننگے مرد ننگی عورتیں نظر آئیں جن کے نیچے شعلے بھڑک رہے تھے اور وہ لوگ چیخ چیخ کر روتے چلاتے تھے اور اس آگ سے پناہ مانگ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلئے۔ ہم آگے بڑھے۔ اور ایک نہر پر پہنچے جس کا پانی خون کی طرح سرخ تھا۔ ایک آدمی اس کے اندر تیر رہا تھا۔ نہر کے کنارے ایک آدمی بے شمار پتھروں کا ڈھیر لگائے کھڑا تھا۔ تیرنے والا تیرتے تیرتے تھک کر نہر کے کنارے آیا۔ اور کنارے پر کھڑے ہوئے آدمی کے سامنے آکر اپنا منہ کھولا۔ اس نے اسکے منہ میں ایک پتھر ڈال دیا۔ وہ پھر پانی میں تیرنے لگا۔ یہ حالت اس کی جاری رہی۔ میں نے اسکے متعلق پوچھا۔ تو کہنے لگے آگے تشریف لے چلئے۔ ہم آگے بڑھے تو ایک وہشت ناک کریہہ المنظر آدمی دیکھا۔ جو آگ کے کنارے کھڑا ہے اور آگ کو دھونک رہا ہے۔ اور آگ کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلئے۔ ہم آگے بڑھے۔ اور ایک خوبصورت عمدہ وسیع خیمہ دیکھا۔ جو پوری طرح سجایا گیا ہے۔ اس کے نیچے ایک طویل، لمبا تڑنگا آدمی کھڑا تھا جس کی لمبائی اس قدر تھی کہ اس کا سر آسمان کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس کے اردگرد بے شمار خوبصورت لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلئے۔ ہم آگے بڑھے تو ہم نے ایک عظیم الشان خوبصورت درخت دیکھا۔ ایسا کہ اس قسم کا درخت ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا اس پر چڑھ

جاپہنچے ہم اس پر چڑھ گئے تو ایک ایسے شہر میں پہنچ گئے جس کی عمارتیں سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنی تھیں۔ ہم شہر کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ اور اندر گئے۔ یہاں ہمیں بے شمار آدمی ملے جن کا آدھا جسم نہایت خوبصورت تھا اور آدھا بدصورت۔ میرے ساتھیوں نے ان سے کہا جاؤ اس نہر میں غوطہ لگاؤ۔ یہ نہر نہایت عمدہ اور چوڑی تھی اور اس کا پانی دودھ جیسا سفید و شفاف تھا۔ یہ لوگ نہر میں نہا کر ہمارے پاس آئے۔ انکی ساری سیاہی دھل چکی تھی اور بدصورتی خوبصورتی سے تبدیل ہو گئی تھی میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا یہ "جنت عدن" ہے۔ اور یہ آپکا مقام ہے۔ میں نے نیچے سے اوپر تک اس عمارت پر نظر ڈالی یہ محل نہایت خوبصورت سفید تھا۔ انہوں نے کہا یہ آپ ہی کا مقام ہے۔ میں نے ان سے کہا بارک اللہ، مجھے اندر جانے دو۔ انہوں نے کہا ابھی نہیں، آپ تو اس کے اندر جائیں گے ہی۔ میں نے ان ساتھیوں سے کہا آج رات کو عجیب وغریب چیزیں میں نے دیکھی ہیں۔ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم آپ کو مطلع کئے دیتے ہیں۔ وہ آدمی جس کا سر کچلا جا رہا تھا۔ وہ آدمی ہے جس نے قرآن یاد کیا تھا۔ لیکن پھر بھول گیا تھا۔ اور فرض نماز ترک کر کے سو جایا کرتا تھا اور وہ آدمی جس کا منہ اور باچھیں لوہے کے کانٹوں سے چیری جاتی تھیں۔ وہ وہ آدمی ہے جو اپنے گھر سے نکل کر لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا۔ اور لوگوں کی جھوٹی باتیں اڑایا کرتا تھا۔ اور تنور میں جو ننگے مرد۔ اور عورتیں جل رہی تھیں۔ وہ زناکار مرد اور عورتیں تھیں۔ اور نہر کے اندر جو آدمی تیر رہا تھا اور پتھر نگل رہا تھا وہ سود خوار آدمی تھا۔ اور آگ کے کنارے جو دہشت ناک کریہہ المنظر آدمی کھڑا تھا۔ اور آگ دھونک رہا تھا۔ وہ خازن جہنم تھا۔ اور وہ آدمی جس کا سر آسمان سے لگا ہوا تھا وہ حضرت ابراہیمؑ تھے اور انکے گرد جو لڑکے جمع تھے وہ وہ لڑکے تھے جو فطرت پر مرے تھے۔ اور البرقانی کی روایت میں ہے کہ جو فطرت پر پیدا ہوئے تھے۔ کچھ لوگوں نے اس موقع پر آنحضرتؐ سے دریافت کیا یا رسول اللہ، کیا یہ مشرکوں کی اولاد تھی؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ یہ مشرکوں کی اولاد تھی۔ اور وہ لوگ جن کے آدھے جسم خوبصورت اور آدھے بدصورت تھے یہ وہ لوگ تھے جن لوگوں نے دنیا میں نیک اعمال کئے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ گناہ بھی کئے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں درگزر فرمائے۔

فصل

(معاصی سے پانی، ہوا، زراعت، پھلوں اور گھروں پر آفت اترتی)
(ہے، زمین کی پیداوار کم ہو جاتی ہے، انسانوں کی پیدائش اور عمر میں کمی ہو جاتی ہے)

آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ زمین پر مختلف قسم کی آفتیں نازل ہوتی ہیں ۔ پانی، ہوا، غذا
اور پھلوں اور گھروں پر تباہیاں آجاتی ہیں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ۔

ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا ۔ لعلھم یرجعون ۔ (سورہ روم)

خشکی اور تری میں ہر جگہ لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے خرابیاں ہو چکی ہیں تاکہ خدا انکے بعض اعمال کا مزہ چکھائے، ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی حرکتوں سے باز آجائیں ۔

امام مجاہد فرماتے ہیں "ظالم حاکم جب ظلم و فساد شروع کر دیتا ہے تو برسات روک دی جاتی ہے کھیتیاں اور نسلیں برباد ہو جاتی ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ کو ظلم و فساد پسند نہیں" استدلال میں انہوں نے یہی مذکورہ بالا آیت پڑھی اس کے بعد فرمایا آیت کے اندر لفظ "بحر" وارد ہے اس سے یہ دریا مراد نہیں بلکہ ہر وہ آبادی مراد ہے جو جاری اور بہنے والے پانی کے کناروں پر واقع ہو۔ اسی جاری پانی کو "بحر" کہا گیا ہے ۔

عکرمہ کہتے ہیں "بحر" سے مراد یہ دریا نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد پانی کے کناروں کی آبادیاں ہیں

قتادہ کہتے ہیں آیت کے اندر "بر" واقع ہے اس سے مراد خیمے، ڈیرے لگانے والے لوگ مراد ہیں۔ اور "بحر" سے مراد اہل دیہات اور صحرا کے لوگ ہیں ۔

میں کہتا ہوں شیریں پانی کو بھی اللہ تعالےٰ نے "بحر" فرمایا ہے ۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اندر ہے ۔

وما یستوی البحران ۔ ھذا عذب فرات سائغ وھذا ملح اجاج ۔

دونوں دریا ایک طرح کے نہیں ہیں ۔ ایک ایسا ہے کہ اس کا پانی میٹھا خوش ذائقہ، خوشگوار ہے ۔ اور ایک کا پانی کھاری، کڑوا ہے ۔

ظاہر ہے دنیا میں کوئی رکا ہوا دریا میٹھا نہیں ہے ۔ بلکہ ندیوں اور نہروں ہی کا پانی میٹھا ہوا کرتا ہے، سمندر کا پانی کھاری ہی ہوا کرتا ہے اور وہ آبادیاں جو ندیوں اور نہروں کے کناروں پر واقع ہوتی ہیں ۔ انہی کو اس پانی سے موسوم کیا جاتا ہے ۔

ابن زید کہتے ہیں "ظہر الفساد فی البر والبحر" کے اندر جو فساد کا لفظ ہے اس سے مراد گناہ ہیں۔ میں کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ فساد و بربادی کا سبب ہیں۔ اور اگر فساد سے مراد عین معصیت ہے۔ تو لیذیقھم بعض الذی عملوا میں جو لام وارد ہے وہ لام تعلیل ہوگا۔ پہلے معنی کی رو سے فساد سے مراد نقصان۔ خرابیاں۔ مصائب و آلام ہیں۔ جو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین پر بھیجتا ہے۔ جب بندے گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مصائب و آلام اور آفتیں بھیج دیتا ہے۔ جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے۔ "تم جب گناہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اپنی فرمانروائی میں عقوبتیں اور سزائیں بھیج دیتا ہے۔ اور ظاہر یہی ہے کہ فساد سے مراد گناہ اور گناہ کے موجبات ہیں اور ان معنی پر آیت کا یہ حصہ دلالت کرتا ہے

لیذیقھم بعض الذی عملوا — خدا ان کے بعض اعمال کا ان کو مزہ چکھائے

غرض یہ تو دنیا کے عذاب کا حال ہے جو بندوں کے گناہوں اور بداعمالیوں کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔ اگر تمام اعمال و گناہوں کی سزا دی جائے تو زمین پر کوئی جاندار چیز زندہ باقی نہیں رہ سکتی۔

آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ زمین شق ہونے لگتی ہے۔ آبادیاں زمین کے اندر دھنس جاتی ہیں۔ زلزلے آنے لگتے ہیں۔ زمین کی برکتیں۔ اور اس کی روئیدگی کم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے قوم ثمود کی آبادیوں سے گزرنے والوں کو حکم دیا تھا۔ کہ یہاں سے روتے ہوئے جلد سے جلد نکل جاؤ اور ان آبادیوں کا پانی نہ پیو۔ تا آنکہ حکم فرمایا کہ اس پانی سے جو آٹا گوندھ لیا گیا ہے۔ پھینک دو۔ اپنے اونٹوں کو بھی نہ کھلاؤ۔ اور یہ حکم آپ نے اس لئے فرمایا تھا کہ قوم ثمود کے گناہوں کی نحوست اس پانی میں بھی سرایت کر گئی تھی۔ غرض کہ گناہوں کی شومی پھلوں۔ اور دیگر اشیاء میں بھی آتی ہے۔

امام احمد بن حنبل ایک حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں "بنی امیہ کے خزانے میں میں نے ایک تھیلی دیکھی جس کے اندر کھجور کی گٹھلی کے برابر گیہوں کے دانے بھرے ہوئے تھے اور تھیلی پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ "عدل و انصاف کے زمانے میں ایسے گیہوں پیدا ہوا کرتے تھے"۔ یہ تمام آفتیں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے گناہ اور نافرمانیوں کی وجہ سے بھیجی ہیں۔ نیز بعض۔ بدوی اور دیہاتیوں نے مجھ سے بیان کیا کہ آج کل جو پھل یہاں پیدا ہو رہے ہیں۔ اس سے بہت بڑے پھل یہاں پیدا ہوتے تھے۔ جو آفتیں آج کل آ رہی ہیں۔ پہلے نہ تھیں۔ کچھ تھوڑے ہی زمانہ سے یہ آفتیں آ رہی ہیں۔

صورتوں۔ اور خلقتوں پر بھی گناہوں کا اثر پڑتا ہے۔ جامع ترمذی میں وارد ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے جس وقت آدم کو پیدا کیا۔ انسان کا قد ساٹھ ذراع کا تھا۔ یہ قد کم ہوتے ہوتے وہ رہ گیا۔ جو تم آج دیکھتے ہو۔ حسب اللہ تعالیٰ اعلم وجود خیانت قیتو نجیر رہے

زمین کو پاک کرنے کا ارادہ فرمائے گا۔ تو اہل بیت نبوت میں سے اپنے ایک بندے کو بھیجے گا۔ یہ آکر زمین
کو عدل و انصاف سے پُر کر دے گا۔ اور جس طرح آج یہ زمین ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہے۔ اس دن
عدل و انصاف سے پُر ہو جائے گی۔ یہ مسیح آکر یہود و نصاریٰ کو قتل کرے گا اور وہ دین جسے
لے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے پھر قائم اور مضبوط ہو جائے گا۔ زمین اپنی برکتیں اگلنے لگے
جس طرح کہ وہ پہلے اگلتی تھی اور اس قدر برکت ہوگی کہ ایک انار سے ایک پوری جماعت سیر ہو جائے گی۔ انار اتنا
بڑا ہوگا کہ اس کے چھلکے تلے ایک جماعت سایہ لے سکے گی" انگور" کا ایک خوشہ اس قدر بڑا ہوگا کہ
وہ ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ہوگا۔ اور ایک بکری کا دودھ ایک جماعت کو سیراب کر دے گا۔

یہ برکت اس لئے ہوگی کہ زمین جب گناہوں سے پاک ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ کی ان برکتوں
کے آثار نمایاں ہوں گے۔ جو گناہوں کی وجہ سے سلب کر لی گئی تھیں اس میں شک کی گنجائش نہیں
جو عقوبتیں اور سزائیں کہ اگلی امتوں پر نازل ہوئی تھیں۔ ان کے اثرات آج بھی زمین پر موجود ہیں۔ اسی قسم
گناہ ان اثرات کو باقی رکھتے ہیں اور جس طرح یہ معاصی اور گناہ اگلی سزایافتہ امتوں کے آثار معاصی ہیں۔ ان
سزاؤں کے آثار بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام اور عالم کون و فساد اور اس کے فیصلہ سے یہ بات
اولاً و آخراً متناسب ہے جس قسم کا گناہ ہوتا ہے۔ اسی قسم کی سزا ہوتی ہے۔ بڑے گناہ کی بڑی
سزا ہوتی ہے اور چھوٹے گناہ کی چھوٹی۔ اور اسی طریقہ پر اللہ تعالیٰ عالم برزخ میں بھی لوگوں کے
فیصلے کرے گا۔ اور دار الجزاء میں بھی۔

غور کرو کہ شیطان سے رشتہ جوڑنے۔ اور بندوں پر اس کے مسلط ہونے سے عمر، عمل، قول، فعل
روزی اور رزق کی برکتیں سلب ہو جاتی ہیں اور جب زمین پر شیطان کی اتباع و پیروی عام ہو جاتی
تو ساری زمین سے برکتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ تو پھر آخرت میں بھی تو یہی ہونا چاہئے چنانچہ ارباب معاصی
کے لئے آخرت میں بھی کوئی سکون و اطمینان کا ٹھکانہ نہیں ہوگا جہنم کے اندر روح۔ رحمت۔ برکت
سکون و اطمینان کا نام تک نہیں ہوگا۔

فصل

معاصی سے غیرت کا نور بجھ جاتا ہے۔ اللہ اور اللہ کا رسول
سب سے زیادہ غیور ہیں۔ غیرت محمودہ اور غیرت مذمومہ

معاصی کی سزا یہ بھی ہے کہ انسان کے دل سے وہ غیرت فنا ہو جاتی ہے جس سے قلب کی حیات

اصلاح وابستہ ہے قلب کی زندگی کے لئے غیرت وہی حکم رکھتی ہے جو جسم کی زندگی کے لئے حرارت غریزیہ رکھتی ہے جس طرح جسم بغیر حرارت غریزیہ کے زندہ نہیں رہ سکتا قلب بغیر غیرت کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ غیرت کی حرارت ہی قلب کی خباثت اور ناپاکی۔ مذموم صفات۔ ذلیل و خسیس اوصاف کو جلا دیتی ہے جس طرح کہ آگ کی بھٹی سونا۔ چاندی۔ لوہے کا زنگ جلا دیتی ہے۔ اور دنیا میں سب سے زیادہ شریف۔ بلند رتبہ۔ بلند حوصلہ۔ بلند مرتبہ۔ عالی قدر۔ عالی ہمت شخص وہ ہوتا ہے جو اپنے اندر اپنے لئے اپنے خواص کے لئے اور بندگان خدا کے لئے انتہا درجہ کی غیرت رکھتا ہو۔ اور یہی وجہ ہے جو آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے حق میں ساری دنیا سے زیادہ غیور تھے اور اللہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ آنحضرت سے بھی زیادہ غیور ہے جیسا کہ صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔

أتعجبون من غیرة سعد؟ لأنا أغیر منه۔ واللہ أغیر منی (۱)

کیا سعد بن عبادہ کی غیرت پر تمہیں تعجب ہو رہا ہے یقین کرو میں ان سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے۔ (۱)

اور صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر فرمایا۔

یا امۃ محمد! ما احد اغیر من اللہ۔ ان یزنی عبدہ۔ او تزنی امتہ۔

اے امت محمدؐ! اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیور نہیں کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کرے۔

نیز اسی صحیح بخاری میں مروی ہے۔

لا احد اغیر من اللہ۔ من اجل ذالک حرم الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا احد احب الیہ العذر من اللہ۔ من اجل ذالک ارسل الرسل مبشرین۔

خدا سے زیادہ کوئی غیور نہیں، اور اسی وجہ سے اس نے ظاہری، باطنی فواحش کو حرام قرار دیا ہے اور خدا سے زیادہ کوئی معذرت کو پسند کرنیوالا نہیں۔ اور اسی لئے اس نے اپنے پیغمبروں کو جنت

۱؎ حضرت سعد بن عبادہؓ سے لوگوں نے ایک دن کہا۔ یا ابا ثابت! اب تو اللہ تعالیٰ نے حدود کا حکم فرمادیا مگر یہ تو فرمائیے کہ اگر تم کسی کو بی بی اپنی کے ساتھ حرام کاری کرتے دیکھو تو کیا کروگے؟ حضرت سعدؓ نے جواب دیا میں تو اسی وقت دونوں کو قتل کردوں گا۔ کیا میں اس حالت میں دیکھ کر چار گواہ تلاش کرنے کو نکلوں گا؟ اتنی دیر میں تو وہ اپنا کام کرکے چلتا بنے گا حضرت کا یہ قصہ صحابہؓ نے آنحضرت کے حضور میں پیش کیا۔ تو آپؐ نے وہ کلمات فرمائے جو صحیح بخاری کی روایت میں مروی ہیں۔

ومنذرین، وما احد احب الیہ المدح من اللہ۔ من اجل ذالک اثنیٰ علیٰ نفسہ

کی بشارت۔ اور دوزخ سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور خدا سے زیادہ مدح و تعریف کا پسند کرنے والا کوئی نہیں۔ اور اسی لئے اس نے خود اپنی تعریف کی ہے

اس حدیث میں آنحضرتؐ نے غیرت کو کہ جس کی اصل قبائح۔ ذمائم اور جرائم سے کراہت و بغض۔ اور معذرت کو کہ جس کی اصل کمال عدل۔ کمال رحمت اور کمال احسان ہے۔ ایک جگہ جمع فرما دیا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ انتہا درجہ کا غیور ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اس بات کو محبوب رکھتا ہے کہ بندہ اس کی بارگاہ میں معذرت خواہ ہو کر آئے۔ اور یہ اس کی معذرت قبول فرمائے۔ نیز یہ کہ جن امور سے غیرت و حمیت بھڑک اٹھتی ہے۔ ان کے ارتکاب پر خدا فوراً مواخذہ اور باز پرس نہیں کرتا۔ تاکہ بندہ اس کی بارگاہ میں معذرت پیش کرے۔ اسی غرض سے اس نے پیغمبروں کو بھیجا۔ اور بندوں کی طرف اپنی کتابیں بھیجیں تاکہ پیغمبران کو بارگاہ خداوندی میں معذرت خواہی۔ اور اس سے ڈرنے کی تلقین فرمائیں۔ خدا یہ انعام و احسان اس انتہائی عظمت و جلالت کی اور انتہائی احسان۔ اور انتہائی کمال کی دلیل ہے کیونکہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں میں بافراط غیرت ہوا کرتی ہے۔ وہ شدت غیرت کی وجہ سے بہت جلد مشتعل ہو جاتے ہیں اور فوراً عقوبت و سزا کا ہاتھ بڑھا دیتے ہیں۔ نہ ملزم کو معذرت کا موقع دیتے ہیں۔ نہ ہی اس کی معذرت قبول کرتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بات فی الواقع معذرت کی ہوتی ہے۔ اور نفس الامر میں وہاں جرم نہیں پایا جاتا اور بات عذر پذیری کی ہوتی ہے لیکن شدت غیرت کی وجہ سے عذر قطعاً قبول نہیں کیا جاتا۔ اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن کے اندر غیرت کا مادہ ہی سرے سے کم ہوتا ہے۔ اور وہ معذرت قبول کرنے اور عذر پذیری ہی کو بہترین کام سمجھتے ہیں۔ تا آنکہ اس قسم کے لوگوں کے یہاں معذرتوں اور عذر پذیرائیوں کی راہیں بہت وسیع اور کشادہ ہو جاتی ہیں۔ اور ان امور کو بھی عذر سمجھا جاتا ہے جو فی الواقع عذر نہیں ہوا کرتے۔ اور بے شمار انسانوں کو بلا عذر خواہی کے معذور قرار دے کر درگزر کر دیتے ہیں۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ غیرت اور معذرت علی الاطلاق پسندیدہ نہیں ہے۔ بلکہ قابلِ تعریف اور قابلِ ستائش یہ ہے کہ یہ ہر دو اپنے اپنے درجہ اور مرتبہ میں نمایاں ہوں۔ افراط و تفریط کسی طرح بھی قابلِ ستائش نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان من الغیرۃ ما یحبھا اللّٰہ ۔ و	غیرت کی بعض صورتیں اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہیں
منھا ما یبغضھا اللّٰہ۔ فالتی یبغضھا	اور بعض ناپسندیدہ ۔ ناپسندیدہ غیرت ▬ ہے
اللّٰہ الغیرۃ من غیر ریبۃ ۔	جو خواہ مخواہ شک و شبہ کی بنا پر کی جائے

حقیقت امر قابل ستائش یہ ہے کہ غیرت اور معذرت پذیری دونوں ہمدوش و ہم رکاب رہیں ۔ غیرت کی جگہ غیرت سے کام لیا جائے اور عذر پذیری کی جگہ عذر پذیری سے کام لیا جائے اور ہر وہ شخص جو ان دونوں کے مواقع اور مواقع کی رعایت کو اچھی طرح سمجھے ۔ وہ مدح و ثنا تعریف و ستائش کا زیادہ مستحق ہے اور چونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے اندر تمام صفات کمالیہ بدرجۂ اتم موجود اور مجتمع ہیں ۔ اس لئے وہ سب سے زیادہ مستحق مدح و ستائش ہے ۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسی مدح و ستائش کا مستحق و سزاوار ہے جو اس نے خود اپنے لئے کی ہے ۔ اور جس مدح و ستائش کا وہ مستحق ہے ۔ کوئی دوسرا اتنی مدح و ستائش نہیں کر سکتا ۔

پس اللہ تعالیٰ کا کوئی غیور بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ میں سے کسی ایک صفت میں بھی اس کی موافقت کر لیتا ہے ۔ تو یہ صفت اس کی قیادت و راہبری کرتی ہے اور اس کی باگ پکڑ کر اسے بارگاہ رب العالمین میں پہونچا دیتی ہے ۔ اور پروردگار کی رحمت کے قریب لے کر اسے کھڑا کر دیتی ہے ۔ اور بالآخر اسے اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین بندہ بنا دیتی ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے ۔ رحم کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے ۔ کریم ہے ۔ کرم کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے علیم ہے ۔ علماء کو محبوب رکھتا ہے ۔ قوی ہے ۔ مومن قوی الایمان کو محبوب رکھتا ہے ضعیف الایمان مومن کے مقابلہ میں قوی الایمان مومن خدا کو زیادہ محبوب ہے ۔ اللہ تعالیٰ "حی" ہے ۔ اہل حیا کو زیادہ محبوب رکھتا ہے جمیل ہے اہل جمال کو محبوب رکھتا ہے وتر ۔ یعنی طاق ہے ۔ ارباب وتر و طاق کو زیادہ محبوب رکھتا ہے ۔

پس اگر گناہ کا کوئی دوسرا اثر نہ بھی ہو تو صرف یہی بہت بڑی سزا ہے کہ گنہگار انسان ان مقدس اور پاکیزہ صفات کی اضداد سے متصف ہو جاتا ہے اور یہ اضداد اس کو ان مقدس صفات سے متصف ہونے سے روک دیتی ہے ۔ کیوں کہ قلب کے اندر جو خطرہ پیدا ہوتا ہے ۔ وہ بالآخر وسوسہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے ۔ اور پھر یہ وسوسہ ارادہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے ۔ اور ارادہ عمل کی شکل میں نمودار ہوتا ہے ۔ اس کے بعد یہ چیز ایک صفت لازمہ ۔ ثابتہ اور ہیئت راسخہ بن کر رہ جاتی ہے ۔ اور جب نوبت اس درجہ تک پہونچ جاتی ہے ۔ تو بندے کے لئے اس سے گنہگاری

اور نجات مشکل ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ صفات کاملہ سے عاری ہونا اور ان کو ترک کرنا مشکل اور متعذر ہو جاتا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ انسان کے اندر جس قدر گناہوں کی شدت اور کثرت ہوتی چلی جائے گی۔ اسی قدر اس کے قلب سے غیرت وحمیت کا جوہر کم ہوتا چلا جائے گا۔ اور پھر اسے نہ اپنے حق میں غیرت آئے گی نہ اپنے اہل وعیال کے حق میں۔ نہ عام لوگوں کے حق میں۔ غیرت کا مادہ بالکل ختم ہو جائے گا۔ انجام یہ ہو گا کہ وہ کسی قباحت وگناہ کو قباحت وگناہ ہی نہیں سمجھے گا۔ جب انسان اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے تو سمجھ لو وہ ہلاکت وتباہی کے دروازے میں داخل ہو گیا۔ اس قسم کے لوگوں میں اکثر کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ کسی قباحت وگناہ کو قباحت وگناہ ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ گناہوں اور ظلم وجور، فسق وفجور کو ایک پسندیدہ مشغلہ بنا لیتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی ظلم کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور ظلم کو مستحسن کام بنا کر لوگوں کو اس پر آمادہ اور برانگیختہ کرتے ہیں اور ظالموں کی امداد کرتے ہیں۔ اور یہی وہ راز ہے جس کی وجہ سے۔ دیوث کو خبیث ترین مخلوق کہا گیا ہے۔ غور کرو غیرت کی کمی نے دیوث کو کس درجہ تک پہنچا دیا۔ اس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ غیرت اصل دین ہے جس کے اندر غیرت نہیں اس کے اندر دین نہیں ہے۔ غیرت۔ قلب کے اندر حرارت اور گرمی پیدا کرتی ہے جب قلب گرم ہو جاتا ہے تو سارے جسم میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور اسی حرارت وگرمی کے زور سے وہ برائیوں۔ اور فسق وفجور کی مدافعت کرتا ہے۔ جب غیرت نہیں ہوتی تو قلب مر جاتا ہے اور جب قلب مر جاتا ہے تو جسم اور اعضا بھی مر جاتے ہیں اور پھر اس کے اندر جرائم کی مدافعت کی طاقت ہی باقی نہیں رہتی۔ قلب کے اندر غیرت کا ہونا ایسا ہی ہے جیسا انسان کے اندر امراض کی مدافعت کے لئے قوت کا ہونا۔ کہ جس قوت کی وجہ سے وہ ہمیشہ مرض کی مدافعت اور مقابلہ کرتا رہتا ہے۔ جب قوت ختم ہو جاتی ہے تو مرض پوری شدت سے اس پر قابو پا لیتا ہے۔ اور آخری انجام یہ ہوتا ہے کہ مرض اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ غیرت انسان کے لئے وہی درجہ رکھتی ہے۔ جو بھینس اور بیل وغیرہ کے لئے سینگ کا درجہ ہے۔ ان ہی سینگوں کے زور سے اپنی اور بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور دشمن سے بچاؤ کرتے ہیں جب سینگ ٹوٹ گئے تو پھر ہر دشمن اس پر حملہ آور ہونے لگتا ہے۔

فصل

معاصی اور گناہوں سے حیاء و شرم کا جوہر فنا ہو جاتا ہے
حالانکہ قلب کی حیات ۔ حیاء سے وابستہ ہے

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ حیاء جو قلب کا اصلی جوہر حیات ہے فنا ہو جاتی ہے اور حالانکہ ہر خیر و فلاح کی اصل جڑ شرم و حیاء ہی ہے ۔ جب یہی فنا ہو جائے تو خیر و فلاح کی امید ہی نہیں قائم کی جا سکتی۔ صحیح بخاری کے اندر آنحضرت صلعم سے مروی ہے۔

الحیاء خیر کلہ ۔ حیاء سراسر خیر و بھلائی ہے

اور آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے ۔

ان مما ادرک الناس من کلام النبوۃ الاولی ۔ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت: لوگوں نے پچھلی نبوت کے کلام میں سے جو کچھ پایا ہے ان میں سے ایک یہ ہے ۔ کہ حیاء نہ کرو تو پھر جو جی چاہے کر گزرو ۔

اس کلام کی دو تفسیریں کی گئی ہیں ۔

ایک یہ کہ یہ تنبیہہ ۔ وعید کے طور پر کہا گیا ہے ۔ اور معنی یہ ہیں کہ جب تم نے شرم و حیاء چھوڑ دی تو پھر جو چاہو کرو ۔ جو برائیاں بھی چاہو کر گزرو ۔ کیونکہ برائیوں سے باز رکھنے والی چیز صرف شرم و حیاء ہی ہے ۔ اور جب یہی ختم ہو گئی تو پھر کونسی چیز برائیوں سے انسان کو روک سکتی ہے ۔ اس کلام کی یہ تفسیر حضرت ابو عبیدہؓ نے کی ہے ۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس کام کے کرنے میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے حیاء دامنگیر نہ ہو سکے وہ تم کر سکتے ہو ۔ کیونکہ جس کام میں اس سے حیاء دامنگیر ہو وہ قابل ترک ہے ۔ یہ تفسیر روایت امام ثانیؒ امام احمدؒ نے کی ہے ۔ پہلی تفسیر کی رو سے یہ کلام وعید ۔ تہدید اور تنبیہہ ہے ۔ جیسا کہ سورۃ "حم سجدہ" کے اندر وارد ہے ۔

اعملوا ما شئتم الخ (حم سجدہ) جو چاہو سو کرو (خدا تم کو دیکھ رہا ہے)

دوسری تفسیر کی رو سے یہ کلام ایک قسم کی رخصت و اباحت پیش کر رہا ہے یعنی جس کام میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے حیاء دامنگیر نہ ہو اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔

اگر کہا جائے کہ کیا اس کلام کو ہر دو معنی پر ایک ساتھ محمول کر سکتے ہیں ؟ تو میں کہوں کا ہرگز نہیں ۔ اس شخص کے قول کے مطابق کہ "لفظ" مشترک اپنے تمام معانی پر مستعمل ہو سکتا ہے ۔ یہ کلام اپنے ہر دو معانی پر محمول نہیں ہو سکتا ۔ کیوں کہ ایک معنی کی رو سے یہ ایک وعید ۔ تہدید

اور تنبیہ ہے۔ اور دوسرے معنی کی رو سے اباحت و رخصت اور ظاہر ہے کہ وعید و تہدید اور اباحت و رخصت میں منافات ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب ایک معنی کا اعتبار کیا جائے گا تو دوسرے معنی کا بھی اعتبار لازم و ضروری ہے۔

"مقصود" یہ ہے گناہوں سے جوہر حیا، ضعیف و کمزور ہو جاتا ہے۔ بلکہ لیسا اوقات ختم ہو جاتا ہے۔ تاآنکہ وہ اس قدر بے حیاء اور بے شرم بن جاتا ہے کہ لوگوں کے دیکھنے سننے سے بھی وہ متاثر نہیں ہوتا۔ بلکہ لوگ جب اس کے بُرے حالات کی طرف متوجہ کرتے ہیں اس کی برائیوں اور اعمال بد کے بُرے نتائج سے باخبر کرتے ہیں پھر بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ حیاء کا اصل جوہر اس کے اندر سے بالکل فنا ہو جاتا ہے۔ جب کسی انسان کی حالت اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ ابلیس شخص کی حالت ابلیس دیکھتا ہے۔ تو بہت خوش ہوتا ہے اور اسے شاباشی دیتا ہے اور کہتا ہے۔ اے فلاح و خیر سے محروم میں تجھ پر قربان تو میرا سچا رفیق ہے۔

لفظ "حیاء" "حیات" سے مشتق ہے۔ برسات کو حیات کہا جاتا ہے۔ کیونکہ زمین کی روئیدگی درختوں۔ کھیتوں۔ گھاس۔ اور ہر جاندار کی زندگی اس سے وابستہ ہے اسی طرح "حیاء" کو بھی دنیا اور آخرت کی حیات کہا گیا ہے۔ جس آدمی کے اندر حیاء نہ ہو وہ ایک مردہ انسان ہے۔ اور ایسا انسان آخرت میں سب سے بڑا شقی و بدبخت ہوگا گناہ اور بے حیائی میں۔ گناہ اور بے غیرتی میں باہم تلازم ہے۔ جہاں بے حیائی اور بے غیرتی پائی جائے گی۔ گناہ ضرور پائے جائیں گے۔

جو آدمی اللہ تعالیٰ سے حیاء و شرم کرتا ہے۔ اور گناہوں سے احتراز کرتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی اسے سزا دینے میں شرم و حیاء برتے گا۔ اور جو اس سے شرم و حیاء نہیں رکھے گا۔ اور گناہ کرے گا تو وہ بھی قیامت کے دن سزا دینے میں کسی قسم کا حیاء نہیں برتے گا۔

فصل

معاصی سے بندے کے دل میں پروردگار عالم کی عظمت و جلالت کم ہو جاتی ہے۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ بندہ کے دل میں پروردگار عالم کی عظمت و جلالت کم ہو جاتی

کا تذکرہ کیا ہے، وہاں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ ارباب معاصی کے قلوب ان کی
بداعمالیوں و بدکرداریوں کی وجہ سے الٹ دیئے گئے۔ ان کے قلوب پر پردے ڈال دیے
گناہوں کی وجہ سے ان کے قلوب پر مہریں لگا دی گئیں اور انھیں اللہ تعالیٰ نے اسی طرح بھ
دیا ہے۔ جس طرح انہوں نے خدا کو بھلا دیا۔ ان کو اس نے اس طرح ذلیل و رسوا کر دیا جس طرح
انہوں نے اس کے دین کو ذلیل و رسوا کیا۔ ان کو اسی طرح تباہ و برباد کیا۔ جس طرح لوگوں نے اس
کے احکام و اوامر کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ ذلیل و خوار کر
اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ سورۂ حج کے اندر وارد ہے:۔

ومن يهن الله فماله من مكرم — اور اللہ جسے ذلیل کرتا ہے۔ تو اسے کو
عزت نہیں دے سکتا۔

جب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کے حکم کی بے قدری، اور بے وقعتی کر
اور سجدہ سے جان چرائیں۔ تو اللہ تعالیٰ بھی ان کو ذلیل کر دیتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ
کرے اس کا اکرام و احترام کون کر سکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ جس کی قدر و عظمت کرے
اسے کون ذلیل کر سکتا ہے؟

فصل

بندہ نافرمانی کرتا ہے۔ تو پروردگار عالم
اسے بھلا دیتا ہے اور اس کو نفس و شیطان کے حوالے کر دیتا ہے

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ گنہگار بندے کو بھلا دیتا ہے اور اسے ا
کے نفس اور شیطان کے حوالہ کر دیتا ہے اور نوبت یہاں تک پہونچ جاتی ہے تو بندہ ہلاکت کے
عمیق غار میں جا گرتا ہے۔ اور اس کی نجات کی کوئی امید بھی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔ واتقوا الله ان الله خبير بما تعملون: ولا تكونوا كالذين نسوا الله فانساهم انفسهم اولئك هم

اے ایمان والو! خدا سے ڈرتے رہو اور ہر
کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ کل قیامت کے لئے ا
نے کیا عمل کر کے رکھا ہے اور خدا سے ڈر
رہو کیونکہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اس
پورا پورا خبر ہے۔ اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جنہو

الفاسقون ۔ نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ان کی ایسی مت
ماری کہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے یہی لوگ
توڑے نافرمان ہیں ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ تقویٰ و پرہیزگاری کا حکم فرماتا ہے ۔ اور اپنے مومن بندوں کو ان بندوں کی مشابہت سے روکتا ہے ۔ جو تقویٰ کی راہ سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھے ہیں ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ اگلے لوگوں میں کچھ لوگ ایسے تھے جو تقویٰ کی راہ چھوڑ بیٹھے تھے ۔ اور اپنی مصالح کو عذاب سے نجات دینے والے ۔ دائمی حیات بخش امور کو اور کمال لذت و سرور ۔ کمال انعام کی موجب چیزوں کو بھلا بیٹھے تھے ۔ تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھلا دیا ۔ جب یہ لوگ عظمت الٰہی ۔ خوف خداوندی اور احکام ربانی کو فراموش کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی ۔ عاصی اور نافرمان بندہ جب اپنی بھلائی کو فراموش کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے ذکر سے اس کے قلب کو غافل و بے خبر بنا دیتا ہے اور وہ بندہ ہوائے نفسانی کا پیرو بن جاتا ہے ۔ جب خود بندہ اپنی بھلائی کو برباد کرنے میں اعتدال کی حدود کو توڑ کر افراط و تفریط کے دلدل میں پھنس جاتا ہے ۔ تو لازمی طور پر اس کی ساری دنیا و آخرت کی بھلائیاں اس افراط و تفریط کی نذر ہو جاتی ہیں ۔ حالانکہ دنیا کی لذتیں اور مسرتیں اس قدر بے وقعت ہیں کہ اس کی حیثیت گرمی کے بادلوں یا وہم و خیال کے انبار وں سے زیادہ نہیں ہے ۔ کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے ؎

احلام نوم او کظل زائل	ان اللبیب بمثلہا لا یخدع
خواب کی باتیں ہیں یا چلتی پھرتی چھاؤں	عقلمند انسان کو ایسے امور سے دھوکہ نہیں دیا جا سکتا

اور عظیم ترین سزا یہ ہے کہ بندہ خود اپنی جان کو بھی بھلا دیتا ہے اور اپنے اس حصہ کو ٹھکرا دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرنے والا تھا ۔ اور اپنے اس حصہ کو وہ کھوٹے دام ول رذیل و ذلیل امور کے عوض فروخت کر دیتا ہے ۔ اور ایسی چیز کو ضائع کر دیتا ہے ۔ جس کے بغیر اسے چارہ نہیں اور جس کے عوض کوئی دوسری چیز ہو ہی نہیں سکتی ۔ اور ایسی چیز کے عوض ضائع اور برباد کر دیتا ہے ۔ جس سے انسان بالکل مستغنی ہے ۔ جو اس کے معاوضہ کے پلہ میں آ ہی نہیں سکتی ۔ کسی شاعر کا قول ہے ۔

من کل شیئ اذا ضیعتہ عوض — ولیس فی اللّٰہ ان ضیعتہ عوض

ہر چیز کا اگر تم اسے ضائع کر دو تو عوض ممکن ہے — لیکن اللّٰہ کو چھوڑ دو، اس کا عوض ممکن نہیں ہے

حقیقت یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ہر شے سے مستغنی ہے۔ لیکن کوئی شے اس سے مستغنی نہیں ہر شے سے وہ بندے کو محروم کر سکتا ہے۔ لیکن بندے کو کوئی شے خدا سے بے نیاز نہیں کر سکتی ہر چیز کو اس کی جناب میں پناہ حاصل ہے۔ لیکن کوئی چیز بندہ کو خدا سے پناہ نہیں دے سکتی جس خدا کی شان یہ ہو اس سے بندہ ایک لمحہ کے لیے بھی کیوں کر مستغنی اور بے پرواہ ہو سکتا ہے؟ بندہ اگر بندہ ہے تو اس کے ذکر سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا۔ اس کے احکام کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں خود بندہ ہی کا نقصان ہے۔ اس طرح بندہ خود اپنی جان کو بھلا دیتا ہے اور اپنے کو سخت ترین خسارے میں ڈال دیتا ہے۔ اپنی جان پر سخت سے سخت ظلم کرتا ہے۔ پروردگار تو اپنے کسی بندے پر ظلم نہیں کرتا۔ بلکہ خود بندہ ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ پروردگار عالم نے اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کیا۔ بلکہ بندے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ہیں۔

فصل

عاصی و نافرمان بندہ خود اپنی جان کو بھول جاتا ہے اور اپنے کو دائرہ احسان سے خارج کر دیتا ہے

معاصی اور گناہوں کی ایک یہ سزا بھی ہے کہ بندے کو اس کے گناہ دائرہ احسان سے خارج کر دیتے ہیں۔ اور محسنین کے اجر و ثواب سے اسے محروم بنا دیتے ہیں جب بندے کے قلب میں احسان جاگزیں ہو جاتا ہے تو وہ بندے کو معاصی سے روکتا ہے۔ ایسا بندہ جب عبادت انجام دیتا ہے تو اس طرح انجام دیتا ہے گویا خدا اس کے سامنے موجود ہے۔ اور یہ حالت اسی وقت ہوتی ہے جب کہ بندہ کے قلب میں ذکر الٰہی۔ اس کی محبت اور اس سے خوف و ڈر کا اس پر غلبہ ہو اور غلبہ ایسا ہو کہ گویا بندہ اللّٰہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ اور یہی وہ کیفیت ہے جو بندے کو معاصی کے ارتکاب سے باز رکھتی ہے۔ اور باز کیا رکھتی ہے ارتکاب معاصی کے ارادہ تک سے اسے دور رکھتی ہے یہی کیفیت و حالت معاصی اور بندے کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ اور جب کوئی بندہ دائرہ احسان سے خارج ہو جاتا ہے۔ تو اپنے رفقا خصوصی اور خوشگوار حیات اور خدا کے کامل ترین بندوں کی رفاقت و تائید سے محروم ہو جاتا ہے۔

باوجود اس کے اگر اللہ تعالیٰ اس قسم کے کسی بندے کے لئے بھلائی چاہتا ہے تو اُسے عام مومنین۔ عام اہلِ ایمان کے دائرہ میں برقرار رکھتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ معاصی اور گناہوں سے احتراز نہیں کرتا تو بالآخر اللہ تعالیٰ اسے عام اہلِ ایمان کے دائرہ سے بھی خارج کر دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ میں آیا ہے کہ:۔

لایزنی الزانی حین یزنی وھومومن	زانی زنا کے وقت مومن نہیں رہتا۔
ولایشرب الخمرحین یشرب وھومؤمن	اور شرابخور شراب نوشی کے وقت مومن نہیں رہتا۔
ولایسرق السارق حین یسرق وھومومن	اور چور چوری کے وقت مومن نہیں رہتا۔
ولاینتھب نھبۃ ذات شرف یرفع الیہ الناس فیھا ابصارھم حین ینتھبھا وھومومن۔	اور لٹیرا ڈاکو جب کہ ایسی چیز لوٹتا ہے۔ جس پر لوگوں کی نگاہیں اٹھتی ہیں تو اس وقت وہ مومن نہیں رہتا۔

پس اے خدا کے بندو! اپنے کو معاصی۔ اور گناہوں سے بچاؤ۔ اور اچھی طرح بچاؤ۔ توبہ کرو۔ کہ توبہ کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔

فصل

جب کوئی بندہ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے اور اہل ایمان کی رفاقت سے محروم ہوجاتا ہے تو ایمان کے ساتھ جو بھلائیاں وابستہ ہیں۔ ان سب سے بھی محروم ہوجاتا ہے

جو بندہ کہ مومنین کی رفاقت سے محروم ہوجاتا ہے اور دائرہ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی جانب سے جو بہترین مدافعت کرتا رہتا ہے اس سے بھی یہ بندہ محروم ہوجاتا ہے۔ کیوں کہ خدا تو اہل ایمان کی جانب سے مدافعت کرتا ہے۔ اور یہ اپنے کو دائرہ ایمان سے خارج کرچکا ہے۔ اور اس لئے وہ اس خیر و فلاح سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں ایمان سے وابستہ قرار دیا ہے اور جن قیمتی خصوصیات کو اللہ تعالیٰ نے ایمان سے وابستہ قرار دیا ہے۔ وہ تقریباً ایک سو ہیں۔ ان میں سے ہر خصوصیت سے دنیا و مافیہا کی خیر و فلاح وابستہ ہے۔

۱۔ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازتا ہے۔ ارشاد ہے:۔

وسوف یوتی اللہ المومنین اجراً عظیما (نسا) اور اللہ ایمان والوں کو بڑے بڑے اجر دے گا۔

۲:۔ دنیا اور آخرت کے شر اور برائیوں سے خدا انہیں بچاتا اور ان کی مدافعت کرتا ہے۔ ارشاد ہے

ان اللہ یدافع عن الذین آمنو (حج) خدا ایمان والوں سے ان کے دشمنوں کے شر کو ہٹاتا رہتا ہے۔

۳:۔ عرش کے اٹھانے والے فرشتے ایمان والوں کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ۔ ویومنون بہ وتستغفرون للذین آمنوا ۔ (مومن) جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے عرش کے ارد گرد تعینات ہیں۔ اپنے پروردگار کی تسبیح کے ساتھ اس کی حمد و ثنا کرتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایمان والوں کے لئے مغفرت مانگا کرتے ہیں۔

۴:۔ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔ ارشاد ہوتا ہے :۔

اللہ ولی الذین آمنو (بقرۃ) اللہ ان لوگوں کا جو ایمان لائے ہیں ولی مددگار ہے

۵:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایمان والوں کو ہمیشہ ثابت قدم رکھیں اور ان کی امداد و اعانت کرتے رہیں۔ ارشاد ہے :۔

اذیوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین آمنوا (انفال) اے پیغمبر! یہ وہ وقت تھا کہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو۔

۶:۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو عزت و توقیر عطا فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :۔

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین : (منافقون) اور عزت صرف اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے۔

۷:۔ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :۔

وان اللہ مع المومنین (انفال) اور بے شک اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

۸:۔ دنیا و آخرت میں ایمان والوں کے مراتب بلند ہوتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے :۔

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم تم لوگوں میں سے جو ایمان لائے ہیں اور جن کو

اولوا العلم درجات : (مجادلہ) علم دیا گیا ہے۔ اللہ ان کے درجے بلند کریگا۔

۹:۔ ایمان والوں کو خدا دہری رحمت عطا فرماتا ہے۔ اور ایسا نور عطا فرماتا ہے جس کی روشنی میں ایمان والے چلتے پھرتے ہیں۔ نیز خدا ان کے گناہ معاف فرماتا ہے۔

۱۰:۔ ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ محبت کو عام کر دیتا ہے اور یہ اس طرح کہ وہ خود ان کو محبوب رکھتا ہے پھر اپنے فرشتوں میں ان کو محبوب کر دیتا ہے اور پھر اپنے پیغمبروں اور صالح بندوں میں ان کو محبوب بنا دیتا ہے۔

۱۱:۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو شدید ترین خوف وہراس کے وقت بھی امن و اطمینان عطا فرماتا ہے۔ ارشاد ہے :۔

فمن آمن واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (انعام) جو ایمان لایا اور اس نے اپنی حالت کی اصلاح کی۔ تو ایسے لوگوں پر نہ کسی طرح کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہوں گے۔

۱۲:۔ ایمان والے ان لوگوں میں شامل کر لئے جاتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے انعامات کئے ہیں۔ جن کی راہ دن رات میں سترہ مرتبہ طلب کرنے کے لئے ہمیں حکم دیا گیا ہے [۱]۔

۱۳:۔ ایمان والوں کے لئے قرآن حکیم ہدایت اور شفا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :۔

قل ھو للذین آمنوا ھدی وشفاء والذین لا یؤمنون فی آذانھم وقر وھو علیھم عمی۔ اولٰئک ینادون من مکان بعید : اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں کہ ان کے لئے یہ قرآن ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں رکھتے ان کے کانوں میں گرانی ہے۔ اور یہ قرآن ان کے لئے نابینائی ہے۔ گویا وہ دور سے پکارے جا رہے ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ ایمان ہر خیر و برکت کو جلب کرتا ہے۔ اور دنیا و آخرت کی تمام

---

[۱] شب و روز میں سترہ رکعت نماز فرض ہے۔ ان میں سے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے جس کے اندر اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم پڑھا جاتا ہے ۱۲۔

بھلائیوں کا سبب ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر بندہ اس اہم ترین چیز کو معمولی، اور بے قدر کیسے سمجھ سکتا ہے؟ اور وہ کام جو اُسے دائرہ ایمان سے خارج کر دے۔ اور بندے اور خدا کے درمیان حائل ہو جائے۔ اس کا ارتکاب وہ کیوں کر کر سکتا ہے؟ اگرچہ مومن دائرہ ایمان سے خارج نہ ہو۔ لیکن اگر گناہوں پر بندہ اصرار ہی کرتا رہا تو خوف ہے کہ اس کا پورا قلب زنگ آلود ہو جائے۔ اور بالآخر اس بندے کو اسلام سے خارج ہی کر دے۔ اعاذنا اللہ من ھذا۔ اور یہی وہ مقام خوف ہے۔ جس سے سلف صالحین ہمیشہ ڈرتے رہے اور بہت زیادہ ڈرتے رہے۔ جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے۔

انتم تخافون الذنوب۔ وانا اخاف الکفر۔ — تم گناہوں سے ڈرتے ہو۔ مگر میں تو کفر سے ڈرتا ہوں۔

فصل

معاصی سیر الی اللہ۔ اور سلوک آخرت کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ انسان کا قلب سیر الی اللہ۔ سلوک آخرت ہی افتادہ پا۔ کاہل سست اور پست ہمت ہو جاتا ہے۔ یا پھر فلاح و نجات کی راہ میں حجاب بن جاتے ہیں۔ اقدام سفر میں کاہلی اور سستی پیدا کر دیتے ہیں۔ اس کی ہمت اس قدر پست ہو جاتی ہے کہ خدا کی طرف اس کا قدم اٹھنا ہی دشوار ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی اس وقت جب کہ معاصی اور گناہ اسے دوسری جانب نہ موڑ دیں۔ اس صورت میں گناہ منزل تک پہنچنے میں حجاب بن جاتے ہیں اور سیر الی اللہ میں رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں پھر اس کو گمراہ کر کے دوسری طرف لے جاتے ہیں۔ انسانی قلب کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی قوت طاقت ہی کے بل پر خدا کی طرف بڑھتا ہے۔ اور جب معاصی اور گناہ اسے بیمار کر دیتے ہیں تو قلب کمزور ہو جاتا ہے اور اس کی قوت اقدام اور طاقت سیر بھی کمزور ہو جاتی ہے، اگر خدانخواستہ قلب کی یہ قوت و طاقت بالکلیہ ختم ہو گئی تو سمجھ لو وہ خدا سے بالکل ہی منقطع ہو جاتا ہے اور اس کا تدارک ناممکن ہو جاتا ہے۔ نا اللہ المستعان۔

پس معلوم ہوا گناہ یا تو قلب کو مردہ کر دیتے ہیں یا پھر خطرناک مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں

یا قلب کی قوتوں کو کمزور کر دیتے ہیں اور ایسا ہونا لابدی اور ضروری ہے اور پھر قلب کی یہ کمزوری ان آٹھ صفات پر جا کر منتہی ہوتی ہے جس سے آنحضرتؐ پناہ مانگا کرتے تھے اور وہ یہ ہیں :۔

اللھم انی اعوذبک من الھم والحزن	اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر اور غم سے
والعجز والکسل ۔ والجبن والبخل وضلع	اور ناتوانی اور سستی سے اور بزدلی اور بخل
الدین وغلبۃ الرجال ۔	سے ۔ اور قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبے سے

ان آٹھ میں سے ہر دو دو چیزیں قریب المعنیٰ ہیں ۔ ہم ۔ اور حزن قریب المعنیٰ ہیں ۔ اگر رنج و غم جو قلب پہ وارد ہوتا ہے مستقبل کی متوقع مصیبت کے متعلق ہے تو وہ ہم ہے ۔ اور اگر ماضی کی وجہ سے ہے تو حزن ہے عجز و کسل قریب المعنیٰ ہیں ۔ اگر بندہ بوجہ عدم قدرت کے اسباب خیر و فلاح سے محروم ہے ۔ تو یہ عجز ہے ۔ اور اگر ارادہ کی کمزوری کی وجہ سے محروم ہے تو کسل ہے ۔ جبن اور بخل قریب المعنیٰ ہیں اگر جسم بدن اور قلب کی کاہلی کی وجہ سے انتفاع سے محروم ہے تو جبن ہے اگر حب مال کی وجہ سے اس کے انتفاع سے محروم ہے تو بخل ہے ضلع الدین اور قہر الرجال قریب المعنیٰ ہیں اگر کسی حق کی بناء پر دوسرا اس پر غالب آ جائے تو یہ ضلع الدین ہے اور اگر باطل طریقہ پر دوسرا اس پر غالب آ جائے تو وہ قہر الرجال ہے ۔

مقصود یہ ہے کہ گناہ ان آٹھ چیزوں کے جلب کرنے کے قوی ترین اسباب میں سے ہیں ۔ اور گناہ ان چیزوں کو اسی طرح جلب کرتے ہیں ۔ جس طرح دوسری حدیث کی رو سے

جھد البلاء ۔ درک الشقا یسوء القضا	بلاء کی سختی ، بدبختی کی گرفت ، فیصلہ کے برے نتائج
شماتۃ الاعداء	اور دشمنوں کی ہنسی ۔

کو جلب کرتے ہیں ۔ انعامات الٰہیہ ۔ اور خیر و عافیت کو خدا کی نعمت و خفگی سے تبدیل کر دیتے ہیں ۔ نیز امور خدا کی خفگی و ناراضگی کے قوی ترین اسباب میں سے ہیں ۔

فصل

گناہ بندے کو انعامات الٰہیہ سے محروم کر دیتے ہیں ۔ خدا کی ناراضی کا موجب ہیں ۔

گناہ کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ بندہ خدا کے انعامات سے محروم ہو جاتا ہے اور خدا کی ناراضی و خفگی میں مبتلا ہو جاتا ہے جب کسی بندے سے کوئی نعمت سلب کر لی جاتی ہے ۔ یا وہ کسی نکبت و عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے ۔ تو اس کا سبب اس کی نافرمانی اور عصیان ہی ہوتے ہیں ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں :

ما نزل بلاء الا بذنب ولا رفع بلاء الا بتوبۃ	جو مصیبت نازل ہوتی ہے ۔ گناہوں کی وجہ سے

نازل ہوتی ہے اور جو مصیبت رفع ہوتی ہے
توبہ کی وجہ سے رفع ہوتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر (سورہ شوریٰ)

اور تم پر جو مصیبت پڑتی ہے خود تمہارے اپنی کرتوتوں کی وجہ سے پڑتی ہے اور بہت سی تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔

اور ارشاد ہے:۔

ذلک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمھا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔ (انفال)

یہ اس وجہ سے کہ جو نعمت خدا نے کسی قوم کو دی ہو جب تک وہ لوگ خود اپنے اندر تغیر نہ پیدا کرلیں خدا کی عادت نہیں کہ ان نعمتوں میں کوئی ردو بدل کردے۔

اس آیت میں خدا یہ خبر دیتا ہے کہ خدا جس قوم یا جس شخص پر انعام فرماتا ہے اور اپنے لطف وکرم سے نوازتا ہے۔ اس کو اس وقت تک اس نعمت سے محروم نہیں فرماتا جب تک کہ وہ خود اپنے کو محرومی کا حقدار اور مستحق نہ بنالیں۔ جب بندہ غلط راہ پر چل پڑتا ہے اور خدا کی اطاعت عبادت کی جگہ معصیت وگناہ۔ اور شکر گزاری کی جگہ کفران نعمت کرنے لگتا ہے اسباب رضامندی کی جگہ اسباب خشم وناراضی پیدا کرلیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی نعمتیں اس سے چھین لیتا ہے۔ اور عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور بدا تعالیٰ کی سزا ٹھیک ٹھیک دی جاتی۔ جیسا عمل ویسی سزا۔ وما ربک بظلام للعبید، تمہارا پروردگار بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہے اگر بندہ طاعت وعبادت کو معصیت وگناہ سے تبدیل کر دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی خیر و عافیت کو عقوبت و عذاب سے اور عزت کو ذلت سے بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔ واذا اراد اللہ بقوم سوءً فلا مرد لہ ومالھم من دونہ من وال۔ (سورہ رعد)

اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ اپنے سلوک میں ہرگز کوئی تغیر وتبدل نہیں کرتا۔ جب تک وہ قوم خود اپنے اندر کوئی تغیر وتبدل نہ کر بیٹھے۔ اور جب خدا کسی قوم کے حق میں برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا نہ ان لوگوں کو خدا کے مقابلہ میں کوئی حمایتی نہیں مل سکتا

بعض آثار الٰہیہ۔ یعنی احادیث قدسیہ میں وارد ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وعزتی وجلالی لایکون عبد من
عبیدی علی ما احب۔ ثم ینتقل منہ
الی ما اکرہ الا انتقلت لہ مما یحب
الی مایکرہ ولایکون عبد من
عبیدی علی ما اکرہ فینتقل عنہ الی
ما احب الا انتقلت لہ مما یکرہ الی
ما یحب۔

قسم ہے میری عزت و جلال کی جب میرا کوئی بندہ وہ
کام کرتا ہے جو مجھے محبوب ہے اور پھر وہ اسے چھوڑ کر
وہ کام کرنے لگتا ہے جو مجھے ناپسندیدہ ہے تو میں
بھی اسے اس کی محبوب چیز سے محروم کر دیتا ہوں
اور جو اسے مکروہ اور ناپسند ہے۔ اس کی طرف
منتقل کر دیتا ہوں اور جب میرا کوئی بندہ مکروہ
ناپسندیدہ کام کرتا ہے اور پھر وہ اسے ترک
کر کے وہ کام کرنے لگتا ہے جو مجھے محبوب ہے
تو میں اسے اس کی ناپسندیدہ چیز سے الگ کر کے
اس کی محبوب و پسندیدہ چیز کی طرف لے جاتا ہوں

اور کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ۔۔۔

اذا کنت فی نعمة فارعها
جب تمہیں کوئی نعمت حاصل ہو تو تم اس کی رعایت کرو

فان الذنوب تزیل النعم
کیونکہ گناہ نعمت کو زائل کر دیتے ہیں

وحطها بطاعة رب العباد
رب العباد کی طاعت سے گناہوں کو جھاڑ دو

فرب العباد سریع النقم
کیونکہ رب العباد بہت جلد انتقام لیا کرتا ہے

وایاک والظلم مهما استطعت
جہاں تک ہو سکے بندوں پر ظلم کرنے سے احتراز کرو

فظلم العباد شدید الوخم
کیونکہ ظلم کرنا بہت بھاری بوجھ ہے

وسافر بقلبک بین الوری
اپنے قلب سے دنیا کا سفر کرو

لتبصر آثار من قد ظلم
تاکہ ظلم کرنیوالوں کے آثار کا تمہیں پتہ چلے

فتلک مساکنهم بعدهم
ظالموں کے یہ مکانات ان کے مرنے کے بعد

شهود علیهم ولا تتهم
ان کے خلاف شہادت دیتے ہیں۔ اور تم
ان کو جھٹلا نہیں سکتے۔

وما کان شیء علیهم اضر
ان کے حق میں ظلم سے زیادہ کوئی مضر

من الظلم وهو الذی قد قصم۔
چیز نہ تھی۔ اسی نے ان کو توڑ کر رکھ دیا۔

فکم ترکوا من جنات ومن　　　قصور واخری علیھم الطسم
ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور کتنے ہی محل چھوڑے　　　اور خود ان پر ملبوں کے ڈھیر لگ گئے

صلوا بالجحیم وفاتت النعم　　　وکان الذی نالھم کالحلم
لیکن مرنے کے بعد سید ھے جہنم رسید ہوئے اور ساری نعمتیں ختم ہو گئیں اور جو کچھ دنیا میں ان کو ملا تھا خواب سا بن کر رہ گیا۔

فصل

معاصی قلب کے اندر خوف وہراس دہشت اور وحشت پیدا کر دیتے ہیں اور دل ہمیشہ خوف زدہ اور ہراساں رہتا ہے

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمان بندے کے دل میں مرعوبیت اور خوف پیدا کر دیتا ہے۔ گنہگار آدمی کو تم ہمیشہ مرعوب وخوف زدہ پاؤ گے۔ کیوں کہ طاعت ہی ایک ایسی چیز ہے جو دنیا اور آخرت کی عقوبتوں سے بندے کو محفوظ رکھتی ہے۔ طاعت عبادت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی اللہ تعالیٰ کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جو آدمی بھی اس میں داخل ہو جائے گا۔ دنیا وآخرت کی تکالیف سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور جو بھی اس قلعہ سے باہر نکلے گا خوف وہراس ،مصائب ،آلام کا شکار ہو جائے گا۔ جو بندہ طاعت الٰہی کو اپنا شیوہ بنالے گا۔ ہر قسم کا خوف وہراس اس کے لئے امن وسکون۔ اطمینان وتسکین سے تبدیل ہو جائے گا عاصی و نافرمان کا حال ہمیشہ تم ایسا پاؤ گے گویا اس کا دل کسی پرندے کے پروں میں جوڑ دیا گیا ہے۔ دروازہ کھٹکا سمجھا شکاری آ گیا۔ قدم کی آہٹ سنی سمجھا عزرائیل آ گیا۔ کہیں سے کوئی آواز آئی سمجھا اس کو کچھ کہہ رہا ہے اور ہر نا گوار چیز گویا اسی کی تلاش میں پھر رہی ہے پس حقیقت یہ ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہر خوف سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جو اس سے نہیں ڈرتا ہر چیز اسے ڈراتی ہے کسی شاعر نے کیا اچھی بات کہی ہے

بما قضاء اللہ بین الخلق مذ خلقوا　　　ان المخاوف والاجرام فی قرن
جب سے مخلوق پیدا ہوئی اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ رہا　　　کہ مخاوف اور جرائم ہمیشہ ہم قرین رہے ہے

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ قلوب کے اندر خطرناک قسم کی وحشت پیدا کر دیتے ہیں۔ گنہگار انسان ہمیشہ متوحش رہے گا۔ اپنی جان سے متوحش۔ پروردگار سے متوحش، اللہ تعالیٰ کی مخلوق

سے متوحش۔ جس قدر گناہ زیادہ کرے گا اس کی وحشت میں اضافہ ہی ہوتا ہے گا اور یہ بالکل واضح ہے کہ توحش و خوف کی زندگی تلخ ترین زندگی ہوا کرتی ہے اور بہترین زندگی وہ ہوتی ہے جو سکون و انسیت کی زندگی ہو۔ ایک عقلمند انسان لذت گناہ اور وحشت گناہ کا موازنہ کرے تو معلوم ہوجائے گا کہ اس کی حالت کس قدر خراب ہے۔ وہ کس قدر گھاٹے۔ اور خسارے میں ہے۔ اور افسوس کرے گا کہ اس نے طاعت کی مانوسیت۔ طاعت کے امن و سکون۔ طاعت کے حلاوۃ و شیرینی کو معصیۃ کی وحشت و معصیۃ کے خوف و ہراس کے عوض کیوں فروخت کر دیا؟ کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

اذا کنت قد اوحشتک الذنوب فدعھا اذا شئت واستانس

جب گناہ تجھے وحشت میں مبتلا کر دیں تو گناہ کو ترک کر دے اور انسیت حاصل کرے

مسئلہ کا اصل راز یہ ہے کہ طاعت و عبادت تقرب الٰہی کا موجب ہے۔ اور یہ تقرب جس قدر زیادہ ہوگا مانوسیت۔ طمانیت اور سکون زیادہ ہوگا۔ گناہ پروردگار سے دور کرتے ہیں اور جس قدر گناہ زیادہ ہوں گے۔ وحشت زیادہ ہوگی۔ مانوسیت و وحشت کا اصل راز یہی ہے۔ دشمن کتنا ہی قریب ہو لیکن اس سے وحشت ہی ہوگی۔ اور محبوب کتنا ہی دور رہے۔ مگر اس سے محبت اور انس ہی ہوگا۔ وحشت کا اصل سبب حجاب قلب ہے۔ یہ حجاب جس قدر غلیظ ہوگا اسی قدر وحشت زیادہ ہوگی وحشت کا موجب گو غفلت ہے لیکن معصیت و گناہ کی وحشت غفلت کی وحشت سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور پھر معصیت کی وحشت سے زیادہ وحشت کفر ہے۔ اہل معاصی کو تم دیکھو گے کہ جس درجہ کے معاصی کے مرتکب ہوں گے۔ اسی قسم کی اور اسی درجہ کی ان کو وحشت ہوگی۔ بڑے معاصی کی وحشت بڑی ہوگی اور چھوٹے کی چھوٹی۔ جس قدر معاصی بڑے ہوں گے وحشت بڑی ہوگی۔ اور جس قدر زیادہ ہوں گے وحشت زیادہ ہوگی۔ اور پھر وحشت کا یہ حال ہوجائے گا کہ اس کا قلب وحشتوں سے لبریز ہو جائے گا۔ اور پھر اس کے چہرے سے وحشت برسنے لگے گی۔ اور ساری مخلوق سے وہ متوحش ہو جائے گا۔ اور مخلوق اس سے متوحش ہو جائے گی۔

فصل

معاصی سے قلب مریض ہوجاتا ہے اور معاصی سے
اجتناب دنیا و آخرت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز کرتا ہے

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ قلب کی صحت و تندرستی بگڑ جاتی ہے اور وہ بیمار ہو جاتا ہے اور

بیماری رفتہ رفتہ لاعلاج و لادوا ہو جاتی ہے۔ اور بالآخر کوئی دوا۔ اور کوئی خوراک اسے نفع نہیں دیتی۔ امراض جس طرح جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ گناہ قلوب پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ قلوب کے حق میں گناہ ایسی خطرناک بیماری ہے جس کی کوئی دوا ہی نہیں ہے۔ اس کی دوا اور اس کا علاج صرف ایک ہی ہے کہ انسان گناہ کرنا چھوڑ دیوے۔

ارباب سیر و سلوک کا اس پر اتفاق ہے کہ قلب اپنے مقصد میں صرف اسی وقت کامیاب ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے مولیٰ کو پا جائے اور اس کو تقرب حاصل ہو جائے۔ یہ تقرب اسی وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ قلب صحیح و سالم ہو۔ قلب اسی وقت صحیح و سالم ہوتا ہے جب کہ مرض دور ہو جائے جب مرض دور ہو گیا تو صحت یقینی ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ نفسانی خواہشوں کی پیروی چھوڑ دی جائے۔ کیونکہ قلب کی بیماری یہی خواہشات ہیں۔ خواہشات کی خلاف ورزی قلب کی اصل شفا اور تندرستی ہے۔ لیکن اگر مرض مزمن ہو گیا تو پھر مریض یا تو موت کا لقمہ بن جائے گا۔ یا قریب المرگ ہو کر رہ جائے گا۔ خواہشات سے کنارہ کشی کرنے والے کے لئے تو مرنے کے بعد جنت ہی ٹھکانہ ہے لیکن اس کے قلب کو دنیا ہی میں جنت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو لذت و سرور کی زندگی اسے حاصل ہوتی ہے۔ بڑی بڑی نعمتوں۔ اور ثروتوں کے مالکوں کو بھی حاصل نہیں ہوتی۔ اس کی اور دنیا والوں کی لذتوں اور مسرتوں میں اتنا ہی فرق ہوتا ہے جتنا دنیا و آخرت کی لذتوں اور مسرتوں میں فرق ہے اس حقیقت کی تصدیق ہر وہ شخص کر سکتا ہے جس نے ان لذتوں کا تجربہ کیا ہو۔ اور قرآن حکیم میں ہے:

ان الابرار لفی نعیم۔ وان الفجار لفی جحیم (الانفطار)

بے شک نیکو کار لوگ مزے میں ہوں گے۔ اور بے شک بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔

اسے تم صرف آخرت ہی کی نعمت۔ اور آخرت ہی کی جہنم میں محصور نہ سمجھنا۔ بلکہ یہ انسان کے ہر دو راہ پر سہ مقامات کے لئے وارد ہے۔ مقام دنیا۔ مقام آخرت۔ مقام برزخ ہر سہ مقامات پر یہ مشتمل ہے۔ ان تینوں مقامات میں "ابرار" نعیم میں ہوں گے۔ اور "فجار" جہنم میں نعیم سے مراد حقیقت وہی ہے جو قلب کو حاصل ہو اور عذاب بھی وہی ہے جو قلب کو محسوس ہو۔ اور ظاہر ہے کہ خوف و ہراس۔ حزن و ملال ضیق صدر۔ اعراض عن اللہ۔ اور تعلق غیر اللہ اور خدا سے کٹ جانے سے زیادہ کونسا عذاب ہو سکتا ہے؟ یہ ضروری ہے کہ ان میں سے ہر وادی ایک جدا لگانہ شعبہ رکھتی ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز سے بھی تعلق اور رشتہ جوڑتا ہے۔ جس سے بھی محبت الفت کا رشتہ قائم کرتا ہے۔ اس سے اس کو تکلیف پہنچنا لازمی ہے۔ جو آدمی خدا کے سوا دوسری چیز سے محبت

کرتا ہے۔ اسے تین مرتبہ عذاب وتکلیف لازمی ہے۔ سب سے پہلے تحصیل کی تکلیف۔ تحصیل کے بعد اس کے سلب اور فوت کے خوف کی تکلیف۔ اور وہ تکالیف مزید جو اس کی تحصیل و تحفظ میں اور مخالف اسباب کے مقابلہ اور توڑ میں ہوتی ہیں۔ اور طرح طرح کی مشقوں کا بار اٹھانا پڑتا ہے۔ تیسری مرتبہ وہ عذاب ہے جب اللہ تعالیٰ اس چیز کو اس سے سلب کر لیتا ہے۔ یہ تین قسم کا عذاب تو اسے اس دنیا ہی میں ملتا ہے۔

عالم برزخ میں بھی تین ہی قسم کا عذاب اور تکلیف ہوتی ہے "الم فراق" کہ اب دوبارہ اسے وہ چیز نہیں مل سکتی "فوت۔ نعیم عظیم" مسرت عظیمہ کے فوت کا الم و رنج۔ اور تکلیف۔ کہ دنیا میں وہ ایسے کام کرتا رہا جو اس "نعیم عظیم" کے سراسر خلاف تھے۔ اور جس نعمت و سرور کے لئے اس نے خلاف ورزی کی تھی۔ اب وہ بھی فوت ہو گئی۔

دوسرا "الم حجاب"۔ "الم حسرت" کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک زبردست حجاب حائل ہو جاتا ہے اور وہ حجاب کہ جس کے تصور سے بھی دل کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ غم و ہم۔ حسرت و حزن۔ رنج و الم ان لوگوں کے اندر وہ کام کرتے ہیں۔ جو جسم انسانی کے اندر جراثیم اور کیڑے کیا کرتے ہیں۔ جسم کے جراثیم کے کام کا تو خاتمہ بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن ان ہموم و غموم کا کام تو ہمیشہ کے لئے جاری رہتا ہے۔ تاآنکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

تیسرا الم و عذاب قیامت کے دن کا عذاب ہے جب کہ لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اس دن کا عذاب خدا کی پناہ۔ بڑا ہی سخت۔ بڑا ہی خطرناک اور بڑا ہی دردناک ہے۔ بھلا کہاں یہ عذاب۔ اور کہاں وہ نعمتیں۔ اور مسرتیں۔ پروردگار عالم سے انس اور اس سے محبت۔ اس کے دیدار کا اشتیاق۔ اس کے ذکر کی حلاوتیں اور لذتیں اور ان تمام برکتوں کو سامنے رکھ کر قلوب کی مسرتیں؟ اور یہ خوشیاں اور مسرتیں کیسی اور کس قسم کی ہوتی ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حالت نزع میں بعض مخصوص بندوں کی زبان سے مارے خوشی کے یہ نکل جاتا ہے واطربا درب کی ملاقات۔ کس قدر مسرت انگیز ہے!

اور بعض اللہ والوں کی زبان سے نزع کے وقت یہ کلمات نکل گئے۔ جو حالت اور کیفیت اس وقت مجھے حاصل ہے۔ اگر اہل جنت کو میسر آجائے تو ان کی عیش و زندگی

خوشگوار تر ہو جائے۔

بعض کی زبان سے یہ نکل گیا یہ مساکین اہل دنیا۔ دنیا چھوڑ کے چلتے بنے۔ لیکن افسوس انہوں نے زندگی کی لذتیں نہیں چکھیں۔ افسوس وہ ان لذتوں سے محروم گئے۔ جو ان کی لذتوں سے کہیں زیادہ قیمتی اور بہتر تھیں۔

بعض خدا کے بندے اس حالت میں یہ کہتے نظر آئے کہ ہمیں جو چیز میسّر ہے اگر بادشاہوں اور بادشاہ زادوں کو معلوم ہو جائے تو وہ ہماری گردنیں اڑا دیں۔

بعض یہ کہہ اٹھے۔ دنیا میں بھی ایک جنّت ہے اور جو شخص اس جنت میں داخل نہیں ہوا وہ آخرت کی جنت میں کبھی داخل نہیں ہوگا۔

اے وہ انسان کہ جس نے ایک قیمتی چیز کو کھوٹے سکوں کے عوض فروخت کر ڈالا۔ افسوس تو نے بڑے سے بڑا خسارہ اٹھایا۔ اور اس سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ تو اس خسارے کو سمجھ بھی نہ سکا۔ افسوس۔ اگر اس متاع گراں بہا کی قیمت تو نہیں جانتا تھا۔ تو تو نے ان لوگوں سے کیوں نہ پوچھ لیا جو اسے خوب جانتے پہچانتے اور سمجھتے تھے۔ یا اللہ العجب! تیرے پاس جو متاع اور سامان تھا۔ اس کا خریدار خود اللہ تعالیٰ تھا۔ جس کی قیمت جنت الماویٰ کے چمن تھے۔ جس کے ہاتھ بیع وشراء۔ خرید و فروخت کا سودا ہو رہا تھا۔ اور جو خدا کی جانب سے قیمت کی ذمہ داری لے رہا تھا۔ وہ خود سفیر الٰہی۔ رسولوں پیغمبروں کا امام حضرت محمد رسول اللہ صلعم تھے۔ افسوس پھر بھی تو نے اپنا مال واسباب کم اور گھٹیا داموں فروخت کر دیا۔ ولنعم ما قال۔

اذا کان ھذا فعل عبد بنفسہ	فمن ذالہ من بعد ذالک یکرم
جب بندہ خود اپنی جان کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے۔	تو پھر کون ہے جو ایسا کرنے کے بعد اس کی تکریم کرے گا۔

ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم ان اللہ یفعل ما یشاء

فصل

معاصی سے قلب کی بصارت اور نور فنا ہو جاتا ہے
اور علم وہدایت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہوں سے قلب کی بصارت اور نور فنا ہوجاتا ہے۔ علم و ہدایت کی راہیں مسدود ہوجاتی ہیں۔ گناہ علم و ہدایت کی راہ میں حجاب بن جاتے ہیں چنانچہ امام مالکؒ نے جب امام شافعیؒ کے اندر غیر معمولی ذہانت، علم و فضل کی صلاحیت دیکھی تو فرمایا:۔

انی اری اللہ تعالیٰ القی علی قلبک نوراً فلا تطفہ بظلمۃ المعصیۃ — میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے قلب میں اللہ تعالیٰ نے نور ڈال دیا ہے۔ معصیت کی ظلمت سے تم اسے بجھا نہ دینا۔

گناہوں سے نور قلب مضمحل اور کمزور ہوجاتا ہے اور ظلمت و تاریکی قوی تر ہوجاتی ہے اور مسلسل گناہوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تو دل اندھیری رات کی طرح تاریک ہوجاتا ہے۔ اور اندھے کی طرح اندھیری رات میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

اللہ اللہ کجا یہ تقویٰ و پرہیزگاری کی عافیت و سلامتی؟ اور کجا یہ مشقتوں کی گراں باریاں! اور پھر گناہوں کی سیاہی قلب سے جسم اور اعضاء کی طرف آتی ہے۔ اور جس قدر معاصی ہوتے ہیں۔ اسی قدر منہ اور چہرے کو سیاہ اور بے نور کردیتے ہیں۔ پھر جب انسان مرکر عالم برزخ میں پہونچتا ہے۔ تو اس کی قبر تاریک ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرتؐ کا ارشاد ہے:۔

ان ھذہ القبور ممتلئۃ علی اھلھا ظلمۃ۔ وان اللہ ینورھا بصلاتی علیھم — گنہگاروں کے لئے یہ قبریں ظلمت سے پر ہوجاتی ہیں۔ میری صلاۃ و دعا سے اللہ تعالیٰ ان کو منور کردیتا ہے

پھر جب قیامت و حشر کا دن آئے گا تو یہ ظلمت پوری قوت سے اس کے منہ پر چھا جائیگی اور چہرہ کوئلہ کی مانند سیاہ ہوجائے گا۔ جسے لوگ دیکھیں گے۔ اللہ۔ اللہ! یہ کیسی عقوبت اور سزا ہوگی کہ دنیا و مافیہا کی تمام اگلی پچھلی لذتیں بھی اس کے مقابلہ میں رکھی جائیں۔ تو ان عقوبت و سزا کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ پس اے تلخ عیش۔ تنگ دل۔ درماندہ انسان تو کس دن کب اور کس طرح انصاف کرے گا؟

حالانکہ دنیا کی اس زندگی کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ واللہ المستعان

فصل

(گناہ نفس کو ذلیل۔ نجس۔ تنگ اور حقیر کردیتے ہیں)

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہوں سے نفس ذلیل حقیر ناپاک ہو جاتا ہے۔ تا آنکہ ہر چیز ہر بات میں وہ بے حقیر و بے توقیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور طاعت و عبادت نفس میں نمو پیدا کرتی ہے اسے پاک کرتی ہے۔ آدمی کو باوقار و پر عظمت بنا دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

قد افلح من زکاھا۔ وقد خاب من دساھا۔ جس نے اپنی روح کو پاک کیا وہ اپنی مراد کو پہنچا اور جس نے اس کو دبا دیا وہ مزید گھاٹے میں رہا۔

معنی یہ ہیں کہ جس نے نفس کو بڑھایا اور طاعت الٰہی کے ذریعے سے بلند کیا اس نے فلاح پالی۔ اور جس نے اسے پست کیا حقیر کیا مصیبتوں میں مبتلا کر کے چھوٹا کر دیا۔ وہ خسارہ میں ہے آیت کے اندر لفظ "دس" وارد ہے۔ یہ "تدسیہ" سے ماخوذ ہے۔ اور "تدسیہ" کے معنی اخفا کرنے کے ہیں۔ اس معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:۔

یدسہ فی التراب اس کو مٹی میں دبا دیتا ہے۔

عاصی گنہگار اپنے نفس کو معصیت میں چھپاتا ہے اور اس معصیت کو بھی مخلوق سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاکہ رسوائی نہ ہو۔ حالانکہ وہ خود اپنی نگاہوں میں گر چکا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گر چکا۔ خدا کی دوسری مخلوق کے نزدیک گر چکا۔ پس حقیقت یہ ہے کہ طاعت و عبادت۔ نیکی بندے کو بڑا بناتی ہے عزت بخشتی ہے۔ بلند مرتبہ بنا دیتی ہے۔ تا آنکہ اسے ہر چیز سے اشرف۔ بزرگ۔ پاک اور رفیع المرتبہ بنا دیتی ہے اور با وجود ان ہمہ قسم کی عزتوں سربلندیوں کے بھی جب وہ اپنے کو خدا کے سامنے جھکا دیتا ہے اور حقیر و ذلیل بنا لیتا ہے تو اسی ذلت و حقارت کی وجہ سے اسے عزت و شرافت اور سربلندی حاصل ہو جاتی ہے پس حقیقت یہ ہے کہ معصیت و گناہ سے زیادہ بندے کو ذلیل و حقیر کر دینے والی کوئی چیز نہیں۔ اور طاعت و عبادت سے زیادہ شرافت اور سربلندی عطا کرنے والی کوئی چیز نہیں

فصل

عاصی شیطان کا اسیر ہے اور شہوات خواہشات کے جیل خانہ میں مقید ہو جاتا ہے۔

گنہگار کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ شیطان کا اسیر۔ اور شہوات و خواہشات کا قیدی رہتا ہے۔ گویا وہ ایک دائمی قیدی ہے اور اس سے بدحال قیدی کون ہو سکتا ہے کہ اپنے سب سے بڑے عدو۔ سخت سے سخت دشمن کا اسیر بن جائے۔ خواہشات کے جیل خانہ سے زیادہ کوئی تنگ و تاریک جیل خانہ نہیں ہو سکتا۔ اور شہوات کی قید سے زیادہ کوئی قید نہیں ہو سکتی۔ پس جو آدمی کہ اسیر ہو جیل خانہ میں ہو۔ مقید ہو۔ وہ خدا کو کیونکر پہچان سکتا ہے؟ اور کیونکر اس کی جانب جھک سکتا ہے؟ جب کسی انسان کا قلب اسیر و قیدی بن جاتا ہے تو پھر ہر جانب سے اس کے لئے آفتیں ہی آفتیں ہیں۔ اور جس قسم کی اسیری ہوگی۔ اسی قسم کی آفتیں اتریں گی۔ قلب کا حال پرندے کا سا ہے۔ پرندہ جس قدر اونچی پرواز کرے گا اسی قدر وہ آفات سے محفوظ رہے گا۔ اور جس قدر اس کی پرواز نیچی رہے گی آفات کا نشانہ بن جائیگا

ایک حدیث میں ہے :-

الشیطان ذئب الانسان ۔ شیطان انسان کے حق میں بھیڑیا ہے۔

وہ بکری کہ جس کا کوئی چرواہا یا رکھوالا نہ ہو وہ بہت جلد بھیڑیئے کے منہ میں چلی جاتی ہے یہی حال انسان کا ہے۔ جب خدا اس کا چرواہا یا رکھوالا نہیں ہوگا۔ تو لازمی ہے کہ وہ بھیڑیئے کا شکار بن جائے گا۔ اور خدا کی جانب سے اسے محافظ نگہبان اسی وقت میسر ہوگا جب کہ وہ تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنا شعار بنالے۔ تقویٰ ایک دیوار ہے اور بھیڑیوں سے بچنے کے لئے ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جس طرح کہ تقویٰ اور پرہیزگاری دنیا اور آخرت کی عقوبتوں اور آفتوں مصیبتوں سے محفوظ رکھنے کی زبردست دیوار اور قلعہ ہے۔ بکری جب اور جس قدر اپنے چرواہے سے قریب ہوگی اسی قدر وہ بھیڑیوں سے محفوظ ہوگی اور جس قدر دور ہوگی بھیڑیوں سے قریب ہوگی۔

اور اصل حقیقت یہ ہے کہ جو قلب اللہ تعالیٰ سے قریب ہوگا مصائب آلام اور آفات و ابتلاآت سے دور رہے گا۔ اور مصائب آلام اس سے دور بھاگیں گے۔

اور اللہ تعالیٰ سے دوری کے بے شمار درجات ہیں بعض درجے معمولی ہیں۔ اور بعض بہت سخت خطرناک۔ غفلت بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے۔ لیکن معصیت و گناہ کی دوری اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ اور بدعت کی دوری اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے اور نفاق۔ کفر۔ اور شرک کی دوری سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ مہلک ہوتی ہے

فصل

معاصی سے بندہ خدا اور مخلوق اور بندوں کی نگاہ سے گرجاتا ہے
جاہ و منزلت۔ کرامت و بزرگی ختم ہوجاتی ہے۔ طاعت و عبادت
سے جاہ و منزلت۔ کرامت و بزرگی میں ترقی ہوتی ہے

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ خدا اور بندوں کی نگاہ میں گنہگار کی جاہ و منزلت عزت و کرامت ختم ہوجاتی ہے اور قدر و منزلت اسی کی بڑھتی ہے جو خدا کی زیادہ اطاعت فرمانبرداری کرتا ہے۔ جس بندے کی جیسی طاعت و عبادت ہوگی۔ ویسی ہی اس کی قدر و منزلت ہوگی۔ جو بندہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا کی نگاہوں سے گرجاتا ہے اور بندوں کی نگاہوں سے بھی وہ گرجاتا ہے۔ اور جس کی قدر و منزلت مخلوق اور بندوں میں نہ رہی اور ان کی نگاہوں میں بے قدر اور بے عزت ہوگیا تو مخلوق اس کے ساتھ برتاؤ اور سلوک بھی ویسا ہی کرے گی۔ جو اس کی قدر و منزلت کے خلاف ہے۔ خستہ حال۔ بے عزت۔ بے آبرو۔ بے وقعت۔ بے دست و پا بے یار و مددگار ہو کر رہ جائے گا۔ اور پھر ہر قسم کی مسرتوں سے محروم ہوجائے گا۔ اس کے ذکر خیر کا خاتمہ ہوجائے گا۔ قدر و منزلت کا خاتمہ ہوجائے گا۔ جاہ و عزت کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اور اب سرتاپا رنج و غم۔ حزن و ہم بنا رہے گا۔ اس کی زندگی کی تمام ساعتیں اور سارے لمحے فرح و مسرت سے خالی ہوں گے۔ پس اگر شہوت کا نشہ اسے بدمست نہ کردیتا تو اسے پتہ چلتا کہ شہوت رانی اور شہوت کی لذت اندوزی کے مقابلے میں معصیت و نافرمانی کے یہ مصائب و آلام کس قدر ولدوز اور دردناک ہیں؟

خدائے ذوالجلال و ذوالجبروت کی یہ بہت بڑی نعمت اور اس کا زبردست انعام ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کا ذکر خیر عام کردے اور دنیا میں اس کے نام کو بلند کردے اور اس کی جاہ و منزلت۔ قدر و عظمت۔ عزت و مقبولیت۔ اس کا ذکر جمیل اور شہرت اس قدر بڑھا دیوے کہ دوسرے کسی کو حاصل نہ ہوسکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

واذکر عبادنا ابراهیم واسحاق و یعقوب اولی الایدی والابصار انا اخلصناهم بخالصة ذکری الدار (سورہ صٓ)	اور اے پیغمبر! ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو وہ ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے ہم نے ان کو خاص بات یاد آخرت کے لئے

منتخب فرمایا تھا۔

یعنی ان پیغمبروں کو ہم نے ایک مخصوص خصوصیت سے نوازا۔ اور ان کے ذکر جمیل کو ہم نے جہان میں عام کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ خداوندی میں لسان صدق سے ذکر جمیل کی دعا کی تھی۔ اور اس دعا کی مقبولیت کا یہ ثمرہ تھا۔ کہ آپ کا ذکر جمیل رہتی دنیا تک ہر خاص و عام میں جاری رہا۔ اور رہے گا۔ قرآن حکیم کے اندر یہ دعا اس طرح منقول ہے۔

واجعل لی لسان صدق فی الآخرین : آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ۔

(شعراء)

اور آنحضرتؐ کے ذکر جمیل کے متعلق قرآن حکیم ناطق ہے:۔

ورفعنا لک ذکرک : (الم نشراح) اور ہم نے تمہارے ذکر خیر کا آواز بلند کر دیا۔

پس وہ لوگ جو رسولوں کی اتباع و پیروی کیا کرتے رہے۔ ان کو بھی ان کی طاعت و پیروی۔ متابعت و فرمانبرداری کے مطابق ذکر جمیل۔ اور ذکر خیر۔ جاہ و منزلت کا حصہ حاصل ہوگا۔ اور جو اُن کی مخالفت کریں گے معصیت و گناہوں سے اپنے کو آلودہ کریں گے۔ وہ بقدر مخالفت۔ اور معصیت پیغمبروں کی اس میراث و ترکہ سے محروم رہیں گے۔

فصل

گنہگار کی نیک نامی اور شہرت و شرافت بدنامی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ مدح و ستائش۔ شرافت و بزرگی کے جس قدر بھی نام ہوتے ہیں۔ وہ گنہگار سے سلب کر لئے جاتے ہیں اور ان کی بجائے تحقیر و مذمت سے اسے یاد کیا جاتا ہے۔ یا تو وہ مومن محسن۔ نیک۔ متقی۔ پرہیزگار۔ اطاعت گزار۔ منیب ولی۔ متورع۔ مصلح۔ عابد۔ خائف من اللہ۔ کثیر التوبہ۔ طیب۔ خدا کا پسندیدہ بندہ وغیرہ سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور اب اسے فاسق۔ فاجر۔ بدکار۔ نافرمان۔ دشمن دین۔ بدعمل۔ بدکردار۔ مفسد۔ خبیث۔ مردود۔ زانی۔ چور۔ قاتل۔ کذاب۔ خائن لوطی۔ عہد شکن۔ قاطع رحم۔ وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ تمام نام فسق و فجور کے نام ہیں۔ اور فسق و فجور کے نام بہت ہی برے نام ہیں۔

قرآن حکیم کے اندر ہے :-

بئس الاسم الفسوق بعد الایمان: اور ایمان لانے کے بعد فاسق کا نام بہت
(حجرات) ہی برا ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ یہ اسماء ایمان سے محرومی۔ خدائے منتقم کے قہر و غضب۔ اور دخول جہنم۔ اور رسوائی و ذلت کے موجب ہیں۔ اور پہلے نام ایمان۔ رضامندی رحمٰن۔ دخول جنت اور اس شرافت و بزرگی کے موجب ہیں۔ جو بندے کو دوسرے انسانوں کے مقابلہ میں شرافت و بزرگی اور برتری بخشتے ہیں۔

اگر معصیت (گناہ) کی کوئی اور سزا نہ دی جائے اور صرف اُن بُرے ناموں ہی کا مستحق بنا دیا جائے تب بھی عقل سلیم معصیت سے باز رہے گی۔ اور طاعت و عبادت کا یہی صلہ کافی ہے کہ نیک نامی حاصل ہوتی ہے۔ اور نیکی کے ان مقدس ناموں سے بندہ کو یاد کیا جاتا ہے جو پسندیدہ ہیں۔ تو عقل سلیم طاعت و عبادت سے وابستگی و گرویدگی کا حکم دے گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے خیر و فلاح سے نوازے۔ وہ کامیاب ہے اور اسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ اور جس پر وہ اپنی خیر و فلاح کے دروازے بند کر دے اسے کوئی کھولنے والا نہیں۔ جسے وہ اپنی بارگاہ سے دور کر دے اسے کوئی پوچھنے والا نہیں اور جسے وہ اپنا مقرب بنا لے اسے کوئی دھتکارنے والا نہیں :-

ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم۔ اور جس کو خدا ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔ خدا جو چاہتا ہے سو کرتا ہے
ان اللہ یفعل مایشاء

فصل

(معاصی عقل کو غارت کر دیتے ہیں)

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ عقل انسانی کو خراب کر دیتے ہیں تم ایسے دو آدمیوں کا موازنہ کرو جو عقلمند کہے جاتے ہوں۔ جن میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہے اور دوسرا عاصی و نافرمان۔ یقیناً مطیع و فرمانبردار آدمی کی عقل و خرد وافر اور مکمل پاؤ گے اس کی فکر و رائے صحیح اور سلجھی ہوئی ہو گی۔ اصابت رائے سے وہ زیادہ قریب ہو گا۔ اور

سبب ہے کہ قرآن حکیم کا زیادہ تر خطاب اولی الالباب ۔ اولی العقل سے
ہے۔ مثلاً

یقون یا اولی الالباب (بقرہ) اے عقلمندو تم مجھ سے ڈرتے رہو۔

اور

تو اللہ یا اولی الالباب (مائدہ) اے عقلمندو۔ تم اللہ سے ڈرتے رہو

اور

یتذکر اولو الالباب (زمر) نصیحت عقلمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔

اس قسم کی آیتیں قرآن حکیم کے اندر بے شمار موجود ہیں۔ اس شخص کو کون عقلمند کہے
اس ذات کی نافرمانی کرے جس کے قبضۂ قدرت میں اس کی جان ہے؟ جس کے گھر
یہ رہتا ہے؟ اور اچھی طرح جانتا ہے کہ صاحب خانہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کی تمام
ات و سکنات کا وہ مشاہدہ کر رہا ہے۔ کوئی چیز اور اس کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں اور
و کہ یہ اس کی ناراضگی بھی پسند نہیں کرتا۔ اور اس کی نعمتوں سے مستفید بھی ہونا چاہتا ہے۔
ودان تمام باتوں کے بسا اوقات یہ وہی کام کرتا رہتا ہے جس پر خدا کا غضب۔ قہر۔ اور
ت پڑتی رہتی ہے۔ وہی کام کرتا رہتا ہے۔ جو اسے اس کی رحمت سے دور پھینکدے اور اسے
دروازے سے نکال دے۔ اور جو اس کے لئے موجب ذلت و رسوائی ہیں اور اسے اس
ثمن نفس اور شیطان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جو اس کے سخت ترین دشمن ہیں۔ اور خدا کی
ہ سے اسے گرا دیتے ہیں۔ اور اس کی رضامندی و محبت سے دور پھینک دیتے ہیں۔ اور
یا یہ ہے کہ بندوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ خدا کی نزدیکی اور تقرب ہی میں ہے اور اسی کے
ب میں فوز و فلاح کی برکتیں میسر آسکتی ہیں۔ اور اسی کے تقرب سے اولیاء اللہ میں اسے
ولیت نصیب ہو سکتی ہے۔ اور خدا کا دیدار نصیب ہو سکتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بے شمار و
تعداد نعمتیں۔ کرامتیں اور عزتیں اہل طاعت کے لئے موجود ہیں۔ اور جو عقوبتیں اور جو
ائیں اوپر بیان کی گئیں۔ ان سے بھی کہیں زیادہ سزائیں اہل معصیت کو دی جائیں گی
ا اس عقل کو عقل کون کہے گا۔ جو گھڑی بھر کی۔ یا ایک دن کی۔ یا چند دنوں کی لذت و
رت کو کہ جس کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں۔ آخرت کی دائمی نعمت۔ دائمی فوز و
ن عظیم ترین کامیابی و کامرانی کے مقابلہ میں ترجیح دے؟ آخرت کی فوز و فلاح تو

وہ چیز ہے کہ دنیا و عقبیٰ کی تمام تر سعادتیں بھی اسی سے وابستہ ہیں۔ اگر کسی کے پاس وہ عقل نہیں ہے جو اس کے حق میں جنت کا کام نہ دے سکے تو وہ یقیناً مجنون اور دیوانہ ہے بلکہ مجنون و دیوانہ تو اس سے اچھا ہے۔ کہ اسے انجام کی سلامتی۔ اور آخرت کی عافیت و نجات تو میسر آئے گی۔ یہ تو عقل کی کوتاہی پر اس حیثیت سے روشنی ڈالی گئی ...... اب عقل عیشی اور عقل معاشرتی کی کوتاہی پر بھی غور کرو۔ اگر مذکورہ نقصانات میں عقل عیشی کے نقصانات کا اشتراک نہ بھی سمجھا جائے تو ایک موٹی سی بات عقل عیشی کی کوتاہی و خرابی کی جانچ کی یہ ہے کہ ہم ایسے دو آدمیوں کو سامنے رکھیں جن میں سے ایک ہمارا مطیع و فرمانبردار ہے اور دوسرا نافرمان اور سرکش صاف واضح ہو جائے گا کہ دونوں میں سے کون عقلمند ہے؟ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ کوتاہ عقلی کی مصیبت تو عام ہو چکی ہے۔ اور درجۂ جنون تک پہنچ چکی ہے۔ اور ظاہر ہے للجنون فنون۔ جنون کی بہت سی قسمیں ہیں۔ لیکن یہ ایک ایسا جنون ہے کہ بجز خدا کے مخصوص بندوں کے ہر چھوٹا بڑا اس میں مبتلا ہے۔ یا للعجب! یہ کیسی عقلیں۔ اور کیسی عقلمندیاں ہیں؟ اگر عقلیں صحیح ہوتیں تو یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ لیتیں کہ حقیقی لذت و فرحت حقیقی سرور اور خوشگوار عیش و زندگی تو وہی ہے جس میں منعم حقیقی داد ار۔ و داتار کی رضامندیاں موجود ہوں۔ کیونکہ ہر قسم کی نعمتیں اسی کی رضامندی سے وابستہ ہیں۔ اور اس کی خفگی اور ناراضی سے ہر قسم کے مصائب و آلام ہی وابستہ ہیں۔ بس واقعہ یہ ہے کہ آنکھوں کی ٹھنڈک۔ تسکین قلب۔ سرور نفس۔ حیات قلب۔ لذت روح لذت آنگین عیش۔ خوشگوار زندگی تو وہی ہے جس میں منعم حقیقی کی رضامندیاں شامل ہوں۔ جو قیمتی۔ انمول نعمتیں اسے منعم حقیقی کی رضامندی سے حاصل ہوں گی۔ وہ اس قدر بیش بہا ہوں گی کہ اگر اس کا شمہ برابر بھی دنیا و مافیہا کی نعمتوں کے مقابلہ میں رکھا جائے تو دنیا کی نعمتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہوں۔ اگر کسی انسان کو اس نعمت میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ معمولی سے معمولی حصہ بھی مل جائے تو وہ دنیا و مافیہا کو بھی اس کے عوض میں منظور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ معمولی سا حصہ بھی اس قدر قیمتی ہوگا۔ کہ دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت سے بھی زیادہ ہوگا۔ آخرت کی مختصر سے مختصر نعمت بھی ایسی ہوگی کہ وہ ان تمام مشقتوں اور انواع و اقسام کے ہموم و غموم سے پاک ہوگی۔ جو دنیاداروں کو دنیوی نعمتوں کی تحصیل میں برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ آخرت کی نعمتوں کا تو یہ حال ہے کہ ابھی دو نعمتیں۔ بلا کسی مشقت و تکلیف کے مل گئیں اور دوسری دو نعمتوں کا انتظار ہے۔ اور اگر وہ بھی بلا مشقت و محنت کے حاصل ہو گئیں۔ تو دوسری کا انتظار

کرد۔ پس حقیقت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ بیان فرمائی ہے۔

ان تکونوا تألمون ۔ فانھم یالمون کما تألمون ۔ وترجون من اللہ مالا یرجون : (النساء)

اگر تم کو تکلیف پہنچتی ہے تو جیسے تم کو تکلیف پہنچی ہے ان کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ اور تم کو خدا سے وہ امیدیں ہیں جو ان کو نہیں۔

لا الٰہ الا اللہ ! وہ آدمی کس قدر کوتاہ عقل وکم سمجھ کہا جائے گا؟ جو موتی کو مینگنی کے عوض مُشک کو گوبر کے عوض فروخت کر ڈالتا ہے۔ انبیاء۔ صدیقین، شہداء، صالحین کی رفاقت کے مقابلہ میں ان لوگوں کی رفاقت کو ترجیح دیتا ہے۔ جن پر خدا کا غضب اتر چکا ہے۔ اور جن پر اس نے لعنت بھیجی ہے۔ اور جن کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جو بہت ہی برا مقام ہے۔

فصل

معاصی اور گناہوں کے سبب پروردگار عالم سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے خیر وفلاح کے اسباب منقطع ہو جاتے ہیں۔

معاصی کی ایک بڑی سزا یہ بھی ہے کہ بندے اور پروردگار عالم میں جو رشتہ ہے۔ وہ گناہوں کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے اور جب یہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو خیر وفلاح کے تمام اسباب وذرائع اس سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ اور فساد وشر کے اسباب اس کے لئے پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ بالکل واضح ہے کہ جس کے لئے خیر وفلاح کے دروازے بند ہو جائیں اور صلاح ونجات کے اسباب وذرائع منقطع ہو جائیں اور اپنے مالک اور پروردگار سے۔ اپنے مولیٰ وآقا سے اس کا رشتہ کٹ جائے۔ اور ایسے مالک۔ پروردگار۔ اور مولیٰ سے کہ جس سے بندہ ایک لمحہ کے لئے بھی مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اور جس کے بغیر بندے کو چارہ نہیں جس کے رشتہ کا کوئی بدل ممکن نہیں۔ اس ذات سے رشتہ ٹوٹنے کے بعد بندے کو کونسی فلاح ونجات میسر آسکتی ہے؟ اور وہ کونسی امیدیں اور کس سے امیدیں قائم کر سکتا ہے؟ اور کونسی خوشگوار زندگی اسے حاصل ہو سکتی ہے؟ اس رشتہ کے ٹوٹنے کے بعد فساد وشر کے تمام اسباب وذرائع اس سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ جو بندے کو اس کے دشمنوں کے پھندوں میں جکڑ دیتے ہیں۔ اور اس پر دشمن کی حکومت قائم ہو جاتی ہے اور اسے اپنے حقیقی مولیٰ کی اطاعت سے دور پھینک دیتے ہیں اور کون سمجھ سکتا ہے کہ پروردگار عالم سے

رشتہ کٹ جانے اور خدا کے دشمنوں سے رشتہ وابستہ ہونے کے بعد کس کس قسم کے آلام و مصائب اور کس کس قسم کے عذاب اس کے لئے مقدر ہیں؟ بعض سلف صالحین کا قول ہے" میں بندے کو اللہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ اور شیطان کے درمیان لیٹا ہوا پاتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس بندے سے اعراض کرتا ہے۔ تو شیطان اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔ اور اس کی ولایت و حکومت قائم ہو جاتی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اس پر اس کی نگرانی رہتی ہے تو شیطان اس پر کسی طرح قابو نہیں پا سکتا۔"

چنانچہ سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس۔ کان من الجن ففسق عن امر ربہ۔ أفتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی وھم لکم عدو۔ بئس للظالمین بدلا۔

(سورہ الکہف)

جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو۔ تو ابلیس کے سوا سبھی نے تو سجدہ کیا۔ یہ جنات کی قسم میں سے تھا۔ اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بھاگا۔ تو لوگو! کیا تم مجھ کو چھوڑ کر ابلیس اور اس کی نسل کو تم اپنا دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے قدیمی دشمن ہیں ظالموں کے حق میں یہ بدلہ بہت ہی برا ہے۔

حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس آیت میں اپنے بندوں کو خطاب کرتا ہے کہ تمہارے دادا آدم کو میں نے کرامت بعزت اور بزرگی بخشی۔ دوسروں کے مقابلہ میں اس کی قدر و منزلت کو اونچا کیا اور اس قدر فضیلت و برتری عطا کی کہ اپنے فرشتوں کو میں نے حکم دیا کہ آدم کی تکریم و عزت کرو۔ اور اس کے سامنے تم تکریمی سجدہ بجا لاؤ۔ فرشتوں نے میرے حکم کی تعمیل کی لیکن میرے۔ اور آدم کے دشمن شیطان نے میرے حکم کو نہیں مانا میری مخالفت کی۔ میری اطاعت سے روگردانی کی۔ اے بندو! پھر کیا تمہیں یہ زیب دیتا ہے کہ میرے۔ اور اپنے دشمن۔ اور اس دشمن کی ذریات کو اپنا دوست اور مددگار بناؤ۔ اور مجھے چھوڑ دو؟ اور میری نافرمانی کرو۔ اور اس کی اطاعت کرو؟ میری مرضی اور رضامندی کے خلاف اس سے موالات و دوستی کرو؟ حالانکہ یہ تمہارے سخت ترین دشمن ہیں۔ تم میرے دشمنوں سے رشتہ قائم کر رہے ہو؟ حالانکہ میں نے تم کو حکم دیا کہ تم اس دشمن کو اپنا دشمن سمجھو۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کے دشمنوں سے جو شخص دوستی کرتا ہے۔ وہ بھی بادشاہ کا دشمن ہے

اور ویسا ہی دشمن ہے۔ جیسا کہ پہلا دشمن ہوتا ہے۔ محبت۔ طاعت۔ فرمانبرداری کی تکمیل تو جبھی ہوتی ہے۔ جب کہ اپنے مطاع اور مولیٰ کے دشمنوں کو بھی اپنا دشمن سمجھے اور مولیٰ کے دوستوں سے محبت اور دوستی رکھے۔ اور یہ بھی اس وقت ہے۔ جبکہ بادشاہ کا دشمن تمہارا دشمن نہ ہو لیکن وہ حقیقی معنوں میں تمہارا بھی سخت ترین دشمن ہے اور تمہارے اور اس کے درمیان بکری، اور بھیڑیئے کی عداوت و دشمنی سے زیادہ عداوت ہے۔ تو پھر تم اس سے دوستی کا رشتہ کیسے قائم کر سکتے ہو؟ عقلمند آدمی کے لئے کس طرح یہ سزاوار ہے کہ وہ اپنے اور اپنے مولیٰ کے دشمنوں سے دوستی کا رشتہ جوڑے۔ خصوصاً جب کہ وہ ایسا مولیٰ۔ اور ایسا مددگار ہے کہ حقیقی معنیٰ میں اس کے سوا کوئی مولا اور مددگار ہے ہی نہیں۔ خدائے قدوس نے اس دشمن سے موالات و دوستی رکھنے کو نہایت ہی برا بتلایا ہے۔ صاف صاف فرمادیا:۔

وھم لکم عدو: یہ تمہارے سخت ترین دشمن ہیں۔

اور پھر اس موالات کو ویسا ہی بُرا قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اس دشمن کو بُرا قرار دیا ہے۔ فرماتا ہے:۔

ففسق عن امر ربہ اس نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی۔

ان دو آیتوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شیطان پروردگار عالم کا بھی دشمن ہے۔ اور ہمارا بھی۔ اور ان میں سے ہر دشمنی کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے سخت ترین عداوت و دشمنی رکھی جائے۔ پس ہمیں بتلاؤ کہ شیطان سے یہ موالات و دوستی کیسی؟ اور یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ خیر و فلاح کو شر اور بُرائی کے بدلہ فروخت کردیا جائے؟ یقین کرو کہ یہ ظلم ہے اور بہت بڑا ظلم ہے۔ اور ظلم کرنے والوں کا بدلہ بہت ہی سخت اور بُرا ہے۔

خدا کے اس ارشاد میں ایک لطیف قسم کا عتابی خطاب بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ شیطان میرا دشمن اس لئے ہے کہ تمہارے دادا آدم کو اس نے سجدہ نہیں کیا۔ میرے حکم کو اس نے ٹھکرا دیا۔ میرے دوست فرشتوں نے میرے حکم کو مانتے ہوئے آدم کو سجدہ کیا تو شیطان سے میری دشمنی صرف تمہارے ہی وجہ سے ہے۔ اور اب اس عداوت اور دشمنی کا یہ نتیجہ؟ کہ تم اس سے مصالحت و دوستی کا رشتہ جوڑ رہے ہو۔

فصل

معاصی اور گناہوں سے عمر، رزق، علم بلکہ
دین و دنیا کی ساری برکتیں سلب ہو جاتی ہیں۔

معاصی اور گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ عمر۔ رزق علم وعمل۔ طاعت و عبادت کی برکتیں چھن جاتی ہیں۔ دین و دنیا کی خیر و برکت اس سے سلب کر لی جاتی ہے چنانچہ نافرمان بندے کو تم سب سے زیادہ بے خیر و برکت پاؤ گے۔ نہ اس کی عمر میں برکت ہوگی نہ اس کے دین و دنیا کے کسی کام میں برکت ہوگی۔

واقعہ تو یہ ہے کہ مخلوق کے گناہوں کی وجہ سے زمین کی برکتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

ولو ان اھل القریٰ آمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض (سورہ الاعراف)

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم آسمان و زمین کی برکتوں کا دروازہ ان کے لئے کھول دیتے

اور ارشاد ہے:۔

وان لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقیناھم ماء غدقا۔ لنفتنھم فیہ (جن)

اور اگر یہ لوگ سیدھے رستے پر قائم رہتے تو ہم ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کرتے تاکہ برکات کی نعمت میں ہم ان کا امتحان کریں۔

گناہوں کے ارتکاب سے بندہ رزق و روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ حدیث شریف کے اندر ہے:۔

ان روح القدس نفث فی روعی۔ انہ لن تموت نفس حتی تستکمل رزقھا فاتقوا اللہ۔ واجملوا فی الطلب فانہ لاینال ما عند اللہ الا بطاعتہ وان اللہ جعل الروح والفرح فی الرضاء والیقین۔ وجعل الھم والحزن فی الشک والسخط:

روح القدس نے میرے قلب میں یہ بات القا فرمائی ہے کہ کوئی انسان اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اپنا رزق پورا نہ کرلے پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور اچھے طریقے سے اس سے طلب کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مل سکتا ہے اس کی طاعت ہی سے مل سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے رحمت اور فرحت اپنی رضامندی اور یقین ہی میں رکھی

خشک اسکی اور خفگی میں ہم و حزن کے سوا
کچھ نہیں۔

اور وہ حدیث قدسی جو امام احمد نے کتاب الزہد کے اندر بیان کی ہے۔ جیسے تم
اوپر پڑھ چکے ہو کہ:

انا اللہ۔ اذا رضیت بارکت۔ ولیس ببرکتی منتھی۔ واذا غضبت لعنت ولعنتی تدرک السابع من الولد

میں اللہ ہوں۔ میں راضی ہو جاؤں تو برکت دیتا ہوں۔ اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور جب میں خفا ہوتا ہوں تو لعنت بھیجتا ہوں۔ اور میری لعنت اس کی ساتویں اولاد تک پہونچتی ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ رزق و عمل کی وسعتیں اس کی کثرت و فراوانی کی وجہ سے نہیں ہیں عمر کی زیادتی۔ مہینوں۔ اور برسوں کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ رزق و عمر کی کثرت و وسعت یہ ہے کہ اس میں برکت پیدا ہو! اور تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ بندے کی عمر وہی ہے جس میں اسے زندگی ملے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی دوسری جانب مشغول ہو جائے۔ اس کی زندگی کہاں؟ اس زندگی سے تو چوپایوں کی زندگی اچھی! انسان کی زندگی تو اسی وقت ہے جب کہ اس کا قلب اور روح زندہ ہو۔ اور قلب کی زندگی اسی وقت ہے جب کہ وہ اپنی خاطر۔ خالق کی معرفت حاصل کرے۔ اس سے محبت کرے اور اس کی عبادت کرے۔ اور اسی کی بارگاہ میں رجوع کرے۔ اسی کی چوکھٹ پر سر جھکائے۔ اسی کے ذکر سے طمانیت و سکون۔ اور اس کے تقرب سے انس حاصل کرے۔ جس نے یہ زندگی کھو دی اس نے ہر قسم کی خیر و فلاح کھو دی۔ اگرچہ اسے کچھ دنیا بھی مل گئی ہو۔ لیکن اس زندگی کے عوض تو ساری دنیا بھی مل جائے۔ تو ہیچ ہے۔ بندہ ہر چیز کو بھی کھو بیٹھے۔ اس کا عوض اور بدل ممکن ہے۔ لیکن خدا کو کھو بیٹھنے کا کوئی عوض اور بدل ہی نہیں ہے۔ فقیر و محتاج بالذات غنی بالذات کا بدل عاجز بالذات۔ قادر بالذات کا عوض مردہ زندے کے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے؟ مخلوق خالق کا بدل کس طرح ہو سکتا ہے؟ وہ مخلوق کہ جس کا وجود بالذات نہیں۔ جس کی کوئی چیز بالذات نہیں اس ذات کے عوض بدلے میں کیوں کر لی جا سکتی ہے۔ جس کا غنا بالذات۔ جسکی حیات و زندگی کمال وجود۔ رحمت ۔۔۔ سب کچھ بالذات اور لوازمات ذات میں سے ہیں۔ جو شخص ایک ذرہ کا بھی

مالک نہیں۔ اس ذات کے بدلے میں کیونکر لایا جا سکتا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا مالک اور مختار ہے؟

معصیت سے رزق و عمر کی برکتیں اس لئے سلب ہو جاتی ہیں کہ معصیت اور ارباب معصیت پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ اور ان پر اس کی حکومت قائم ہو جاتی ہے۔ اور اہل عصیاں کے تمام دفاتر اس کے پاس ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے شیطان کا قرب جسے بھی ہوگا برکت اس سے سلب کر لی جائے گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ کھانے۔ پینے۔ کپڑا پہننے سواری جماع وغیرہ مواقع ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا شارع نے مشروع فرمایا ہے۔ اس لئے کہ ذکر الٰہی خیر و برکت کا موجب ہے۔ اور ذکر خداوندی سے شیطان بھاگتا ہے۔ اور اس سے حصول برکت کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ خدا کی برکت کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اور ہر وہ چیز خدا کے سوا کسی اور کے لئے ہو۔ اس سے برکت چھین لی جاتی ہے۔ کیوں کہ برکت تو پروردگار عالم ہی کی بارگاہ سے اترتی ہے۔ اور ساری برکتیں وہیں سے آتی ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ مبارک ہوتی ہے۔ اس کا نام مبارک ہے۔ اس کا رسول مبارک ہے۔ اس کا وہ بندہ مبارک ہے۔ جو ایمان رکھتا ہے۔ اور خدا کی مخلوق کو نفع پہونچاتا ہے۔ بیت اللہ الحرام مبارک ہے۔ ملک شام مبارک ہے۔ سرزمین شام کی برکتوں کا ذکر قرآن حکیم کے اندر چھ آیتوں میں کیا گیا ہے۔ پس دنیا میں اس کی ذات کے سوا کوئی مبارک نہیں۔ پس ہر وہ چیز جو اس سے نسبت نہیں رکھتی۔ یعنی اس کی محبت اور رضائے سے نسبت نہیں رکھتی۔ اس میں کسی قسم کی برکت نہیں ہوتی۔ یوں تو ساری کائنات اس کی ربوبیت و خالقیت سے نسبت رکھتی ہے۔ لیکن اس کی ربوبیت و رضامندی کی نسبت نہ ہو تو وہ بے برکت ہے۔ دنیا کی ہر وہ چیز۔ خواہ وہ عیان و اشخاص ہوں۔ خواہ اقوال گفتار۔ یا اعمال و کردار جو بھی خدا سے بعید اور دور ہے۔ اس میں خیر و برکت نہیں جو چیز اس سے قریب ہوگی۔ بقدر قربت اس میں خیر و برکت ہوگی اور برکت لعنت کی ضد ہے پس وہ زمین کہ جس پر خدا نے لعنت کی۔ یا وہ آدمی کہ جس پر اس کی لعنت ہو یا وہ کام کہ جس پر خدا کی لعنت ہو جتنا برکت سے دور اور بہت ہی دور ہوگا۔ اور وہ چیزیں بھی خیر و برکت سے محروم ہوں گی۔ جن کا ان ملعون چیزوں سے کسی قسم کا تعلق ہوگا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے دشمن ابلیس پر لعنت بھیجی اور اپنی ساری مخلوق سے اسے دور تر پھینک دیا ہے۔ اور اس لئے ہر وہ چیز جس کو ابلیس سے کسی قسم

کی بھی نسبت، اور تعلق ہوگا۔ اس پر بقدر نسبت و تعلق لعنت ہوگی۔ ظاہر ہے کہ عمر۔ رزق۔ علم۔
عمل وغیرہ سے برکتوں کے سلب ہونے میں گناہوں کو بڑا دخل ہے۔ اور معاصی کے اثرات
بہت دور رس ہیں۔ پس وہ وقت جس کے اندر تم خدا کی نافرمانی کرو۔ یا وہ مال جس کے ذریعہ
خدا کی نافرمانی ہو یا وہ جسم اور مال۔ قوت۔ جاہ و منزلت اور علم و عمل جس کے ذریعہ خدا کی نافرمانی ہوتی
ہو۔ وہ خدا کے یہاں نافرمانی کرنے والے کے خلاف حجت ہے اور یہ اس کے حق میں قطعاً مفید
نہیں ہے صرف وہی چیز کارآمد ہوگی جو طاعت الٰہی میں صرف کی جائے اور یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ سو سو
برس زندہ رہتے ہیں۔ لیکن ان کو بمشکل بیس سال کی عمر نصیب ہوتی ہوگی۔ بعض کے پاس سونے چاندی کے
انبار ہوتے ہیں۔ اور مال و دولت سے ان کے خزانے پر ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اس
میں سے ایک ہزار درہم بھی اس کی قسمت میں نہیں ہوتے۔ یہی حال جاہ و منزلت۔ اور علم
کا ہے۔ ترمذی شریف میں ہے:۔

الدنیا ملعونۃ۔ ملعون ما فیہا الا ذکر اللہ عزوجل۔ وما والاہ او عالم۔ او متعلم۔

دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے ملعون ہے۔ سوائے ذکر خداوندی کے یا جو اس سے تعلق رکھے۔ یا عالم یا متعلم۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:۔

ملعونۃ۔ ملعون ما فیہا الا ما کان اللہ۔

دنیا ملعون ہے۔ اور دنیا میں جو کچھ ہے ملعون ہے۔ سوا اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔

جو چیز اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ اسی میں اللہ تعالیٰ کی خیر و برکت ہوا کرتی ہے۔
واللہ المستعان۔

فصل

انسان رفعت و بلندی کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہے
مگر معاصی اسے سفلہ اور پست کر دیتے ہیں:۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہ انسان کو سفلہ اور پست کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ
علو و رفعت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق دو قسم کی پیدا کی ہے علیہ (رفیع المرتبہ)

سفلہ (لپست) پہلی قسم کا مقام علیین ہے۔ اور دوسری کا اسفل السافلین۔ اہل طاعت کو وہ دنیا اور آخرت دونوں میں علو و رفعت عطا فرماتا ہے۔ اور اہل معصیت کو دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل و پست کر دیتا ہے۔ اہل طاعت کو خدا نے ہمیشہ اپنی عزیز ترین مخلوق بنایا۔ اور ساری مخلوق سے ان کو عزیز رکھا ہے معصیت کو اس نے ذلیل ترین چیز قرار دیا۔ اہل طاعت کو اس نے ہمیشہ عزت دی۔ اور نافرمانوں کو ذلیل و خوار کیا۔ چنانچہ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا:۔

جعلت الذلۃ۔ والصغار علی من خالف امری — میرے حکم کی مخالفت کرنے والے کے لئے ذلت و خواری لازم کر دی گئی ہے۔

انسان جب گناہ، اور خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ اپنے درجات سے نیچے گرتا چلا جاتا ہے۔ اور جوں جوں گناہ کرتا رہے گا نیچے گرتا چلا جائے گا۔ تا آنکہ وہ اسفل ترین درجہ میں جا گرے گا۔ اور جب وہ طاعت و عبادت سے اپنے کو مزین و آراستہ کرے گا۔ درجہ بدرجہ بلند ہوتا چلا جائے گا۔ تا آنکہ وہ اعلیٰ علیین تک پہونچ جائے گا۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک انسان اپنی زندگی میں ترقی و رفعت کے کام بھی انجام دیتا ہے۔ اور تنزل و انحطاط کے بھی۔ ایسی صورت میں اس کی مشغولیت اسی جانب ہوگی جو جانب غالب ہوگی۔ ایک آدمی سو درجے ترقی کرتا ہے۔ اور ایک درجہ نیچے گرتا ہے۔ اس کا حال وہ نہیں ہے جو اس کے برعکس عمل کرنے والے کا ہے کہ سو درجے نیچے گرتا ہے اور صرف ایک درجہ ترقی کرتا ہے۔

اس موقعہ پر بعض لوگوں کو سخت مغالطہ ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ انسان کبھی کسی بڑے گناہ کی وجہ سے اس قدر نیچے گر جاتا ہے کہ مقام رفعت سے بہت دور جا پڑتا ہے اتنا دور کہ جیسے مشرق و مغرب یا زمین و آسمان۔ اب اس تنزل کے مقابلہ میں وہ ہزار درجے بھی ترقی کر جائے تو اس کی تلافی ناممکن ہوتی ہے۔ جیسا کہ بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے:۔

ان العبد لیتکلم بالکلمۃ الواحدۃ لایلقی لہا بالا یہوی بہا فی النار ابعد ما بین المشرق والمغرب — بندہ کبھی لاپرواہی کی وجہ سے کوئی ایک بات ایسی کہہ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم کے ایسے گڑھے میں پھینک دیا جاتا ہے جس کی گہرائی مشرق و مغرب کے فاصلہ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

اس قسم کے تنزل و انحطاط کی تلافی کس بلندی اور کونسی ترقی سے ہو سکتی ہے ؟
حقیقت یہ ہے کہ تنزل و انحطاط تو انسان کے لئے لابدی چیز ہے۔ لیکن اس کی شکلیں مختلف ہیں۔ بعض لوگ غفلت کی وجہ سے نیچے گر جاتے ہیں۔ ایسے لوگ جب بیدار ہوتے ہیں۔ اپنے اصل درجہ بلکہ اس سے بھی بلند ہو جاتے ہیں۔ جس قدر بیداری ہو گی۔ اسی قدر بلندی و رفعت بھی ہو گی۔

بعض لوگ کسی مباح چیز میں الجھ جانے کی وجہ سے نیچے گر جاتے ہیں۔ طاعت وعبادت کا ارادہ ہی ان میں بیدار نہیں ہوتا۔ اس قسم کے لوگوں کی حالت مختلف ہوا کرتی ہے جب اس قسم کے لوگ طاعت کی طرف رجوع کرتے ہیں تو کبھی وہ اپنے ترقی و بلندی کے اصل درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ کبھی اس سے بھی بلند مقام تک پہنچ جاتے ہیں اور کبھی اس سے پیچھے رہ جاتے ہیں اور کبھی ایسے لوگوں میں ایسی ہمت پیدا ہو جاتی ہے کہ پہلے جو ہمت تھی اس سے کہیں زیادہ ہمت آجاتی ہے اور کبھی یہ ہمت پست بھی ہو جاتی ہے اور کبھی ویسی ہی ہمت آجاتی ہے جو پہلے تھی۔

بعض لوگ معصیت اور صغیرہ یا کبیرہ گناہوں کی وجہ سے اصل درجہ سے نیچے گر جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اپنے اصل درجہ تک پہنچنے کے لئے توبۂ نصوح۔ انابت صادقہ ضروری ہے۔ یہاں اس بارے میں علماء میں اختلاف ہے اور وہ یہ کہ کیا توبہ کرنے سے گنہگار آدمی اپنے اصل مقام اور اصل درجہ تک پہنچ سکتا ہے ؟ اور اس طور پر کہ گناہ کا اثر بالکل محو ہو جائے اور کسی قسم کا بھی اثر باقی نہ رہے۔ یا وہ اپنے اصل مقام اور اصل درجہ تک پہنچ ہی نہیں سکتا اور توبہ کا اثر صرف اسقدر ہے کہ عقوبت و سزا اس پر سے ساقط ہو جائے گی۔ تقرب کا درجہ جو اس نے کھو دیا ہے۔ وہ حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔ علماء اس بارے میں مختلف رائیں رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ انسان جن اوقات میں گناہ کرتا ہے ان اوقات میں وہ طاعت و عبادت میں مشغول رہ کر ترقی کے چند مدارج اور طے کر سکتا تھا۔ اس کے اندر ترقی مدارج کی استعداد و قابلیت موجود تھی۔ اس لئے وہ اپنے سابقہ اعمال صالحہ اور نیکیوں کے ساتھ ترقی کر سکتا تھا اور آگے بڑھ سکتا تھا۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک انسان روزانہ اپنے مال کے ذریعہ تجارت کرتا ہے۔ جس قدر مال زیادہ ہوتا ہے زیادہ منفعت حاصل کرتا ہے۔ معصیت یا تعطل کے زمانہ میں یہ ترقی اور منفعت اپنے اعمال صالحہ اور اصل راس المال کے ساتھ رک جاتی ہے۔ جب وہ دوبارہ عمل شروع کرے گا تو نئے سرے سے وہ نیچے سے اوپر کی طرف صعود و ترقی کرے گا۔ لیکن اس سے پیشتر وہ مسلسل ترقی ہی کر رہا تھا۔ اگر نہ رکتا تو کتنی ترقی کرتا۔

ترقی دوبارہ عمل شروع کرنے پر ہوئی۔ مگر ظاہر ہے۔ ان ہر دو ترقیوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

بعض علماء اس کی تمثیل اس طرح پیش کرتے ہیں۔ دو آدمی دو الگ الگ زینوں پر چڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کچھ نیچے اتر گیا اور پھر چڑھنا شروع کیا۔ ظاہر ہے کہ جو اترا نہیں وہ آگے ہی ہوگا اور جو اترا وہ ہمیشہ نیچے ہی رہے گا۔ بات بالکل صاف ہے۔

شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہؒ نے اس بارے میں ایک نہایت ہی عمدہ فیصلہ کیا ہے۔ جسے تسلیم کئے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ بعض لوگوں کی توبہ اس قدر وزنی ہوتی ہے کہ اس کا نیکی کا پلہ بہت ہی جھک جاتا ہے اور اس کی ترقی کا درجہ جو پہلے تھا اس سے بھی بلند ہو جاتا ہے اور بعض اپنے سابقہ درجہ کے برابر کوئی درجہ پا لیتے ہیں بعض اپنے سابقہ درجہ تک نہیں پہنچ پاتے اور بعض اپنے سابقہ درجہ تک ہی پہنچ کر رہ جاتے ہیں۔

میں کہتا ہوں یہ کمی و بیشی اور اختلاف مدارج ہر ایک کی توبہ انابت اور استغفار کی کیفیت کی بنا پر ہے۔ گنہگار بندہ جب اپنے معاصی کی وجہ سے شرمندہ اور شرمسار ہو جاتا ہے اور اس کے اندر ذلت و خواری۔ عاجزی و انکساری۔ خاکساری و فروتنی۔ خضوع و خشوع رجعت الی اللہ اجتناب معاصی۔ خوف و خشیتہ۔ تضرع و زاری کی خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ چیزیں کبھی کسی کے اندر پوری قوت سے نمود کرتی ہیں۔ جس سے توبہ کرنے والا اس درجہ سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ جہاں وہ گناہ کرنے سے پہلے تھا اور گناہ کرنے سے بیشتر وہ جس درجہ کا نیک تھا۔ اس سے کہیں زیادہ نیک بن جاتا ہے۔ ایسے آدمی کے حق میں گناہ ایک رحمت بن جاتی ہے۔ گناہ سے قبل اس کا قلب غرور آشنا تھا۔ عجب و نخوت اس کے اندر بھری ہوئی تھی۔ اسے اپنے نفس پر اعتماد تھا۔ اپنے اعمال پر تکیہ اور بھروسہ تھا۔ گناہ کی وجہ سے یہ تمام برائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور اب وہ اپنے مولیٰ۔ سید۔ آقا کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی ٹیک دیتا ہے اور عاجزی۔ انکساری۔ فروتنی اور خاکساری کے ساتھ اپنے رخسار اس کی دہلیز پر رگڑنے لگتا ہے اور خدا کی قدر و منزلت پہچاننے لگتا ہے۔ اپنی محتاجی اور بے کسی و بے بسی کا اعتراف اپنے قلب کی گہرائیوں سے کرنے لگتا ہے۔ اپنی حفاظت اور عفو و ترحم۔ مغفرت و نجات کے لئے اپنے کو اپنے سید۔ مولیٰ اور خالق کا سراسر محتاج سمجھنے لگتا ہے۔ قلب سے صولت و تمکنت اور عبادت و طاعت کا غرور جو پہلے تھا ختم ہو جاتا ہے۔ طاعت و عبادت کی

شیخیاں اور کبر و نخوت نکل جاتے ہیں۔ خود بینی و خود ستائی کا بت پاش پاش ہو جاتا ہے اور خطا کار دل۔ گنہگاروں کی صف میں آکر اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور شرم و ندامت، خوف و رجا کے ساتھ اس کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ لرزتے ہوئے۔ کانپتے ہوئے۔ اپنے کو حقیر و ہیچ اور اپنی طاعتوں اور عبادتوں کو لاشئ محض۔ اور اپنے گناہوں کو بھاری۔ وزنی جرم سمجھ کر اس کے سامنے سر خم کر کے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اپنی جان کو سراسر ناقص ناچیز۔ ناپاک۔ ناکارہ اور بد ترین خلائق سمجھنے لگتا ہے اور اپنے رب کو ہمہ قسم کے کمالات اور حمد و ثنا کا واحد مستحق سمجھتا ہے اور اسی کو اپنا حاجت روا ماننے لگتا ہے۔

فصل

اگر خدائے تعالیٰ کا حلم نہ ہوتا تو بندوں کے گناہوں
کی وجہ سے آسمان و زمین تہ و بالا ہو جاتے۔

ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو کچھ بھی مل جاتا ہے اور جو نعمت بھی اسے عطا کی جاتی ہے۔ چھوٹی ہو یا بڑی اسے بہت زیادہ اور بہت بڑی نعمت تصور کرتا ہے اور اپنی ذات کو وہ اس سے کمتر سمجھتا ہے اور حقیر سے حقیر نعمت کا بھی وہ اپنے کو مستحق نہیں سمجھتا اور ہر ابتلاء و مصیبت کا اپنے آپ کو اہل اور مستحق سمجھتا ہے۔ بلکہ بڑی سے بڑی مصیبت کا وہ اپنی ذات کو مستوجب سمجھتا ہے۔ بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ احسان ہی کیا ہے۔ کہ گناہ و جرم کی مقدار کے مقابلہ میں اسے کچھ بھی سزا نہیں دی۔ کیونکہ جرم کے مقابلہ میں جس سزا کے وہ لائق تھا۔ وہ ایسی تھی کہ بڑے بڑے پہاڑ بھی اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ ایک عاجز و کمزور بندہ ہے کیونکہ گناہ اگرچہ چھوٹے سے چھوٹا بھی کیوں نہ ہو۔ مگر اس عظیم ترین ذات کے مقابلہ میں ہے۔ جس سے کوئی بھی بڑا نہیں۔ جس سے کوئی جلیل و بزرگ اور کبیر و برتر نہیں۔ چھوٹی بڑی تمام نعمتوں کا دینے والا وہی ایک اکیلا ہے۔ دوسرا کوئی نہیں۔ اس کا مقابلہ کس قدر قبیح۔ شنیع اور ناجائز ہو سکتا ہے۔ دنیا کی ہر قوم مومن اور کافر اپنے عظماء۔ اجلاء اور سرداروں کا مقابلہ ایک قبیح ترین حرکت سمجھتی ہے۔ اس قسم کے لوگوں کا مقابلہ وہی آدمی کرتا ہے۔ جو سب سے زیادہ رذیل ہوتا ہے۔ جس کے اندر جوہر مروت نام کو نہیں ہوتا۔ جب اس قسم کے لوگوں کا مقابلہ

ذلیل ترین حرکت ہے تو پھر اس ذات کا مقابلہ کس قدر رذیل و ذلیل حرکت ہوگی۔ جو سب سے بڑا۔ سب سے زیادہ با اختیار۔ اور زمینوں آسمانوں کا مالک۔ حاکم اور سلطان اور معبود ہے؟ اگر اس کی رحمت اس کے غضب پر۔ اس کی مغفرت اس کی عقوبت پر غالب نہ آتی تو ساری زمین زلزلوں سے پاش پاش ہو جاتی۔ اگر حلم و بردباری۔ مغفرت و بخشش نہ ہوتی تو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے آسمان و زمین اپنی اپنی جگہ سے ہٹ جاتے اور دنیا تباہ ہو جاتی۔ چنانچہ سورۂ فاطر کے اندر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان اللہ یمسک السماوات والارض ان تزولا۔ ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ انہ کان حلیما غفورا ⁂ (فاطر)	بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔ تو پھر اس کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں جو ان کو تھام سکے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا تحمل والا اور بخشنے والا ہے۔

آیت کے آخر میں خدا کے دو نام آئے ہیں۔ ان پر غور کرو۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام اسماء میں سے ان دو ناموں کا ذکر فرمایا ہے اور آیت کو ان ہی دو ناموں پر ختم کیا ہے کہ وہ "حلیم" و "غفور" ہے۔ غور کرو خدا کے کیا کیا راز اس میں مضمر اور پوشیدہ ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ مجرموں اور گنہگاروں کے ساتھ حلم و بردباری اور مغفرت و درگزر سے کام نہ لیتا تو آسمان و زمین اپنی جگہ سے ٹل جاتے اور دنیا تباہ ہو جاتی۔ چنانچہ سورۂ مریم کے اندر کافروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

تکاد السماوات یتفطرن منہ وتنشق الارض۔ وتخر الجبال ھدا ⁂ (مریم)	جس کی وجہ سے عجب نہیں آسمان پھٹ پڑیں۔ اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزے ریزے ہو کر گر پڑیں۔

اور یہ تو معلوم ہے کہ صرف ایک گناہ کی پاداش میں خدا نے ہمارے والدین آدمؑ و حواؑ کو جنت سے باہر کر دیا۔ اور صرف ایک ہی گناہ اور ایک ہی بات کی خلاف ورزی کی پاداش میں ابلیس کو راندۂ درگاہ کر دیا۔ اسے عالم ملکوت سے خارج کر دیا اور آسمانوں سے نکال باہر کیا۔ لیکن پھر بھی ہم احمقوں کا حال وہی ہے۔ جو کسی شاعر نے کہا ہے۔

نصل الذنوب الی الذنوب وترتجی درج الجنان لدی النعیم الخالد

ہم گناہوں پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں ۔ اور امید یہ رکھتے ہیں کہ نعمت لازوال کے ساتھ جنت ملے گی ۔

ولقد علمنا اخرج الا بوین من ملکوتها الاعلی بذنب واحد

حالانکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ہمارے والدین (آدمؑ و حواؑ) کو خدا نے صرف ایک گناہ کی بنا پر اپنے عالم ملکوت سے باہر نکال دیا تھا ۔

مقصد یہ ہے کہ بندہ توبہ کرنے کے بعد قبل گناہ سے بھی بہتر ہو جاتا ہے ۔ جو درجہ اسے پہلے حاصل تھا اس سے بلند تر مقام پر جا پہنچتا ہے ۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گناہ اس کی ہمت توڑ دیتا ہے ۔ جس سے اس کے تمام عزائم و ارادے پست ہو جاتے ہیں ۔ اور قلب کی صحت اس قدر خراب ہو جاتی ہے کہ توبہ بھی اگلی صحت تک پہنچنے میں اس کی امداد نہیں کرتی ۔ اس لئے وہ اپنے فوت شدہ درجہ کو پھر حاصل ہی نہیں کر سکتا ۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرض زائل ہو جاتا ہے اور اسے وہی صحت حاصل ہو جاتی ہے ۔ جو اسے پہلے حاصل تھی اور اب وہ اسی کے مثل عمل کرنے لگتا ہے اور اپنے اصل درجہ کو پالیتا ہے ۔ لیکن یہ تمام باتیں اسی وقت ہوتی ہیں کہ انسان کا تنزل و انحطاط گناہ و معصیت کی وجہ سے ہوا ہو ۔ اگر یہ تنزل و انحطاط کسی ایسے امر کی وجہ سے ہے جو اصل ایمان میں خلل انداز ہے ۔ مثلاً شکوک و شبہات ریب و تردد ۔ اور نفاق وغیرہ کی وجہ سے ہے تو اس کا تدارک پھر نئے سرے سے ایمان لائے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا ۔ ایسے آدمی کی ترقی کی کوئی امید نہیں ۔

فصل

(معاصی سے ہر چیز انسان کی دشمن بن جاتی ہے)

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ خدا کی ہر مخلوق گنہگار کے خلاف جری اور دلیر ہو جاتی ہے ۔ شیاطین بھی جری اور دلیر ہو جاتے ہیں اور اسے ایذا اور تکلیفوں میں مبتلا کر دیتے ہیں ، ورغلاتے ۔ بہکاتے اور وسوسے ڈالتے ہیں ۔ خوف و ہراس میں مبتلا کر دیتے ہیں ۔ دھوکہ دیتے ہیں اور وہ چیزیں اور ان باتوں سے اسے غافل کر دیتے ہیں ۔ جن سے اس کی مصلحتیں وابستہ ہوتی ہیں ۔ اور جنہیں فراموش کرنے سے اسکو سخت سے سخت نقصان

پہنچتا ہے۔ شیاطین اس پر اس قدر غالب آجاتے ہیں کہ خدا کی نافرمانی کی طرف اسے زبردستی دھکیل کر لے جاتے ہیں۔ نیز انسانی شیاطین بھی اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس کی موجودگی اور عدم موجودگی میں ہر ممکن ایذا دیتے اور تکلیفیں اسے پہنچاتے لگتے ہیں۔ اس کے گھر کے لوگ۔ خدام۔ نوکر چاکر۔ اس کی اولاد۔ پڑوسی۔ سب کے سب اس کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ اور اسے ستانے کی کوششیں کرتے ہیں۔ حیوانات۔ چوپائے بھی اس کے خلاف جری اور دلیر ہو جاتے ہیں۔ اسلاف میں سے بعض بزرگوں نے کہا ہے۔

انی لاعصی اللّٰہ۔ فاعرف ذالک فی خلق امرءتی ودابتی ؛.

جب کبھی مجھ سے خدا کی کوئی نافرمانی ہو جاتی ہے تو اس کا اثر مجھے اپنی بی بی اور سواری کے جانوروں تک میں محسوس ہوتا ہے۔

اسی طرح حکام اس کے خلاف اقدام کرتے ہیں۔ اور عدل و انصاف کی مسند پر بیٹھ جاتے ہیں۔ تو اس پر پوری پوری حدود جاری کرتے ہیں اور سخت ترین سزائیں دیتے ہیں۔ اور خود اس کا نفس ہی اس کے خلاف جری ہو جاتا ہے۔ کہ شیر کی طرح اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور اسے مشکلات اور دشواریوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے اس قدر مجبور اور بے دست و پا کر دیتا ہے کہ اگر کبھی وہ نیکی کا ارادہ بھی کرتا ہے تو نفس سرکشی کرتا ہے اور اتباع نہیں کرتا۔ اسے خواہ مخواہ گھسیٹ کر اسی طرف لے جاتا ہے۔ جہاں اس کی ہلاکت و تباہی کے سارے سامان جمع ہوتے ہیں اور ایسا کیوں اور کس لئے ہوتا ہے ؟ اس لئے ہوتا ہے کہ طاعت الٰہی۔ عبادت خداوندی۔ رب العالمین کا ایک مستحکم و مضبوط قلعہ ہے اور اس میں جو بھی داخل ہو جاتا ہے۔ اسے کامل امن مل جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکل آتا ہے۔ اس پر ڈاکو اور راہ زن وغیرہ حملہ کر دیتے ہیں۔

معاصی اور گناہ جس قسم کے اور جس درجہ کے ہوں گے۔ اس قسم کی اور اسی درجہ کی آفتیں۔ اس پر حملہ آور ہوں گی۔ جنہیں کوئی روک ہی نہیں سکتا۔

ذکر الٰہی۔ طاعت خداوندی۔ صدقہ۔ خیرات۔ جہلاء کو ہدایت و تلقین۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر ایسی زبردست اور مقدس چیزیں ہیں کہ وہ بندے کی حفاظت اسی طرح کرتی ہیں۔ جس طرح انسان کی قوت۔ آنے والے یا آئے ہوئے مرض کی مقاومت و مدافعت کرتی رہتی ہے۔ اگر یہ قوت ختم ہو جاتی ہے۔ تو مرض پوری قوت سے حملہ کر دیتا ہے۔ اور

بالآخر اسے ہلاک کر ڈالتا ہے۔ آدمی کے لئے وہ قوت ضروری ہے جو دفاع کر سکے۔ کیونکہ نیکیوں اور گناہوں کے نتائج ایک دوسرے کی مدافعت کرتے ہیں۔ جو غالب آ جاتا ہے۔ اسی کا حکم چلتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

اہل ایمان کی جانب سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ مدافعت کرتا رہتا ہے۔ اور ایمان نام ہے قول و عمل کا تو جس قدر قوت ایمانی زیادہ ہوگی۔ قوت مدافعت بھی زیادہ ہوگی۔ واللہ المستعان۔

فصل

معاصی کی زد۔ انسان کی معاد و معاش۔ دنیا و آخرت دونوں پر پڑتی ہے۔ خاتمہ بالخیر خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ توکل علی اللہ۔ اور انابت ختم ہو جاتی ہے اور جمعیت خاطر سے محرومی ہو جاتی ہے۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ معاصی بندے کی معاد و معاش کی ضروریات میں خلل اور رخنے پیدا کر دیتے ہیں ہر انسان اس امر کا محتاج اور سخت محتاج ہے کہ وہ اپنے معاد و معاش۔ آخرت اور دنیا کے مفادات و نقصانات کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کی کوشش کرے اور معاصی و گناہ اس معرفت و سمجھ سے انسان کو قطعاً محروم کر دیتے ہیں اور ان امور کی تفصیل سب سے زیادہ وہی جان سکتا ہے۔ جو معاد و معاش کی معرفت زیادہ رکھتا ہو اور سب سے زیادہ توی عقل مند و زیرک وہی ہے۔ جو اپنے نفس و ارادہ پر غالب اور حاوی ہو۔ اور اپنے ارادہ کو اسی جگہ استعمال کرے جہاں اسے نفع مل سکے اور ان چیزوں سے باز رہے۔ جن سے اس کو نقصان پہنچتا ہو اور اس بارے میں لوگوں کی ہمتیں۔ معرفت و ادراک۔ مقامات و منزلیں مختلف اور متفاوت ہیں۔ سب سے بڑا عارف وہ ہے جو سعادت و شقاوت کے اسباب کی پوری پوری معرفت رکھتا ہو اور سب سے بڑا دانشمند و زیرک۔ اور راز آگاہ وہ ہے۔ جو شقاوت کے مقابلہ میں سعادت کو ترجیح دے اور وہ شخص بڑا ہی بے وقوف اور احمق ہے جو سعادت کے مقابلہ میں شقاوت کو ترجیح دے۔

انسان کو اس علم کی تحصیل میں جن امور کی ضرورت ہے۔ ان میں معاصی اور گناہ اس کے ساتھ خیانت کرتے ہیں اور انسان اپنی آخرت کے اعلیٰ و اشرف۔ اور دائمی حصہ

کو دنیا کے خسیس۔ ادنیٰ۔ فانی۔ منقطع ہونے والے حصہ کے عوض ضائع کر دیتا ہے۔

معاصی اس علم کی تحصیل و تکمیل کی راہ میں حجاب بن جاتے ہیں اور دنیا و آخرت میں جو امور انسان کے لئے مفید۔ بہتر اور نفع بخش ہوتے ہیں۔ ان کی مشغولیت سے باز رکھتے ہیں۔

انسان جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس سے گلو خلاصی کی ضرورت پیش آتی ہے تو گنہگار انسان کا قلب اس کا نفس۔ اس کے جوارح اس کے ساتھ غداری کرتے ہیں اور اس کی حالت اس شخص کی سی ہو جاتی ہے۔ جس کے پاس تلوار موجود ہے۔ لیکن نیام میں پڑی پڑی زنگ خوردہ ہو چکی ہے۔ مالک اس سے کام لینا چاہتا ہے۔ لیکن زنگ نے ایسا پکڑ لیا ہے کہ نیام سے نکل ہی نہیں سکتی۔ ایسی حالت میں اس کا دشمن اس کے سر پر آجاتا ہے اور اسے قتل کر دینا چاہتا ہے۔ اس وقت وہ اپنی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالتا ہے اور تلوار کو کھینچتا ہے۔ لیکن وہ نکلنے کا نام نہیں لیتی اور دشمن وار کر کے اس کا کام تمام کر دیتا ہے۔ انسان کے قلب کی بھی یہی حالت ہے۔ گناہوں سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ معاصی سے وہ اپاہج جیسا ہو جاتا ہے جب اسے دشمن سے لڑنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو مقابلہ کے لئے اس کے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی۔ انسان جب کسی سے جنگ کرتا ہے۔ قلب اور قلب کی طاقت ہی کے ذریعہ جنگ کرتا ہے۔ قلب کی قوت ہی سے حملہ کرتا ہے۔ قلب ہی کی طاقت سے اقدام کرتا ہے۔ جسم اور جسم کے اعضاء تو قلب کے تابع ہوتے ہیں اور جب قلب کے پاس جو جسم و جوارح کا بادشاہ ہے۔ قوت و طاقت نہ ہو تو وہ مدافعت ہی کیا کر سکتا ہے؟ اور کیسے کر سکتا ہے اور پھر جب کہ بادشاہ ہی سرے سے نہ ہو تو بتاؤ کیا انجام ہوگا؟

جو حال قلب کا ہے وہی حال نفس کا ہے۔ نفس شہوات و خواہشات۔ معاصی اور گناہوں کی وجہ سے خبیث و ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کے تمام قویٰ ختم ہو جاتے ہیں۔ یہاں نفس سے میری مراد نفس مطمئنہ ہے۔ اس لئے کہ نفس امارہ تو شہوات و خواہشات۔ اور گناہوں سے اور زیادہ قوی۔ مضبوط۔ دلیر اور درندہ صفت بن جاتا ہے۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ نفس امارہ قوی و طاقتور ہو جاتا ہے تو نفس مطمئنہ کمزور ہو جاتا ہے اور اس صورت میں صرف نفس امارہ کی فرمانروائی قائم ہو جاتی ہے اور نفس مطمئنہ جب اس طرح موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے تو اس کے بعد اس کی زندگی کی کوئی توقع نہیں رہتی۔ سمجھ لو کہ وہ دنیا میں بھی مر چکا اور برزخ میں بھی مر چکا ہے اور اب اسے آخرت میں بھی کوئی زندگی نصیب نہیں ہو سکے گی۔ اب اس

کی قسمت۔ اور نصیب میں۔ صرف آلام و مصائب۔ تکالیف و اذیات ہی کی زندگی ہے اور بس۔

مقصد یہ ہے کہ ایک گنہگار آدمی جب کسی مصیبت اور آفت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کا قلب اس کی زبان اس کے ہاتھ پیر اس سے بے وفائی کرتے ہیں۔ اور ان امور میں جو اس کے حق میں مفید اور نفع بخش ہوتے ہیں۔ خیانت کرتے ہیں۔ توکل علی اللہ سے اس کا قلب گریز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے بھاگتا ہے۔ کسی طرح اسے جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی۔ وہ بارگاہ الٰہی میں تضرع وزاری نہیں کر سکتا۔ اس کے حضور میں جو تذلل و انکساری کرنی چاہیئے۔ وہ نہیں کر سکتا ذکر الٰہی میں اس کی زبان۔ اس کی مطاوعت سے گریز کرتی ہے۔ اور اگر وہ زبان سے خدا کو یاد بھی کر لیتا ہے تو قلب کی جمعیت مفقود ہوتی ہے۔ قلب و زبان یکسو نہیں ہوتے کہ ذکر لسانی قلب پر اثر انداز ہو۔ اور وہ کلمہ جو اس کے ذکر و ورد میں زبان پر جاری ہوتا ہے۔ اس میں بھی قلب و زبان یکسو نہیں ہوتے بلکہ جب زبان ذکر الٰہی۔ یا دعا میں مصروف ہوتی ہے۔ تو اس کا قلب یکسر اس سے غافل اور بے خبر ہوتا ہے۔ اور اس سے اِدھر اُدھر بھٹکتا رہتا ہے اگر اعضائے جوارح کے ذریعہ وہ قلب کی اعانت کرنا چاہتا ہے تاکہ اس کی مصیبتیں دور ہوں تو قلب اس کی اطاعت نہیں کرتا۔ اس قسم کی تمام باتیں معاصی اور گناہوں کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کی تمثیل یوں سمجھیئے کہ ایک بادشاہ ہے جس کے پاس بہت بڑا لشکر ہے۔ اس لشکر سے وہ دشمنوں کی پوری طرح مدافعت کر سکتا ہے۔ لیکن اس نے اسے بیکار کر رکھا ہے۔ خوراک۔ پوشاک۔ ضروریات پوری نہ کر کے اسے کمزور بنا رکھا ہے اور عین اس وقت جبکہ دشمن حملہ آور ہوتا ہے۔ اس فوج سے وہ دشمن کی مدافعت چاہتا ہے۔ بتلاؤ یہ کمزور فوج کس طرح دشمن کی مدافعت کرے گی؟

یہ تو معاصی اور گناہوں کا ایک پہلو ہے۔ لیکن اس سے زیادہ خوفناک، دردانگیز، تلخ ترین، ایک اور پہلو ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان جب اس دنیا سے رخصت ہو کر بارگاہ الٰہی کی طرف جانے کی تیاری کرتا ہے۔ اور حالت نزع اس پر طاری ہوتی ہے۔ تو اس کا قلب اور زبان دونوں اس سے بیوفائی کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات اس کے منہ پر کلمہ شہادت تک جاری نہیں ہوتا۔ اور اس کا مشاہدہ اکثر لوگ کر چکے ہیں۔ بعض لوگوں کو حالت نزع میں کہا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو۔ ان کی زبان سے نکل گیا۔ آہ۔ آہ۔ مجھ میں یہ کہنے کی قدرت نہیں ہے۔ کسی سے کہا گیا "لا الٰہ الا اللہ" کہو تو اس کے منہ سے نکلا۔ شاہ۔ اور رخ[1] تم سے بازی لے گیا۔ کسی سے کہا گیا۔ کہو لا الٰہ الا اللہ تو اس کی زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا

---

(۱) شاہ اور رخ شطرنج کے دو مہروں کے نام ہیں۔ کہنے والا شطرنج کا عادی تھا۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۰ پر)

یارب قائلة یوما وقد تعبت　　این الطریق الی حمام منجاب

اور یہ شعر پڑھتے ہوئے اس نے جان چھوڑ دی۔

کسی سے کہا گیا لا الہ الا اللہ کہو تو اس نے کہنا شروع کر دیا۔ تا دھنا دھنا ... گانے کا ساز درست کرنے لگا۔ اور پھر کہنے لگا۔ تم مجھے کیا تلقین کر رہے ہو؟ اس سے مجھے کچھ فائدہ نہیں ہوگا اور دنیا کا تو کوئی گناہ میں ترک نہیں کروں گا۔ اس کے بعد اس کی جان نکل گئی۔

کسی دوسرے سے کہا گیا تو اس نے جواب دیا۔ اس سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی نماز پڑھی ہو۔ اس کے بعد اس نے جان دے دی۔

ایک اور آدمی سے یہی کہا گیا۔ تو اس نے کہا تو کہتا ہے۔ اس سے میں انکار کرتا ہوں میں ہرگز نہیں کہوں گا۔ اس کے بعد اس کی روح نکل گئی۔

کسی دوسرے سے کہا گیا۔ تو اس نے جواب دیا۔ میں یہ کہنے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن زبان رک جاتی ہے۔

ایک شخص نے بعض پیشہ ور گداگروں کا حال مجھ سے بیان کیا کہ فلاں کی موت کے وقت میں اس کے پاس تھا۔ عین نزع کے وقت اس کے منہ سے یہ کلمات نکلنے لگے۔ اللہ کے نام ایک پیسہ۔ اللہ کے نام کا ایک پیسہ۔ اور اسی حالت میں وہ مرگیا۔

ایک تاجر نے اپنے ایک قرابتدار کی حالت بیان کی کہ لوگوں نے اسے کہا لا الہ الا اللہ کہو تو اس کے منہ سے یہ کلمات نکلنے لگے۔ یہ ٹکڑا سب سے ارزاں ہے۔ یہ خریدو۔ بہت اچھا ہے۔ اور اسی حالت میں وہ مرگیا۔

سبحان اللہ! ذات الٰہی بڑی پاک ذات ہے۔ اس قسم کے واقعات تو لوگوں نے بے شمار اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ رہے وہ حالات مرنے والوں کے جو ہم سے پوشیدہ ہیں۔ ان واقعات سے کہیں زیادہ دردناک ہیں۔

جب انسان حضور ذہن۔ قوت دماغ اور قوت ادراک کے زمانہ میں شیطان کو اپنے اوپر قابض اور مسلط کر لیتا ہے اور شیطان جدھر چاہتا ہے۔ اسے گھسیٹ کر لے جاتا ہے۔ ذرا

(بقیہ حاشیہ) نزع کے وقت کلمہ شہادت کی تلقین کی گئی تو اس کے منہ سے بجائے کلمہ شہادت کے شاہ۔ رخ کا نام جاری ہوگیا۔

ترجمہ: اے وہ کہ ایک دن تکان سے چور چور تھی اور کہہ رہی تھی کہ حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے۔

ے غافل اور بے خبر کر دیتا ہے۔ اس کی زبان کو اس کے ذکر سے معطل کر دیتا ہے۔ اور خدا ہی کے اعضاء کو اس کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ تو اس وقت جبکہ اس کی ساری قوتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ یع کی تکالیف میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ شیطان پوری قوت سے اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور اپنی ساری طاقتیں ع کر کے آ دھمکتا ہے تاکہ اس سے انتقام لے۔ کیونکہ یہ بندے کا آخری عمل ہوتا ہے۔ اس وقت شیطان پوری ت سے آراستہ ہوتا ہے اور یہ خود اس وقت کمزور، ضعیف، نحیف۔ اور ہر قسم کی طاقتوں سے محروم ہو تا ہے۔ بتلاؤ اس وقت اس کو کون بچا سکتا ہے؟ اس حالت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی ایمان والوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اور وہی ایمان قائم اور ثابت رکھتا ہے۔ اور بس۔

یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا و فی الآخرۃ۔ و یضل اللہ الظالمین: و یفعل ما یشاء؛
(ابراہیم)

جو لوگ ایمان لائے ہیں۔ ان کو پکی بات یعنی کلمہ توحید کی برکت سے اللہ دنیا میں ایمان پر ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور جو وہ چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

وہ شخص جس کا قلب ذکر الٰہی سے ہمیشہ غافل رہا۔ خواہشات کے پیچھے مارا مارا پھرا۔ خدا کے احکام کو ہمیشہ ٹھکراتا رہا۔ اسے خاتمہ بالخیر کی توفیق کیونکر میسر آسکتی ہے؟ جو قلب خدا سے دور۔ خدا سے غافل۔ خواہشات کا پیرو۔ شہوات کا پرستار۔ زبان ذکر الٰہی سے ناآشنا۔ ہاتھ پیر طاعت الٰہی سے معطل اور جس کا سارا وقت معصیت الٰہی میں صرف ہوا ہو۔ اسے حسن خاتمہ کی توفیق کیونکر حاصل ہوگی؟

اللہ اکبر! سوء خاتمہ کے خوف سے تو بڑے بڑے متقی۔ پرہیزگار لرزا کرتے ہیں اور یہاں یہ حال ہے کہ گنہگار۔ ظالم۔ ستمگار اور جفا پیشہ لوگ خدا کی قسمیں کھا کھا کر امیدیں باندھ رہے ہیں۔

ام لکم ایمان علینا بالغۃ الی یوم القیامۃ؟ — ان لکم لما تحکمون سلہم ایہم بذالک زعیم؟
(قلم)

یا تم نے قسمیں لے رکھی ہیں۔ جو روز قیامت تک چلی جائیں گی۔ کہ تم جس چیز کی فرمائش کرو گے۔ وہی تمہارے لئے موجود کر دی جائے گی؟
اے پیغمبر! ان لوگوں سے پوچھو کہ ان میں سے

کون اس کا ذمہ لیتا ہے ؟

کسی شاعر نے اس حقیقت کو کس قدر واضح کیا ہے۔

یا آمنا من قبیح الفعل یصنعہ
اے اپنی بدکرداریوں پر مامون ہو کے بیٹھنے والے

هل اتاك توقیع امانت تملکہ
کیا تیرے پاس حکم آچکا ہے یا خود تجھے خدائی قوت حاصل ہے۔

جمعت شیئین اُمنا۔ واتباع ھوی
تو نے دو چیزیں جمع کر رکھی ہیں۔ بے خوفی اور اتباع خواہشات ۔

ھذا واحدا ھمانی المرء تھلکہ
اور حال یہ ہے کہ ان میں سے ایک چیز بھی ہو تو انسان کی ہلاکت کے لئے کافی ہے۔

والمحسنون علی درب المخاوف قد
نیکیاں کرنے والے تو خوف الٰہی کے کوچہ میں چلتے رہے ہیں۔

ساروا وذالك درب لست تسلکہ
اور یہ کوچہ وہ ہے جس میں تو نے قدم ہی نہیں رکھا ہے۔

فرطت فی الذرع وقت البذر من سفہ
تو نے بیج ڈالنے کے وقت کھیتی میں اپنی حماقت سے کوتاہی کی۔

فکیف عند حصاد الناس تدرکہ
لوگ کھیتی کاٹیں گے۔ اس وقت تو کیا پائے گا۔

ھذا۔ وا عجب شیٔ منك زھدك فی
یہ تو تیری عجیب حرکت ہے کہ

دار البقاء لعیش سوف تترکہ
دنیا کی فانی زندگی کے عوض دار البقاء چھوڑ بیٹھا ہے۔

من السفیہ اذا؟ باللہ۔ انت ام المغبون
اس وقت بے وقوف کون ہے؟ قسم خدا کی تو

فی البیع غبنا سوف تدرکہ
یا پھر تو اپنے سودے میں ایسا دھوکہ کھا رہا ہے کہ عنقریب تو دیکھے گا۔

فصل

معاصی سے قلب کی بصیرۃ ختم ہوجاتی ہے حق و باطل کا امتیاز نابود ہو جاتا ہے۔ اور انسانی کمال کا مدار صرف دو ہی اصول پر ہے۔ حق و باطل کا امتیاز

اور باطل کے مقابلہ میں حق کی اتباع

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اس سے قلب اندھا ہو جاتا ہے۔ گناہ اگر قلب کو بالکل اندھا نہیں بھی کرتا۔ تو بصیرت قلبی کو ضرور کمزور کر دیتا ہے۔ یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ گناہ سے قلب ضرور کمزور ہو جاتا ہے۔ جب قلب اندھا اور کمزور ہو جاتا ہے تو ہدایت کی معرفت حاصل نہیں ہوتی اور ایسا شخص نہ اپنی ذات پر حق کا نفاذ کر سکتا ہے اور کسی دوسرے پر نفاذ حق کی قوت بالکل کمزور ہو جاتی ہے۔ اس لئے قوت بصیرت کمزور ہو جاتی ہے۔

انسانی کمال کا مدار دو بنیادی امور پر ہے۔

اوّل۔ حق و باطل کی معرفت۔ دوم۔ باطل کے مقابلہ میں حق کے اختیار کرنے کی قوت۔ دنیا و آخرت میں مخلوق خدا کی منزلوں میں فرق و تفاوت اسی قدر ہوتا ہے۔ جس قدر ان میں دو امور میں تفاوت ہوتا ہے۔ اور انہیں دو امور کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی تعریف و توصیف فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

واذکر عبادنا ابراھیم واسحاق ویعقوب اولی الایدی۔ والابصار۔ (ص)	اور اے پیغمبر! ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو۔ وہ ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔

اولی الایدی (قوت) سے مراد یہی تنفیذ حق کی قوت ہے اور الابصار سے دینی بصیرت مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی مدح و توصیف۔ ادراک حق۔ اور تنفیذ حق کے کمال کی وجہ سے کی ہے۔

ان دو امور کے لحاظ سے لوگوں کی چار قسمیں ہیں۔ انبیائے کرام ان میں سے اعلیٰ ترین و اشرف ترین قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں۔ جو بالکل ان لوگوں کے برعکس۔ اور ان کی ضد ہیں۔ نہ انہیں دین کی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ نہ تنفیذ حق کی قوت۔ اور دنیا میں زیادہ تر مخلوق اسی قسم کی ہے۔ ایسے لوگوں کو دیکھنے سے آنکھوں میں چبھن ہوتا ہے۔ روح کو بخار۔ اور قلب کو بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگ بستیوں کو تنگ کر دیتے ہیں۔ بازاروں میں نرخ بڑھا دیتے ہیں۔ ان کی صحبت سے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو رشد و ہدایت کی بصیرت و معرفت تو رکھتے ہیں لیکن کچھ

ایسے کمزور واقع ہوئے ہیں کہ تنقید حق۔ اور دعوت الی الحق کی قوت نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ ضعیف قسم کے مومن ہوتے ہیں۔ اور قوی مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضعیف سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

چوتھی قسم کے لوگ وہ ہیں۔ جو قوی۔ صاحب قوت۔ صاحب عزیمت و ہمت تو ہیں۔ لیکن دینی بصیرت میں کمزور ہوتے ہیں۔ ان میں اس کی تمیز ہی نہیں ہوتی۔ کہ وہ پہچان سکیں کہ اولیاء الرحمٰن کون ہیں؟ اور اولیاء الشیطان کون ہیں؟ بلکہ ہر کالی چیز ان کے نزدیک کھجور ہوتی ہے۔ ہر سفید چیز چربی۔ یہ لوگ ورم کو چربی کا اضافہ۔ اور اگر کوئی نفع بخش دوا پیش کی جاتی ہے تو اسے زہر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں امامت فی الدین کی صلاحیت قطعاً نہیں ہوتی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ سوائے پہلی قسم کے لوگوں کے کسی میں بھی امامت فی الدین کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ چنانچہ سورۂ الم سجدہ کے اندر ارشاد ہے۔

وجعلنا منھم آئمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بآیاتنا یوقنون ۔

(الم سجدہ)

اور ہم نے بنی اسرائیل میں سے پیشوا بنائے تھے۔ جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔ جبکہ وہ ایذاؤں پر صبر کرتے رہے۔ اور ہماری آیتوں کا یقین بھی رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ان حضرات نے صبر و یقین کے ذریعہ امامت فی الدین کا درجہ حاصل کیا ہے۔ اور خاسرین کی جماعت سے صرف انہی حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ پہلے اس زمانے کی قسم کھاتا ہے۔ جس میں خاسرین اپنے خسران اور گھاٹے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اور رابحین اپنے ربح اور منافع کی تحصیل کی کوششیں کرتے ہیں۔ اور قسم کے بعد فرماتا ہے۔ ان لوگوں کے سوا تمام خسران و ٹوٹے میں ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ۔

(والعصر)

قسم ہے زمانے کی۔ آدمی گھاٹے میں ہیں۔ مگر وہ جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ ایک دوسرے کو حق کی ہدایت کرتے رہے۔ اور ایک دوسرے کو صبر کی ہدایت کرتے رہے وہ البتہ گھاٹے میں نہیں ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ صرف ایمان و معرفت۔ اور صبر علی الحق پر اکتفا نہیں فرماتا۔ بلکہ فرماتا

ہے۔ ایک دوسرے کو حق و صبر کی وصیت و تلقین کریں۔ اور ایک دوسرے کی ہدایت و راہنمائی کرتے رہیں۔ اور ان کو حق و صبر پر آمادہ کریں۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ ایسے لوگوں کے سوا تمام خسران و ٹوٹے میں ہیں۔ یہ تو معلوم ہی ہے۔ کہ معاصی اور گناہ بصیرۃ قلب کو ضائع کر دیتے ہیں۔ گناہ کرنے والے جیسا چاہیئے ادراک حق سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ گناہ کرنے والوں کی تمام قوتیں۔ عزیمتیں، ہمتیں پست اور کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور اس لئے وہ حق کے لئے صبر و ثبات کی طاقت ہی اپنے اندر نہیں رکھتے۔ بلکہ معاصی کا حملہ اور وار قلوب پر ہر وقت جاری رہتا ہے۔ تاآنکہ اس کی قوت مدرکہ بالکل دوسری راہ اختیار کر لیتی ہے۔ اور جس طرح اس کے اعمال و افعال کی راہ دوسری سمت جاتی ہے۔ اس کی راہ بھی غلط اور کج ہوتی جاتی ہے۔ اور پھر اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ کہ باطل کو حق سمجھتا ہے۔ اور حق کو باطل۔ معروف کو منکر سمجھنے لگتا ہے۔ اور منکر کو معروف۔ اور جب وہ غلط راہ پر بلا کسی رکاوٹ کے چل کھڑا ہوا تو اب وہ سفر الی اللہ۔ سفر الی دار الآخرت سے بالکل ٹھیک جاتا ہے۔ اور حرف باطل پرست۔ ردی الاخلاق اور ردی الاعمال لوگوں کے مستقر کی طرف سرپٹ دوڑا چلا جاتا ہے۔ جو صرف دنیا کی زندگی پر قناعت کئے ہوئے ہیں۔ اور اسی پر مطمئن ہیں اور جو اللہ تعالیٰ۔ اور اس کی آیات سے بالکل غافل۔ بے خبر اور لقائے الٰہی سے بالکل محروم ہو چکے ہیں۔

اگر معاصی و گناہوں کی سزا۔ اور کچھ نہ ہو۔ اور صرف اتنی ہی ہو تو کافی و افی ہے۔ اتنی ہی عقوبت کا تصور دعوت دیتا ہے کہ انسان معاصی اور گناہوں سے پوری طرح اجتناب کرے۔ اور خدا کی نافرمانی قطعاً ترک کر دے۔ واللہ المستعان۔

طاعت و عبادت قلب کو روشن کرتی ہے۔ قلب کو جلا دیتی ہے۔ غبار قلب صیقل کر کے منور و چمکدار۔ قوی اور مضبوط کرتی ہے۔ جب طاعت و عبادت کی کثرت سے قلب صاف و شفاف۔ نورانی چمکدار۔ اور آئینہ کی طرح عکس ریز ہو جاتا ہے۔ تو اس کے اثرات عجیب و غریب ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ اس قسم کے قلب والے آدمی کے پاس اگر کبھی شیطان پہنچ جاتا ہے تو اس کا نور اور اس کے قلب کی روشنی کا پرتو شیاطین پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ جس طرح آسمان کے فرشتوں کی باتیں چرانے والے شیاطین پر شہاب ثاقب ٹوٹنے سے ہوتا ہے۔ اس قسم کے قلوب سے شیاطین اس قدر ڈرتے ہیں۔ جس قدر شیر سے بھیڑیا ڈرتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ

لیسا اوقات روشن قلب انسان شیاطین کو پچھاڑ دیتا ہے۔ دوسرے شیاطین ہمدردی کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے اس کی وجہ دریافت کرنے لگ جاتے ہیں کہ کیا ہوا؟ جواب ملتا ہے کہ کسی انسان نے اسے پچھاڑ دیا ہے۔ اسے کسی انسان کی نظر لگ گئی ہے۔

فیا نظرۃ من قلب حر منور
یکاد لھا الشیطان بالنور یحرق

کیا کہنا ہے۔ نورانی قلب کی نظر و نگاہ کا
کہ اس کے نور سے شیطان بھی جلنے لگتا ہے۔

کیا یہ روشن۔ نورانی قلب۔ اور وہ تاریک وسیاہ قلب برابر ہو سکتے ہیں؟ کہ جس کی امیدیں تاریک۔ جس کی خواہشات خبیثہ بے شمار۔ جس کو شیطان اپنا ٹھکانا اور گھر بنا چکا ہے۔ اور ہر صبح کو اٹھتے ہی اسے یہ مبارکباد پیش کرتا ہے۔ کہ اے خانہ خراب جس کی دنیا اور آخرت دونوں خراب گئیں۔ مری جان تجھ پر فدا۔

انا قرنیلک فی الدنیا وفی الحشر بعد
ھا فانت قرین لی بکل مکان

میں دنیا۔ اور اس کے بعد حشر میں بھی تیرا ساتھی ہوں۔ اور تو ہر جگہ میرا ساتھی ہے۔

فان کنت فی دار الشقاء فاننی
وانت جمیعا فی شقاو ھوان

اگر تو شقاوت و بدبختی کے گھر میں جائے تو میں اور تو دونوں شقاوت۔ اور رسوائی کے شریک حال ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین وانھم لیصدونھم عن السبیل ویحسبون انھم مھتدون حتی اذا جاءنا قال یالیت بینی وبینک بعد المشرقین فبئس القرین ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون (زخرف)

اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے غافل ہو کر زندگی بسر کرتا ہے۔ ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیا کرتے ہیں۔ اور وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور باوجودیکہ شیاطین گنہگاروں کو راہ سے بھٹکا دیتے ہیں۔ تاہم گنہگار اپنے تئیں خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ راہ راست پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب گنہگار ہمارے حضور میں حاضر ہوگا۔ تو شیطان کو دیکھ کر کہے گا۔ اے کاش مجھ میں اور تجھ میں پورب اور پچھم کا فاصلہ ہوتا۔ تو برا ساتھی ہے۔ چونکہ تم نے (ساتھ ہی)

نافرمانی کی ہے (اس لئے) عذاب میں بھی تم
دونوں ایک دوسرے کے شریک حال ہو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ رحمٰن کے ذکر کو یعنی قرآن حکیم کو کہ جو اس کے رسول صلعم پر نازل فرمایا ہے اور جس میں برکتیں ہی برکتیں ہیں۔ جس نے بھلا دیا۔ اور اعراض کیا۔ اس کے پڑھنے سے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی فہم و بصیرۃ۔ اور اس پر غور و تدبر کرنے سے اور اس سے مراد الٰہی کے سمجھنے سے آنکھیں پھیر لیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی سزا یہ دیتا ہے کہ اس پر اس کے شیطان کو مسلط کر دیتا ہے۔ اور وہ اس کا ایسا رفیق و ساتھی بن جاتا ہے کہ نہ حضر میں اس کا ساتھ چھوڑتا ہے۔ نہ سفر میں۔ نہ گھر میں۔ نہ باہر۔ یہی اس کا مولی۔ دوست۔ رفیق۔ ساتھی اور کنبہ دار بن جاتا ہے۔ فھو بئس المولی۔ و بئس العشیر۔

رضیعا لبان ثدی ام تقاسما باسحم داج عوض لا یتفرقت
ایک ہی ماں کی چھاتیوں سے دودھ پینے والے مستقبل میں کبھی متفرق نہیں ہو سکتے۔

پھر خدا یہ خبر دیتا ہے کہ جو راہ کہ خدا۔ اور خدا کی جنت کی طرف جاتی ہے شیطان اپنے رفیق کو اس سے بھٹکا دیتا ہے۔ اور دور پھینک دیتا ہے۔ اور اس پر بھی یہ گمراہ اپنے کو رشد و ہدایت کا علمبردار سمجھتا ہے۔ تا آنکہ جب یہ دونوں کے دونوں قیامت کے دن پروردگار عالم کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ یہ اپنے شیطان کو دیکھ کر کہے گا۔

یالیتنی بینی و بینک بعد المشرقین کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق
و مغرب کی دوری ہوتی۔

ارے او شیطان تو نے دنیا میں بھی میرا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور مجھے راہ حق سے بھٹکا دیا۔ ہدایت و رشد سے دور کر دیا۔ تا آنکہ مجھے ہلاک کر دیا۔ اور آج بھی تو میرا ساتھ نہیں چھوڑتا؟

یہ قاعدہ ہے کہ کوئی مصیبت زدہ آدمی کسی دوسرے کو اس مصیبت میں پھنسا دیکھتا ہے۔ تو ایک گونہ اسے تسلی ہو جاتی ہے کہ یہ بھی اسی بلاء میں مبتلا ہے۔ جس میں میں مبتلا ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ خبر دیتا ہے۔ کہ یہاں اس کو اس قسم کی تسلی بھی میسر نہیں ہو گی۔

ایک ساتھی اپنے ساتھی کو اپنی مصیبت میں شریک پاتا ہے۔ تو اسے ایک گونہ راحت۔ فرحت اور تسلی ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت خنساءؓ نے اپنے بھائی صخر کی موت

پر کہا ہے۔

ولولا کثرۃ الباکین حولی ‌‌ علی اخوانہم لقتلت نفسی

اگر میرے اردگرد اپنے بھائیوں پر رونے والوں ‌‌ کی کثرت نہ ہوتی تو میں اپنی جان کو ہلاک کر لیتی

وما یبکون مثل اخی ولکن ‌‌ اعزی النفس عنہ بالتأسی

اور گو وہ لوگ میرے بھائی جیسے لوگوں پر نہیں روتے۔ ‌‌ لیکن پھر بھی نفس کو کچھ نہ کچھ تسلی ضرور ہو جاتی ہے۔

الا یا صخر لا انساک حتی ‌‌ افارق عیشتی ودود رمسی

اے صخر! میں تمہیں اس وقت تک نہیں بھولوں گی۔ ‌‌ جب تک کہ میں زندہ ہوں۔ اور میری لاش قبر میں نہ جائے گی۔

ذیل کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا ہے۔ کہ اہل دوزخ کو اس قسم کی تسلی بھی نصیب نہیں ہوگی

ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون۔

فصل

معاصی شیطان کے اسلحہ ہیں۔ گنہگار آدمی اپنے دشمن کو یہ اسلحہ خود مہیا کر دیتا ہے معاصی شیطان کی فوج ہے جس کے ذریعہ وہ انسان کے مقابلہ میں جنگ کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ قلب انسانی حزب اللہ اور حزب الشیطان کی آماجگاہ ہے۔

معاصی کی یہ بھی ایک سزا ہے۔ کہ انسان خود اپنے دشمن شیطان کو اپنے خلاف اسلحہ مہیا کر دیتا ہے۔ جن کے ذریعہ وہ اس پر ظفریاب ہوتا ہے۔ گناہ شیطان کا ایسا لشکر ہے کہ وہ اس کے ذریعہ انسان کے خلاف لڑتا اور اس پر غالب آتا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ انسان کا اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے دشمن سے پالا ڈالا ہے! جو چشم زدن کے لئے بھی اس سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ سوتا ہے تو وہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جاگتا ہے تو اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ انسان سو جاتا ہے لیکن شیطان نہیں سوتا۔ انسان غافل اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ لیکن شیطان غافل اور بے خبر نہیں ہوتا۔ انسان

شیطان کے کنبے کو نہیں دیکھتا۔ لیکن شیطان اسے اور اس کے سارے کنبہ کو دیکھتا ہے۔ اور تاک میں لگا رہتا ہے۔ اور ہر حالت میں وہ اپنی عداوت کا کام کرتا رہتا ہے۔ مکر۔ فریب۔ دھوکا بازی۔ دھوکا دہی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔ اور جہاں کہیں شیطان اسے لے جانا چاہتا ہے۔ گھسیٹ لے جاتا ہے۔ اور مقررہ جگہ پر پہنچا ہی دیتا ہے۔ اور انسان پر غلبہ پانے کے لئے وہ اپنے ابناء جنس شیاطین الانس و جن کی پوری پوری مدد حاصل کر لیتا ہے۔ شیطان نے انسان کو گمراہ کرنے کے لئے غوائل و ضلالت کے پھندے ہر جانب ڈال رکھے ہیں۔ اور شرک باللہ کی نہایت ترکیب سے نشر و اشاعت کرتے رہتے ہیں۔ ہر زمین پر ہر گلی کوچہ میں دام تزویر بچھائے بیٹھے رہتے ہیں۔ سب سے بڑا شیطان اپنے اعوان و انصار اور دیگر شیاطین کو ہر طرح ورغلاتا ہے۔ کہ دیکھنا یہ انسان تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا ازلی دشمن ہے۔ کسی طرح بھی یہ تمہارے داؤ سے بچنے نہ پائے۔ کسی طرح بھی ایسا نہ ہونے پائے کہ یہ تو جنت میں جائے۔ اور تم دوزخ کا ایندھن بنو۔ رحمت اس کے حصہ میں جائے اور تمہارے حصہ میں لعنت ہو۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے اور تم نے اس کی وجہ سے کیسی کیسی ذلتیں برداشت کی ہیں۔ ہمارے لئے لعنت۔ پھٹکار اور رحمت خداوندی سے بُعد کا اصل سبب یہی انسان ہے۔ پوری پوری کوشش کرو تاکہ اس مصیبت و ابتلاء میں انسان بھی تمہارا شریک و ساجھی بن کر رہے۔ انسانوں کے نیک اور صالح بندوں نے جنت میں ہم کو اپنا شریک و ساجھی نہیں رہنے دیا۔ تو تم بھی اسے جنت میں چین سے کیوں رہنے دو؟ جہنم کا ساتھی بنا چھوڑ دو۔

اللہ تعالےٰ کو یہ علم تھا کہ آدم اور آدم کی اولاد اس سخت ترین دشمن سے دوچار ہے۔ اور شیطان ان پر پوری طرح مسلط ہے۔ اس نے انسان کی امداد و اعانت فرمائی۔ اور بڑی بڑی فوجیں اس کے زیر کمان دیدیں۔ تاکہ وہ اپنے اس ازلی دشمن کا پوری قوت سے مقابلہ کرے۔ ساتھ ہی ساتھ انسان کے دشمن شیطان کی بھی بڑے بڑے لشکر دے کر مدد کی۔ تاکہ اولاد آدم کے ساتھ پورا پورا مقابلہ کرے۔ اور اس دنیا کو جو آخرت کے مقابلہ میں ایک سانس۔ اور ایک لمحہ کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ جہاد کا میدان قرار دیا۔ تاکہ اولاد آدم زندگی بھر اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد کرتا رہے۔

ان اللّٰہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ. یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فیقتلون ویقتلون :

(توبہ)

اللّٰہ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں کہ ان کے بدلے ان کو جنت دے گا۔ یہ لوگ (جان ومال کی پرواہ نہ کر کے) اللّٰہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ تو دشمن کو مارتے اور خود مارے جاتے ہیں۔

اور پھر اس نے یہ بھی خبر پہنچا دی کہ جنت کا وعدہ بالکل پختہ وعدہ ہے۔ کبھی اس کے خلاف نہ ہو گا۔ اپنی بڑی بڑی کتابوں میں "توراۃ" "انجیل" "قرآن حکیم" میں اس وعدے کو پوری پختگی کے ساتھ خدا نے دہرایا۔ اور پھر اس نے یہ بھی فرما دیا کہ وعدے کا ایفاء کرنے والا خدا کی ذات سے بڑھ کر کوئی ہو نہیں سکتا۔

اور پھر اللّٰہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ جو لوگ اس سودے کی قدر کریں گے۔ ان کو میں جنت کی خوشخبری سناتا ہوں۔

اب یہ بندوں کا فرض ہے کہ وہ سوچیں۔ اور غور کریں۔ کہ سودا کون کر رہا ہے؟ خریدار کون ہے؟ اور اس بیش بہا سامان کی قیمت کیا مل رہی ہے؟ سودا کس کے ہاتھ کیا جا رہا ہے؟ ان تمام باتوں پر غور کریں۔ اور سوچیں۔ کہ اس سے بڑھ کر کونسی فلاح اسے میسر آ سکتی ہے۔ اور کونسی تجارت اس سے زیادہ سود مند اسے مل سکتی ہے؟

اور پھر اللّٰہ تعالیٰ نے پورے وثوق کے ساتھ مومن بندوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

یاایھا الذین آمنوا۔ ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم؟ تؤمنون باللّٰہ ورسولہ۔ وتجاھدون فی سبیل اللّٰہ باموالکم وانفسکم ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ یغفرلکم ذنوبکم ویدخلکم جنات تجری من تحتھا الانھار ومساکن

اے ایمان والو! میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں؟ جو تم کو عذاب دردناک سے بچا لے۔ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ خدا کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانیں لڑا دو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔ خدا تمہارے گناہ معاف کرے گا۔ اور تم کو بہشت کے باغوں میں لے

طیبۃ فی جنات عدن ذالک الفوز العظیم : و اخری تحبونھا۔ نصر من اللہ و فتح قریب ۔ و بشر المؤمنین ۔
(الصف)

جا داخل کرے گا۔ جن کے تلے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ اور عمدہ مکانات ہمیشہ باقی رہنے کے باغوں میں ہوں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک اور نعمتیں بھی ہیں۔ جن کو تم پسند کرتے ہو۔ خدا کی جانب سے تمہیں مدد ملے گی۔ اور تم عنقریب ملک فتح کرو گے۔ مسلمانوں کو خوشخبری سنا دو۔

اللہ تعالیٰ کی یہ مخصوص عنایت ہے۔ کہ وہ اپنے مومن بندوں پر شیطان کو مسلط نہیں ہونے دیتا۔ مومن بندہ ساری مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ اور اس لئے محبوب ترین عمل یعنی "جہاد" اس پر لازم کر دیا۔ اور اس محبوب ترین عمل کا انجام دینے والا ساری مخلوق سے زیادہ بلند مرتبہ۔ ارفع و اعلیٰ شان کا مالک گردانا گیا۔ جہاد تقرب الٰہی کا سب سے بڑا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ اور اس لئے جہاد و جنگ کا مقدس علم اس نے اسی کے ہاتھ میں دے دیا۔ جو ساری مخلوق میں مخصوص و ممتاز درجہ کا حامل ہے۔ اور وہ انسان کا قلب ہے۔ قلب ہی معرفت الٰہی۔ محبت خداوندی۔ عبودیت و اخلاص۔ توکل و انابت کا محل اور مقام ہے۔ اور اس لئے اسی کے ہاتھ میں اس جنگ کی باگ ڈور دے دی۔ اور قیادت سپرد کی گئی۔ اور پھر فرشتوں کا لشکر اس کے ساتھ کر دیا۔ کہ کسی حال میں بھی وہ مومن بندے سے علیحدہ نہ ہوں۔

لہ معقبات من بین یدیہ و من خلفہ یحفظونہ من امر اللہ ۔
(رعد)

اس کے آگے۔ اور اس کے پیچھے باری باری سے موکل لگے رہتے ہیں۔ جو بامر الٰہی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

یعنی ایک کے پیچھے ایک لشکر کے فوجی دستے چلے آتے ہیں۔ ایک لشکر آیا۔ اور یہ گیا تو دوسرا آیا۔ وہ گیا تو اس کی جگہ تیسرا آیا۔ ایک طرف لشکروں کا ورود ہو رہا ہے۔ دوسری طرف میدان جہاد میں اسے ثابت قدمی کی برکتیں عطا فرماتا ہے۔ اور خیر و فلاح کی بشارتیں بھیجتا ہے۔ اور انعامات و اکرامات کے بڑے بڑے وعدے فرماتا ہے۔ صبر و ثبات کی تاکید کرتا ہے۔ اور بار بار اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے کہتے ہیں۔ گھڑی بھر صبر کر لو۔ اور ابدی

دائمی استراحت۔ اور انعامات لم یزلی کے مالک بن جاؤ۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی امداد کے لئے ایک اور لشکر بھیج دیا۔ یعنی وحی۔ کلام کا لشکر بھیجا۔ اور اپنا رسول بھیجا۔ اس رسول پر اپنی کتاب بھیجی۔ ایک طاقت کے بعد دوسری طاقت ایک مدد کے بعد دوسری مدد۔ ایک اعانت کے بعد دوسری اعانت کا سلسلہ اس نے جاری رکھا۔ ان اعانتوں کے بعد یہ انعام کیا۔ کہ عقل کو اس کا وزیر اور مدبر۔ معرفت حق کے لئے اس کا مشیر و ناصح مقرر کر دیا۔ ایمان دیا کہ ثابت قدم رہ کر عملی اقدام کرے۔ اور ہمیشہ اس کا مؤید و ناصر بنا رہے۔ یقین عطا فرمایا۔ تاکہ حقیقت امر پوری طرح اس پر واضح ہو جائے۔ اور اس طرح واضح ہو جائے کہ دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد کرنے پر جو خدا نے وعدے کئے ہیں۔ ان پر ایسا یقین رکھے کہ گویا موعودہ چیزوں کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

عقل بندے کی عسکری تنظیم کا قائد ہے۔ اور معرفت۔ امور جنگ۔ اسباب حرب۔ اور مواقع جنگ کا ناظم۔ اور ایمان ثابت قدمی کے شعبہ کا محافظ۔ کہ ہمہ وقت اس کے اندر صبر و ثبات کی روح پھونکتا رہتا ہے۔ اور یقین۔ جذبات جہاد کو برافروختہ اور بیدار کرنے والا واعظ ہے۔ تاکہ پوری قوت سے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے دوسری ظاہری۔ باطنی امداد سے بھی اسے نوازا۔ تاکہ پوری پوری استعداد قابلیت سے جہاد کا فرض انجام دیوے۔ آنکھ کو مقدمۃ الجیش گردانا۔ کانوں کو خبر رساں دستہ قرار دیا۔ اور زبان کو اس دستہ کا ترجمان۔ اور ہاتھوں اور پاؤں کو اعوان و انصار گردانا۔ اور پھر فرشتوں۔ اور حاملین عرش کو اس کی پشت پر کھڑا کر دیا کہ اس کے حق میں دعاء و استغفار کرتے رہیں کہ گناہوں لغزشوں سے اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے۔ اور اسے جنت کا حقدار گردانے اور پھر حقیقی مدافعت و دفاع کا کام اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا۔ فرمایا

اولئک حزب اللہ۔ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ؛ (مجادلہ)	یہ خدائی گروہ ہے۔ سنو جی! خدائی گروہ ہی آخر کار فلاح پائے گا۔

اور یہی گروہ حزب اللہ کہا جاتا ہے۔ جو ہمیشہ غالب و منصور رہتا ہے۔

وان جندنا لھم الغالبون (صافات)	اور بے شک ہمارا لشکر ضرور غالب آکر رہے گا۔

اور پھر خدا نے اپنے بندوں کو جہاد کی کیفیت اور طریقہ سکھلایا کہ کس طرح بندے جہاد کریں؟

اور چار ہی کلمات میں کیفیت جہاد کو واضح کر دیا۔ فرمایا

یاایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا۔ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۔

مسلمانو! خدا کی راہ میں جو تکلیفیں پیش آئیں۔ برداشت کرو۔ اور ایکدوسرے کو صبر کی تعلیم دو۔ اور آپس میں بھی مل جل کر رہو۔ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔

یہ وہ چار چیزیں ہیں۔ جن کے بغیر جہاد انجام ہی نہیں پا سکتا۔ صبر۔ دشمن کے مقابلہ میں صبر وثبات۔ استقلال سے حاصل ہوتا ہے۔ دشمن سے مقابلہ کرنے کی صورت یہی ہے کہ پوری ہمت وصبر سے اس کی مقاومت اور مقابلہ کیا جائے۔ اور ہر ممکن طریقہ سے اسے پسپت کر دیا جائے۔

جب صبر وثبات کے ذریعہ دشمن کے مقابلہ میں کامیاب ہو جائے۔ تو پھر اسے ایک دوسری چیز کی ضرورت رہتی ہے اور وہ یہ کہ آئندہ کے لئے دشمن سے اپنا تحفظ کر لیا جائے۔ اور اس لئے سرحدوں کا تحفظ لازمی چیز ہے اور اسکی شکل یہ ہے کہ قلعے کے مورچوں اور ناکوں کی پوری پوری نگرانی کی جائے۔ تاکہ دشمن ان مورچوں کے ذریعہ اندر گھس نہ آئے۔ آنکھ۔ کان۔ زبان۔ شکم۔ ہاتھ۔ پاؤں یہ تمام ناکے ہیں۔ ان کی پوری پوری حفاظت کی جائے۔ دشمن ان ناکوں کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ اور پوری ہوشیاری سے حالات کا تجسس کرتا رہتا ہے اور نہایت خاموشی سے اندر گھس آتا ہے اور جو کچھ شہروں اور آبادیوں میں پاتا ہے۔ تباہ وبرباد کر دیتا ہے۔ ان مورچوں اور ناکوں کی حفاظت اور عسکری نگرانی کی صورت یہ ہے کہ مورچوں اور ناکوں کا پوری طرح ہوشیاری سے التزام کیا جائے اور کسی طرح بھی انہیں خالی نہ چھوڑا جائے۔ دشمن ان ناکوں کے قریب بھی نہ پہنچنے پائے۔ ناکوں سے ذرا بھی غفلت برتی جائے گی۔ دشمن اندر گھس پڑے گا۔

غور کرو۔ آنحضرت صلعم کے صحابہ جو کہ انبیاء کرام۔ اور مرسلین عظام کے بعد سب سے اعلیٰ۔ افضل مرتبہ کے حامل تھے۔ اور شیطان رجیم سے بالکل محفوظ تھے۔ جن کی حفاظت وحراست اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ کر رہا تھا۔ لیکن جنگ احد کے موقع پر اس مورچہ اور ناکہ سے غفلت برتی گئی۔ جس کی حفاظت کا آنحضرت صلعم نے حکم دیا تھا۔ اور تاکید فرمائی تھی کہ کسی حال میں بھی اس مورچہ سے نہ ہٹنا۔ جس کا انجام یہ نکلا کہ دشمن وہاں سے گھس پڑا۔ اور جو کچھ ہونا تھا ہوا۔

اور ان تین چیزوں کی اصل واساس تقویٰ ہے۔ دشمن کے مقابلہ میں صبر وثبات۔ اور مورچوں کا تحفظ اسی وقت ممکن ہے۔ جب کہ تقویٰ موجود ہو۔

اب تم ہر دو متقابل لشکر کے تصادم پر غور کرو۔ تم دشمن پر کس طرح غالب آنے

ہو؟ اور پھر دشمن کس طرح تم پر غالب آتا ہے؟ کفر و الحاد کا بادشاہ اپنا لاؤ۔ لشکر لے کر تم پر حملے کی تیاریاں کرتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ انسان کا قلب اپنی کرسی مملکت پر ایک محفوظ قلعے میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے اعوان و انصار پوری طرح اس کے احکام کی تعمیل کر رہے ہیں۔ اس کا لشکر پوری دیانت داری کے ساتھ اس کی حفاظت کر رہا ہے اور اس کے دشمنوں سے نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ لڑ رہا ہے۔ اس کی عزت و حرمت اور دشمنوں کی مدافعت میں پوری سرگرمی دکھا رہا ہے۔ اب وہ یہ دیکھتا ہے۔ کہ جب تک قلب کے امراء۔ رؤساء۔ لشکر اور لشکر کے سرداروں کو فریب و دھوکہ نہیں دیا جائے گا۔ اس کا مقابلہ ناممکن ہے۔ وہ دریافت کرتا ہے کہ قلب کے خواص اور لشکر کے خصوصی سردار کون کون ہیں؟ اور اس کے مقرب بارگاہ کون کون ہیں؟ اسے جواب ملتا ہے کہ نفس اس کا خاص الخاص معتمد علیہ ہے۔ یہ معلوم کرکے وہ اپنے اعوان و انصار کو حکم دیتا ہے۔ کہ اس کے نفس کو تم اپنے قابو میں لے آؤ۔ مختلف قسم کی خواہشات لے کر اس کے پاس پہنچو۔ اور اس کی محبت کے موقعے تلاش کرو۔ اور اسے جو چیزیں محبوب ہیں ان کی تلاش و جستجو کرو۔ اور اس سے بڑے بڑے وعدے کرو۔ اور بڑی بڑی امیدیں دلاؤ۔ اور اس کے محبوب کی صورت مختلف انداز میں اس کے اندر منقش کرو۔ اس کی بیداری کے وقت بھی۔ اور سو جائے اس وقت بھی۔ جب نفس کو تمہارے وعدوں پر پورا پورا اطمینان ہو جائے۔ اور پوری طرح تمہاری باتوں پر مطمئن ہو جائے۔ تو پھر اس کے سامنے شہوات و خواہشات کی رسیاں اور کانٹے پھینکو۔ جب وہ پھنس جائے اور کانٹے کو پکڑ لے تو رسی اور ڈور کو کھینچو۔ جب نفس تمہارے قریب میں آجائے۔ تو پھر آنکھیں۔ کان۔ زبان۔ منہ۔ ہاتھ پاؤں کے مورچوں پر قبضہ جمانے کی کوشش کرو۔ بہت جلد یہ مورچے تمہارے قبضہ میں آجائیں گے۔ اس کے بعد پوری قوت سے تم ان مورچوں پر اپنی طاقت جما لو۔ اور پھر ان مورچوں کی راہ سے قلب تک پہنچ جاؤ۔ جب تم قلب تک پہنچ گئے۔ تو سمجھ لینا تم نے اسے پالیا۔ تم اسے اپنا اسیر بنا لو یا پھر وہ تمہارے وار جھیل جھیل کر زخمی اور نیم جان ہو کر رہ جائے گا۔ یاد رکھو ان مورچوں کو تم کسی حال میں بھی نہ چھوڑنا۔ نہ انہیں خالی چھوڑنا۔ دشمن کی فوج یا اس کے کسی فوجی دستے کو ان مورچوں تک نہ پہنچنے دینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ قلب تک پہنچ جائیں۔

۔ اور قلب پھر ان مورچوں کے ذریعہ تمہیں پیچھے دھکیل دیوے۔ اور مورچوں سے بے دخل کر دے۔ پھر جب تم ظفریاب ہو جاؤ تو دشمن کی فوجوں اور فوجی

دستوں کو توڑ دو۔ کمزور کر دو۔ اور ان کی ہمتیں پست کر دو۔ تاکہ یہ یہاں سے اپنے فرمانروا یعنی قلب تک پہنچ نہ سکیں۔ اور اگر پہنچیں تو بے حیثیت ہو کر پہنچیں۔ ان مورچوں پر جب تم غلبہ پالو تو آنکھ کا مورچہ تاکو۔ اور اس پر قبضہ جما لو۔ نگاہ کو تم غور و فکر کا موقع نہ دو۔ بلکہ اسے لہو و لعب۔ تفریح۔ ظاہری خوبصورتی اور نمائشی مظاہر۔ اور کھیل کود میں لگا لو۔ اور اگر کبھی عبرت و تدبر کی جھلک اس تک پہنچ جائے۔ تو فوراً اسے غفلت۔ ظاہر پرستی اور شہوات کے جھمیلوں میں پھنسا دو۔ کیونکہ یہ چیزیں قلب کے قریب ہوتی ہیں۔ اور اس کا نفس ان چیزوں سے زیادہ وابستہ ہوتا ہے۔ اور یہ چیزیں بظاہر اسے زیادہ گراں بھی نہیں گزرتیں۔ دیکھو نگاہ کا مورچہ پوری طرح سنبھال لینا۔ تمہاری تمام آرزوئیں اس سے پوری ہو جائیں گی۔ میں نے نگاہ ہی کے ذریعے آدم کی اولاد کو ہمیشہ خراب و تباہ کیا ہے۔ نگاہ ہی کے ذریعہ اس کے قلب میں شہوت کے بیج ڈالتا ہوں۔ اور پھر تمناؤں اور آرزوؤں کا پانی دیتا ہوں اور طرح طرح کے وعدے کرتا ہوں اور طرح طرح کی تمناؤں کے میدان اس کے سامنے دھر دیتا ہوں۔ تاآنکہ اس کے اندر عزم و ارادے پیدا کر دیتا ہوں۔ اور پھر شہوات کی لگام چڑھا کر اسے عصمت کے تخت سے نیچے گرا دیتا ہوں۔ دیکھو اس مورچہ کو کبھی کبھی نہ چھوڑنا۔ تا امکان اس مورچہ کو دشمن کے حق میں تباہ و برباد کر دو۔ اس کی اہمیت اس کے دل سے نکال دو۔ اور اسے یہ کہو کہ ارے او نظر اور نگاہ! تو یہ حسین و جمیل صورتیں دیکھ۔ یہ تو اپنے خالق و رازق کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ اس سے تو خدا۔ اور خدا کی صفات پر غور و تدبر کرنے کی راہیں کھلتی ہیں۔ خدا نے یہ صورتیں ہی اس لئے بنائی ہیں کہ انہیں ہم دیکھیں۔ اس لئے تو نہیں بنائیں کہ یہ ہم سے چھپائی جائیں۔ اور اگر کسی اجڈبے و قوف سے پالا پڑ جائے تو اسے اس طرح فریب دو کہ ارے یہ صورتیں تو حق تعالیٰ کے مظاہر ہیں۔ اس کا جمال و خوبصورتی انہی مظاہر میں نمایاں ہوتی ہے۔ اس کے بعد اسے خالق و مخلوق میں[1] اتحاد و وحدت کی دعوت دو۔ اگر اتحاد و وحدت کی دعوت میں تمہیں کامیابی حاصل نہ ہو سکے تو حلول عام اور حلول خاص[1] کی وادیوں میں بھٹکا دو اور پوری کوشش کرو۔ اور کم از کم اس منزل

---

[1] مذہب اتحاد اور مذہب حلول میں فرق یہ ہے کہ اتحاد اس عقیدے کا نام ہے کہ خالق اور مخلوق اس قدر متحد ہو گئے کہ دونوں مل کر ایک ہو گئے۔ مخلوق کی حیثیت صرف اتنی ہی ہے کہ خالق کے ظاہر ہونے کے مظاہر ہیں۔ اور حلول کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں حلول کر آیا۔ اور حلول کی بھی دو قسمیں ہیں۔ حلول عام اور حلول خاص حلول عام یہ ہے کہ تمام مخلوق میں خدا حلول کر آیا۔ اور حلول خاص کے یہ معنی ہیں کہ کسی خاص مخلوق میں حلول کر آیا۔ غرض اتحاد و حلول دونوں مذہب غلط اور خلاف شرع ہیں۔

تک تو اسے تم ضرور پہنچا دو۔ اس سے وہ کم از کم نصاری کا بھائی تو ضرور ہو جائے گا۔ جب وہ اس منزل تک پہنچ جائے۔ تو پھر تم اسے عفت و عصمت۔ اجتناب معاصی۔ عبادت زہد فی الدنیا کی تلقین کرو۔ اور جاہلوں کو ان کے پھندوں میں پھنسا دو۔ اور جب جاہل لوگ اس کا شکار بن جائیں گے تو پھر یہ میرا مقرب خلیفہ۔ اور میری فوج کا سردار بن جائے گا۔ بلکہ میں خود بھی اس کے لشکر کا ایک سپاہی بن جاؤں گا اور اس کے معاونین میں شریک ہو جاؤں گا۔

فصل

شیطان اور اس کا کنبہ کس طرح حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرتا ہے؟ اور کس طرح انسان کو گمراہ کرتا ہے؟

پھر بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے۔ پھر تم کان کا مورچہ سنبھال لو جو تمہارے کاموں کو خراب کرے۔ ایسی کوئی بات اور کوئی چیز کانوں کے اندر گھسنے نہ پائے۔ پوری کوشش کرو۔ کہ باطل۔ فاسد۔ اور خراب باتوں کے سوا کوئی چیز اس مورچہ سے اندر جانے نہ پائے۔ باطل اور فاسد باتوں کو مزین۔ آراستہ۔ پیراستہ۔ ملیح و مقبول بنا کر نفس کے سامنے پیش کرنا کوئی بڑی مشکل بات نہیں۔ شیریں الفاظ۔ نرم کلامی اختیار کرو۔ اگر کچھ سمجھدار لوگوں سے پالا پڑ جائے تو سحر آفریں کلام اختیار کرو۔ اور گفتگو میں ایسی باتوں کی آمیزش کرو کہ نفس فوراً اسے قبول کر لے۔ پہلے تم ایک کلمہ۔ ایک جملہ پیش کرو۔ اور دیکھو وہ کان دھرتا ہے۔ تو دوسرا کلمہ۔ دوسرا جملہ پیش کرو۔ جب تم دیکھو کہ اس نے ایک بات اچھی سمجھ کر قبول کر لی۔ تو اس بات کو بار بار دہراؤ۔ اور دہراتے چلے جاؤ۔ اور پوری پوری نگرانی رکھو کہ اس مورچے سے اس کے پاس اللہ تعالےٰ کا کلام، رسول کی باتیں، یا ناصحین دین کی کوئی بات پہنچنے نہ پائے۔ اور اگر تم کبھی مغلوب ہی ہو جاؤ۔ اور اس تک کوئی نصیحت کی چیز پہنچ ہی جائے۔ تو تم دوسرا پینترا چلو۔ اس کے فہم و تدبر۔ غور و تفکر۔ نصیحت و موعظت کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالو۔ جو چیزیں اس کے خلاف ہوں۔ شاندار پیرایہ میں اس کے سامنے پیش کرو۔ اگر ایسی چیزیں تم نے اس کے سامنے قرینہ سے پیش کر دیں۔ تو فہم و تدبر کی راہ میں وہ حائل ہو جائیں گی۔ اور نفس فوراً اثر قبول کر لے گا۔ اور سمجھنے لگے گا کہ اللہ اور رسول کی باتیں تو بڑی بوجھل ہیں۔ ہم کس طرح اٹھا سکیں گے ... ؟ یا نفس کو اس طرح ورغلاؤ کہ بہت معمولی بات

ہے۔ یا یہ سمجھاؤ کہ اس پر عمل کرنا تو ان لوگوں کا کام ہے۔ جو بڑے درجہ کے لوگ ہیں۔ اور لوگوں میں امتیازی درجہ رکھتے ہوں۔ معزز اور مقبول ہوں۔ ان مخلص بندوں کا کام ہے جو مقبولیت کے بلند مراتب کے حامل ہوں) اور ان مخصوص بندوں کے اوصاف کچھ ایسے بیان کئے جائیں کہ دنیا میں ان صفات کا آدمی میسر ہی نہ آسکے۔ اور یا پھر یہ کہو کہ بھائی! حق تو آج کل بالکل مہجور و متروک ہو چکا ہے۔ حق بات کہنے سے تو ساری دنیا دشمن بن جاتی ہے۔ اب تو کسی نہ کسی طرح لوگوں سے اپنا مطلب نکال لو۔ یہ اور اس قسم کی باتیں پیش کرکے اسے حق بات سے بھٹکا دو۔

غرض! یہ کہ شیاطین باطل کو مختلف قالبوں میں ڈھال کر نفس کے نزدیک مرغوب اور مقبول بنا دیتے ہیں۔ اور حق کو مکروہ قالب میں ڈھال کر ناقابل عمل بنا کر دور پھینک دیتے ہیں۔

اور اگر تمہیں شیاطین کے کارناموں کا کچھ اندازہ لگانا ہو تو تم ان شیاطین کے بھائی۔ انسانی شیاطین کے کارناموں پر غور کرو۔ کہ وہ امر بالمعروف۔ اور نہی عن المنکر کے عظیم الشان فریضے کو کس طرح لوگوں کی لغزشیں تلاش کرکے فضول باتوں میں الجھا دیتے ہیں۔ اور ناقابل برداشت مصائب کھڑے کر دیتے ہیں۔ اور کیا کیا فتنے پیدا کر دیتے ہیں۔ کس طرح اتباع سنت سے۔ اور صفات الٰہیہ سے جو خود خدا نے اپنے لئے بیان کی ہیں ہٹا کر تشبیہ۔ تجسیم اور تکییف وغیرہ قالبوں میں ڈھال دیتے ہیں؟ اور کہتے ہیں کہ علو اور استوی علی العرش کا مطلب یہ ہے کہ خدا بہ اعتبار تحیز اپنی مخلوقات سے متباین ہے۔ آسمان دنیا پر خدا کے نزول۔ اور من یسئلنی فاعطیہ (جو مجھ سے سوال کرتا ہے۔ میں اسے دیتا ہوں) کے معنی یہ کرتے ہیں۔ کہ خدا حرکت کرتا ہے۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے۔ اور خدا نے اپنی ذات کے لئے جو ید (ہاتھ) اور وجہ (منہ) کہا ہے۔ اسے ویسا ہی منہ کہتے ہیں۔ جو انسان کا ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کو حوادث اور اس کی صفات کو اعراض کہا کرتے ہیں۔ اور کچھ کلیات گھڑ لینے کے بعد اس سے غلط استدلال کرتے ہیں۔ اور اس غلط استدلال کے ذریعہ خدا نے جو اوصاف اپنی ذات کے لئے ثابت کئے ہیں۔ ان کی نفی کرتے ہیں۔ اور ناتجربہ کار، بے علم جہلاء کو توہم اور شکوک میں مبتلا کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول نے جن صفات کا خدا کی ذات کے لئے اثبات کیا ہے۔ اس سے یہ سب باتیں لازم آتی ہیں۔ اور اس لئے بعینہٖ یہ صفات مراد نہیں۔ بلکہ کچھ اور مراد ہے۔ اس طرح وہ صفات الٰہیہ کو بالکل معطل کرکے اس تعطیل کو تنزیہہ۔ تقدیس اور تعظیم کے قالب میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں۔

اور یہ ظاہر ہے کہ دنیا میں اکثریت بے عقل لوگوں کی ہے۔ اور یہ کسی ایک چیز کو ایک لفظ کے ساتھ مان لیتے ہیں۔ اور دوسرے لفظ سے اسکی تردید کر دیتے ہیں۔ نہ ان کی عقل کا کوئی معیار ہے۔ نہ ان کی فہم و دانش کا۔ اس قسم کے لوگوں کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وکذالک جعلنا لکل نبی عدوًا شیاطین الانس والجن۔ یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا۔ (انعام)

اور اسی طرح ہم نے شریر آدمیوں اور جنوں کو ہر ایک نبی کا دشمن بنا دیا تھا کہ دھوکا دینے کی غرض سے ایک دوسرے کے کان میں چکنی چپڑی باتیں پھونکتے رہتے تھے۔

اس آیت میں اس قسم کی باتوں کو "زخرف" کہا گیا ہے۔ اور "زخرف" قول باطل کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس قسم کی باتیں کرنے والے اپنی باطل باتوں کو مزین۔ آراستہ کر کے پیش کرتے ہیں۔ اور باطل کی تزئین میں اپنا پورا زور خرچ کر ڈالتے ہیں۔ باطل کو عمدہ لباس پہنا کر فریب خوردہ لوگوں کے سامنے کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں۔ کہ وہ دھوکہ کھائے بغیر نہیں رہتے۔

مقصود یہ ہے کہ شیطان پورے التزام سے کانوں کے ناکہ کی مورچہ بندی کرتا ہے۔ کہ کسی طرح بھی کوئی مفید اور نفع بخش بات انسان کے کانوں تک پہنچنے نہ پائے۔ حق بات کو کسی طرح بھی اس کے کانوں میں جانے نہ دیا جائے۔ اور وہی باتیں پہنچائی جائیں۔ جو انسان کے حق میں ضرر رساں ہوں۔ اگر کبھی بلا مقصد و ارادہ کوئی حق بات اور مفید چیز پہنچ بھی جائے تو بہ ہزار فریب باطل۔ فاسد باتیں القاء کر کے حق کو ناحق بنا دیا جائے۔

فصل

شیطان انسان پر ہر راستہ کو روک کر بیٹھا رہتا ہے۔

پھر یہ بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے۔ اب تم انسان کی زبان کے مورچہ پر قبضہ جما لو۔ کیونکہ زبان انسان کا ایک اہم۔ اور زبردست ناکہ ہے۔ یہ ایسا مورچہ ہے کہ بادشاہ (قلب) کے بالکل سامنے ہے۔ اس کی زبان سے تم ایسے الفاظ اور کلمات نکلواؤ کہ اس کے حق میں سراسر مضرت رساں ہوں۔ کسی حال میں بھی اس کے حق میں مفید نہ ہوں۔ ذکر الٰہی۔ استغفار۔ توبہ۔ انابت۔ تلاوت قرآن۔ نصائح۔ پند و موعظت۔ تعلیم دین وغیرہ جو اس کے حق میں مفید ہوں۔

اس کی زبان پر مت آنے دو۔ اگر تم اس مورچہ پر قابو پا لوگے۔ اور اس کی حفاظت کرو گے۔ تو تمہیں دو اہم عظیم الشان چیزیں مل جائیں گی۔ اور اگر دو میں سے ایک بھی حاصل ہو گئی تو بہت کچھ کامیابی حاصل ہو گی۔ اس لئے اس کی تحصیل کے لئے پوری پوری کوشش کرو۔

پہلی چیز یہ ہے کہ زبان پر باطل الفاظ اور فاسد کلمات کے سوا کوئی بات جاری نہ ہونے دو۔ بدزبانی اور بدگفتاری کرنے والا تمہارا بھائی ہے۔ تمہاری فوج کا سردار اور سرغنہ ہے۔ تمہارا بہت بڑا معاون اور مددگار ہے۔ اس کی پوری پوری قدر کرنا۔

دوسری چیز یہ ہے کہ تم اس کی زبان پر قابو پا لو گے تو وہ حق بات کہنے سے رک جائے گا۔ اور جو آدمی حق سے اپنی زبان روک لے۔ وہ تمہارا گونگا بھائی ہے۔ پہلی قسم کا آدمی تمہارا بدگفتار بھائی ہے۔ اور یہ تمہارا گونگا بھائی ہے۔ اور لبسا اوقات بدگفتار بھائی کے مقابلہ میں گونگا بھائی تمہارے حق میں زیادہ مفید ہوتا ہے۔ کیا تم نے کسی واعظ ناصح کا مقولہ نہیں سنا ؟

المتکلم بالباطل شیطان ناطق۔ والساکت عن الحق شیطان اخرس ؛ بدگفتار آدمی بولنے والا شیطان ہے۔ اور حق سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔

دیکھو میرے بیٹو! اس مورچہ پر اپنے گھوڑے باندھے رکھو۔ اور پوری قوت مہیا رکھو۔ اور پوری پوری اس کی حفاظت کرو۔ خیال رکھو اس کی زبان سے کوئی حق بات نکلنے نہ پائے۔ بدگفتاری ہی اس کی زبان سے جاری رہے۔ باطل فاسد باتیں خوب مزین۔ اور آراستہ کر کے سامنے دہراتے رہو۔ تاکہ بدگفتاری جاری رہے۔ حق بات سے اس کی زبان کو روک دو۔ اور اسے ڈراؤ کہ دیکھو حق بات زبان سے نکالی اور مارے گئے۔ میرے پیارے بیٹو! خوب سمجھ لو کہ زبان ہی کے مورچہ سے میں نے آدم کی اولاد کو ہلاک کیا ہے۔ زبان ہی کے ذریعہ میں اسے تباہ کرتا ہوں۔ منہ کے بل دوزخ میں جھونک دیتا ہوں۔ بہت سوں کو اس کے ذریعہ قتل کے گھاٹ اتار دیتا ہوں۔ بہت سوں کو اسیر و قیدی بنا دیتا ہوں۔ بہت سوں کو زخمی اور نیم جان کر کے رکھ دیتا ہوں۔ یہ بہت ہی اہم مورچہ ہے اور اس قسم کے بے شمار کام اس سے انجام پاتے ہیں۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اس مورچہ کی تم پوری پوری حفاظت کرنا۔ اگر تم میں سے کوئی کسی آدمی کی زبان سے برے الفاظ۔ برے کلمات کہلوا دے تو دوسروں کا فرض یہ ہونا چاہیئے کہ سننے والوں کی زبانوں پر قابو پالیں۔ اور ان سے کہلوا دیں کہ واہ بھائی واہ! کیسی اچھی بات کہی ہے اور

پھر اس کی بات کی پوری پوری عظمت و وقعت کرا دو۔ مستحجانہ لہجہ میں تعریف و توصیف کرادو۔ تاکہ اصل بات کرنے والا پھر انہی الفاظ و کلمات کو خوش ہو کر دہرانے لگے۔ میرے بیٹو! تم اس بارے میں ان لوگوں کے معاون بن جاؤ۔ اور ان کی پوری پوری معاونت کرو۔ ہر دروازے کے اندر جا گھسو۔ اور ہر جگہ جا بیٹھو اور گھات میں لگے رہو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ میں نے ان کے رب کے سامنے یہ قسم کھائی ہے؟

فبما اغویتنی لاقعدن صراطک المستقیم ثم لاتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولاتجد اکثرھم شاکرین: (اعراف)

جیسی تو نے میری راہ ماری ہے۔ میں بھی بڑے سیدھے رستے پر بنی آدم کی تاک میں بیٹھوں تو سہی پھر ادبدا کر ان کے آگے سے آؤں۔ ان کے پیچھے سے آؤں۔ اور ان کی بائیں طرف سے آؤں اور تو اکثر بنی آدم کو شکر گذار نہیں پائے گا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں آدم کی اولاد کے تمام راستے گھیرے بیٹھا رہتا ہوں؟ کسی ایک کا راستہ بھی چوکتا نہیں۔ اور جس طرح بھی ممکن ہوتا ہے۔ اپنا مقصد پورا کر لیتا ہوں۔ اگر پورا پورا حاصل نہیں ہوتا تو کچھ نہ کچھ تو ضرور حاصل کر لیتا ہوں۔

شیطان کے مکائد سے خود آنحضرت محمد رسول اللہ صلعم نے بھی ڈرایا ہے۔ ارشاد فرمایا۔

ان الشیطان قد تعد لابن آدم بطرقہ کلھا:

یہ حقیقت ہے کہ بنی آدم کے تمام راستوں پر شیطان بیٹھا ہوا ہے۔

چنانچہ شیطان اسلام کے راستہ پر جا بیٹھتا ہے۔ جب کوئی اسلام قبول کرتا ہے تو ورغلاتا ہے کہ کیا تو اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ رہا ہے۔؟ جب آدمی اس کی مخالفت کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیتا ہے۔ تو وہ اس کی ہجرت کی راہ پر جا بیٹھتا ہے۔ اور ورغلاتا ہے۔ ارے تو اپنا قدیم وطن۔ قدیم آسمان و زمین چھوڑ رہا ہے۔؟ جب اس نے اس کی یہ بات نہ مانی۔ اور ہجرت پر آمادہ ہی ہو گیا۔ تو اب وہ اس کے جہاد کے راستہ پر آبیٹھتا ہے۔ اور اسے ورغلاتا ہے۔ ارے او بھلے آدمی! خواہ مخواہ اپنی جان دیتا ہے۔ تیرا مال دوسرے کھائیں گے۔ تیری بی بی کسی اور سے نکاح کر لے گی۔ لیکن مومن بندہ اس کی بات نہیں سنتا اور جہاد کرتا ہے۔

بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے۔ پیارے بیٹو! تم اولاد آدم کی خیر و فلاح کے

ہر راستہ پر جا بیٹھو۔ اور انہیں ورغلاؤ۔ بہکاؤ۔ خیرات و صدقات کی راہیں گھیر دو۔ نفس کو کہو۔ ارے او بھلے آدمی تو اپنا خرچ کر ڈالتا ہے۔ اس سے تو ایک دن تو بھی اس جیسا فقیر بن کر رہ جائے گا۔ تم نے سنا نہیں کہ ایک شخص سے کسی سائل نے صدقہ کی درخواست کی۔ تو میں نے اس کی زبان سے کہلا دیا کہ ہم اپنا مال اگر تم کو دے دیں تو تمہاری ہی طرح بھکاری نہ ہو جائیں۔ حج کا ارادہ کرنے والے کو گھیر دو۔ اور اسے کہو۔ ارے او نیک بخت حج کا راستہ تو بڑا خوفناک ہے۔ مشقتوں سے لبریز ہے۔ جان و مال کا خطرہ ہے۔ اسی طرح اس کے ہر خیر و فلاح کے راستہ پر دھرنا دے بیٹھو۔ اور اسے نیک کام سے روک دو۔ اس عمل کی صعوبتیں۔ آفتیں بتلا بتلا کر اسے راستہ سے بھٹکا دو۔

اس کے بعد معاصی۔ اور گناہوں کو ہاتھ میں لو۔ اور بنی آدم کی نگاہوں کے سامنے معاصی کو حسین بنا کر پیش کر دو۔ انسان کے قلب میں گناہوں کو آراستہ۔ پیراستہ کر کے پہنچاؤ۔ اور اس سلسلہ میں عورتوں کو اپنا سب سے بڑی معاون بنا لو۔ عورتوں کے ذریعہ ان لوگوں میں جا گھسو۔ عورتیں تمہاری پوری پوری مددگار ثابت ہوں گی۔

اس کے بعد ہاتھ پاؤں کے مورچے سنبھال لو۔ اور جو چیز تمہارے مقصد کے خلاف پاؤ۔ اسے ادھر جانے مت دو۔ پوری قوت سے روک دو۔ نہ ہاتھ کو آگے بڑھنے دو۔ نہ پاؤں کو۔

میرے بیٹو! اچھی طرح سمجھ لو کہ ان تمام مورچوں میں تمہارا سب سے بڑا معین نفس امارہ ہے۔ تم اسے اپنا بناؤ۔ اس سے رشتہ جوڑو۔ اور اس کے ذریعہ اپنے مقاصد پورے کرو۔ تم اس کی پشت پناہی کرو۔ اور اس کو اپنا پشت پناہ بنا لو۔ اور اس کے ساتھ رہ کر نفس مطمئنہ سے جنگ کرو۔ اور اسے توڑ دو اور شکست دے کر اس کی ساری طاقتیں ختم کر دو۔ اور پوری کامیابی تو تمہیں اس وقت حاصل ہو گی۔ جب تم نفس مطمئنہ کا اصل مادہ ہی ختم کر دو گے۔ جب تم اس مادہ کو ختم کر دو گے۔ تو نفس امارہ قوی تر ہو جائے گا۔ اور نفس امارہ کے تمام اعوان و انصار تمہاری اتباع کرنے لگیں گے۔ اس وقت تم قلب اور قلب کے قلعے میں جا گھسو۔ اور اسے گرفتار کر لو۔ اور تخت مملکت سے اسے معزول کر کے نفس امارہ کو اس کی جگہ بٹھا دو۔ اور اب نفس امارہ وہی حکم جاری کرے گا۔ جو تم چاہو گے۔ تمہارے خلاف کبھی کوئی اقدام نہیں کریگا۔ بلکہ تمہارے اشاروں پر دوڑتا رہے گا۔ اب اگر تم یہ محسوس کرو کہ قلب اپنی مملکت کی بازیابی کیلئے جنگ کرنا چاہتا ہے اور تم اس کے خطرات سے محفوظ رہنا چاہتے ہو۔ تو قلب اور نفس کے درمیان عقد نکاح باندھ دو۔ نفس کو زینت و جمال سے پوری

طرح آراستہ کرو۔ اور بہتر سے بہتر دلہن کی صورت میں اس کے سامنے پیش کرو۔ اور اسے کہو ذرا وصل و وصال کی شیرینی تو چکھ لو۔ عروس لڑکی ہم آغوشی کا مزہ تو دیکھ لو۔ جنگ کا مزہ تو خوب چکھ لیا۔ زخم کھائے۔ لڑائی کی تلخیاں بھی چکھ چکے۔ اب صلح وسلامتی کی لذتیں بھی تو دیکھ لو۔ صلح اور جنگ کی لذتوں کا موازنہ کرو۔ کونسی چیز بہتر ہے؟ جنگ ختم کرو۔ جنگ کے اسلحہ زمین پر ڈال دو۔ ارے بھائی! یہ تو زمانہ کی گردش ہے۔ جنگ تو اس وقت ختم ہوگی جب مریں گے۔ اور تمہاری طاقتیں جواب دے دیں گی۔ تم ہمیشہ جنگ جاری نہیں رکھ سکتے۔ پھر ابھی سے جنگ ختم کر کے چین کی زندگی کیوں نہ گزارو؟

اے میرے بیٹو! تمہیں اپنی جنگ جاری رکھنے کے لئے دو قسم کی فوجیں درکار ہیں۔ اگر یہ دو قسم کی فوجیں تمہارے پاس ہیں۔ تو تم کبھی کسی حال میں مغلوب نہیں ہو سکتے۔

پہلی فوج غفلت کا لشکر ہے۔ بیٹو! تم آدم کی اولاد کو خدا اور آخرت سے غافل کر دو۔ ہر ممکن طریقہ سے ان کے قلوب کو غفلت و بے خبری کے دلدل میں پھنسا دو۔ تمہیں اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں مل سکتی۔ جب تم قلب کو غفلت میں ڈال دو گے۔ تو اس پر اور اس کے تمام اعوان وانصار پر تمہاری حکومت قائم ہو جائے گی۔

دوسری فوج شہوات وخواہشات کا لشکر ہے۔ انسان اور انسان کے قلوب اور نگاہوں میں شہوات وخواہشات کو پوری زینت وآراستگی کے ساتھ پہنچاؤ۔ میرے پیارے بیٹو! ان ہر دو لشکروں کے ساتھ ان پر حملے کیا کرو۔ بنی آدم پر غالب آنے کے لئے ان دو لشکروں سے بہتر تمہیں کوئی لشکر نہیں مل سکتا۔ شہوات وخواہشات کے ذریعہ انہیں غفلت میں ڈال دو۔ اور غفلت کے ذریعہ شہوات وخواہشات میں الجھا دو۔ اور دو غافل انسانوں کو ایک جگہ اکٹھا کر دو۔ اور اپنے ساتھ لے لو۔ ان دو غافل انسانوں کے ساتھ ایک ذاکر انسان کو بھی شامل کر لو۔ یہ تو بالکل ظاہر ہے۔ کہ ایک ذاکر پانچ مخالف افراد پر غلبہ نہیں پا سکتا۔ دو غافل آدمی ہوں گے۔ ان کے ہمراہ ان کے دو شیطان۔ اور ایک ذاکر کا شیطان۔ بتلاؤ ایک ذاکر ان پانچ کے مقابلہ میں کیونکر غالب آئے گا؟

اور پھر اگر تم دیکھو کہ کوئی گروہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ اور خدا کے اوامر ونواہی۔ دین وملت کے مذاکرہ میں مصروف ہے۔ اور تم میں یہ طاقت نہیں کہ اس گروہ کو تم منتشر و پراپیگنڈہ کر سکو۔ تو تم انہی لوگوں میں سے چند اوباشوں کو اپنے ساتھ لے لو۔ اور پوری طرح انہیں گمراہ

کرکے اس گروہ کے خلاف چھوڑ دو۔ اور کہہ دو کہ جاؤ ان کے اندر تشویش و پراگندگی پھیلا دو۔ اور شور و شغب سے انہیں وحشت زدہ کر دو۔

غرض یہ کہ انہی کے اقران۔ ہم جنس۔ ہم نواؤں کو اپنا معین و مددگار بنا لو۔ انسان کے اندر اس کے ارادہ کی راہ سے گھس جاؤ۔ اور شہوات و خواہشات کے ذریعہ باغیانہ قوت بڑھا دو۔ اور شہوات و خواہشات کی تحصیل میں اس کی پوری پوری امداد کرو۔

جب اللہ تعالےٰ نے اولاد آدم کو صبر و ثبات اور باہمی صبر و ثبات کے روابط بڑھانے اور تمہارے خلاف مورچہ بند ہونے کا حکم دیا ہے۔ تو تمہارا بھی فرض ہے کہ اولاد آدم کے خلاف تم بھی صبر و ثبات اور باہمی صبر و ثبات کے روابط قائم کرنے کی کوشش کرو۔ اور پوری قوت سے ان کے مقابلہ میں مورچے قائم کرو۔ شہوات و خواہشات اور غیظ و غضب کے اوقات کا انتظار کرو۔ ان دو مواقع کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔ بنی آدم کو اپنا شکار بنانے کے لئے ان دو مواقع سے بہتر کوئی موقعہ تمہیں نہیں مل سکتا۔

یہاں یہ سمجھ لو کہ انسانوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن پر شہوت کا تسلط ہوا کرتا ہے۔ اور غیظ و غضب کا بادشاہ بالکل مغلوب و مقہور ہوا کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کو شہوات و خواہشات ہی کے راستوں میں گھیر لو۔ غیظ و غضب کی راہ سے تعرض ہی مت کرو۔

اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر غیظ و غضب کی فرمانروائی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو غیظ و غضب کے راستوں میں دھر لو۔ لیکن ان کی شہوات و خواہشات کے مورچوں کو خالی نہ چھوڑو۔ کیونکہ اس قسم کے لوگ بسا اوقات اپنی جان پر قابو رکھنے سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ لیکن شہوت کے وقت اپنے نفس پر پورا قابو رکھتے ہیں۔

اس کے بعد تم ان کی قوت غیظ و غضب۔ اور قوت شہوات میں عقد زوجیت جوڑ دو۔ اور پھر غیظ و غضب کی راہ سے شہوات کو بلا لو۔ اور شہوات کی راہ سے غیظ و غضب کو بلا لو۔ اس طرح تمہارا کام بڑی خوبی سے انجام پاتا رہے گا۔

خوب سمجھ لو کہ آدم کی اولاد کو زیر کرنے کے لئے یہ دو چیزیں زبردست ہتھیار ہیں۔ ان کے والدین کو میں نے شہوت کے ذریعہ جنت سے نکال باہر کیا ہے۔ اور غیظ و غضب کے ذریعہ ان میں عداوتوں کی آگ مشتعل کر دی۔ اور ان کے رشتے توڑ دیے ہیں۔ خونریزیوں کے میدان گرم کئے ہیں۔ اسی غیظ و غضب کے ذریعہ آدم کے ایک بیٹے کے ہاتھوں اس کے بھائی کو قتل کرا دیا ہے۔

خوب سمجھ لو کہ غیظ و غضب آدم کی اولاد کے قلوب میں ایک انگارہ ہے۔ اور شہوت آگ کا شعلہ ہے، جو قلب کے انگارے سے مشتعل ہوتا ہے۔ اور یہ آگ وضو۔ نماز۔ ذکر الہٰی۔ تکبیر و تہلیل۔ تسبیح اور تلاوت قرآن سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ تم نہایت ہوشیاری سے کام لو۔ غیظ و غضب اور شہوت کے اوقات میں ان کو وضو۔ نماز وغیرہ کے قریب نہ جانے دو۔ کہ اس سے ان کی غیظ و غضب اور شہوت کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی ان کے پیغمبر نے ایسے موقعوں پر انہیں وضو۔ اور نماز کی تاکید کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔

ان الغضب جمرة فی قلب ابن آدم — غصہ انسان کے قلب میں ایک انگارا ہے۔
اما رأیتم من احمرار عینیه — کیا تم نہیں دیکھتے۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی
وانتفاخ اوداجه۔ فمن أحس — ہیں اور کن پٹیاں پھول جاتی ہیں۔ جو شخص غصہ
بذالك فلیتوضاء : — محسوس کرے اس کو چاہیئے کہ فوراً وضو کر لیوے۔

اور پھر فرمایا کہ

انما تطفأ النار بالماء : — یہ آگ پانی ہی سے ٹھنڈی کر لی جائے۔

اور خود اللہ تعالےٰ نے ان کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ تمہارے خلاف وہ صبر و ثبات سے کام لیں اور نماز سے استعانت حاصل کریں۔ لہٰذا تم ان کو وضو۔ اور نماز سے بھٹکا دو۔ اور ان کو خدا سے غافل اور بے خبر کر دو۔ اور شہوت و غضب کی آگ مشتعل کر کے ان پر غلبہ پالو۔ تمہارا بہتر سے بہتر اور تیز سے تیز ہتھیار یہی ہے کہ تم انہیں غفلت۔ اور خواہشات میں الجھا دو۔ تمہارے خلاف ان کا بہتر سے بہتر ہتھیار۔ اور مضبوط سے مضبوط قلعہ ذکر الہٰی اور خواہشات کی مخالفت ہے۔ جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ خواہشات سے گریز کر رہا ہے۔ تو تم اس سے دور بھاگو۔ اس کے سایہ میں بھی کھڑے نہ رہو۔

مقصود یہ ہے کہ معاصی و گناہ وہ اسلحہ ہیں کہ ان کے ذریعہ انسان خود اپنے دشمن کی امداد کرتا ہے۔ اور اپنے دشمن کو اپنے خلاف یہ اسلحہ استعمال کرنے کا موقع دیتا ہے۔ ان ہی ہتھیاروں سے شیطان انسان کے مقابلہ میں جنگ کرتا ہے۔ اور جاہل، بے سمجھ لوگ خود اپنی جان کو ہلاک کرنے میں شیاطین کے مددگار بن جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

ما یبلغ الاعداء من جاهل — ما یبلغ الجاهل من نفسه
جاہل سے جس قدر امداد اس کے دشمنوں کو پہنچتی ہے — اس قدر امداد ایک جاہل خود اپنی ذات سے بھی نہیں پاتا۔

کس قدر تعجب خیز بات ہے۔ کہ بندہ خود اپنے کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ میں اپنی تکریم و توقیر اور عزت کر رہا ہوں۔ اپنی حرماں نصیبی۔ اور ضیاع عزت و شرف کے سامان کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ اپنے نصیبہ کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ اپنی جان کی تحقیر و تذلیل۔ اور اپنے کو گندہ اور ناپاک کرنے میں اپنی قوت صرف کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ میں اپنی اصلاح کر رہا ہوں۔ اور اپنی رفعت و سربلندی کی کوشش کرتا ہوں۔ بعض اسلاف نے اپنے خطبہ میں کیا اچھا فرمایا ہے۔

"آگاہ رہو کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو اپنے کو ذلیل و خوار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی توقیر بڑھا رہے ہیں۔ اپنی جان کو ذلیل کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی عزت کر رہے ہیں۔ اپنی جان کو حقیر کر رہے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ ہم اپنی عزت بڑھا رہے ہیں۔ جان کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ جان کی حفاظت کر رہے ہیں۔ انسان کس قدر جاہل۔ اور بے وقوف ہے کہ وہ اپنے خلاف اپنے دشمنوں کی ایسی امداد کرتا ہے۔ جو دشمن خود بھی نہیں کر سکتا۔ آدمی اپنے کرتوتوں سے خود اپنے آپ کو اتنا نقصان پہنچا لیتا ہے۔ جتنا اس کا دشمن بھی نہیں پہنچا سکتا۔ واللہ المستعان۔

فصل

عاصی اپنی جان کو ذلیل کرتا ہے۔ اپنے آخرت کے حصہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ اپنی جان کو بے قدر کر دیتا ہے۔ دنیا کے عوض آخرت کو فروخت کر دیتا ہے۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گنہگار انسان اپنی جان کو فراموش کر دیتا ہے۔ اور انسان جب اپنی جان کو بھول جاتا ہے۔ تو اپنی جان چھوڑ دیتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک آدمی خود اپنی جان کو کس طرح اور کیوں کر بھلا دیتا ہے؟ اگر ایک آدمی خود اپنے آپ ہی کو بھلا دے تو اسے یاد کیا رہے گا۔ اپنی جان کو فراموش کر دینے کا کیا مطلب ہے؟ ہاں انسان بہت بری طرح اپنی جان کو بھلا بیٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانساھم انفسھم۔ اولٰئک ھم الفاسقون: (حشر)	اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ان کی ایسی مت ماری کہ اپنے آپ کو

بھی بھول گئے۔ یہی لوگ نافرمان ہیں۔

جب خدا کے بندے خدا کو بھلا دیتے ہیں تو خدا بھی انہیں بھلا دیتا ہے۔ اور انہیں خود ان کی جانوں سے بھی غافل کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

نسوا اللّٰہ فانساھم — جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے بھی ان کو بھلا دیا۔

جو لوگ خدا کو فراموش کر دیتے ہیں۔ انہیں خداوند تعالیٰ دو سزائیں دیتا ہے۔ ایک تو یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ ان کو بھلا دیتا ہے۔ دوسری یہ کہ خود ان کو ان کی جانوں سے بے خبر کر دیتا ہے۔ اور پروردگار عالم بندوں کو بھلا دیتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ پروردگار عالم ان کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور اپنے سے ان کو دور کر دیتا ہے۔ ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتا اور انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے۔ تو اس کی ہلاکت وتباہی اتنی قریب ہو جاتی ہے۔ جتنی کہ منہ سے ہاتھ قریب ہے۔

اور ان کو اپنی جانوں سے بے خبر کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے حصہ سے اور اپنی فلاح و سعادت۔ اصلاح۔ دنیا و عقبیٰ۔ اور تکمیل دارین کے ذرائع کو فراموش کر جاتے ہیں۔ ان مقدس چیزوں کو وہ اس طرح بھلا دیتے ہیں۔ کہ کبھی ان چیزوں کو یاد تک نہیں کرتے۔ اور نہ کبھی یاد آوری کا ان کو خیال آتا ہے۔ اور نہ ان امور کی تحصیل و تکمیل کے لئے کبھی انہیں ہمت ہوئی ہے۔ نہ کبھی اس طرف توجہ ہوئی ہے۔ اس قدر وہ ان امور سے غافل۔ بے خبر ہو جاتے ہیں کہ ان کو نہ ان امور کی تحصیل کا کبھی خیال آتا ہے۔ نہ دوسری چیزوں کے مقابلہ میں ان امور کو ترجیح دینے کا وہ ارادہ کرتے ہیں۔

نیز وہ اپنے عیوب۔ اپنے نقصانات۔ اور مصائب و آلام کو بھی بھول جاتے ہیں اور ایسا بھول جاتے ہیں۔ کہ اصلاح نفس، اور ازالہ عیوب کا خیال تک ان کے دلوں میں نہیں پیدا ہوتا۔

نیز اپنے قلبی امراض۔ قلبی آلام کو بھی فراموش کر جاتے ہیں۔ اور ایسے بھول جاتے ہیں کہ ان کے علاج کا انہیں خیال تک نہیں پیدا ہوتا۔ اور ایسے امراض کے ازالہ کا خیال تک نہیں آتا جو انہیں ہلاک کر دینے والے ہیں۔ اور دائمی موت سے انہیں ہم آغوش کر دینے والے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے انہیں ختم کر دینے والے ہیں۔ افسوس کہ وہ اس سے ایسے بے خبر اور غافل ہو جاتے ہیں۔ کہ نہ مرض کو سمجھ سکتے ہیں۔ نہ مرض کا علاج کر سکتے ہیں۔ نہ دوا کا تصور ان کے اندر

پیدا ہوتا ہے۔

گناہوں کی یہ عقوبت عوام و خواص تمام کے لئے عام ہے۔ اور بڑی سخت عقوبت ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر عقوبت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ کہ انسان اپنی جان کو بھول جائے۔ اپنی جان کو ہلاک کر دیوے۔ اور مصالح نفس۔ امراض نفس۔ علاج۔ دوا۔ اسباب سعادت و فلاح۔ اصلاح دنیا و عقبیٰ۔ حیات ابدی۔ انعامات خداوندی جو دائمی ہیں۔ تمام کو فراموش کر جائے۔

اب ایک غور کرنے والا ان امور کو سامنے رکھ کر غور کرے تو واضح ہو جائے گا۔ کہ خدا کی اکثر مخلوق اپنی جانوں کو بھلا بیٹھی ہے۔ اپنی جانوں کو ضائع کر چکی ہے۔ لیکن اس کا ظہور مرنے کے بعد ہی ہوگا۔ اور پورا پورا ظہور تو یوم التغابن یعنی قیامت کے دن ہوگا۔ اس دنیا میں جو کچھ سودا۔ لین دین کیا ہے۔ اور معاد و آخرت کے لئے جو اس نے تجارت کی ہے۔ اس کا پورا پورا علم ان کو وہاں ہوگا۔ اور پوری طرح واضح ہو جائے گا۔ کہ اس تجارت میں وہ کس قدر خسارے اور گھاٹے میں رہے ہے؟ ہر انسان اس دنیا میں اپنی آخرت کے لئے کچھ نہ کچھ تجارت کرتا ہے۔ لیکن اس تجارت کی حقیقت وہاں معلوم ہوگی۔ خسارہ پانے والے جن کا دنیا میں یہ اعتقاد تھا کہ ہم اپنی تجارت میں کامیاب ہیں۔ اور تجارت و کسب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ انہیں اس دن واضح ہو جائے گا کہ انہوں نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ آخرت کی لذتوں۔ آخرت کے نصیبے اور حصہ کو دنیا کی لذتوں۔ دنیا کی متاع۔ دنیا کے نصیبے اور حصہ کے عوض فروخت کر دیا ہے۔ آخرت کی لذتوں۔ اور آخرت کے انعامات کے مقابلہ میں انہوں نے دنیا کی لذتوں کو ترجیح دی ہے۔ اور صرف اسی سے وہ مستفید ہوتے رہے۔ اس پر قانع رہے۔ اور اسی سے راضی اور اسی پر مطمئن رہے۔ اور اسی کی تحصیل میں منہمک رہے۔ دنیا میں بیع و فروخت۔ لین دین کرتے رہے۔ اور اس میں پوری پوری کوشش کرتے رہے۔ لیکن مقصد یہی تھا کہ وعدے کے نفع۔ وعدے کے فوائد کے مقابلہ میں فوری فوائد کو ترجیح دی۔ آج کے ادھار کے عوض دنیا کے نقد کو مقدم رکھا۔ غائب اور بعد میں ملنے والے انعامات پر حاضر و موجود کو ترجیح دی۔ اور یہی سمجھے کہ جو کچھ ہے یہی ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

خذ ما تراہ ودع شیئاً سمعت بہ

جو تم دیکھ رہے ہو، اسی کو لو، جس کے بارے میں صرف سنا ہے، اسے چھوڑ دو۔

اس قسم کے اور اس خیال کے لوگوں کا عموماً یہ مقولہ ہے کہ دنیا میں جو ہمیں مل رہا ہے۔ وہ نقد ہے۔ اس نقد کو ہم آخرت کے ادھار کے عوض کیسے فروخت کر دیں؟ یہ خیالات ہوتے ہیں۔ اور اس

کے ساتھ ضعفِ ایمان، شہوات و خواہشات کی قوت۔ فوری نفع کی محبت۔ اور پھر ابناء جنس کی دنیا آلود زندگیوں کے اثرات۔ اور ان کی نقل و تقلید ان کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اور یہ امید ظاہر ہے۔ کہ اکثر مخلوق خسارے ہی کی تجارت میں مبتلا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی شان میں خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اولٰئک الذین اشتروا الحیاۃ الدنیا بالآخرۃ۔ فلا یخفف عنھم العذاب ولاھم ینصرون: (بقرہ)

یہی ہیں، جنہوں نے آخرت کی زندگی کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی۔ سو نہ تو قیامت کے دن ان سے عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ اور نہ کہیں سے ان کو مدد پہنچے گی۔

اور اللہ تعالیٰ انہی کی شان میں ارشاد فرماتا ہے۔

فما ربحت تجارتھم وما کانوا مھتدین: (بقرہ)

سو نہ ان کی تجارت سود مند رہی اور نہ وہ سیدھی راہ پر قائم رہے۔

لیکن جب "یوم التغابن" یعنی قیامت کا دن آئے گا۔ اس وقت ان کو اپنی اس تجارت کا خسارہ معلوم ہو گا۔ اور اس دن وہ اپنی حرمان نصیبیوں پر حسرت و ندامت کے آنسو روئیں گے۔

اپنی تجارتوں میں نفع اٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے آخرت کے باقی کے بدلہ میں دنیا کے فانی کو آخرت کے نفائس کے عوض دنیا کے خسائس و رذائل کو آخرت کے عظیم و برتر کے عوض دنیا کے حقیر کو فروخت کر دیا۔ اور کہہ دیا کہ اس ساری دنیا کی حیثیت ہی کیا ہے۔ جو ہم آخرت میں ملنے والے حصہ کو اس حقیر کے عوض دے ڈالیں؟

بندہ اس مختصر سے زمانہ میں کیا پاتا ہے؟ اور جو کچھ اسے حاصل ہوتا ہے اس کی حیثیت آخرت کے مقابلہ میں کیا ہے؟ دنیا کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

ویوم یحشرھم کان لم یلبثوا الا ساعۃ من النھار یتعارفون بینھم: (یونس)

اور خدا لوگوں کو قیامت کے دن اپنے حضور میں جمع کرے گا۔ تو ان کو ایسا معلوم ہو گا۔ گویا دنیا میں سارے دن بھی نہیں صرف گھڑی بھر رہے۔ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔

اور ارشاد ہے۔

یسئلونک عن الساعۃ ایان مرساھا

اے پیغمبر! یہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں

فیم انت من ذکراها - الی ربک منتهاها - انما انت منذر من یخشاها - کانهم یوم یرونها لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحاها:

(نازعات)

پوچھتے ہیں کہ اس کا وقت بڑا بھی ہے؟ سوا اے پیغمبر! تم اس کا وقت بتانے کی طرف کہاں کے بکھیڑے میں پڑے۔ یہ تو تمہارے پروردگار ہی پر جاکر ٹھہرتی ہے۔ تم تو اس شخص کو جو قیامت سے ڈرتا ہے۔ اس کو آگاہ کر دینے والے ہو۔ لوگ جس دن قیامت کو دیکھیں گے۔ تو گویا وہ بس دن کے آخر پہر ٹھہرے یا اول پہر۔

اور فرماتا ہے۔

کانهم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نهار بلاغ:

(احقاف)

جس دن دیکھ لیں گے۔ جس کا وعدہ ان سے کیا جاتا ہے تو گویا دنیا میں بہت رہے تو دن میں سے ایک گھڑی بھر خدا کا حکم پہنچا دیا گیا۔

اور فرماتا ہے۔

کم لبثتم فی الارض عدد سنین؟ قالوا لبثنا یوماً او بعض یوم فاسئل العادین - قال ان لبثتم الا قلیلا لو انکم کنتم تعلمون:

(مؤمنون)

تم زمین پر گنتی کے کتنے دن رہے۔ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔ جو گنتے رہے ہوں۔ ان سے پوچھ لیجئے۔ پروردگار فرمائے گا۔ بے شک تم تھوڑی ہی دیر رہے۔ مگر کاش تم یہی بات پہلے سمجھتے ہوتے۔

اور ارشاد ہوتا ہے۔

ویوم ینفخ فی الصور ونحشر المجرمین یومئذ زرقا - یتخافتون بینهم ان لبثتم الا عشرا - نحن اعلم بما یقولون اذ یقول امثلهم طریقۃ ان لبثتم الا یوما:

(طٰہٰ)

جس دن صور پھونکا جائے گا۔ اور ہم اس دن گنہگاروں کو اپنے حضور میں جمع کریں گے۔ ان کی آنکھیں مارے خوف کے نیلی پیلی بے نور ہوں گی۔ آپس میں چپکے چپکے کہتے ہوں گے کہ دنیا میں تم لوگ ٹھہرے ہوں گے۔ تو بس دس دن۔ جیسی جیسی باتیں یہ لوگ اس دن کریں گے۔ ہم ان سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ جو ان میں سر

براہ ہوگا۔ وہ کہے گا نہیں جی تم ٹھہرے ہوگے۔
تو بس ایک دن۔

قیامت کے دن دنیا کی حقیقت اور اصل حقیقت معلوم ہوگی۔ اس دن معلوم ہوگا۔ کہ دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کتنی مختصر ہے۔ اور اس کا اصل گھر دنیا نہیں بلکہ آخرت ہے۔ جہاں انہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ یہی ان کا باقی رہنے والا۔ اور دائمی مکان ہے۔ اس دن لوگوں کو اپنے خسارے کا پتہ چلے گا۔ اور اس دن پتہ چلے گا۔ کہ دار الفناء کے مقابلہ میں انہوں نے دار البقاء کو کس قدر نقصان پہنچایا۔

دنیا میں ہر انسان کچھ بیچتا ہے۔ اور کچھ خریدتا ہے۔ روزانہ صبح ہوتے ہی اپنی جان کو بیچتا ہے۔ اب یا تو وہ اپنی جان کو عذاب سے آزاد کرتا ہے۔ یا عذاب خریدتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ۔ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون وعدا علیہ حقا فی التورات والانجیل والقرآن و من اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذالک ھو الفوز العظیم:
(توبہ)

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں کہ ان کے بدلے ان کو جنت دے گا۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے ہیں۔ اور مارے جاتے ہیں یہ خدا کا پکا وعدہ ہے۔ جس کا پورا کرنا اس نے اپنے ذمہ لازم کرلیا ہے۔ تورات۔ انجیل اور قرآن میں لکھا ہوا موجود ہے۔ اور خدا سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا اور کون ہوگا۔ تو مسلمانو! اپنے سودے کی جو تم نے خدا کے ساتھ کیا ہے۔ خوشیاں مناؤ۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس تجارت کا راس المال، اور سرمایہ یہ ہے۔ جو خدا نے ان آیات میں بیان فرمادیا۔ اے مفلسو! تم یہ تجارت کرو۔ اور اے وہ لوگو کہ جن کے پاس یہ سرمایہ نہیں ہے۔ اور اس تجارت کی حیثیت نہیں رکھتے ہو۔ تو ایک دوسرا سرمایہ ہے۔ جس سے تم یہ سودا کر سکتے ہو۔ اور یہ سرمایہ خود اللہ تعالیٰ بتلا رہا ہے۔

التائبون العابدون الحامدون
توبہ کرنے والے۔ عبادت کرنے والے۔ حمد و ثنا

التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف۔ والناھون عن المنکر۔ والحافظون لحدود اللہ۔ وبشر المومنین۔
(توبہ)

کرنے والے۔ خدا کی راہ میں سفر کرنے والے۔ رکوع کرنے والے۔ سجدہ کرنے والے۔ نیک کام کی صلاح دینے والے۔ برے کام سے منع کرنے والے۔ اور اللہ نے جو حدیں قائم کی ہیں۔ ان کے نگاہ رکھنے والے۔ اور اے پیغمبر! مسلمانوں کو خوشخبریاں سنا دو۔

اور ارشاد ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم تؤمنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ؛ (صف)

اے ایمان والو۔ میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں؟ جو تمہیں عذاب دردناک سے بچا لے۔ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانیں لڑا دو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بشرطیکہ تم سمجھو۔

مقصود یہ ہے کہ معاصی اور گناہ اس نفع بخش تجارت سے بندے کو غافل اور بے خبر کر دیتے ہیں۔ اور سراسر خسارہ کی تجارت میں الجھا دیتے ہیں۔ غور کرو یہ کتنی سزا ہے ؟ واللہ المستعان۔

فصل

معاصی حاضر اور مستقبل کی نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں۔

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے۔ کہ اس سے حاضر و موجود انعامات الٰہیہ زائل ہو جاتے ہیں۔ اور حاضر و موجود کے زائل ہو جانے کے بعد مستقبل میں ملنے والی نعمتوں سے بھی انسان محروم ہو جاتا ہے۔ آئندہ ملنے والی نعمتیں۔ اس لئے منقطع ہو جاتی ہیں کہ موجود و حاضر نعمت الٰہیہ کی حفاظت کے لئے اور غیر موجود غیر حاضر نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے طاعت سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی چیزیں اللہ تعالیٰ کی طاعت ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں اور جب طاعت کی جگہ معاصی کا ارتکاب کیا جائے۔ تو وہ نعمتیں جو طاعت سے ملتی ہیں۔ ان سے بندہ محروم ہو جاتا ہے۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے کچھ اسباب بنائے ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ چیز حاصل ہوتی ہے۔ اور کچھ آفتیں پیدا کی ہیں۔ جن سے وہ چیز فنا ہو جاتی ہے۔ انعامات الٰہیہ کو جلب کرنے کا سبب اللہ تعالیٰ کی طاعت ہے۔ اور فنا کرنے۔ اور روکنے والی آفت معصیت اور گناہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے لئے اپنے انعامات کی حفاظت کرنا چاہتا ہے تو اسے القاء فرماتا ہے کہ وہ اس کی پوری پوری اطاعت کرے۔ اور جب کسی سے اپنے انعامات چھین لینا چاہتا ہے۔ اور اسے ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اسے اس بات میں لگا دیتا ہے کہ وہ خدا کی نعمتوں کو خدا کی نافرمانی۔ اور گناہوں میں صرف کرے۔

یہ کچھ عجیب بات ہے کہ لوگ گناہوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اپنے اور دوسروں کے حالات ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ اور گناہوں کی پاداش میں جن لوگوں سے انعامات الٰہیہ سلب کر لی گئیں۔ ان کے حالات پڑھتے اور سنتے ہیں۔ پھر بھی معصیت کے ارتکاب سے باز نہیں آتے۔ گویا۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ خدا کا یہ معاملہ دوسروں کے ساتھ ہے ان کے ساتھ نہیں۔ یہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور خدا کے اس عمومی قاعدہ سے خصوصی طور پر یہ علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ دوسری مخلوق کے لئے یہ سزا ہے۔ ان کے لئے نہیں۔ بتاؤ دنیا میں اس سے بڑھ کر کونسی جہالت ہو سکتی ہے؟ اور اپنی جان پر اس سے بڑھ کر کونسا ظلم ہو سکتا ہے؟ فالحکم للہ العلی الکبیر۔

فصل

گناہوں سے وہ فرشتے جو آدمی کے لئے مامور و موکل ہیں۔ اور بھاگ جاتے ہیں اور شیطان جو آدمی کا دشمن ہے۔ قریب تر ہو جاتا ہے۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہوں سے اس کا حقیقی دوست سب سے بڑا مشفق ناصح۔ نفع رساں اور موجب سعادت۔ رفیق اس سے دور بھاگتا ہے۔ اور وہ موکل و مامور فرشتہ جسے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ اس سے دور ہو جاتا ہے اور شیطان قریب ہو جاتا ہے۔ جو سب سے بڑا مکار۔ عیار۔ فریبی اور سب سے بڑا ضرر رساں ہے۔ اور جس درجہ کی معصیت اور جس درجہ کا گناہ ہوتا ہے۔ اسی قدر محافظ فرشتہ

بھاگ جاتا ہے۔ کبھی صرف ایک جھوٹی بات کرنے سے یہ فرشتہ میلوں دور بھاگ جاتا ہے۔
چنانچہ بعض آثار میں وارد ہے۔

اذا کذب العبد۔ تباعد منہ الملک میلا من نتن ریحہ :	کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے موکل فرشتہ ایک میل دور بھاگ جاتا ہے۔

جب ایک جھوٹ سے یہ موکل فرشتہ اسقدر دور بھاگ جاتا ہے تو اس سے بڑے۔ اور فحش گناہوں سے وہ کس قدر دور بھاگتا ہوگا ؟

بعض سلف نے کہا ہے۔ مرد مرد سے بدفعلی کرتا ہے۔ تو زمین چلاتی ہوئی بارگاہ الہی میں فریاد کرتی ہے۔ اور فرشتے بھاگے ہوئے بارگاہ خداوندی میں جاتے ہیں اور شکایت پیش کرتے ہیں۔

بعض سلف کا قول ہے۔ صبح ہوتے ہی انسان کے پاس فرشتہ اور شیطان پہنچ جاتے ہیں۔ اگر انسان خدا کا ذکر کرتا ہے۔ اس کی کبریائی بیان کرتا ہے۔ حمد وثنا کرتا ہے۔ تسبیح و تہلیل کرتا ہے۔ تو یہ فرشتہ شیطان کو بھگا دیتا ہے۔ اور اس انسان سے اپنا رشتہ قوی کر دیتا ہے۔ اور اگر اس نے کچھ گناہ کیا تو یہ فرشتہ چلا اٹھتا ہے۔ اور اس سے دور بھاگ جاتا ہے۔ اور شیطان اس انسان سے اپنا رشتہ مضبوط کر لیتا ہے۔ جب یہ فرشتہ انسان کا مقرب ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ اسی کا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسی کی اتباع و پیروی کرتا ہے۔ اور یہی اس پر غالب رہتا ہے۔ اور پھر اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ فرشتے اس کی زندگی میں اور موت کے وقت۔ آخرت میں اس کے مددگار بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ نحن اولیائکم فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ : (حم سجدہ)	بے شک جن لوگوں نے اقرار کیا کہ اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے۔ پھر اس عقیدے پر جمے رہے۔ تو ان پر فرشتے نازل ہوں گے۔ اور ان سے کہیں گے۔ نہ تو اندیشہ کرو اور نہ رنج۔ اور بہشت جس کا تم سے وعدہ کیا تھا۔ اب اس کی خوشخبری لو۔ دنیا کی زندگی میں بھی ہم تمہارے مددگار تھے اور آخرت کی زندگی میں بھی تمہارے مددگار ہیں۔

جب فرشتہ اس کا رفیق اور دوست بن گیا۔ تو سمجھ لو دنیا کا سب سے بڑا ناصح۔ سب سے

بڑا نفع رساں۔ سب سے بڑا صالح اس کا رفیق اور دوست بن گیا۔ یہ فرشتہ اسے ثابت قدم رکھے گا۔ عمدہ علم سکھائے گا۔ اس کے قلب کو قوی اور مضبوط بنائے گا۔ اور ہر حال میں اس کی امداد و تائید کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اذ یوحی ربك الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین آمنو

(انفال)

اے پیغمبر! وہ وقت تھا کہ تمہارا پروردگار فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تو تم مسلمانوں کو جمائے رکھو۔

حالت نزع میں یہی فرشتہ اسے کہے گا۔

لا تخف ولا تحزن وابشر بالذی یسرك:

خوف نہ کر۔ اندوہ گیں نہ ہو۔ جو تمہیں خوش رکھے۔ ایسی خوشخبری میں تمہیں دیتا ہوں۔

اور پھر یہ فرشتہ اسے قول ثابت پر ثابت قدم رکھے گا۔ دنیا میں بھی موت کے وقت بھی۔ اور قبر میں منکر نکیر کے سوال وجواب کے وقت بھی۔

پس اس فرشتہ کی صحبت و دوستی سے بہتر کوئی دوستی نہیں۔ یہ فرشتہ اس کا ایسا رفیق اور دوست ہوگا کہ بیداری میں بھی اور نیند میں بھی۔ زندگی میں بھی۔ اور موت کے وقت بھی۔ قبر میں بھی۔ اور قبر کی وحشت کے وقت بھی۔ اس کا مونس ہوگا۔ خلوت و جلوت کا ساتھی ہوگا۔ رازدار امور میں رازدار بھی ہوگا۔ اس کی جانب سے اس کے دشمن سے جنگ کرے گا۔ دشمن کی مدافعت کرے گا۔ اس کی اعانت کریگا۔ خیر و فلاح کے وعدے کریگا۔ اور اس کی بشارتیں سنائے گا۔ تصدیق حق کے لئے اسے آمادہ کرتا رہے گا۔ چنانچہ ایک روایت میں جو مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح مروی ہے۔

للملك بقلب ابن آدم لمۃ۔ وللشیطان لمۃ۔ فلمۃ الملك ایعاد بالخیر وتصدیق بالوعد۔ ولمۃ الشیطان ایعاد بالشر وتکذیب بالحق:

آدمی کے قلب میں فرشتہ کا خطرہ بھی ہوتا ہے اور شیطان کا بھی۔ فرشتہ کا خطرہ خیر و فلاح کا وعدہ اور وعدے کی تصدیق ہے اور شیطان کا خطرہ شر کا وعدہ اور حق کی تکذیب ہے۔

جب کسی بندے کو اس فرشتہ کا تقرب حاصل ہو جاتا ہے۔ تو یہ فرشتہ اس کی زبان بن جاتا ہے اور بندے کی زبان سے سچی باتیں کہلواتا ہے۔ اور قول صادق کا اسے القاء کرتا ہے۔ جب فرشتہ الگ ہو جاتا ہے تو اس سے شیطان قریب ہو جاتا ہے۔ اور پھر شیطان اس کی زبان سے جھوٹ۔ فریب۔ مکر و زور کی باتیں اور فحش کلامی اور یاوہ گوئی کراتا ہے اور یہ امر اسقدر واضح اور کھلا ہوا ہوتا ہے کہ

ہر دیکھنے والا اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ فرشتہ کی زبان سے بات کر رہا ہے۔ یا شیطان کی زبان سے۔
یہی حقیقت ایک حدیث میں مروی ہے۔

ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر (رضی اللہ عنہ) — عمر کی زبان سے سکینہ کا نطق ہوتا ہے۔

سلف صالح کسی صالح اور نیک آدمی کے منہ سے اچھے کلمات سنتے تو کہا کرتے تیری زبان سے یہ باتیں فرشتہ کہلوا رہا ہے۔ اور برے کلمات سنتے تو کہتے یہ کلمات تجھے شیطان القاء کر رہا ہے۔ یہ فرشتہ بندے کے قلب پر بھی حق کا القاء کرتا ہے۔ اور زبان پر بھی۔ اور شیطان قلب پر بھی باطل کا القاء کرتا ہے اور زبان پر بھی۔

غرض! معاصی بندے کو اس دوست سے محروم کر دیتے ہیں۔ جس کے قرب اور موالات سے اس کی سعادت وابستہ ہے۔ اور اس دشمن سے جوڑ دیتے ہیں۔ جس سے اس کی شقاوت۔ ہلاکت اور تباہی وابستہ ہے۔ فرشتہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے تو فرشتہ اس کی جانب سے اس کے دشمنوں کی مدافعت کرتا ہے۔ جاہل۔ احمق اس پر حملہ کرتا ہے۔ یا اسے گالی گلوچ کرتا ہے۔ تو یہ فرشتہ اس کا جواب دیتا ہے اور اسے دفع کرتا ہے۔ چنانچہ واقعہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے حضور میں دو آدمی کچھ مخاصمت کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک اپنے مخاصم کو گالی گلوچ کر رہا تھا۔ دوسرا خاموش تھا(۱) لیکن بعد میں اس نے بھی اپنے دشمن کو کچھ جواب دیا۔ آنحضرت صلعم فوراً وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے اس کی کچھ باتوں کی تردید کی ہے اور تو کچھ نہیں کیا۔ آپ کیوں اُٹھ کر دوسری طرف تشریف لے گئے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

کان الملک یدافع عنک۔ فلما رددت علیہ جاء الشیطان فلم اکن لاجلس: — تمہاری جانب سے فرشتہ مدافعت کر رہا تھا جب تم نے اس کی تردید کی تو شیطان دوڑ آیا۔ اس لئے میں وہاں نہیں بیٹھ سکا۔

بندہ جب اپنے کسی مسلم بھائی کے حق میں، اس کی غیبت میں دعا کرتا ہے تو یہ فرشتہ آمین کہتا ہے۔ اور یہ بھی کہتا ہے۔ خدا جتنا اسے دیوے اتنا تجھے بھی دیوے۔ بندہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر آمین کہتا ہے تو یہ فرشتہ بھی آمین کہتا ہے۔ جب کوئی موحد مومن کتاب اللہ، کتاب الرسول کا پیرو اتفاقاً

---

(۱) ان میں ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ خاموش تھے اور دوسرا بکواس کر رہا تھا۔ بعد میں جا کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ جواب دیا۔ تو آنحضرت صلعم اُٹھ کر چلے گئے۔

گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو حاملین عرش اور مقرب فرشتے اس کے حق میں دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ مومن بندہ سوتا ہے۔ تو فرشتہ اس کے کپڑوں سے اور لباس سے چمٹا رات گذارتا ہے۔ غرض ا مومن بندے کا فرشتہ دشمن کی مدافعت کرتا ہے۔ دشمن کے حملہ کو روکتا ہے۔ نیک اور اچھا راستہ بتاتا ہے۔ ثابت قدم رکھتا ہے۔ اس کے اندر شجاعت و ہمت پیدا کرتا ہے۔ پھر کیا بندے کے لئے یہ سزاوار ہے کہ اپنے ایسے ہمدرد رفیق۔ مونس پڑوسی کو بھول بیٹھے ؟ اور اسے تکلیف و ایذا پہنچائے ؟ اور اس کے نیک وعدوں کی ناقدری کرے ؟ یہ فرشتہ اس کا مہمان اور رفیق ہے۔ انسان ' انسان کا مہمان ہوتا ہے۔ تو اس کا اکرام اور مہمان نوازی کی جاتی ہے۔ ہمسایہ کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے۔ مہمان کا اکرام اور ہمسایہ کے ساتھ احسان لوازمات ایمان میں سے ہے۔ پھر اس شریف مہمان۔ اور غمخوار ہمسایہ کے اکرام و احترام کے متعلق تمہارا فرض کیا ہونا چاہیئے ؟

جس طرح بندہ طاعت و عبادت سے اس فرشتہ کا اکرام کرتا ہے۔ اور فرشتہ اس کے حق میں دعا کرتا ہے۔ اسی طرح جب بندہ معاصی ظلم و جور اور فواحش کا ارتکاب کرتا ہے اور فرشتہ کو ایذا پہنچاتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے حق میں بد دعا کرتا ہے۔ چنانچہ بعض صحابہ کا قول ہے۔

ان معکم من لا یفارقکم فاستحیوا منھم واکرموھم :	تمہارے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو تم سے جدا نہیں ہوتے۔ تم ان سے احیاء کرو۔ اور ان کا اکرام کرو۔

بتاؤ دنیا میں اس سے زیادہ کوئی لئیم اور منحوس ہوگا۔ جو ایسے کریم۔ واجب التکریم قادر کی شرم نہ رکھے ؟ اور اس کی توقیر نہ کرے ؟

اور اسی معنی کی طرف قرآن حکیم میں بھی ارشاد موجود ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وان علیکم لحافظین ۔ کراما کاتبین یعلمون ما تفعلون : (انفطار)	اور تم پر چوکیدار یعنی کراماً کاتبین فرشتے تعینات کر رکھے ہیں۔ کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو ان کو معلوم رہتا ہے۔

یعنی ان محافظین کا تم اکرام کرو۔ ان کی شرم رکھو۔ ان کی تعظیم کرو۔ ان کی عظمت کو پہچانو۔ تم سے ایسی باتیں سرزد نہ ہوں کہ تم جیسے انسان بھی انہیں دیکھنا گوارا نہیں کرتے فرشتوں کو ایسی باتیں تکلیف دیتی ہیں۔ جن باتوں سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔ فسق و فجور اور خدا کی

نافرمانی اور گناہوں سے جب انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ حالانکہ انسان ہی اس قسم کی چیزوں سے ملوث ہوا کرتے ہیں۔ تو پھر کیا ملائکۂ کرام۔ کاتبین اعمال کو تکلیف نہیں پہنچتی ہوگی؟ جب کہ وہ معاصی اور گناہوں سے بالکل پاک صاف ہوا کرتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

فصل

حیات قلب۔ صحت قلب۔ امراض قلب اور موت قلب کے اسباب۔

معاصی اور گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ بندے کی دنیا اور آخرت کی ہلاکت کا مواد اور سامان جمع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ گناہ قلب کی بیماری ہے۔ اور جب گناہ کا مرض زیادہ مستحکم اور پائیدار ہو جاتا ہے۔ تو انسان کی موت یقینی ہو جاتی ہے۔

انسان کے جسم کی صحت و سلامتی تین چیزوں پر موقوف ہے۔

اوّل ۔ یہ کہ ایسی غذا استعمال کی جائے۔ جو جسم کی قوتوں کی حفاظت کرے۔

دوم ۔ یہ کہ جن مواد فاسدہ۔ اور اخلاط ردیہ سے صحت خراب ہوتی ہے۔ اس کا تنقیہ کیا جائے۔

سوم ۔ یہ کہ جو چیزیں مضر صحت ہیں۔ اور جن کے استعمال سے ضرر و نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ ان چیزوں سے قطعاً پرہیز کیا جائے۔

جو حال جسم کا ہے۔ وہی حال قلب کا ہے۔ قلب کی زندگی کے لئے ایمان و یقین۔ اور اعمال صالحہ کی غذا لازمی ہے۔ اسی سے قلب کی قوتوں کی محافظت ہوتی ہے۔ اور توبۂ نصوح کے ذریعہ مواد فاسدہ اور اخلاط ردیہ کا تنقیہ ہوتا ہے۔ اور صحت قلب کے لئے جن چیزوں سے پرہیز ضروری ہے اور جو امور صحت قلب کے منافی ہیں۔ ان سے قطعی پرہیز لازمی ہے۔

تقویٰ ایک ایسا اسم ہے۔ جو ان ہر سہ امور کو مشتمل ہے۔ ان تین امور میں جو کچھ بھی کمی ہوگی۔ اسی مقدار سے تقویٰ کی کمی ہوگی۔

اب سمجھ لو کہ گناہ ان ہر سہ امور کے خلاف اور منافی و متضاد ہے۔ گناہ سے ردی مواد اور اخلاط ردیہ جمع ہو جاتے ہیں۔ جو صحت قلب کے لئے کلیتہً منافی ہیں اور قلب کو توبۂ نصوح کے ذریعہ تنقیہ و استفراغ سے قطعاً روک دیتے ہیں۔ تم کسی ایسے مریض کو دیکھو جس کے اندر مواد فاسدہ۔ اور اخلاط ردیہ پوری طرح مجتمع ہو گئے ہیں۔ اور مریض ان اخلاط اور مواد کا تنقیہ نہیں کرتا۔

تو بتاؤ اس کی صحت اور زندگی کیونکر باقی رہے گی؟ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

جسمك بالحمية احصنه | مخافة من الم طاری
تو اپنے جسم کو پرہیز کے ذریعہ محفوظ رکھ | اس ڈر سے کہ تجھ پر کوئی مرض حملہ کر دے گا۔
وکان اولی بك ان تحتمی | من المعاصی خشیة الباری
تیرے لئے بہتر یہ تھا کہ تو باری تعالیٰ کے خوف سے معاصی سے اجتناب و پرہیز کرتا۔

جس آدمی نے اوامر الٰہیہ کے تعمیل و اتباع اور نواہی و محرمات کے اجتناب کے ذریعہ اپنی قوت کی محافظت کر لی۔ اور توبۂ نصوح کے ذریعہ اخلاط ردیہ۔ اور مواد فاسدہ کا تنقیہ کر لیا تو سمجھ لو وہ ہر طرح محفوظ ہو گیا۔ ہر خیر و بھلائی بلا طلب اس کے لئے موجود ہے۔ اور ہر شر و فساد سے بغیر فرار ہی دور اور محفوظ ہے۔ واللہ المستعان

فصل

شریعت میں جو سزائیں مقرر ہیں وہ پوری طرح قرین عقل ہیں۔

اگر یہ عقوبتیں اور سزائیں تمہارے اندر خوف اور لرزہ نہیں پیدا کرتیں اور تم اپنے قلب کے اندر ان سزاؤں کی تاثیر نہیں پاتے۔ تو پھر تم جنایات و جرائم کی وہ عقوبتیں اور سزائیں اپنے سامنے رکھو جو خدا اور خدا کے رسول نے مشروع فرمائی ہیں۔ اور ان پر غور کرو۔ مثلاً شارع نے صرف تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا۔ قطاع الطریق۔ راہزن۔ ڈاکو کا ایک ہاتھ۔ ایک پاؤں کاٹ دینے کا حکم دیا۔ محصن پر تہمت لگانے والے۔ اور شراب پینے والے کے لئے کوڑوں کی سزا مشروع فرمائی۔ کہ کوڑوں سے ان کی کھال ادھیڑ دی جائے۔ کسی کی شرمگاہ میں عضو تناسل کا صرف حشفہ بھی ناجائز طریقے پر داخل کیا جائے۔ تو اسے رجم کر دیا جائے اگر غیر محصن سے زنا سرزد ہو تو اس کی سزا میں کچھ تخفیف رکھی۔ سو کوڑے مارنے اور ایک سال جلاوطن کرنے کا حکم دیا۔ محرم عورت سے زنا کرنے والے۔ فرض نماز ترک کرنے والے۔ زبان سے کلمہ کفر کہنے والے کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔ لواطت کی یہ سزا مقرر فرمائی کہ فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ اگر کوئی چوپائے کے ساتھ حرام کاری کرے تو حکم دیا حرام کاری کرنے والے کو اور چوپائے کو دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ نماز کی جماعت ترک کرنے والے کے متعلق شارع نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان کے گھروں کو آگ لگا

جائے۔ یہ اور اس قسم کی عقوبتیں مختلف قسم کی جنایات و جرائم کرنے کے لئے شارع نے مشروع فرمائی ہیں۔ یہ عقوبتیں ٹھیک ٹھیک جنایات و جرائم کے دواعی اور حکمت و مصلحت کے مطابق ہیں اور یہ عقوبتیں وہیں مقرر اور مشروع کی گئی ہیں۔ جہاں طبعی دواعی موجود ہوں۔ اور جہاں طبعی دواعی موجود نہیں وہاں صرف حرمت کا حکم دیا۔ اور کچھ تعزیر یہ مقرر کردی۔ کوئی حد مقرر نہیں کی۔ مثلاً کسی نے گوبر کھا لیا یا خون پی لیا۔ یا مردار جانور کا گوشت کھا لیا۔ ایسے جرائم کے لئے کوئی حد متعین نہیں فرمائی۔ نہ کوئی خصوصی تعزیر مقرر فرمائی۔ لیکن وہ جنایات و جرائم جن میں طبعی دواعی موجود ہوں۔ ان کی عقوبت و سزا، ان کے مفاسد اور دواعی طبعیہ کے عین مطابق مشروع فرمائی۔ اور یہی وجہ ہے کہ جہاں زنا کے دواعی طبعیہ قوی تر ہوں۔ وہاں عقوبت و سزا سخت سے سخت رکھی گئی۔ یعنی زانی کو ذلیل ترین طریقہ سے قتل کر دیا جائے۔ اور زنا کی آسان سے آسان سزا معمولی صورت میں دی گئی ہے۔ وہ کوڑوں کی اور جلا وطنی کی سزا ہے۔ اور چونکہ لواطت میں دواعی طبعیہ موجود ہیں اور فعل بالکل غیر طبعی ہے۔ ہر دو حیثیتیں موجود ہیں۔ اس لئے اس کی سزا قتل مقرر کی گئی اور جہاں سرقہ۔ چوری کے دواعی قوی تر ہوں۔ اور مفاسد بھی قوی تر ہوں تو حکم دیا گیا کہ ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔

اور پھر شارع کی حکمت و مصلحت پر غور کرو کہ عقوبت و سزا میں اس عضو کو کاٹنے کا حکم دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ جنایات و جرم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ مثلاً قطاع الطریق۔ راہ زنی۔ ڈاکو۔ کہ ان کا ہاتھ اور پاؤں دونوں کاٹنے کا حکم دیا۔ کیونکہ راہ زنی۔ ڈاکہ زنی کے یہی دو اصلی آلات ہیں۔

اور شارع نے قاذف۔ یعنی تہمت لگانے والے کی زبان کاٹنے کا حکم نہیں دیا۔ حالانکہ جنایت و جرم کا ارتکاب زبان ہی سے ہوتا ہے۔ کیونکہ زبان کاٹنے کے مفاسد جنایت و جرم سے زیادہ ہیں اور اس لئے اس کی عقوبت و سزا صرف یہی رکھی کہ "قاذف" یعنی تہمت لگانے والے کو کوڑے لگائے جائیں۔ اور اس کے پورے جسم کو تکلیف پہنچائی جائے۔

اگر کہا جائے کہ زانی کا عضو تناسل کیوں نہیں کاٹا جاتا کہ اسی سے وہ جنایت و جرم کا ارتکاب کرتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ عضو تناسل چند وجوہ کی بنا پر کاٹا نہیں جا سکتا۔

اول۔ یہ کہ عضو تناسل کاٹنے کی خرابی جنایت و جرم کی خرابی سے بڑھ جاتی ہے اور اس کے قطع کرنے سے نسل منقطع ہو جاتی ہے۔ نیز ہلاکت کا بھی خطرہ ہے۔

دوم۔ عضو تناسل ایک مستور و مخفی عضو ہے۔ اور اس کے کاٹنے سے حد اور عقوبت کا

جو اصل مقصد ہے۔ زجر و توبیخ اور دوسروں کے لئے تنبیہہ و عبرت، وہ پورا نہیں ہوتا۔ بخلاف سرقہ اور ڈاکہ۔ راہ زنی میں ہاتھ کاٹنے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

سوم - یہ کہ ایک ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ تو دوسرا ہاتھ باقی اور سلامت رہتا ہے۔ جس سے کاٹے ہوئے ہاتھ کا کام بھی لیا جا سکتا ہے۔ بخلاف عضو تناسل کے کہ اس کو کاٹنے کے بعد اس کا بدل باقی نہیں رہتا۔

چہارم - یہ کہ زنا کی لذت سارے جسم سے وابستہ ہے۔ پورا جسم لذت اندوز ہوتا ہے۔ اس لئے سزا بھی ایسی ہی ہونی چاہیئے۔ جو سارے جسم کو الم آشنا کر دے۔ صرف گوشت کے ایک ٹکڑے، اور ایک لوتھڑے کو کاٹنے سے پورے جسم کو عقوبت سے متاثر کرنا زیادہ مناسب اور بہتر ہے۔

غرض! شارع کی مقرر کردہ تمام عقوبتیں۔ اور سزائیں نہایت مناسب۔ قرین عقل، اوفق للحکمت اور عین مصلحت پر مبنی ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ جنایات و جرائم کی شرعی۔ اور قدری عقوبتیں۔ مفاسد جنایات و جرائم کے عین مطابق ہیں اور اللہ تعالیٰ کبھی بندے کو ان ہر دو قسم کی عقوبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور کبھی بندہ توبہ و استغفار کرتا ہے۔ اور توبہ و انابت سے خدا کو راضی کر لیتا ہے۔ تو خدا عقوبت کو رفع و دفع بھی کر دیتا ہے۔

فصل

عقوبات دو قسم کی ہیں۔ شرعی اور قدری۔ بدترین قسم کا زنا، پڑوسی کی عورت سے زنا کرنا ہے مختلف حالات و تعلقات کے لحاظ سے زنا کے جرم میں شدت اور خفت ہوا کرتی ہے۔

معاصی کی عقوبتیں دو قسم کی ہیں۔ عقوبت شرعیہ اور عقوبت قدریہ۔ جب کسی گناہ کی شرعی سزا دے دی جاتی ہے۔ تو عقوبت قدریہ بالکلیہ اٹھا لی جاتی ہے۔ یا پھر اس میں تخفیف ہو جاتی ہے پروردگار عالم کسی کو ہر دو قسم کی سزا نہیں دیتا۔ ہاں اگر شرعی عقوبت، شرعی سزا گناہ کے موجبات کے لئے کافی نہ ہو اور مرض معصیت پوری طرح دور نہ ہوا ہو۔ تو قدری سزا بھی دی جاتی ہے اور جن معاصی میں عقوبات شرعیہ معطل ہیں اور شارع نے کوئی شرعی سزا مقرر نہیں کی۔ وہاں صرف عقوبات قدریہ جاری ہونگی اور

بعض اوقات عقوبات قدریہ۔ عقوبات شرعیہ سے بھی زیادہ سخت اور مذنی ہوا کرتی ہیں۔ اور بعض اوقات اس سے کم بھی ہوتی ہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے۔ کہ عقوبات قدریہ عام اور ہمہ گیر ہوا کرتی ہیں۔ قوموں اور ملکوں کو گھیر لیتی ہیں اور عقوبات شرعیہ عاصی اور مجرم کی ذات تک ہی محدود ہوتی ہیں۔ کیونکہ پروردگار عالم شرعی سزا اسی کو دیتا ہے۔ جس نے جرم کیا ہے۔ یا جو اس جرم کا سبب اور موجب بنا ہے لیکن عقوبت قدریہ کا حال اور ہے۔ یہ عوام و خواص تمام کو گھیر لیتی ہے۔ کیونکہ معصیت جب خفیف مستور و مخفی ہوتی ہے۔ اس کی مضرت صرف عاصی اور مجرم تک ہی محدود رہتی ہے۔ لیکن جب علانیہ معصیت کا ارتکاب ہوتا ہے۔ تو خواص و عوام تمام کے لیئے مضرت رساں بن جاتی ہے۔ لوگ منکر کو دیکھیں اور اس سے انکار نہ کریں۔ روکنے کی کوشش نہ کریں تو خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ اس منکر و معصیت کی سزا میں خواص و عوام سب کو شامل کر دے۔

تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ شرعی عقوبتیں اللہ تعالیٰ نے جنایات و جرائم کے مفاسد اور طبعی تقاضوں کی مقدار کے مطابق مشروع فرمائی ہیں۔ یہ شرعی عقوبات اللہ تعالیٰ نے تین قسم کی مشروع فرمائی ہیں۔ قتل کی سزا۔ ہاتھ کاٹنے کی سزا۔ اور کوڑے لگانے کی سزا۔

قتل کی سزا کفر۔ اور قریب بہ کفر جرم کے بدلہ میں مشروع ہوئی ہے۔ جیسا کہ زنا۔ لواطت وغیرہ۔ کفر سے دین و مذہب فاسد اور برباد ہو جاتا ہے اور زنا۔ لواطت سے نوع انسانی تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور اسی نکتہ کی بنا پر امام احمد بن حنبل رحؒ نے فرمایا ہے۔

لااعلم بعد القتل ذنبا اعظم من الزنا = قتل کے گناہ کے بعد زنا سے بڑا کوئی گناہ میں نہیں جانتا۔

اور اس قول کے استدلال میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث پیش کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ان تجعل اللہ ندا وھو خلقک — تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا ہم مثل گردانو۔ حالانکہ تم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

انہوں نے دریافت کیا۔ اس کے بعد بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا۔

ان تقتل ولدک مخافۃ ان یطعم — یہ کہ تم اپنے لڑکے کو اس لیئے قتل کر دو کہ وہ تمہارے

معک :　　　　　　　　　　　　ساتھ کھائے گا۔

اس کے بعد انہوں نے دریافت کیا۔ اس کے بعد کونسا گناہ بڑا ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ان تزنی بحلیلۃ جارک :　　　　یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بی بی سے زنا کرو۔

اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر فرمائی۔

والذین لایدعون مع اللہ الٰہا آخر ولایقتلون　　اور جو خدا کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہ پکاریں اور

النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔ ولایزنون:　　ناحق کسی کو جان سے نہ ماریں کہ اس کو خدا نے حرام

الآیۃ (فرقان)　　　　کیا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوں: الخ

آنحضرتؐ نے ان گناہوں کا ذکر فرمایا۔ جو ہر نوع کے گناہوں میں بڑے گناہ ہیں۔ سائل کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑے گناہ دریافت کر رہا تھا۔ تو آپ نے اس کے سوال کے مطابق جواب دیا۔ اور بڑے سے بڑے گناہ بتلا دیئے۔ قتل کرنے میں بڑے سے بڑا قتل یہ ہے کہ آدمی اپنے لڑکے کو اس لئے قتل کر دے کہ وہ کھانے میں اس کا شریک ہوگا۔ زنا کے تمام اقسام میں عظیم ترین زنا یہ ہے کہ آدمی اپنے پڑوسی کی بی بی سے زنا کرے۔ زنا کے درجے دو چند سہ چند بقدر مدارج حرمت کے بڑھتے ہیں۔ شوہر والی عورت سے زنا کاری کرنا بغیر شوہر والی عورت کے ساتھ زنا کرنے سے بدرجہا بڑا گناہ ہے اور موجب عقوبت و سزا ہے۔ کیونکہ شوہر والی عورت سے زنا کرنے میں شوہر کی حرمت و عزت کی دیوار بھی توڑی جاتی ہے اس کا بستر لگاڑا جاتا ہے غیر کا نطفہ اور نسب اس کے سر منڈھا جاتا ہے۔ نیز اس قسم کی اور بھی بہت سی تکالیف اس کے شوہر کو پہنچتی ہیں۔ اور اس لئے یہ زنا بغیر شوہر والی عورت سے زنا کاری کرنے سے زیادہ بھاری اور زیادہ فتنی گناہ ہے اور پھر اگر اس عورت کا شوہر اس کا پڑوسی ہے تو جرم اور بھی وزنی ہو جاتا ہے۔ کہ زنا کے ساتھ پڑوسی کی بے حرمتی اور بے عزتی بھی ہو رہی ہے۔ اور اسی لئے آنحضرت نے زنا کے اقسام میں سے اسی زنا کا ذکر فرمایا۔ جو سب سے زیادہ تکلیف دہ اور ایذا رساں ہے۔ اسی طرح مہلک جرائم میں یہ سب سے بڑا جرم ہے اور اسی زنا کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔

لایدخل الجنۃ من لایا من جارہ　　وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ جس کے

بوائقہ :　　　　شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

اور بڑا سے بڑا شر یہی ہے کہ اس کی عورت کے ساتھ زنا کاری کی جائے۔ اور عند اللہ پڑوسی کی عورت سے زنا کرنا بے شوہر کی سو عورتوں سے زنا کرنے سے بھی زیادہ بھاری ہے۔

اور پھر اگر پڑوسی اس کا بھائی ہے یا قریبی رشتہ دار ہے تو اس جنایت و جرم کے علاوہ

قطع رحمی کا جرم بھی شامل ہو جائے گا۔ اور گناہ اور زیادہ وزنی ہو جائے گا۔

اور اگر پڑوسی خدا کی کسی طاعت اور نیکی کے لئے گیا ہوا ہے۔ مثلاً نماز کے لئے گیا ہے۔ یا تحصیل علم کے لئے گیا ہے۔ یا جہاد کے لئے گیا ہوا ہے تو گناہ اور بھی زیادہ وزنی ہو جاتا ہے چنانچہ کسی غازی فی سبیل اللہ کی عورت سے کسی نے زناکاری کی تو قیامت کے دن اسے غازی کے سامنے لاکھڑا کیا جائے گا۔ اور غازی سے کہا جائیگا۔ اس کی جسقدر نیکیاں تو لینا چاہے لے لے۔ آنحضرتؐ نے یہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا فما ظنکم ؟ یعنی تمہارا کیا خیال ہے غازی اسوقت کیا کریگا ؟ یعنی یہ اسوقت جبکہ لوگوں کو نیکیوں کی اسقدر ضرورت ہوگی کہ ایک ایک نیکی کے لئے آدمی مضطرب اور بے چین ہوگا۔ باپ اپنا حق اپنے بیٹے سے نہیں چھوڑے گا۔ کیا غازی اسوقت اس کی نیکیاں اس کے لئے رہنے دیگا ؟ جبکہ اسے کہہ دیا گیا ہے کہ اس کی نیکیوں میں سے جسقدر تو چاہے لے لے۔

اور اگر ایسا اتفاق پڑ جائے کہ عورت ذی رحم میں سے ہے۔ تو زنا کے ساتھ قطعی رحمی اور حرمت رحم توڑنے کا جرم بھی شامل ہو جائے گا۔

اور کہیں اتفاق ہو گیا کہ آدمی محصن بی بی والا ہے۔ تو جرم اس سے بھی زیادہ وزنی ہو جائے گا۔ اور اگر زانی بڈھا ہے تو یہ بھاری سے بھاری جرم ہو جائے گا۔ اور شیخ یعنی بڈھا زانی تو ان تین قسم کے لوگوں میں سے ایک ہے۔ جن کے متعلق وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا اور جن کے متعلق سخت سے سخت عذاب کی وعید وارد ہوئی ہے۔

اور اگر اس کے ساتھ یہ شامل ہو جائے۔ کہ زنا کا ارتکاب حرمت والے مہینوں میں کیا جائے۔ یا حرمت والے شہر یعنی مکہ معظمہ میں کیا جائے یا ان اوقات میں کیا جائے جو مقبولیت دعا کے اوقات ہیں۔ مثلاً اوقات نماز میں یا اوقات اجابت دعا میں تو یہ جرم زیادہ سنگین ہو جائیگا۔

اسی پر تم گناہوں، اور گناہوں کے مفاسد۔ جنایات، جرائم اور ان کی عقوبتوں اور سزاؤں کے درجات و مراتب کو قیاس کر لو۔ ان اللہ المستعان۔

فصل

معاصی تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن میں حد مقرر ہے
ایک وہ جن میں کفارہ لازم ہے۔ ایک وہ جن میں نہ
حد مقرر ہے۔ نہ کفارہ لازم آتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے ہاتھ کاٹنے کی حد اور سزا وہاں مقرر فرمائی ہے۔ جہاں مال کا بچاؤ ناممکن ہو۔ مثلاً چور سے مال کا بچاؤ کرنا ممکن نہیں ہے۔ چور مخفی طریقہ سے مال چراتا ہے۔ نقب لگا کر مال لے جاتا ہے۔ دروازے چھوڑ کر دیواروں پر چڑھ جاتا ہے۔ چور کا حال بالکل بلی اور سانپ کا سا ہے۔ کہ گھروں میں اس طرح گھس جاتے ہیں کہ کسی کو پتہ تک نہیں چلتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سرقہ چوری کے فساد کو قتل کا درجہ نہیں دیا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ فساد صرف کوڑے مارنے سے بھی دفع نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سرقہ۔ چوری کے مفاسد کے دفعیہ کی بہتر سے بہتر شکل یہی ہے کہ اس عضو کو کاٹ دیا جائے۔ جس کے ذریعہ اس جرم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

جن جنایات و جرائم میں عقل خراب ہو جاتی ہے۔ ان میں کوڑوں کی سزا مشروع فرمائی۔ اور قذف و تہمت میں یہ سزا تجویز فرمائی کہ قاذف تہمت لگانے والے کی آبروریزی کر دی جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے عقوبت شرعیہ تین قسمیں قرار دی ہیں۔ اسی طرح کہ کفارہ کی بھی تین قسمیں ہیں۔

اعلیٰ ترین کفارہ غلام آزاد کرنا۔

دوم۔ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

اور سوم۔ روزے رکھنا۔

حق سبحانہ وتعالےٰ نے گناہوں کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔

ایک وہ جن میں حد قائم کی گئی ہے۔ جن جرائم میں حد مقرر کی گئی ہے۔ ان میں کفارہ نہیں رکھا۔ بلکہ حد ہی کو کافی قرار دیا گیا ہے۔

دوم۔ وہ جن میں حد مقرر نہیں کی گئی۔ بلکہ کفارہ مشروع کیا گیا ہے۔ مثلاً کسی نے رمضان المبارک میں دن کے وقت بی بی سے ہمبستری کر لی۔ یا حالت احرام میں ایسا کر لیا۔ اور مثلاً ظہار۔ قتلِ خطا۔ یا قسم کا توڑنا وغیرہ۔

تیسری قسم گناہوں کی وہ ہے۔ جن میں شارع نے نہ حد قائم کی ہے۔ نہ کفارہ مقرر کیا ہے۔ اس قسم کے جرائم کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ جن کا محرک کوئی امر طبعی نہیں ہے۔ مثلاً غلیظ کھا لینا۔ پیشاب یا خون پی لینا

دوسری وہ جن کی خرابیاں ان خرابیاں اور گناہوں کے مقابلہ میں کم ہیں۔ جن میں حد مقرر کی گئی ہے مثلاً کسی عورت کی طرف دیکھنا۔ اس کا بوسہ لینا۔ چھو لینا۔ یا اس سے بات چیت کرنا ۔ یا

پیسہ دو پیسہ کی چوری کرلینا وغیرہ۔ شارع نے ان ہر دو قسم کے جرائم میں نہ حد مقرر فرمائی۔ نہ کفارہ مشروع فرمایا۔ تین قسم کے جرائم میں شارع نے کفارہ مشروع فرمایا ہے۔

ایک وہ جرم جو اصل میں جرم نہ تھا۔ بلکہ فعل مباح تھا۔ لیکن کسی مخصوص حالت میں شارع نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اور اس نے اس حالت میں جس میں اس کو حرام قرار دیا گیا تھا۔ اس فعل کا ارتکاب کر لیا۔ مثلاً بی بی سے ہمبستری مباح ہے۔ لیکن احرام اور روزہ کی حالت میں۔ نیز حیض ونفاس کی حالت میں شارع نے ہمبستری حرام کردی۔ ہاں وطی فی الدبر کا مسئلہ بالکل اس کے خلاف ہے۔ یہ کسی حال میں بھی مباح نہیں ہے۔ اس کی تحریم دائمی تحریم ہے۔ بعض فقہاء نے اس جرم کو حالت حیض ونفاس کی ہمبستری پر جو قیاس کیا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ فعل کسی وقت بھی جائز اور مباح نہیں ہے۔ بلکہ یہ بمنزلہ لواطت اور شراب نوشی کے ہے۔

دوسری قسم کفارہ کی یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے لئے عقد نذر یا عقد یمین باندھ لیوے۔ یعنی کسی نے اللہ تعالیٰ کے لئے نذر کی گرہ باندھ لی۔ یا اللہ تعالیٰ کی قسم کھالی۔ یا اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حرام گردانا۔ پھر کسی نہج۔ اور کسی ضرورت سے اس کو حلال گردا ننا چاہا۔ تو حلال کرنے کے لئے کفارہ مقرر کر دیا۔ اس قسم کے کفارہ کا نام شارع نے تحلہ رکھا ہے۔ یہ کفارہ اس ہتک دلوہین کا کفارہ نہیں ہے۔ جو قسم توڑ کر اللہ کے نام کی ہتک ہوئی ہے۔ جیسا کہ بعض فقہاء کا خیال ہے۔ کیونکہ قسم کا توڑنا کبھی واجب بھی ہوتا ہے۔ کبھی مستحب۔ اور کبھی مباح۔ یہ کفارہ تو صرف اس عقد اور گرہ کا ہے۔ جو اس نے باندھی تھی۔ اور پھر کھول دی۔

تیسری قسم کا کفارہ وہ ہے۔ جو کسی نقصان کی بحالی کے لئے لازم آتا ہے۔ مثلاً قتل خطا کہ کسی کو غلطی سے قتل کر دیا۔ یہاں کوئی گناہ اور جرم نہیں۔ بلکہ ایک غلطی ہوگئی ہے۔ جس کا کفارہ دینا پڑتا ہے۔ یا مثلاً شارع نے کسی جگہ شکار کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ وہاں اس نے غلطی سے شکار کرلیا۔ اس میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک غلطی ہوگئی ہے۔ اور یہ کفارہ ان غلطیوں کی پابجائی کے لئے ہوتا ہے۔

پہلی قسم کا کفارہ زجر وتوبیخ کی غرض سے ہے۔

دوسری قسم کا کفارہ عقدہ کشائی۔ یعنی گرہ کھولنے کا کفارہ جسے تحلہ کہتے ہیں۔

اور یہ امر بھی بالکل واضح ہے کہ کسی معصیت وجرم میں حد اور تعزیر دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ بلکہ جس میں حد مقرر ہے۔ وہاں حد کافی ہے۔ ورنہ پھر تعزیر پر اکتفا ہوگا۔ نیز کسی معصیت میں حد

اور کفارہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ جس میں حد ہے۔ کفارہ نہیں۔ اور جس میں کفارہ ہے اس میں حد نہیں ہے۔

اب مسئلہ یہ باقی رہ گیا کہ جس معصیت میں حد مقرر نہیں کی گئی۔ اس میں تعزیر اور کفارہ دونوں چیزیں جمع ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ مثلاً حالت احرام میں یا حالت صوم میں یا حالت حیض میں بی بی سے ہمبستری کر لی گئی۔ اور اس کا کفارہ ہم نے واجب گردان لیا تو پھر کیا حکم ہے؟ بعض علماء کہتے ہیں اس میں کفارہ کے ساتھ تعزیر بھی واجب ہوگی۔ کیونکہ جنایت کا ارتکاب کر کے اس نے واجب احترام حکم کی توہین کی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں۔ نہیں بلکہ اس میں صرف کفارہ کافی ہے۔ کیونکہ کفارہ اس جرم کی پاداش ہے۔ جو جرم کو محو کر دیتی ہے۔

فصل

عقوبات قدریہ کی دو قسمیں ہیں۔ عقوبت قلوب و نفوس اور عقوبت ابدان و اموال۔

عقوبات قدریہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عقوبت قلوب اور یہ نفوس انسانی کے لئے ہے جو انسان کے قلب سے وابستہ ہے۔ دوسری ابدان و اموال جو عقوبت قلوب کے لئے ہے۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک عقوبت غم والم کی شکل میں ہے جس کی ضرب قلب پر پڑتی ہے۔

دوسری وہ جس سے اس کا وہ مادہ ہی منقطع ہو جاتا ہے۔ جس سے قلب کی حیات و اصلاح وابستہ ہے۔ اور یہ مادہ جب منقطع ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس جگہ اس کی اضداد پیدا ہو جاتی ہیں۔

ان دو قسم کی عقوبتوں میں سے سخت ترین عقوبت قلوب کی عقوبت ہے۔ اور قلوب کی عقوبت ہی عقوبت ابدان کی اصل اور جڑ ہے۔

قلوب کی عقوبت جب قوی۔ بھاری اور شدید ہو جاتی ہے۔ تو وہ قلب سے متجاوز ہو کر جسم تک پہنچ جاتی ہے۔ جس طرح کہ بدن کی تکلیف قلب تک سرایت کر جاتی ہے۔

جب نفس انسانی جسم سے جدا ہوتا ہے تو عقوبت کا تعلق۔ اور اس کے احکام کا رشتہ نفس سے قائم ہو جاتا ہے۔ اس وقت عقوبت قلب کا ظہور پوری قوت سے ہو جاتا ہے اور بالکل علانیہ اس کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ اسی عقوبت کا نام عذاب قبر ہے۔ اس وقت عذاب قلب کو برزخ سے وہ نسبت ہوتی ہے۔ جو عذاب ابدان کو اس دنیا سے نسبت ہے۔

فصل

عقوبات ابدان کی دو قسمیں ہیں شر نفس اور شر اعمال سیئہ سے پناہ مانگنے کی کیا شکل ہے؟

بدنی عقوبتوں کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل دنیا میں۔ دوم آخرت میں۔ اور عقوبات کی شدت وخفت اور دوامی اور غیر دوامی باعتبار معاصی کی شدت وخفت اور گناہوں کے مفاسد کے لحاظ سے ہے۔ لیکن تمام کی اصل شر نفس اور اعمال سیئہ ہیں اور یہی دو چیزیں ہیں جن سے آنحضرتؐ نے اپنے خطبہ میں ہمیشہ پناہ مانگی ہے۔

وَنعوذُ باللّٰہ من شرورِ انفسنا ومن سیّاتِ اعمالنا۔ — اور ہم اپنے نفسوں کے شر سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے خدا کی جناب میں پناہ چاہتے ہیں۔

اعمال سیئہ کی اصل شر نفس ہے اور اس لئے ہمہ قسم کے شر کی اصل شر نفس ہے۔ شر نفس سے ہی تمام شر پیدا ہوتے ہیں۔ اعمال سیئہ شر نفس کے ثمرات اور نتائج ہیں۔

علماء نے ومن سیّات اعمالنا کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے اعمال میں جو سیّات ہیں ان سے ہم اللہ تعالےٰ کی جناب میں پناہ چاہتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے نوع کی اضافت اپنی جنس کی طرف ہے۔ اور "من" "تبعیض" کے لئے ہے یعنی ہمارے اعمال میں سے جو سیّات ہیں ان سے ہم اللہ تعالےٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اور بعض علماء کہتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سیات کی عقوبات جو ہمارے حق میں مضرت رساں ہیں۔ ان سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے عبارت یہ ہوگی

ومن عقوبات اعمالنا التی تسوءنا۔ — ہم اپنے اعمال کی عقوبات سے جو ہمارے حق میں مضر ہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اس قول کی رو سے "استعاذہ" ہمہ قسم کے شر۔ اور برائیوں سے ہوگا۔ کیونکہ شر نفس اعمال سیئہ کو مستلزم ہیں۔ اور اعمال سیئہ عقوبات سیئہ کو مستلزم ہیں۔

پس آنحضرتؐ نے پہلے "شر نفوس" سے جو اعمال قلبیہ کے مقتضیات سے ہیں متنبہ فرمایا۔ اور اس کے ذکر پر اکتفا فرمائی۔ کیونکہ شر نفس ہی اصل اور جڑ ہے۔ اس کے بعد آپ نے شر کی غایت اور اس کے منتہا کا ذکر فرمایا۔ اور وہ سیات اعمال ہیں جو اعمال کی عقوبات و آلام ہیں۔ پس

آنحضرتؐ کا یہ "استعاذہ" شر کی اصل اور اس کی فرع - مبدا اور منتہا۔ ابتداء اور انتہا غایت اور مقتضیات تمام پر مشتمل ہے۔

اور اہل ایمان کے لئے ملائکہ - فرشتوں کی یہ دعا

- وقهم السيئات ومن تق السيئات يومئذ فقد رحمته — ان کو ہر طرح کی خرابیوں سے محفوظ رکھ اور جس کو تو اس دن خرابیوں سے محفوظ رکھے گا تو (مومن) اس پر تو نے بڑا فضل کیا۔

سیات اعمال اور اعمال سیئہ سے جو عقوبات وآلام پہونچتے ہیں ان سے تحفّظ پر مشتمل ہے جب اللہ تعالےٰ بندوں کو اعمال سیئہ سے محفوظ رکھے گا۔ تو ان اعمال سیئہ کی جزا سے بھی ضرور محفوظ رکھے گا۔ اگرچہ

ومن تق السيئات يومئذ فقد رحمته — اور جسے تو خرابیوں سے اسی دن محفوظ رکھے گا اس پر تیرا فضل وکرم ہو گا۔

سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ دعا عقوبات اعمال سے جو قیامت کے دن پیش آنے والی ہیں ان سے تحفّظ کے لئے وارد ہے

اگر کہا جائے کہ بارگاہ الٰہی میں ملائکہ اور فرشتوں نے اہل ایمان کے لئے جو دعا کی ہے وہ یہ ہے کہ اہل ایمان کو عذاب جہنم۔ عذاب دوزخ سے بچایا جائے۔ اس کے معنی یہی ہیں کہ سیات کی عقوبات وسزا سے ان کو بچایا جائے۔ یہ معنی صاف صاف دلالت کر رہے ہیں کہ ملائکہ اہل ایمان کو جس عقوبت سے بچانے کی دعا کر رہے ہیں وہ اعمال سیئہ کے لوازم ہیں۔ ملائکہ کی دعا اور آنحضرتؐ کا استعاذہ اور دعا ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ اور آیت میں یومئذ (اس دن) کی تخصیص وارد ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سیات اعمال کا شر مراد ہے۔ نہ کہ بعینہٖ سیات اعمال یعنی برے اعمال۔ یہ اعتراض یہاں وارد نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اصل مقصد تو یہی ہے کہ اس دن سیات اعمال کے شر سے بچایا جائے۔ اور یہ چیز بھی تو بعینہٖ سیات ہیں۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سیات سے بچنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ ایسی توفیق عطا فرمائے کہ بندہ سیات اور گناہوں سے بچا رہے۔ اور توفیق الٰہی کی وجہ سے سیات وگناہ کا سرے سے ارتکاب ہی نہ ہو سکے۔ دوسری یہ کہ سیات کی جزا اور سزا سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے رحم ومغفرت۔ فضل وکرم سے حکم عفو ودرگذر پھیر دے۔ آیت مذکورہ ہر دو قسم کے سوالوں پر مشتمل

ہے اور ظرف یعنی "یومئذ" کا تعلق و تقیید جملہ شرطیہ سے ہے۔ یعنی ومن تق السیات سے ہے جملہ جزائیہ یعنی "فقد رحمتہ" سے نہیں ہے۔

اب تم اس حدیث کے مضمون پر غور کرو۔ فرشتوں کی دعا اہل ایمان۔ صالح۔ نیک کردار لوگوں کے حق میں ان کی مدح و توصیف۔ مومنوں کے حق میں استغفار و دعا۔ ان پر احسان اور استغفار و دعا کے پہلے بارگاہ الہٰی میں۔ اس کی وسعت علم۔ وسعت رحمت کا وسیلہ پکڑنا یہ سب کیا معنی رکھتا ہے۔

وسعت علم ان تمام امور پر مشتمل ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے گناہوں اور گناہوں کے اسباب ان کمزوریوں۔ کوتاہیوں۔ ان کے دشمن کی قوت و غلبہ۔ نفس و خواہشات اور طبائع کے تقاضے دنیا اور دنیا ذکیفیتیں ان سے کس طرح گناہ کرائیں گی۔ ان تمام امور کا علم اللہ تعالےٰ کو اس وقت سے ہے جب سے ان کو پیدا کیا ہے۔ اس وقت سے اسے معلوم ہے جب کہ وہ ماؤں کے پیٹ میں تھے۔ اور یہ بات اس کے علم میں ہے اور اس کے قدیم علم کی رو سے اسے معلوم ہے کہ فلاں فلاں گناہ ان سے سرزد ہوں گے۔ نیز عفو و درگزر مغفرت و بخشش وغیرہ بھی اس کی وسعت علم میں داخل ہے۔ اس کا علم ان تمام امور پر حاوی ہے۔ کیا بات ہے جس کا علم اسے نہیں ہے۔

وسعت رحمت۔ خدا کی وسعت رحمت میں یہ تمام امور داخل ہیں کہ اہل توحید کو وہ ہلاک نہیں کرےگا۔ مومن کو جو اس سے محبت کرے عذاب و تکلیف نہیں دے گا۔ کیوں کہ وہ واسع الرحمت ہے۔ اس کی رحمت اس قدر وسیع ہے کہ بجز شقی و بدنصیب کے کوئی بھی اس کے حلقۂ رحمت سے باہر نہیں رہ سکتا اور اس سے بڑھ کر کوئی شقی و بدبخت نہیں ہو سکتا کہ اس کی اس وسیع ترین رحمت سے محروم رہے جو ساری کائنات پر محیط ہے۔

اس کے بعد فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے خدا توبہ کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیری راہ پر چلنے والوں کی، تیری اتباع کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیری تعریف اور تجھ سے محبت کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیرے اوامر و احکام کی اطاعت کرنے والوں کی، تیری نواہی و ممنوعات سے اجتناب کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیری ناپسندیدہ راہ سے اجتناب و احتراز کرنیوالوں کی۔ تیری پسندیدہ راہ پر چلنے والوں کی مغفرت کر دے۔ اور ان پر فضل و کرم اور رحمت کی نوازش فرما۔

اس کے بعد دعا کرتے ہیں۔

انّ یقیھم عذاب الجحیم۔ ان لوگوں کو جہنم کے عذاب سے بچالے۔

یعنی یہ کہ ان کو۔ اور تمام اہل ایمان کو۔ اور اہل ایمان کے ماں باپ۔ ان کی اولاد ان کی بیبیوں وغیرہم کو جنات عدن میں جگہ دے جس میں داخل کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اللہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ لیکن اس کا وعدہ اسباب و ذرائع سے وابستہ ہے۔ چنانچہ فرشتوں کی دعا بھی ان کو جنت میں داخل کرنے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ یہ بھی ایک سبب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انکو اپنے دائرۂ رحمت میں داخل کر لیا۔ ان کو رحمت کا مستحق گردانا۔ اور ان کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائی۔ اور یہ بھی ایک سبب ہے کہ فرشتوں کو ان کا مددگار بنا دیا کہ وہ ان کے حق میں جنت کی دعا کرتے رہیں۔

پھر اللہ تعالےٰ یہ خبر دیتا ہے کہ اس دعا کے بعد فرشتے یہ کہتے ہیں۔

انّک انت العزیز الحکیم۔ بے شک تو زبردست غالب بڑا حکمت والا ہے۔

یعنی ان تمام امور اور بھلائیوں کا مصدر۔ منبع۔ سرچشمہ۔ سبب اول۔ مبدا و منتہا تیری ذات ہے۔ اور تمام چیزیں تیرے کمال قدرت۔ کمال علم ہی کے کرشمے ہیں کیونکہ عزت و غلبہ کمال قدرت ہی کا نام ہے۔ اور حکمت کمال علم کا نام ہے اور انہی دو صفتوں کی بنا پر اللہ تعالےٰ اپنے اختیار و قدرت سے جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ حکم بھی فرماتا ہے۔ ممانعت بھی فرماتا ہے۔ اجر و ثواب بھی دیتا ہے اور عتاب و عذاب بھی دیتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خلق و امر کا مصدر۔ منبع اور سرچشمہ یہی دو صفات ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ عقوبات سیّات۔ یعنی معاصی۔ اور گناہوں کی سزا دو قسم کی ہے شرعیہ اور قدریہ۔ اور شرعی عقوبت ہو یا قدری اس کا اثر قلب پر بھی ہوتا ہے۔ اور جسم پر بھی اور یہ عقوبتیں اور سزائیں مرنے کے بعد برزخ میں ہوں گی۔ اور آخرت میں بھی جب کہ اجسام کو دوبارہ اپنی اصل حالت پر زندہ کیا جائیگا۔

غرض! معاصی اور گناہ کسی حال میں بھی عقوبت و سزا سے خالی نہیں۔ لیکن افسوس کہ بندے اپنی جہالت کی وجہ سے کچھ اس طرح غفلت میں پڑے ہیں کہ ان کو ان عقوبتوں کا شعور و احساس تک نہیں کیونکہ دنیا کی زندگی اور زندگی کی گوناگوں مشغولیتوں میں کچھ ایسے بدمست ہیں

کہ ان کی عقلیں ، اور فکریں ۔ مخمور ، اور بے حس ہو چکی ہیں ۔ بندے کچھ ایسے غافل سو رہے ہیں کہ اپنے آلام ومصائب تک کا انہیں احساس نہیں ۔ انہیں اس کا شعور واحساس اس وقت ہوگا جب وہ بیدار ہوں گے ۔ نشہ اور مستی اتر جائیگی ۔ مخمور حالت شعور و احساس سے متبدل ہو گی ۔ اس وقت انہیں گناہوں کی عقوبات وسزاؤں کا احساس ہوگا ۔ اور وہاں عقوبتوں اور سزاؤں کا ترتب او ظہور اس طرح ہوگا جس طرح جلنے والے کو جلنے کا ۔ اور ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے والے کو اس کے ٹوٹنے کا ۔ اور ڈوبنے والے کو ڈوبنے کا احساس ہوتا ہے ۔ اور اسی طرح اس کو یقین ہوگا جس طرح زہر کھا جانے والے کو اپنی ہلاکت کا اور مریض کو اپنے مرض کے اسباب کا یقین ہو جاتا ہے ۔

نیز بعض اوقات معاصی وگناہوں کی مضرتوں کا ظہور فوراً گناہوں کے ساتھ ہی ہو جاتا ہے ۔ کبھی ایک طویل مدت کے بعد بھی ہوتا ہے ۔ کبھی تھوڑی ہی مدت کے بعد ہوتا ہے جس طرح کہ امراض جسم اپنے اسباب اور اسباب کی قوت ضعف کے لحاظ سے متقدم و متاخر قوی اور کمزور ہوا کرتے ہیں ۔ لیکن اس موقع پر بہت سے انسان غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۔ ایک انسان گناہ کرتا ہے ۔ اور پھر وہ دیکھتا ہے کہ اس کا اثر کچھ نہیں ہوا ۔ تو سمجھ لیتا ہے کہ گناہ کرنے سے کوئی نقصان اور کوئی ضرر نہیں پہونچا ۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتا کہ گناہ اپنا کام کرتے چلے جاتے ہیں ۔ اور بتدریج اپنا اثر پیدا کرتے رہتے ہیں ۔ اور ٹھیک ٹھیک اسی طرح اپنا کام جاری رکھتے ہیں ، جس طرح زہر ۔ اور مضرت رساں چیزیں اپنا کام جاری رکھتی ہیں ۔ اگر انسان زہر اور مضرت رساں اشیاء کا تدارک ۔ اور بدرقہ مناسب ادویہ ۔ استفراغ وتنقیہ اور مفید پرہیز سے کر لیتا ہے تو صحت کی امید ہوتی ہے ۔ وگرنہ پھر وہ ہلاک ہو کر ہی رہتا ہے ۔

اور یہ صورت یعنی تدارک وبدرقہ کی شکل بھی اسی وقت ممکن ہے جبکہ انسان سے کوئی ایک گناہ سرزد ہو جائے ۔ اور وہ فوراً اس کا تدارک کر لے ۔ لیکن اگر کوئی شخص روزانہ ہر گھڑی ہر ساعت گناہوں پر گناہ کرتا چلا جائے تو اس کا خدا ہی حافظ ہے ۔ واللہ المستعان

فصل

معاصی قلب کو بہرہ ۔ گونگا ۔ اندھا اور مسخ کر دیتے ہیں ۔

اب تم معاصی اور گناہوں پہ اللہ تعالیٰ نے جو عقوبتیں اور سزائیں مقرر فرمائی ہیں ان پر

غور کرو۔ اور عقوبات اور عقوبات کے اسباب پر پوری طرح نظر ڈالو اور پھر ان چیزوں کے پیش نظر اپنے کو ترک معاصی کی طرف بلاؤ۔

میں یہاں صرف چند چیزوں کی طرف تمہیں توجہ دلاتا ہوں۔ اگر کسی عاقل دانشمند نے ان میں سے صرف چند چیزوں کو بھی سمجھ لیا تو یہ اس کے لئے بہت کافی وافی ہے۔

اول یہ کہ معاصی اور گناہوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کی آنکھوں اور کانوں پر محرومی کی مہر لگ جاتی ہے آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ دلوں پر قفل لگ جاتے ہیں۔ قلوب مختلف قسم کے بوجھل پردوں میں دب جاتے ہیں۔ دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ دل اور آنکھیں مقلوب و معکوس ہو جاتی ہیں۔ معاصی انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔ اور پروردگار عالم کے ذکر سے قلب کو غافل کر دیتے ہیں۔ گناہ بندے کو خود اپنی جان سے بھی غافل کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ گنہ گار کے قلب کی تطہیر و صفائی ترک کر دیتا ہے۔ گناہ سینوں کو تنگ و تاریک کر دیتے ہیں۔ قلوب کو حق سے بھٹکا دیتے ہیں۔ دلوں پر مختلف قسم کے امراض قابو پا لیتے ہیں۔ دلوں کو غلط راہ پر لگا دیتے ہیں۔ اور دل ہمیشہ کے لئے معکوس و مقلوب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جب کہ امام احمدؒ نے حضرت حذیفہ ابن الیمانؓ سے روایت کی ہے۔

القلوب اربعۃ۔ قلب اجرد۔ فیہ سراج یزھر فذالک قلب المومن۔ وقلب اغلف۔ و ذالک قلب الکافر۔ وقلب منکوس فذالک قلب المنافق وقلب تمدہ مادتان مادۃ ایمان و مادۃ نفاق وھو لما غلب علیہ منھا۔

قلوب چار قسم کے ہیں ۱۔ قلب اجرد (بے داغ) جس کے اندر چراغ کی روشنی چمکتی ہے۔ یہ مومن کا قلب ہے ۲۔ قلب مغطی جس پر پردے پڑے ہوئے ہیں یہ کافر کا قلب ہے ۳۔ قلب منکوس و سرنگوں۔ یہ منافق کا دل ہے وہ قلب ہے جس میں ایمان و نفاق ہر دو کے مادے ہوتے ہیں اور ہر مادہ اپنی اپنی جانب کھینچتا ہے اور انسان اسی کا ہو جاتا ہے جو دونوں میں سے غالب رہے۔

دوم۔ گناہوں کی وجہ سے انسان کو طاعت الٰہی اور عبادت خداوندی سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اور طاعت و عبادت سے انسان دور بھاگنے لگتا ہے۔

سوم۔ گناہ قلب کو بہرہ کر دیتے ہیں۔ اور وہ حق بات سننا گوارہ نہیں کرتا۔ گونگا بنا دیتا ہے۔ زبان سے حق بات نکل نہیں سکتی۔ اندھا بنا دیتا ہے۔ حق بات دیکھ نہیں سکتا۔ قلب اور

حق کے درمیان باعتبار سماعت. بینائی اور کلام کے درمیان وہ بُعد ہو جاتا ہے جو بہرے کو آواز سے اندھے کو رنگ سے اور گونگے کو بات چیت کرنے کے بعد ہوتا ہے۔

ہمارے اس بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حقیقتاً بہرہ۔ گونگا۔ اندھا ہونا قلب سے تعلق رکھتا ہے جوارح کا بہرہ۔ گونگا اندھا ہونا بالغرض اور بالتبع ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اندر ہے۔

فانها لاتعمی الابصار۔ ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور: (حج)	بات یہ ہے کہ کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔

یہاں بصارت کی نفی سے بصارت حس کی نفی قطعاً نہیں ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نفی بصارت حس کے خلاف ہے۔

لیس علی الاعمیٰ حرج (نور)	اندھے کے لئے کوئی مضائقہ نہیں۔

یہاں اعمیٰ سے مراد بصارت حسی ہے۔

اور یہ ارشاد

عبس وتولی۔ ان جاءہ الاعمیٰ: (عبس)	محمد اتنی بات پر چیں بجبیں ہوئے اور منہ موڑ بیٹھے

یہاں بھی قطعی طور پر بصارت حسی مراد ہے۔

مراد یہ ہے کہ پورا پورا اندھا حقیقتاً وہ ہے جس کا قلب اندھا ہو۔ کیونکہ آنکھ کا اندھا قلب کی عدم بصارت کے مقابلہ میں گویا آنکھوں والا ہے۔ تا آنکہ قلب کی عدم بصارت کی قوت کے سامنے آنکھ کی حسی بصارت کی نفی کر دینا بھی صحیح ہے جس کی مثال آنحضرت صلعم کے اس ارشاد میں موجود ہے۔

لیس الشدید بالصرعۃ۔ ولکنہ الذی یملک نفسہ عند الغضب ؛	قوی تر آدمی وہ نہیں ہے۔ جو دوسرے کو پچھاڑ دے وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔

اور آپ کے اس ارشاد میں موجود ہے

لیس المسکین بالطواف الذی ترد ہ اللقمۃ۔ واللقمتان۔ ولکن الذی	مسکین وہ نہیں جو گھر گھر پھرتا ہے جسے تم لقمہ دو لقمے دیدیا کرتے ہو۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو

لایسئل الناس۔ ولایفطن لہ فیتصدق علیہ

لوگوں سے مانگتا نہیں اور نہ لوگ اسے ضرورتمند سمجھ پاتے ہیں کہ اسے صدقہ دیا جائے۔

اور اس قسم کے نظائر و امثال تمہیں بے شمار ملیں گی جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حقیقی چیز کے مقابلہ میں غیر حقیقی بمنزلہ معدوم کے ہوتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ معاصی اور گناہوں کی عقوبات میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ قلب کو اندھا۔ بہرہ۔ گونگا بنا دیتے ہیں۔

چہارم یہ کہ معاصی قلب کو دھنسا دیتے ہیں جس طرح کہ مکان اور مکان کا سارا سر وسامان زمین میں دھنس جایا کرتا ہے۔ معاصی قلب کو اسفل السافلین تک دھنسا کر لے جاتے ہیں اور اسے اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ قلب کے دھنسنے کی علامت یہ ہے کہ انسان شب و روز سفلیات۔ نجاسات۔ رزائل۔ اور بداخلاقیوں کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ جس طرح کہ وہ قلب جسے اللہ تعالیٰ رفعت دیتا ہے۔ اور مقرب بارگاہ بنا لیتا ہے۔ شب و روز خیر و فلاح۔ عالی بلند امور۔ عالی بلند اعمال۔ عالی بلند اخلاق و اقوال کے گرد گھوما کرتا ہے۔ جیسا کہ بعض اسلاف کا قول ہے۔

ان ھذہ القلوب جوالۃ فمنھا مایجول حول العرش۔ و منھا مایجول حول الحش۔

یہ قلوب ہمیشہ گھومتے پھرتے ہیں۔ لیکن بعض عرش کے ارد گرد گھومتے پھرتے ہیں اور بعض غلاظتوں کے ارد گرد۔

پنجم یہ کہ معاصی قلب کو مسخ کر دیتے ہیں۔ اور جس طرح صورتیں مسخ ہوا کرتی ہیں۔ قلوب بھی مسخ ہو جایا کرتے ہیں۔ انسانی قلب حیوانی قلب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اخلاق، اعمال افعال۔ طبائع کے لحاظ سے جس جانور سے مناسبت ہو جاتی ہے۔ اسی جانور کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ بعض قلوب مسخ ہو کر خنزیر کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے اندر خنزیر کی سی شدت اور نجاست پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض قلوب مسخ ہو کر کتے اور گدھے۔ سانپ اور بچھو کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ غرض! اخلاق و عادات اور طبائع کے لحاظ سے صورتیں تبدیل ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت سفیان بن عیینہ رحؒ نے اس آیت کی یہی تاویل کی ہے۔

ومامن دابۃ فی الارض۔ ولاطائر یطیر بجناحیہ الاامم امثالکم (انعام)

اور جتنے حیوانات زمین میں ہیں اور جتنے پرند اپنے دو پروں پر اڑتے اڑتے پھرتے ہیں یہ سب بھی تم لوگوں کی طرح امتیں ہیں۔

وہ فرماتے ہیں۔ بعض قلوب درندوں کے اخلاق اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض کتوں کے بعض گدھوں کے اور بعض اپنے ظاہری لباس میں طاؤسی اخلاق اختیار کر لیتے ہیں اور اپنے خوش نما پروں پر ناچا کرتے ہیں۔ بعض گدھوں کی طرح بلید اور احمق ہوا کرتے ہیں۔ بعض مرغ کی طرح انسانوں کو فائدہ پہونچاتے ہیں۔ بعض کبوتروں کی طرح الفت و انسیت کے خوگر ہوتے ہیں بعض اونٹ کا سا کینہ رکھتے ہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جن میں سراسر خیر و فلاح ہوتی ہے اور وہ بکری کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض لومڑی کا اخلاق رکھتے ہیں اور لومڑی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور ہمہ وقت لومڑی کی سی مکاریاں کرتے رہتے ہیں۔

اور اللہ تعالےٰ نے جاہلوں اور گمراہ لوگوں کو کبھی گدھوں سے تشبیہ دی ہے۔ کبھی کتوں سے اور کبھی دوسرے جانوروں سے اور کبھی یہ باطنی مناسبت اس قدر قوی اور مضبوط ہو جاتی ہے کہ اس کا اثر ظاہری صورت پر نمایاں ہونے لگتا ہے۔ اور اس چیز کو ارباب فراست خوب سمجھتے ہیں۔ اور کچھ ظاہری اعمال و کردار تو ایسے سرزد ہونے لگتے ہیں کہ عام آدمی بھی دیکھ سکتا ہے اور یہ مشابہت اعمال و کردار کے لحاظ سے کبھی اس قدر قوی اور پائیدار ہو جاتی ہے کہ صورت پر بھی غالب آ جاتی ہے۔ اور بالآخر حکم الٰہی کے مطابق ظاہری صورت بھی مسخ ہو جاتی ہے یہ ہے مسخ تام جیسا کہ یہود اور ان جیسے دوسرے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور اس امت میں بھی بعض کو بندر اور خنزیر کی صورت میں مسخ کر دیتا ہے۔

سبحان اللہ! کتنے ہی قلوب مسخ ہو کر تبدیل ہو گئے۔ اور انہیں اس کی خبر تک نہیں۔ کتنے ہی مسخ ہو گئے۔ کتنے ہی دھنس گئے اور کتنے ہی عوام کی تعریف و توصیف کے فتنہ میں مبتلا ہو کر رہ گئے۔ اور خدا کی پردہ داری نے ان کو دھوکہ دیا۔ اور کتنے ہی انعام الٰہیہ اور استدراج کے امتحان میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام امور من جانب اللہ عقوبات سزائیں اہانتیں، ذلتیں ہیں۔ اور بس۔ لیکن افسوس جاہل شوگیس ان چیزوں کو کرامت اور عزت سمجھتے ہیں۔ خدا بھی ان کے ساتھ مکر و خداع کرتا ہے۔ ان استہزاء کرنے والوں کے ساتھ وہ بھی استہزاء کرتا ہے۔ اور حق سے ٹیڑھا چلنے والوں کو خدا ٹیڑھا کر دیتا ہے۔

ہفتم۔ یہ کہ قلب الٹ دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ حق کو باطل اور باطل کو حق۔ معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھنے لگتا ہے۔ شر و فساد۔ تباہی و بربادی، کے سامان

کرتا ہے اور سمجھتا ہے میں اصلاح کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو بھٹکاتا ہے۔ اور سمجھتا ہے میں لوگوں کو خدا کی طرف بلا رہا ہوں۔ ہدایت کے بدلہ ضلالت خریدتا ہے اور سمجھتا ہے میں ہدایت کی راہ پر ہوں۔ نفس و خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور سمجھتا ہے اپنے مولا کی اطاعت کر رہا ہوں۔

معاصی اور گناہوں کی یہ تمام عقوبات اور سزائیں وہ ہیں جو قلوب پر جاری اور نافذ ہوتی ہیں۔

ہشتم۔ یہ کہ معاصی دنیا میں پروردگار عالم اور بندے کے درمیان حجاب بن جاتے ہیں۔ اور یہ قیامت کے دن حجاب اکبر ثابت ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون ؛ سنو جی۔ یہ لوگ اس دن اپنے پروردگار کے سامنے نہیں آنے پائیں گے۔

معاصی بندوں کی اس مسافت کی راہ میں سدراہ ہوتے ہیں۔ جو بندوں اور بندوں کے قلوب کے درمیان واقع ہے۔ اور بندوں کو قلب تک پہونچنے ہی نہیں دیتے تاکہ وہ اصلاح و فساد کی چیزوں پر غور کریں۔ اور بندوں کو شقی و بدبخت کرکے چھوڑتے ہیں۔

نیز معاصی اس راہ کو بھی کاٹ دیتے ہیں جو بندوں کے قلوب اور پروردگار عالم کے درمیان واقع ہے۔ جس کے ذریعہ قلوب اپنے پروردگار تک پہنچتے اور اس سے نصرت حاصل کرتے ہیں۔ اور جس تقرب سے بندوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے اور جس سے دلوں کو فرحت وانبساط، اور مسرت و نشاط حاصل ہوتا ہے۔

غرض ؛ معاصی بندوں اور بندوں کے قلوب کے درمیان۔ اور قلوب اور پروردگار عالم کے درمیان تقویہ اور اخلاق عالم کے درمیان حجاب اور پرخطر حجاب بن جاتے ہیں

نہم۔ معاصی معیشت (زندگی) کو تلخ بنا دیتے ہیں۔ دنیا کی معیشت۔ برزخ کی معیشت آخرت کی معیشت۔ تینوں جگہ کی معیشت معاصی اور گناہوں کی وجہ سے تنگ اور تلخ ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں عذاب دردناک کا موجب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ (طٰہٰ) ؛ اور جس نے ہماری یاد سے روگردانی کی تو اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی اور قیامت کے

دن بھی ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔

بعض علماء نے معیشتنا ضنکا کی تفسیر عذاب قبر سے کی ہے۔ اور یہ تفسیر صحیح بھی ہے۔ اس میں کوئی شک بھی نہیں۔ لیکن اس آیت سے کہیں زیادہ وسیع معنی پر مشتمل ہے اس کی وسعت وعموم ہر قسم کی معیشت پر مشتمل ہے۔ معیشت تلخ خواہ وہ دنیا کی معیشت ہو خواہ برزخ کی۔ خواہ آخرت کی یہ عموم تمام پر حاوی ہے۔ "معیشۃ ضنکا" اگرچہ "نکرہ" ہے اور سیاق اثبات میں واقع ہوا ہے۔ لیکن معنی کے لحاظ سے اس میں عموم ووسعت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے نے "معیشت ضنک" "تلخ وتنگ زندگی کو اعراض عن اللہ پر مرتب اور متفرع فرمایا ہے۔ اور یہ "معیشت ضنک" اعراض کرنے والے کیلئے اعتبار سے ہی ہو گی۔ اگرچہ وہ دنیا میں بے شمار نعائم اللہ اور نفائس ولذائذ دنیا سے بہرہ ور اور لذت اندوز ہو۔ لیکن اس کا قلب تو وحشت وذلت اور حسرتوں کی آماجگاہ ہی بنا رہے گا۔ ہر وحشت۔ ہر ذلت۔ ہر حسرت قلب کے لئے ٹکڑے کر رہی ہو گی۔ باطل امانی اور آرزوئیں اور مختلف قسم کے عذاب اسی دنیا میں اس کے لئے موجود ہوں گے۔ اور اس کی یہ تمنائیں اور آرزوئیں شہوات۔ عشق۔ حب دنیا۔ حب ریاست۔ حب امارت کے نشہ میں مستور ہوں گی۔ اور ہمہ اوقات اسے بدمست رکھتی ہوں گی۔ اگر وہ شراب سے مخمور نہیں ہے تو شراب کا نشہ نہ سہی لیکن ان شہوات وخواہشات وتمناؤں اور آرزوؤں کا نشہ بجائے خود اس قدر خطرناک ہوتا ہے۔ کہ انسان کو اس سے کبھی افاقہ ہی نہیں ہوتا۔ شراب خور کو تو کبھی نہ کبھی افاقہ ہو جاتا ہے لیکن جب دنیا اور خواہشات کا نشہ تو اترنے ہی نہیں پاتا۔ اور یہ نشہ اس وقت اترتا ہے جب کہ موت کا پیالہ پیتا ہے۔ اور موت کا نشہ اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ اور ان سے دنیا کی اس زندگی سے علیحدہ کر کے مردوں میں سلا دیتا ہے۔ پس معیشت ضنک۔ تنگ زندگی۔ تلخ زندگی۔ ہر اس آدمی کے لئے لازم وضروری ہے جو ذکر الٰہی سے اعراض کرے۔ اور پیغمبر خدا صلعم نے جو کچھ پیش کیا ہے اس سے اعراض کرے۔ اور یہ معیشت ضنک۔ تنگ زندگی۔ تلخ زندگی دنیا میں بھی لازمی ہے۔ اور برزخ میں بھی۔ اور قیامت کے دن بھی اور حقیقت امر بھی یہ ہے کہ آنکھوں کو ٹھنڈک۔ قلب کو ہدایت۔ نفس کو اطمینان۔ خدا معبود برحق کے سوا ممکن ہی نہیں۔ معبودان باطل سے سوائے پریشانی اور سراسیمگی کے کچھ حاصل نہیں۔ پس جس نے ذات الٰہی سے ٹھنڈک نہ پائی۔ اس کا نفس ہمیشہ حسرتوں سے زخمی اور چور چور رہے گا۔ اللہ تعالیٰ حیات طیبہ۔ اور شیریں زندگی اسی کو عطا

فرماتا ہے جو اس پر ایمان لاتا ہے۔ اور اعمال صالحہ سے اپنے کو مزین و آراستہ کرتا ہے۔ جیساکہ خدا کا ارشاد ہے۔

من عمل صالحًا من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیاۃً طیبۃ۔ ولنجزینھم اجرھم باحسن ماکانوا یعملون: (نحل)

جس نے نیک عمل کیا مرد ہو یا عورت۔ اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم دنیا میں اسکی زندگی اچھی بسر کرائیں گے۔ اور آخرت میں بھی ان کے اعمال صالحہ کا ضرور صلہ دیں گے۔

پس اہل ایمان جو اعمال صالحہ سے مزین ہوں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی ضمانت ہے۔ کہ وہ انہیں دنیا میں بھی اچھی زندگی عطا فرمائے گا۔ اور قیامت کے دن بھی بہترین زندگی سے نوازے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایمان والوں کے لئے جو اپنے اعمال صالحہ سے اپنے کو مزین اور آراستہ کریں گے دونوں جہان میں بہترین زندگی ہے۔ ایسے ہی لوگ دونوں جہان میں۔ زندہ اور کامیاب ہیں اور اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنۃ ولدار الآخرۃ خیر۔ ولنعم دار المتقین۔ (نحل)

جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا ٹھکانہ اس سے بھی کہیں بہتر ہے۔ اور پرہیزگاروں کا گھر نہایت عمدہ ہے۔

اور یہ ارشاد بھی اس کی نظیر ہے

وان استغفروا ربکم۔ ثم توبوا الیہ یمتعکم متاعًا حسنا الی اجل مسمی ویؤت کل ذی فضل فضلہ (ھود)

اور یہ کہ اپنے پروردگار سے گناہوں کی معافی مانگو۔ پھر اس کی جناب میں توبہ کرو۔ تو تم کو ایک مقرر وقت تک دنیا میں اچھی طرح رسائے بسائے رکھے گا۔ اور جس نے زیادہ کیا ہے اس کو اس کا زیادہ صلہ دے گا۔

پس وہ لوگ جو متقی۔ پرہیزگار۔ نیک اعمال و نیک کردار ہیں۔ وہ دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے بہرہ ور اور فائز المرام ہیں۔ دونوں جہان میں انہیں بہترین زندگی حاصل ہے۔ کیوں کہ نفس کی فرحت۔ سرور قلب۔ فرحت قلب۔ لذت قلب۔ ابتہاج قلب۔ طمانیت قلب۔ انشراح قلب۔ نور قلب۔ وسعت قلب۔ عافیت قلب سے وابستہ ہے۔ اور یہ چیزیں اسی وقت

حاصل ہوتی ہیں۔ جبکہ شہوات محرمہ۔ خواہشات مکروہہ۔ اور شبہات باطلہ سے اجتناب و احتراز کیا جائے۔ اور حقیقت امر تو یہ ہے کہ اصل نعمت و سرور۔ اصل فرحت و بہجت۔ اصل لذت و عافیت بھی یہی ہے۔ اسی کا نام ہے۔ جسمانی لذت و سرور۔ اس کے مقابلہ میں ہیچ اور سراسر ہیچ ہے۔

ع: لطف ایں بادہ ندانی بخدا تانہ چشی۔

چنانچہ بعض عارفین سلف۔ لذت آشنائے بادہ توحید کا قول ہے۔

لو علم الملوک وابناء الملوک ما نحن فیہ لجادلونا علیہ بالسیوف:

اگر بادشاہ۔ اور بادشاہوں کے بیٹے وہ حالت معلوم کرلیں جس میں ہم ہیں تو اس کے لئے وہ ہم سے تلواریں لے کر جنگ کریں۔

کسی اور عارف کا قول ہے

انہ یمر بالقلب۔ اوقات۔ اقول فیہا ان کان اھل الجنۃ فی مثل ھذا انھم لفی عیش طیب:

قلب پر کچھ ایسے اوقات بھی آجاتے ہیں کہ زبان بے ساختہ چلا اٹھتی ہے کہ اگر اہل جنت کو ایسی نعمت حاصل ہے تو یقیناً وہ بہترین عیش سے بہرور ہیں۔ وگرنہ کچھ نہیں۔

کسی اور بزرگ کا قول ہے

ان فی الدنیا جنۃ ھی فی الدنیا کالجنۃ فی الاٰخرۃ۔ من لم یدخلھا۔ لم یدخل جنۃ الاٰخرۃ:

بے شک دنیا میں ایک جنت ہے اور وہ ایسی ہی جنت ہے جیسی آخرت کی۔ جو آدمی دنیا کی اس جنت میں داخل نہیں ہوا وہ آخرت کی جنت میں بھی داخل نہیں ہوگا۔

اور اس جنت کی طرف آنحضرت صلعم نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔

اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا:

جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو کچھ چرلیا کرو۔

صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ جنت کی کیاریاں کون سی ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا ذکر الٰہی کے حلقے

حلق الذکر

اور آپؐ کا ارشاد ہے۔

مابین بیتی و منبری روضتہ من ریاض الجنتہ :

میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کی کیاریاں ہیں ۔

اور اللہ کے اس فرمان سے

ان الابرار لفی نعیم ۔ وان الفجار لفی جحیم (انفطار)

بیشک نیکوکار لوگ مزے کی بہشت میں ہوں گے اور بدکار لوگ دوزخ میں ۔

تم یہ نہ سمجھ لو کہ یہ یوم معاد یعنی قیامت کے دن کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ ابرار یعنی نیک لوگ ہر سہ عالم ۔ تینوں جہانوں میں نعیم و جنت میں ہیں ۔ اور فجار و بدکار تینوں جہانوں میں جہنم میں ہیں ۔

خدارا تم ہمیں بتاؤ کہ نیکوکار قلب ۔ قلب سلیم ۔ سلامتی صدر ۔ معرفت رب العالمین ۔ محبت خداوندی ۔ اور رضامندی الٰہی سے بڑھ کر دنیا کی کون سی لذت اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے ؟ اور قلب سلیم کے سوا کوئی عیش ہے بھی ؟ خود اللہ تعالیٰ اپنے خلیل علیہ الصلاۃ والسلام کی مدح و توصیف اور سلامتی قلب کے بارے میں فرماتا ہے ۔

وان من شیعتہ لابراھیم ۔ اذ جاء ربہ بقلب سلیم (صافات)

اور نوح کے طریق پر چلنے والوں میں سے ایک ابراہیم تھے جبکہ صاف قلب کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہوئے ۔

نیز اللہ تعالیٰ انہی کے قول کی نقل فرماتا ہے

یوم لا ینفع مال ولا بنون ۔ الا من اتی اللہ بقلب سلیم : (شعراء)

اس دن نہ مال ہی کام آئیگا ۔ نہ بیٹے ۔ مگر جو پاک قلب لے کر خدا کے حضور میں حاضر ہوگا ۔

اور قلب سلیم وہی ہے جو شرک سے غل وغش سے ۔ حقد و حسد سے ۔ بغض و کینہ سے ۔ حرص و طمع سے ۔ کبر و غرور سے ۔ حب دنیا حب ریاست سے سالم اور محفوظ ہو ۔ ایسا قلب ہر آفت ، ہر مصیبت و ابتلاء سے محفوظ ہے ۔ اللہ تعالےٰ سے دور رکھنے والی باتوں سے محفوظ ہے ۔ خدا کی خبروں کے خلاف شبہات پیدا ہوتے ہیں ۔ ان سے محفوظ ہے ۔ ان شہوات و خواہشات سے محفوظ ہے جو احکام الٰہی کے خلاف ابھرتی ہیں ۔ ان ارادوں سے محفوظ ہے جو مراد الٰہی کے خلاف اقدام کرنے پر مجبور کرتے ہیں ۔ اور ہر راہ زن سے محفوظ ہے جو رشتہ الٰہی کو توڑ سکتا ہے یہ قلب اور ایسا قلب دنیا میں بھی جنت میں ہے ۔ اور برزخ میں بھی جنت میں ہے اور قیامت کے دن

بھی جنت میں ہے

قلب کی سلامتی پانچ چیزوں کے بغیر تکمیل کو نہیں پہونچتی

۱۔ شرک سے محفوظ ہو یہ توحید الہٰی کے خلاف ہے۔

۲۔ سنت نبوی کے خلاف جو بدعات ہیں ان سے محفوظ ہو

۳۔ اور امر الہٰی کے خلاف جو شہوات و خواہشات ہیں ان سے محفوظ ہو۔

۴۔ اسی غفلت سے محفوظ ہو۔ جو ذکر الہٰی سے غافل اور بے خبر کر دے۔

۵۔ تجرید توحید، تجرید الہٰی کے خلاف جو خواہشات و شہوات ہوں ان سے محفوظ ہو۔

ان پانچ چیزوں کے علاوہ ایک اخلاص بھی ہے۔ لیکن یہ ان پانچوں امور پہ حاوی ہے۔ یہ پانچ چیزیں اللہ۔ اور بندوں کے درمیان کے حجابات ہیں۔ اور ہر حجاب کے ماتحت بے شمار اقسام ہیں جو بے شمار افراد۔ اور لا تعداد اشخاص پر مشتمل ہے۔ اور اسی لئے ہر بندہ اس امر کا محتاج اور ضرورت مند ہے کہ بارگاہ الہٰی میں اپنے لئے ہمیشہ صراط المستقیم کی ہدایت طلب کرتا رہے۔ بندے جس قدر اس دعا کے محتاج ہیں کسی چیز کے نہیں۔ اور جس قدر یہ دعا بندوں کے لئے مفید ہے کوئی اور دعا مفید نہیں۔ کیوں کہ صراط مستقیم بہت سے علوم بیشمار ارادوں اور لاتعداد ظاہری۔ باطنی اعمال اور ترک و اجتناب کے بے شمار امور پر مشتمل ہے جو بندوں پر ہمہ اوقات جاری و طاری رہتے ہیں۔ اور اس صراط المستقیم کی تفصیلات بندے کبھی نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ اور کبھی قطعاً نہیں سمجھ سکتے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس قدر تفصیلات بندوں کو معلوم ہوتی ہیں۔ ان سے کہیں زیادہ سے زیادہ بے خبر ہوتے ہیں۔ اور جو معلوم ہوتی ہیں ان ایکان سے بھی بہت سی چیزوں پر قادر اور قابو یافتہ نہیں ہوتے۔ اور پھر بندے ان چیزوں کا ارادہ کرنے کے بعد ہی لبا اوقات عمل سے قاصر رہتے ہیں اور اگر عمل کر لیا تو پھر شرائط اخلاص پورے نہیں ہوتے۔ اور اگر شرائط اخلاص بھی موجود ہیں تو پھر اللہ اور اللہ کے رسول کی متابعت پوری طرح نہیں پائی جاتی۔ اور اگر اللہ اور اللہ کے رسول کی متابعت بھی موجود ہے۔ تو پھر بندے اس پر ثابت قدم رہتے بھی ہیں یا نہیں؟ یہ تمام باتیں پیش آتی ہیں اور ساری مخلوق لازمی طور پر ان چیزوں سے دوچار ہوتی ہے۔ یہ تمام موانعات لازمی طور پر پیش آتے ہیں۔ لیکن کسی کو کم۔ اور کسی کو زیادہ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ انسانی طبائع میں جو ہدایت ودیعت کی گئی ہے۔ وہ ان تمام چیزوں پر متابعت نہیں پا سکتی۔ بلکہ اگر انسان کو طبائع پہ چھوڑ دیا۔

جائے تو خود طبائع ان چیزوں کی تحصیل و تکمیل میں رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ طبائع کی کجروی ہے جس نے منافقوں کو غلط راہ پر ڈال دیا۔ طبائع کے رجحانات نے ان کو اصل جبلت اور جبلی ظلم و جور کی طرف موڑ دیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قضاء و قدر اور مرضی کا اسی صراط مستقیم پر چلاتا ہے۔ اور اسی کے بموجب بندوں کو دعوت دیتا ہے۔ اور اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے فضل و کرم اس صراط مستقیم پر لگا دیتا ہے۔ اور جہاں صلاحیت پاتا ہے اپنی ہدایت پہونچا دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے اس صراط مستقیم اور ہدایت سے محروم کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ عدل و حکمت۔ صلاحیت و عدم صلاحیت محل و مقام کے ماتحت کرتا ہے۔ اور اپنی اسی صراط مستقیم کے مطابق کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے امر و حکم سے اپنے بندوں کے لئے قائم کی ہے اور جس کی طرف بر بنائے حجت و عدل اپنے تمام بندوں کو دعوت دی ہے اور اپنے فضل و انعام کی رو سے جسے چاہتا ہے اس صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ اور عدل و فضل کی رو سے جسے چاہتا ہے اس سے دور پھینک دیتا ہے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس صراط مستقیم کو پھر قائم کرے گا۔ اور جنت میں جانے کی راہ بھی صراط مستقیم ہوگی جو بندے دنیا میں اس سے دور رہے وہاں بھی اللہ تعالیٰ اس سے انہیں دور رکھیگا۔ اور جو اس پر قائم رہے وہاں بھی اللہ تعالیٰ انہیں قائم اور ثابت قدم رکھے گا۔ جو بندے اللہ۔ اللہ کے رسول کے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے اور دنیا میں اس ایمان کے نور سے ان کے قلوب منور اور روشن رہے یہی ایمانی نور ان کے اندر وہاں پوری قوت سے ابھرے گا۔ اور ان کی راہ نمائی اور رہنمائی کرے گا۔ حشر کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں یہ نور ان کے آگے آگے۔ اور دائیں جانب روشنی ڈالتے ہوئے ان کی راہ نمائی کرے گا۔ ان کے ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس نور کی حفاظت کی اور اس وقت تک حفاظت کی جب کہ لوگ انہیں دنیا سے رخصت کر کے واپس لوٹے اور اسی طرح حفاظت کی جس طرح ان کی بارگاہ تک پہونچنے میں ان کے ایمان کی حفاظت کی اور منافقین کا نور اس نے بالکل بجھا دیا۔ اور اسی طرح بجھا دیا جس طرح دنیا میں ان کے قلوب اس سے محروم رہے۔

اور جو لوگ کہ گنہگار ہیں ان کے اعمال و کردار کو اس صراط مستقیم کی ہر دو جانب کانٹوں

کی شکل میں قائم کر دیا۔ جو ان گنہگاروں کے دامن پکڑتے اور الجھاتے رہیں گے۔ اور اسی طرح الجھاتے رہیں گے جس طرح دنیا میں اسی صراط پر چلنے سے الجھاتے رہے۔

اس صراط مستقیم سے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو اسی طرح اور اسی رفتار سے گزارے گا۔ جس طرح اور جس رفتار سے بندے دنیا میں اس صراط مستقیم پر گزرتے رہے۔ کوئی جلد سے جلد پار ہو جائے گا۔ اور کوئی دیر سے۔

اور پھر ایمان والوں کے لئے اللہ تعالےٰ نے وہاں حوض بنا رکھے ہیں کہ ایمان والے اُن سے سیراب ہوں۔ اور اسی قدر سیراب ہوں جس قدر بندے دنیا میں اللہ تعالےٰ کی شریعت و دین سے اور اس پر عمل پیرا ہو کر سیراب ہوتے رہے۔ جو لوگ شریعت و دین سے محروم رہے وہ وہاں بھی ان حوضوں کے پانی سے محروم رہیں گے۔

اب ہم تمہیں کہتے ہیں کہ یہ آخرت ہے۔ اس پر تم غور کرو۔ آخرت تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ اور پھر عالم دنیا۔ اور عالم آخرت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی کیا کیا حکمتیں ہیں۔ ان پر غور کرو۔ تمہیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا۔ اور ایسا علم یقینی تمہیں حاصل ہو جائیگا جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش دلکی نہیں رہے گی۔ معلوم ہو جائے گا کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی کی جگہ اور آخرت کا عنوان اور نمونہ ہے۔

اور آخرت میں لوگوں کی سعادت و شقاوت کی منزلیں۔ دنیا میں ایمان و عمل۔ اعمال صالحہ اور کردار بد کے لحاظ سے مختلف ہوں گی۔ دنیا کی ہر منزل آخرت کی منزل کا عنوان و نمونہ ہے۔ اور توفیق اللہ تبارک و تعالےٰ کے ہاتھ ہے۔

اور بڑی سے بڑی عقوبت و سزا انسان کے لئے یہ ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں اس صراط مستقیم سے محروم اور بے بہرہ رہ جائے۔

فصل

گناہ چار قسم کے ہیں۔ ملکیہ۔ شیطانیہ۔ سبعیہ۔ بہیمیہ

معاصی اور گناہ اپنے درجات اور مفاسد کے اعتبار سے مختلف ہیں اور اس لئے ان کی دنیوی۔ اخروی عقوبتیں اور سزائیں بھی مختلف ہیں۔ اور بتائید الٰہی ہم ایک مختصر مگر جامع فصل کے اندر اسے پیش کر دیتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ معاصی دو قسم کے ہیں۔

۱۔ ترک مامور۔ یعنی خدا نے جس کے کرنے کا امر اور حکم فرمایا ہے۔ اسے ترک کر دیا جا

۲۔ فعل محظور۔ یعنی خدا نے جس سے منع فرمایا ہے۔ اسے کیا جائے۔

گناہوں کی یہی دو قسمیں ہیں جن میں حق سبحانہ و تعالے نے ابوالجن۔ یعنی شیطان ابوالانس یعنی حضرت آدمؑ کو آزمائش میں ڈالا ہے۔

یہ ہر دو قسم کے گناہ باعتبار اپنے محل و مقام جوارح اور قلوب۔ اور باعتبار اپنے تعل کے کہ اس کا تعلق خدا سے ہے یا مخلوق سے کیا ہے۔ مختلف ہیں۔ اگرچہ حقوق الخلق اور حق کا تعلق بھی حقوق اللہ کو متضمن ہے۔ مگر چونکہ حقوق العباد کا وجوب بندوں کے مطالبات وجہ سے ہے۔ اور بندے عفو و درگزر کریں تو معاف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کا نام العباد اور حقوق الخلق رکھا گیا ہے۔

ان گناہوں کی چار قسمیں ہیں۔ ۱۔ ملکیہ ۲۔ شیطانیہ ۳۔ سبعیہ (درندہ صفتی ۴۔ بہیمیہ (حیوانی)

ملکیہ۔ گناہ یہ ہے کہ خدا کی صفات ربوبیت کہ جن کی صلاحیت بندوں میں قطع نہیں۔ بندہ اسے اپنے اوپر منطبق کرنے کی کوشش کرے۔ اور اپنے کو اس کا حقدار گردا مثلاً عظمت۔ کبریائی۔ جبروت۔ قہر۔ علو۔ وغیرہ۔ یہ چیزیں صفات ربوبیت سے تعلق ر ہیں لیکن انسان اپنے اوپر منطبق کر کے لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ خدا کے بندوں کو اپنا غلام او بندہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ پروردگار عالم کے ساتھ کسی کو شریک گرداننا اسی قسم میں داخل ہے اور شرک کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ اللہ تعالے کے اسماء و صفات میں کسی کو شریک گرداننا۔ اس کے سوا کسی اور کو بھی مدد بنانا اور اس کی عبادت کرنا۔

۲۔ معاملات میں کسی کو خدا کا شریک گرداننا۔

یہ دوسری قسم کا شرک گو جہنم میں داخل ہونے کو واجب نہیں کرتا۔ لیکن وہ عمل ضرور ساقط اور باطل ہو جاتا ہے جس میں غیر کو شریک کیا گیا ہے۔

اور پہلی قسم کے گناہ سب سے بڑے گناہ ہیں۔ اور اللہ تعالے کی تخلیق و امر میں بغیر علم کے مداخلت کرنا اسی پہلی قسم کے گناہوں میں داخل ہے۔ اس نوع۔ اور اس قسم کے گناہ کا

درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ربوبیت وملک میں اللہ تعالیٰ سے لڑنا ہے۔ اور غیر کو اللہ تعالیٰ کا مثل اور مانند گردانا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اس گناہ کے ساتھ بندے کا کوئی عمل مقبول اور سودمند نہیں ہے۔

فصل

حسد۔ کینہ۔ ظلم وجور۔ غل وغش اور مکر وخدع

یہ شیطانی گناہ ہیں کہ حسد۔ بغض کینہ۔ بغی وعدوان۔ غل وغش۔ مکر وخدع وغیرہ کے ذریعہ شیطان کی مشابہت کی جائے اور شیطان کی راہ اختیار کی جائے گناہوں کے ارتکاب کی کسی کو ترغیب دی جائے یا حکم دیا جائے۔ یا گناہوں کی تعریف کی جائے اور اطاعت الٰہی سے کسی کو روکا جائے۔ اور منہیات کی ترغیب دی جائے۔ دین الٰہی میں بدعتیں پیدا کی جائیں بدعات اور گمراہیوں کی طرف لوگوں کو بلایا جائے۔ ان گناہوں کے مفاسد اور خرابیاں قریب قریب پہلی قسم کے گناہوں کی سی ہیں۔ گو اس سے کچھ کم سہی۔

فصل

سبعی (درندہ صفتی) گناہ۔ ظلم وجور۔ غیظ وغضب۔
خونریزی وغارتگری۔ ضعیف وکمزوروں پر ظلم وزیادتی۔

معاصی سبعیہ یعنی درندہ صفتی گناہ یہ ہیں کہ کسی پر ظلم وجور اور زیادتی کی جائے۔ غیظ وغضب اور غصہ کیا جائے۔ خونریزی اور غارتگری کی جائے۔ ضعیفوں۔ کمزوروں۔ عاجزوں اور بےکسوں پر ظلم کیا جائے۔ سبعی معاصی کے یہ اصولی گناہ ہیں۔ اور نوع انسانی پر ظلم وجور، جفا وزیادتی کرنے سے ان اصولی گناہوں میں سے بےشمار قسم کے گناہ پیدا ہوتے ہیں۔

معاصی بہیمیہ یعنی حیوانی گناہ یہ ہیں مثلاً حرص وطمع۔ بےپناہ لالچ۔ شرمگاہ اور شکم کی شہوت وخواہش وغیرہ۔ ان اصولی گناہوں سے زنا۔ سرقہ۔ یتیموں۔ مسکینوں کا مال کھانا۔ بخل۔ حرص۔ جبن۔ بزدلی۔ جزع۔ فزع وغیرہ جرائم پیدا ہوتے ہیں۔ اور مخلوق عموماً زیادہ تر اسی قسم کے گناہوں کی مرتکب ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ مخلوق عموماً سبعی۔ درندہ صفتی اور ملکی گناہوں سے قاصر رہتی ہے۔ لیکن بہیمی۔ حیوانی گناہوں کی راہ سے مخلوق ہر قسم کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتی

ہے۔ یہی حیوانی گناہ بندوں کی لگام پکڑ کر سبعی گناہوں کی طرف بھی لے جاتے ہیں اور پھر یہاں سے شیطانی گناہوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں اور پھر یہاں سے ربوبیت الٰہی میں خواہ مخواہ جھگڑے اور شرک فی الوحدانیت کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔

ہمارے اس بیان پر پوری توجہ سے غور و تامل کیا جائے تو اچھی طرح واضح ہو جائیگا کہ معاصی اور گناہ۔ شرک۔ کفر اور ربوبیت خداوندی کے خلاف جھگڑے۔ اور بیجا غور و خوض کی دہلیز اور چوکھٹ ہے۔

فصل

گناہ دو قسم کے ہیں۔ صغیرہ اور کبیرہ

گناہوں کی دو قسمیں ہیں۔ کبیرہ۔ اور صغیرہ۔ اس کا ثبوت کتاب وسنت دونوں سے ہے اور صحابہؓ۔ تابعینؒ اور تابعین کے بعد کے آئمہ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم (النساء)

اگر تم ممنوعہ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے چھوٹے گناہ ہم تم سے ساقط کر دیں گے۔

اور ارشاد ہے

والذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم (نجم)

یہ وہی لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں۔ سوائے صغیرہ گناہوں کے۔

صحیح بخاری شریف میں آنحضرت صلعم سے مروی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

الصلوات الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ ورمضان الی رمضان۔ مکفرات لما بینہن اذا اجتنبت الکبائر۔

پانچ وقت کی نمازیں۔ اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک درمیانی گناہوں کا کفارہ کر دیتے ہیں۔ لیکن جبکہ تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو۔

اور کفارہ کرنے والے اعمال تین ۳ درجے کے ہیں۔

اوّل یہ کہ کفارہ کرنے والے اعمال ضعیف اور کمزور ہوں یا ان اعمال میں اخلاص کم ہو۔

اعمال کے حقوق و متعلقات کما حقہ پورے نہ کئے جائیں غرض ! یہ مکفرات ذنوب ایسے ضعیف ہوں جیسے کہ معمولی دوا کسی مرض کی مقاومت و مدافعت میں باعتبار کمیت و کیفیت ضعیف و کمزور ہوا کرتی ہے مذکورہ بالا خامیوں کی وجہ سے کفارہ کرنے والے اعمال گناہوں کے کفارہ سے قاصر رہتے ہیں۔

دوم - یہ کہ کفارہ میں جو اعمال تم پیش کر رہے ہو وہ اس قدر طاقتور اور وزنی نہیں ہیں جو کبائر کی مقاومت اور مقابلہ کر سکیں - یہ صرف صغائر ہی کی مقاومت کر سکتے ہیں۔

سوم - یہ کہ ان اعمال کی قوت ایسی ہے کہ صغائر کی مقاومت کر سکتے ہیں اور کچھ کبائر کی مقاومت بھی ان سے ہو سکتی ہے۔

یہ تین قسم کے اعمال گناہوں کے کفارہ میں پیش کئے جائیں تو کبائر کی مقاومت اور کفارہ ناممکن ہے۔ ان ہر سہ گانہ اعمال مکفرہ پر تم غور و تامل کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اشکالات رفع ہو جائیں گے۔ اور مسئلہ بالکل واضح ہو جائے گا۔

کبائر کے متعلق صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

الا انبئکم باکبر الکبائر ؟ کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتلاؤں ؟

صحابہؓ نے عرض کیا۔ کیوں نہیں ؟ ضرور بتلایئے تو آپ نے فرمایا

الاشراک باللہ۔ وعقوق الوالدین و شہادۃ الزور ؛ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک گرداننا والدین کو تکلیف پہونچانا اور جھوٹی گواہی دینا۔

اور اسی صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

اجتنبوا السبع الموبقات سات بڑے گناہوں سے اجتناب کرتے رہو۔

عرض کیا وہ سات گناہ کون کون سے ہیں ؟ آپ نے فرمایا۔

الاشراک باللہ۔ والسحر۔ وقتل النفس التی حرم اللہ۔ الا بالحق۔ واکل مال الیتیم۔ واکل الربوا۔ والتولی۔ یوم الزحف۔ وقذف المحصنات الغافلات المومنات ؛ خدا کے ساتھ کسی کو شریک گرداننا۔ سحر۔ جادو۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔ یتیم کا مال کھا جانا۔ سود کھانا۔ جہاد کے دن موقع سے بھاگنا۔ پارسا بے خبر مومن عورتوں پر تہمت دھرنا۔

اور اسی صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ کسی نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ عند اللہ بڑے سے بڑا گناہ کون سا ہے ؟ آپ نے جواب دیا۔

ان تجعل للہ ندا وھو خلقک تم کسی کو خدا کا مثل و مانند گردانو حالانکہ تم کو خدا

نے پیدا کیا ہے۔

دریافت کیا گیا۔ اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا

ان تقتل ولدک مخافۃ ان یطعم معک — اپنے لڑکے کو تم اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھائے گا۔

دریافت کیا گیا۔ اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا

ان تزنی بحلیلۃ جارک — یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کاری کرو

اللہ تعالیٰ بھی قرآن حکیم کے اندر ان احادیث کی تصدیق فرما رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

والذین لا یدعون مع اللہ الٰھاً اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ۔ الاٰیۃ

اور جو لوگ خدا کے ساتھ دوسرے کو معبود نہیں پکارتے اور خدا نے جو جان حرام کی ہے ناحق اسے قتل نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے۔

کبائر کی تعداد کے متعلق صحابہؓ۔ تابعینؒ۔ آئمہ سلف اور بزرگانِ دین میں بہت اختلاف ہے کہ وہ کتنے ہیں؟ بعض کبائر کو محصور و محدود مانتے ہیں۔ اور بعض محصور و محدود نہیں جو لوگ محصور و محدود مانتے ہیں ان میں بھی تعداد کے لحاظ سے اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کبیرہ گناہ چار ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔ کبیرہ گناہ سات ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں۔ کبیرہ گناہ نو (۹) ہیں۔ اور بعض گیارہ کہتے ہیں۔ اور بعض ستر۔ ابوطالب مکی کہتے ہیں اقوال صحابہؓ سے جو کبائر میں نے جمع کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

چار قلب کے متعلق اور وہ یہ کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے شریک گردانا جائے۔ گناہ پر اصرار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی داؤ گھات سے بے خوف رہنا۔

چار زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جھوٹی گواہی دینا۔ پارسا بے گناہ عورت پر تہمت دھرنا۔ جھوٹی قسم کھانا اور جادو۔

تین شکم سے تعلق رکھتے ہیں۔ شراب پینا۔ یتیم کا مال کھا جانا۔ سود کھانا۔

دو شرم گاہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ زنا اور لواطت۔

دو ہاتھوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ قتل اور سرقہ

ایک دونوں پاؤں سے تعلق رکھتا ہے۔ جہاد کے میدان سے بھاگ نکلنا۔

ایک پورے جسم سے تعلق رکھتا ہے۔ والدین کو تکلیف پہونچانا۔

جو لوگ کبائر کو محدود۔ محصور نہیں مانتے ان میں سے بعض کا قول ہے۔ قرآن حکیم کے اندر جن گناہوں کی ممانعت اللہ تعالےٰ نے فرمائی ہے وہ کبیرہ ہے۔ اور جن کی ممانعت رسول اللہ صلعم نے فرمائی ہے وہ صغیرہ ہے۔

ان میں سے ایک گروہ یہ کہتا ہے۔ جس نہی اور ممانعت پر لعنت۔ اور غضب الٰہی یا عقوبت و سزا کی دعید وارد ہے۔ وہ کبیرہ۔ اور جس پر یہ دعید وارد نہیں ہوئی وہ صغیرہ ہے۔

بعض کہتے ہیں جس گناہ کی دنیا میں حد مقرر کی گئی ہے۔ یا جس کے متعلق آخرت کی دعید وارد ہے وہ کبیرہ ہے۔ اور جس کے متعلق حد۔ اور آخرت کی دعید وارد نہیں وہ صغیرہ ہے۔

بعض کہتے ہیں جس گناہ کی حرمت پر اگلی۔ پچھلی تمام شریعتیں متفق ہوں وہ کبیرہ ہے اور جس کی حرمت بعض شریعتوں میں ہو۔ اور بعض میں نہ ہو وہ صغیرہ ہے۔

بعض کہتے ہیں اللہ اور اللہ کے رسول نے جس کے کرنے والے پر لعنت بھیجی ہو وہ کبیرہ ہے۔

بعض کہتے ہیں سورۂ نساء کے آغاز سے لے کر ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم (۱) تک جو گناہ بیان کئے گئے ہیں وہ کبیرہ ہیں۔

اور جو لوگ صغائر و کبائر کی تفریق کے قائل نہیں وہ یہ کہتے ہیں۔ معاصی اور گناہ جس قدر بھی ہیں۔ اور جس قسم کے بھی ہیں اسی لئے وہ معاصی اور گناہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے خلاف جرأت و اقدام کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے حکم کے خلاف جرأت و اقدام۔ اور اس کی مخالفت کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔

اس قول کی رو سے تم احکام الٰہی کی نافرمانی کرنے والوں۔ اور محارم الٰہیہ کی توہین و بے عزتی کرنے والوں کے متعلق سوچو۔ تم پر اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ جس قدر بھی معاصی اور گناہ ہیں۔ وہ کبیرہ ہیں اور اس مفسدہ اور خرابی کے لحاظ سے تمام معاصی اور گناہ مساوی درجہ رکھتے ہیں۔

اور یہ لوگ اپنے اس مسلک کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں۔ بندوں کے معاصی اور گناہ اللہ تعالےٰ کو کوئی نقصان اور ضرر نہیں پہونچاتے۔ بندوں کے گناہ اللہ تعالےٰ کی ذات پر کسی قسم کا اثر نہیں ڈالتے۔ اور اس لئے اس کی ذات کی

طرف نسبت کرنے میں صغائر و کبائر یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ اب جو چیز باقی ہے وہ یہی اللہ تعالٰے کی نافرمانی۔ اور اس کے حکم کی مخالفت کی جاتی ہے اس لحاظ سے سارے گناہ مساوی ہیں

اور یہ لوگ کہتے ہیں۔ یہ بھی ہماری ایک دلیل ہے کہ گناہ کے مفاسد اللہ تعالٰے کے خلاف جرأت و اقدام کے تابع ہیں جس قسم کی جرأت و اقدام ہوگا۔ اس قسم کے مفاسد ہونگے اگر ایک آدمی حرام کاری کرتا ہے۔ یا شراب پیتا ہے۔ اور اس کا یہ اعتقاد و عقیدہ نہیں ہے کہ یہ حرام کا مرتکب ہو رہا ہے تو یہاں دو چیزیں جمع ہو جائیں گی، ایک جہالت اور دوسری حرام کا ارتکاب۔ دو قسم کے مفاسد یہاں پیدا ہو جائیں گے۔ اور اگر کوئی ایسا آدمی اس جرم کا ارتکاب کر رہا ہے جو اس کی تحریم و ممانعت کا اعتقاد و عقیدہ رکھتا ہے تو اغلباً وہ ایک ہی قسم کے مفسدہ کا مرتکب ہے اور وہ صرف ایک ہی جرم کی سزا کا مستحق ہوگا کہ اس نے صرف ایک ہی جرم کیا ہے۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ گناہ کے مفاسد خدا کے خلاف جرأت و اقدام کی وجہ سے ہیں۔

اور یہ لوگ کہتے ہیں یہ بات بھی ہمارے دعوے کی دلیل ہے کہ معصیت و نافرمانی اس امر کی متضمن ہے کہ اس سے اپنے مولیٰ۔ مطاع۔ رب۔ خالق کی توہین و ناقدری ہوتی ہے۔ اس کے اوامر و نواہی کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس امر میں سارے گناہ مساوی ہیں۔ کوئی فرق نہیں۔

اور کہتے ہیں کہ بندے کو یہ نہ دیکھنا چاہیئے کہ گناہ فی نفسہٖ صغیرہ ہے۔ یا کبیرہ۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ معصیت و نافرمانی کس کی کی جا رہی ہے۔ اس کی عظمت و جلالت پر نگاہ رکھنی چاہیئے۔ اور ظاہر ہے کہ اس امر میں تمام گناہ یکساں ہیں۔ اگر ایک بہت بڑا ذی اقتدار مستبد علیہ بادشاہ۔ اپنے کسی غلام کو کسی خاص اور اہم کام کے لیئے دور دراز مقام کی طرف بھیجتا ہے۔ اور کسی دوسرے غلام کو اپنی محلسرا کے قریب کا کام سپرد کرتا ہے اور یہ دونوں کے دونوں اپنے آقا۔ بادشاہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ظاہر ہے دونوں کے دونوں اس کی خفگی اور ناراضگی کا شکار ہوں گے دونوں کے دونوں اس کی نظروں سے گر جائیں گے۔

اور یہ لوگ کہتے ہیں۔ ایک مکہ کا بادشاہ حج ترک کر دیوے اور ایک مسجد کا پڑوسی نماز

جمعہ ترک کر دیوے۔ اس کی قباحت اور گناہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو ایک مکہ سے اور مسجد سے دور رہنے والا حج اور جمعہ ترک کر دیوے۔ قریب رہنے والے پر حج۔ اور جمعہ کا وجوب زیادہ قوی ہے بہ نسبت دور رہنے والے کے۔

ایک شخص کے پاس دو سو درہم ہیں۔ اور وہ اس کی زکات نہیں دیتا۔ دوسرے کے پاس دو ہزار درہم ہیں اور وہ بھی زکات ادا نہیں کرتا۔ ان ہر دو پر زکات کی جو رقم واجب ہوئی ہے وہ برابر نہیں ہے۔ دو سو درہم والے پر کم مقدار واجب ہے اور دو ہزار والے پر زیادہ۔ لیکن ماوجب کی خلاف ورزی میں، اور خلاف ورزی کی عقوبت میں دونوں مساوی ہیں۔ مکہ کا باشندہ اور مکہ سے دور کا رہنے والا مسجد کا پڑوسی۔ اور مسجد سے دور رہنے والا۔ دو سو درہم کی زکات نہ دینے والا اور دو ہزار کی زکات نہ دینے والا۔ ماوجب کی خلاف ورزی کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اور خلاف ورزی کے اصرار پر دونوں مساوی سزا کے حقدار ہیں۔

فصل

زمین و آسمان پیدا کرنے۔ پیغمبروں کو بھیجنے۔ اور آسمان سے کتابیں نازل کرنے کا مقصد کیا ہے؟ غیر اللہ کو اپنے اور خدا کے مابین واسطہ بنانا ممنوع ہے۔ اس بارے میں مشرکین کے شبہات اور ان شبہات کے جوابات۔

مسئلہ کی پوری توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اور پیغمبر بھیجے۔ کتابیں نازل فرمائیں۔ آسمان و زمین پیدا کیے اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ بندے اللہ تعالےٰ کو پہچانیں۔ اس کی عبادت کریں۔ توحید پر قائم رہیں۔ اور توحید کا حق بجا لائیں۔ دنیا میں صرف اسی کا دین پھیلے اور اطاعت صرف اسی کی کی جاسے اور بندوں کو صرف اسی کی دعوت دی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (ذاریات) — اور میں نے جن و انس کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

اور ارشاد ہے۔

وما خلقنا السموات والارض — ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی

وما بینھما الا بالحق : (سورہ حجر)

چیزیں مصلحت ہی سے پیدا کی ہیں ۔

اور ارشاد ہے

اللہ الذی خلق سبع سماوات ۔ ومن الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن لتعلموا ان اللہ علی کل شیئ قدیر : وان اللہ قد احاط بکل شیئ علما : (سورۂ طلاق)

اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان اور اتنی ہی زمینیں پیدا کی ہیں ۔ اس کا حکم ان آسمانوں اور زمینوں میں نازل ہوتا ہے تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

اور ارشاد ہے

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس ۔ والشھر الحرام والھدی و القلائد ۔ ذالک لتعلموا ان اللہ یعلم ما فی السماوات وما فی الارض وان اللہ بکل شیئ علیم (مائدہ)

اللہ نے کعبہ کو جو باعزت گھر ہے، اور عزت والے مہینہ اور قربانی کے جانور اور ان کی گردن میں پڑے ہوئے نشانوں کو لوگوں کے لئے امن کا سبب بنایا ہے۔ تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ ہر اس چیز سے واقف ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ اور یقیناً اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ خلق و امر سے اس کا مقصد یہ ہے کہ ذات خداوندی کو اس کے اسماء و صفات کے ساتھ پہچانا جائے اور عبادت صرف اسی کی کیجائے کسی کو اس کا شریک و مثل نہ گردانا جائے۔ اور لوگ قسط و عدل پر قائم رہیں جس قسط و عدل سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

لقد ارسلنا رسلنا بالبینات ۔ وانزلنا معھم الکتاب ۔ والمیزان ۔ لیقوم الناس بالقسط : (سورۂ الحدید)

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دیکر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میعار نازل کیا تاکہ لوگ صحیح معیار پر متمکن ہو جائیں ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتاب نازل کرنے کی غرض یہ ہے کہ لوگ قسط یعنی عدل پر قائم رہیں۔ اور ظاہر ہے بڑے سے بڑا عدل یہ ہے کہ بندے توحید پر قائم رہیں "توحید" راس العدل ہے اور دنیا میں توحید سے ہی عدل قائم ہو سکتا

ہے۔ اور شرک بڑے سے بڑا ظلم ہے۔ اور دنیا کی ساری خرابیاں شرک ہی سے پیدا ہوتی ہیں چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

ان الشرک لظلم عظیم (سورۂ لقمان) بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ تمام مظالم سے بڑا اور خطرناک ظلم شرک ہے۔ اور توحید تمام عدلوں سے بڑا عدل ہے: اور جو امور اس اہم مقصد یعنی توحید کے خلاف اور منافی ہوں گے وہ کبیرہ گناہ ہوں گے۔ اور جو سب سے زیادہ خلاف اور منافی ہوگا وہ اکبر الکبائر ہوگا۔ کبائر کی شدت وخفت اس اصل مقصد سے منافات کے مطابق ہوگی۔ جس درجہ کی منافات ہوگی اسی درجہ کا وہ کبیرہ گناہ ہوگا۔ اور جو امور اس مقصد کے موافق ہوں گے وہ باعتبار اپنی موافقت کے واجب اور ضروری ہوں گے۔ اور مقدم ترین طاعتوں میں ان کا شمار ہوگا۔

اب تم اس حقیقت، اصل اصول۔ اور اس کی تفصیلات پر غور کرو۔ تمہیں اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ اللہ رب العٰلمین۔ احکم الحاکمین۔ اعلم العالمین نے اپنے بندوں پر جو کچھ فرض کیا ہے۔ اور جو کچھ حرام فرمایا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ اور طاعات اور معاصی کی تفصیلات اور طاعت وگناہ کا تفاوت۔ اور اس تفاوت کے مراتب ودرجات تم پر اچھی طرح واضح ہو جائیں گے۔

چونکہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک گرداننا اس مقصد سے بالذات اور کلیتاً منافی ہے اس لئے یہ گناہ علی الاطلاق اکبر الکبائر ہے۔ یعنی سب سے بڑا گناہ ہے اس لئے اس نے ہر مشرک پر جنت حرام کر دی۔ اور اہل توحید کے لئے مشرک کا خون اس کا مال۔ اس کے اہل وعیال مباح اور جائز کر دیئے۔ اور چونکہ مشرکین نے عبودیت الٰہی کا انکار کر دیا ہے۔ اس لئے اس نے جائز کر دیا کہ اہل توحید ان کو اپنا غلام بنائیں۔

اللہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے صاف صاف انکار کر دیا ہے کہ وہ مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا۔ ان کے حق میں کسی کی سفارش منظور نہیں کرے گا۔ اور اس کی آخرت کے لئے کسی کی دعا قبول نہیں کرے گا۔ اور کوئی بھی ایسی چیز وہ اس کے حق میں قبول ومنظور نہیں کرے گا۔ جس سے اسے کسی قسم کی بھی امید قائم ہو سکے۔ اور اس لئے کہ مشرک اجہل الجاہلین ہے۔ خدا کی ذات کو اس نے پہچانا نہیں۔ اور خدا کی مخلوق کو اس کا مثل اور مانند گردانا ہے۔ یہ انتہا درجہ کی جہالت ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس طرح یہ انتہا درجہ کی جہالت ہے اسی طرح انتہا درجہ کا ظلم بھی

ہے اگرچہ مشرک کا یہ ظلم پروردگار عالم کی ذات پر نہیں ہے بلکہ خود اپنی جان پر ہے۔

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ کہ مشرک کا مقصد پروردگار عالم کی تعظیم ہے نہ کہ اس کی توہین و ناقدری۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اور اس کی اعلیٰ شان کچھ ایسی ہے کہ بغیر واسطے و وسیلے۔ اور بلا کسی سفارش کے اس کی بارگاہ تک پہنچنا دشوار ہے۔ جیسا کہ سلاطین اور بادشاہوں کے دربار میں ہوا کرتا ہے۔ پس مشرک کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ بارگاہ ربوبیت کی ناقدری اور توہین کی جائے۔ بلکہ اس کا عین مقصد رب العالمین کی تعظیم ہے۔ چنانچہ ہر مشرک یہ کہتا ہے کہ میں ان وسائط و وسائل کی عبادت صرف اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ مجھے رب العالمین کی بارگاہ تک پہونچا دیں گے۔ اور صرف یہی میرا مقصد ہے۔ یہ صرف درمیانی واسطہ اور وسیلہ۔ اور سفارشی ہیں۔ اور بس۔ پس ان وسائل اور واسطوں کو اسی قدر ماننے میں کیا حرج ہے؟ اور کیوں یہ پروردگار عالم کی خفگی۔ ناراضگی۔ اور اس کے غضب کا موجب ہے؟ اور کیوں یہ مشرک ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا؟ اور کیوں یہ چیز مشرک کا خون مباح کرنے کا موجب بنی؟ اور کیوں اس کے اہل و عیال۔ بی بی بچے لڑکے لڑکیاں۔ اور اس کا مال و دولت اہل توحید کے لئے مباح و جائز کر دیئے گئے۔

اور پھر اس سوال پر ایک اور سوال متفرع ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ کیا یہ جائز ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے تقرب کے لئے سفارش اور وسائط و وسائل کو پسندیدہ قرار دے؟ اور یہ کہ اس کی تحریم صرف شریعت سے ثابت ہے؟ یا یہ کہ شریعت کا اس میں کوئی دخل نہیں؟ اور صرف فطرت و عقل اس کو قبیح و ممنوع مانتی ہے؟ یا یہ کہ فطرت و عقل کے نزدیک جو سب سے زیادہ قبیح چیز تھی اسے شریعت نے فطرت و عقل کے حوالہ کر دیا؟ اور پھر یہ کہ مشرک کے متعلق یہ کیوں کہا گیا کہ اللہ تعالےٰ مشرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ دوسرے گناہوں کے متعلق کیوں ایسا نہیں کیا گیا؟ چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالےٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء (النساء)	اللہ اس بات کو معاف نہیں کریگا کہ کسی کو اسکا شریک بنایا جائے۔ اسکے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دیگا۔

پہلے تم اس سوال پر اچھی طرح غور و تامل کر لو اس کے بعد اطمینان کے ساتھ قلب و ذہن۔ دل و دماغ کو حاضر رکھ کر اس کا جواب سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس سے تم پر اچھی طرح واضح ہو جائیگا کہ مشرک اور موحدین۔ اور اللہ تعالےٰ کو جاننے پہچاننے والے اور جاہل منکر خدا کو نہ ماننے

والے میں اور اہل جنت اور اہل دوزخ میں کیا فرق ہے ؟

فنقول وباللہ التوفیق والتائید۔ اب ہم کہتے ہیں اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید چاہتے ہیں۔ اس کی ذات سے ہدایت اور صحیح راہ کی اعانت و امداد چاہتے ہیں، کیونکہ ہدایت اسی کو ملتی ہے۔ جسے وہ ہدایت دے۔ جسے وہ دے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جس سے روک لیوے کوئی اسے دے نہیں سکتا۔

واضح ہو کہ شرک دو قسم کا ہے۔ ایک وہ کہ جس کا تعلق معبود حقیقی کی ذات۔ اور اس کے افعال سے ہے۔ دوسرا وہ کہ جس کا تعلق معبود حقیقی کی عبادت اور معاملہ سے ہے۔

پہلی قسم کے شرک کی دو قسمیں ہیں ایک شرک تعطیل۔ یعنی ذات الٰہی کو صفات سے معطل و بے کار ماننا۔ یہ شرک ہمہ قسم کے شرک سے قبیح ترین شرک ہے جیسا کہ فرعون کا شرک کہ اس نے کہہ دیا۔

وما رب العالمین ؟	رب العالمین کیا چیز ہے ؟

فرعون کا قصہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے۔

وقال فرعون۔ یا ھامان ابن لی صرحًا	فرعون نے کہا۔ اے ہامان میرے لئے ایک تعمیر
لعلی اطلع الی الٰہ موسٰی وانی لاظنہ	بناؤ کہ میں موسٰے کے خدا کو دیکھ لوں اور میں
من الکاذبین ؛ (مومن)	تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

شرک اور تعطیل میں باہم تلازم ہے۔ ہر مشرک معطل ہوگا۔ اور ہر معطل مشرک۔ لیکن اہل تعطیل کو مشرک متلازم نہیں ہے۔ ایک شرک کی اصل جڑ اور بنیاد تعطیل ہی ہے اور یہ تعطیل تین قسم کی ہے۔

اوّل : یہ کہ مصنوع کو اصل صانع اور خالق سے معطل کر دیا جائے۔

دوم : یہ کہ صانع سبحانہ وتعالیٰ کو اس کے مقدس کمال سے معطل کر دیا جائے۔ اور یہ اس طرح کہ اس کے اسماء و صفات۔ اور افعال کو معطل مانا جائے۔

سوم : یہ کہ ذات الٰہی کو اس معاملہ سے معطل مانا جائے جو حقیقت توحید کی بنا پر بندوں پر واجب و ضروری ہے۔ طائفہ اہل وحدۃ الوجود کا شرکیہ تعطیل اسی قبیل سے ہے۔ یہ گروہ خالق و مخلوق کو ایک اور متحد مانتا ہے۔ یہ گروہ یہ کہتا ہے کہ یہاں دو متغائر وجود ہی نہیں ہیں بلکہ حق تعالیٰ جو منزہ ہے وہ بعینہٖ مخلوق مشبہہ ہے۔

اور وہ ملاحدہ جو قدامت عالم کے قائل ہیں۔ ان کا شرک وتعطیل بھی اسی قبیلہ سے ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے۔ کبھی معدوم نہ تھا۔ ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ اور وہ حوادث جو روزانہ پیدا ہوتے ہیں ان کو وہ ان وسائط۔ وسائل اور اسباب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جو ان حوادث کے مقتضی ہوا کرتے ہیں۔ جن کا نام ان لوگوں نے عقول۔ اور نفوس رکھ لیا ہے۔

فرقۂ جہمیہ اور قرامطہ کا شرک بھی اسی قبیل سے ہے۔ کہ وہ پروردگار عالم کو اس کے اسماء وصفات اور افعال سے معطل مانتے ہیں۔ اور ذات حق کے ساتھ اس کے اسماء وصفات کے ثبوت سے انکار کرتے ہیں۔ اس طرح مخلوق کی ذات کو خالق سے زیادہ اکمل مانتے ہیں۔ ذات الٰہی کا کمال اس کے اسماء وصفات سے ہے۔ اور یہ لوگ ذاتِ الٰہی کو اس سے مبرا اور خالی مانتے ہیں۔

فصل

نصاریٰ۔ مجوس۔ قدریہ۔ اور فرقۂ صابئیہ کا شرک کس قسم کا تھا؟ نمرود کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم کی دلیل وحجت۔ اور شرک کرتے ہوئے بھی خدا کو معبود حقیقی ماننے والے گروہ۔

شرک کی دوسری قسم یہ ہے کہ خدا کو معبود حقیقی مانتے ہوئے بھی دوسروں کو معبود اور خدا کا شریک گردانا جائے۔ اور خدا کے اسماء وصفات اور اس کی ربوبیت کو معطل اور بے کار نہ مانا جائے جیسا کہ نصاریٰ کا شرک کہ یہ خدا کو تین خداؤں میں کا ایک خدا مانتے ہیں۔ مسیح کو بھی خدا کہتے ہیں اور مسیح کی والدہ کو بھی۔

مجوس کا شرک بھی اسی قبیل سے ہے۔ وہ حوادثِ خیر کو نور کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حوادث شر کو ظلمت وتاریکی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

قدریہ کا شرک بھی اسی قبیل سے ہے۔ وہ اس امر کے قائل ہیں کہ انسان۔ حیوان اپنے افعال کے خود خالق ہیں۔ اور یہ افعال خدا کی مشیت۔ قدرت اور ارادہ کے بغیر پیدا ہوتے ہیں۔ اور اسی بنا پر قدریہ کو مجوس کے مشابہ کہا جاتا ہے۔

اور اسی قسم کا شرک تھا جس کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم نے یہ دلیل وحجت پیش کی تھی۔

اذ قال ابراھیم ربی الذی یحیی و ۔۔۔ ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے

یمیت قال انا احی و امیت   اور مارتا ہے۔ نمرود نے کہا میں بھی جلاتا اور
(بقرہ)   مارتا ہوں۔

نمرود اپنی جان کو خدا کا مثل اور مانند سمجھ رہا تھا، وہ اپنے زعم اور اپنے خیال میں یہ سمجھا تھا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرح جلا سکتا ہوں۔ اور مار سکتا ہوں۔ حضرت ابراہیم نے بطور حجت الزامی جواب دیا اور فرمایا۔ اگر تیرا یہ کہنا صحیح ہے تو تجھے اس پر بھی قدرت حاصل ہوگی کہ اللہ تعالےٰ آفتاب کو مشرق کی جانب سے نکالتا ہے۔ تو مغرب کی جانب سے نکال؟

حضرت ابراہیم کا یہ قول ایک الزامی حجت ہے۔ بعض اہل جدل نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ایک دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل کی طرف رجوع کر لیا۔ یہ قطعاً غلط ہے۔ بلکہ نمرود کی دلیل کی جاہمیت کے خلاف ایک الزامی حجت ہے۔ کہ اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہے تو ایسا کر دکھا۔

کواکب پرستوں۔ ستارہ پرستوں کا شرک بھی اسی قبیل کا تھا کہ وہ کواکب علویہ کو خدا کا شریک گردانتے تھے۔ اور اس عالم کی تدبیر و نظام کا ان کو مالک و مختار مانتے تھے۔ جیسا کہ فرقہ صابئیہ کا مذہب ہے۔

آفتاب پرستوں اور آتش پرستوں کا شرک بھی اسی قبیل کا ہے۔ یہ تمام مشرک فرقے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں معبود حقیقی تو صرف خدا ہے۔ بعض کہتے ہیں سب معبودوں میں بڑا معبود خدا ہے۔ بعض کہتے ہیں جس طرح اور معبود ہیں۔ خدا بھی ایک معبود ہے۔ لیکن جب عبادت کے لئے اسی کو مخصوص کر لیا جاتا ہے اور دوسرے معبودوں سے توجہ ہٹا کر صرف اسی کی طرف توجہ پھیر لی جاتی ہے تو یہ بندے کی مقصد برآری کر دیتا ہے۔ بعض کہتے ہیں ہر چھوٹا اور قریبی معبود اپنے مافوق معبود تک پہونچانے کا واسطہ اور ذریعہ ہے۔ ہر معبود اپنے اوپر کے معبود تک پہونچاتا ہے۔ اور درجہ بدرجہ یہ بے شمار معبود حقیقی اللہ حق سبحانہ تعالےٰ تک پہونچا دیتے ہیں۔ اور مقصود تک پہونچنے میں کبھی واسطے اور ذریعے زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی کم۔

فصل

ذات معبود۔ ذات خداوندی کے ساتھ شرک

کیا جائے یہ بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے اس کے مقابلہ
میں وہ شرک جو اس کی عبادت اور اس کے ساتھ
معاملات میں کیا جائے وہ کمتر ہے۔

مذکورہ بالا شرک کے مقابلہ میں شرک فی العبادۃ اور شرک فی المعاملہ کمتر درجہ کا شرک ہے اور پہلی قسم کے شرک کے مقابلہ میں اس کی عقوبت اور سزا کم ہے کیونکہ اس قسم کا شرک اس آدمی سے بھی سرزد ہو جاتا ہے جو خدا کے سوا کسی کو معبود اور خدا نہیں مانتا۔ ایک بندہ جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ذات خدا وندی کے سوا دوسرا کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس کی ذات کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کی ذات کے سوا کوئی رب اور پروردگار نہیں۔ لیکن پھر بسا اوقات اس کے اندر یہ بات پائی جاتی ہے کہ اس کا معاملہ۔ اس کا عمل۔ اس کی عبادت و عبودیت اخلاص لوجہ اللہ سے خالی ہوتی ہے۔ کبھی وہ صرف حظ نفس کی خاطر عمل کرتا ہے۔ کبھی دنیا طلبی کی غرض سے۔ کبھی لوگوں میں رفعت و شرف اور جاہ و عزت پیدا کرنے کی غرض سے۔ اور اس لئے اس کے عمل میں خدا کا بھی حصہ ہوتا ہے اور نفس کا بھی۔ نفس و خواہش کا حصہ بھی ہوتا ہے اور شیطان اور دوسری مخلوق کا بھی۔ دنیا کی اکثر و بیشتر مخلوق کے اعمال کا یہی حال ہے اور یہ اسی قسم کا شرک ہے جو صحیح ابن حبان کی روایت میں مذکور ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

الشرك فی هذه الامة اخفی من دبیب النمل:	شرک اس امت میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی موجود ہوگا۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے ہمیں نجات کیوں کر مل سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا۔

قل اللهم انی اعوذ بك ان اشرك بك وانا اعلم به واستغفرك لما لا اعلم:	کہو! اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ دانستہ تیرے ساتھ میں شرک کروں اور جو میں نہیں جانتا اس شرک سے تیری مغفرت چاہتا ہوں۔

ریا یعنی دکھاوا اور سمعہ یعنی لوگوں کے سنانے کے لئے نیکی کرنا قطعاً شرک ہے اور کلیتہً شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی۔ انما الٰھکم الٰہ واحد فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحًا۔ ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا: (کہف)

اے پیغمبر! کہدو میں تمہاری طرح ایک بشر ہی ہوں، میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ لہذا جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ بنائے۔

یعنی خدا معبود ایک ہے۔ کوئی دوسرا معبود نہیں اس لیے لازم یہ ہے کہ عبادت صرف اسی کی کی جائے۔ دوسرے کسی کی نہیں جس طرح وہ اپنی الوہیت و خداوندی میں منفرد اور اکیلا ہے۔ عبادت اور اظہار عبودیت میں بھی اسی ایک اکیلے کو مخصوص رکھا جائے اور اسی لیے عمل صالح وہی عمل ہو گا جو ریا اور سمعہ سے پاک اور سنت نبوی کے مطابق ہو، چنانچہ حضرت فاروق عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا تھی۔

اللّٰھم اجعل عملی کلہ صالحًا واجعل لوجھک خالصًا۔ ولا تجعل لاحد شیئًا

اے اللہ! میرے تمام اعمال اچھے اعمال بنا دے اور انہیں خالص تیرے ہی لئے کر دے۔ اس میں کسی دوسرے کا کوئی حصہ نہ رکھ۔

"شرک فی العبادۃ" عمل کے ثواب کو باطل کر دیتا ہے۔ اور اگر یہ عمل فرض یا واجب ہے تو بسا اوقات اس شرک کی وجہ سے بندہ سخت عتاب و سزا کا مستحق بن جاتا ہے کیونکہ شرک کی وجہ سے بندہ کا یہ عمل کلیتہً سوخت ہو جاتا ہے۔ اور ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے عمل کیا ہی نہیں۔ اور اس لئے ترک مامور کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اور ترک مامور کی وجہ سے عقوبت و سزا کا مستحق بن جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا تو یہ حکم ہے کہ خالص اسی کی عبادت کی جائے۔ کسی کو اس میں شریک نہ کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین، حنفاء (لم یکن الذین)

حالانکہ ان کو اس کے سوا کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں۔ خالص اسی کے عبادت گزار اور یکسو ہو کر۔

پس جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت نہیں کرتا وہ حکم کے بموجب عمل نہیں کرتا

بلکہ حکم کے خلاف عمل کرتا ہے۔ اور اس لئے وہ کسی طرح بھی صحیح اور مقبول نہیں ہو سکتا
چنانچہ حدیث قدسی کے اندر مروی ہے۔

انا اغنی الشرکاء من الشرک فمن عمل عملا اشرک معی فیہ غیری فھو الذی اشرک بہ وانا منہ بری ؛

میں شریک وار سے نہایت ہی مستغنی ہوں کسی نے کوئی عمل کیا اور میرے ساتھ کسی کو بھی اس میں میرا شریک گردان لیا تو وہ عمل اسی کا ہے۔ جسے اس نے شریک گردانا ہے۔ میں اس سے بری ہوں۔

اس شرک کی دو قسمیں ہیں۔ شرک اکبر اور شرک اصغر۔ ان میں سے بعض کی مغفرت و بخشش ہے اور بعض کی قطعاً بخشش نہیں۔

اور پہلی قسم کے شرک کی دو قسمیں۔ شرک کبیر۔ اور شرک اکبر شرک کبیر و اکبر کی مغفرت نہیں۔ خدا کی ذات کے ساتھ اس کی محبت و تعظیم میں کسی کو شریک گردانا اسی قبیل کا شرک ہے۔ اور محبت و تعظیم میں کسی کو شریک ماننے کے یہ معنی ہیں کہ مخلوق سے ویسی ہی محبت رکھی جائے جیسی ذات الٰہی سے رکھی جاتی ہے۔ یہ شریک اسی قسم کا شرک ہے جسے اللہ تعالٰے ہرگز ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔ یہ اسی قسم کا شرک ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً ۔ الآیۃ (بقرہ)

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کے سوا دوسروں کو شریک بنا لیتے ہیں۔

اس قسم کے مشرک اور انکے معبودان باطل جب جہنم میں جھونکے جائینگے تو ان معبودان باطل سے یہ کہیں گے

تاللہ ان کنا لفی ضلال مبین : اذ نسویکم برب العالمین (شعراء)

قسم خدا کی۔ ہم بلاشبہ صریح گمراہی میں تھے جب کہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر قرار دیتے تھے۔

یہ بالکل واضح ہے کہ یہ لوگ اپنے معبودان باطل کو خالق و رازق، مارنے والا اور جلانے والا نہیں مانتے تھے۔ نہ ملک و قدرت میں ان کو خدا کا شریک سمجھتے تھے۔ بلکہ محبت معبودیت۔ خضوع و خشوع۔ تذلل و انکساری میں۔ وہ ان کو خدا کا ہمسر اور ہم مرتبہ مانتے تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ انتہا درجہ کی جہالت اور انتہا درجہ کا ظلم ہے۔ جو چیزیں مٹی سے پیدا کی گئیں۔ مٹی سے بنائی گئیں وہ رب الارباب کے مساوی کیسے ہو سکتی ہیں ؟ غلام آقا

کے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے؟ فقیر بالذات۔ ضعیف بالذات۔ عاجز اور محتاج بالذات کہ جس کی ذات عدم کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتی وہ اس غنی بالذات۔ قادر بالذات کے مساوی کیونکر ہو سکتی ہے؟ جو غنی بالذات ہے مالک الملک ہے۔ جود و سخا کا مالک ہے۔ احسان۔ علم رحمت۔ کمال مطلق۔ جس کے لوازمات ذات سے ہیں؟ بتاؤ اس ظلم سے بڑھ کر دنیا میں کونسا ظلم ہو سکتا ہے؟ ایسے غلط حکم اور غلط فیصلہ سے بڑھ کر کونسا ظلم وجور ممکن ہے؟ یہ وہ ظلم ہے جس کی نظیر و مثال ممکن نہیں۔ جس ذات کا کوئی مثل۔ مانند اور ہمسر نہیں۔ مخلوق کو اس کا مثل۔ مانند اور ہمسر بنا دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الحمد للّٰہ الذی خلق السماوات والارض۔ جعل الظلمت والنور ثم الذین کفروا بربہم یعدلون (انعام)	ہر طرح کی ستائش اس خدا کو زیبا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا۔ اور تاریکیاں اور روشنی بنائی پھر بھی کافر اپنے پروردگار کے ساتھ دوسروں کو برابر سمجھتے ہیں۔

جس ذات نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ظلمات اور نور پیدا کئے مشرک ایسی چیزوں کو اس کا مثل مانند اور ہمسر بناتا ہے جو اپنی جان تک کے مالک نہیں۔ اپنے نفع و نقصان کے مالک نہیں نہ آسمان و زمین میں کسی کو ذرہ برابر فائدہ بھی پہنچا سکتے ہیں۔

افسوس! یہ کیسا تقابل ہے کہ جس میں اتنا بڑا اور ایسا قبیح ظلم ہے۔

سے اسی کیبن میں موجود دوسری کتاب، "مسائل اہل سنت" کا مطالعہ کریں۔ ہمیں ساتھ ہی رکھی ہے مزید "جاء الحق" مطالعہ کریں۔

فصل

اقوال۔ افعال۔ نیت و ارادہ کا شرک۔ قبروں کی تعظیم اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانا شرک ہے۔ یہود و نصاریٰ اسی سے ہلاک ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے توحید کی فصیل قائم کر دی کہ اس کے اندر کوئی بھی داخل نہ ہو سکے۔

مذکورہ بالا شرک کے بعد یہ شرک کہ بندہ اپنے اقوال۔ افعال۔ ارادے اور نیت میں کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک گردانے اور شرک فی الافعال کی مثال یہ ہے کہ خدا کی ذات کے سوا کسی اور کے سامنے سجدہ کیا جائے۔ خدا کے گھر کے سوا دوسرے گھر کا طواف کیا جائے۔ غیر اللہ کے لئے اظہار عبودیت اور خضوع و انکساری کی غرض سے سر منڈایا جائے۔ حجر اسود کے سوا کہ یہ زمین پر

خدا کا ہاتھ ہے۔ کسی دوسرے پتھر کو چوما جائے یا قبروں وغیرہ کو چوما جائے۔ یا قبروں پر سجدہ کیا جائے۔ کیونکہ خود آنحضرت نے انبیاء کرام اور صالحین کی قبروں کو مسجد بنا کر نماز پڑھنے والوں پر لعنت بھیجی ہے تو پھر ان لوگوں کا کیا حال جو قبروں کو بت بنا کر ان کی پرستش کرتے ہیں؟

چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد۔

یہود و نصاری پر خدا نے لعنت بھیجی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے۔

اور صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

ان من شرار الناس من تدرکھم الساعۃ وھم احیاء والذین یتخذون القبور مساجد؛

وہ بدترین لوگ ہوں گے جو اس وقت جب قیامت آئیگی زندہ ہوں گے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔

صحیح بخاری کے اندر آنحضرت صلعم سے مروی ہے۔

ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد۔ الا فلا تتخذوا القبور مساجد فانی نھاکم عن ذالک،

تم سے اگلوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا خبردار تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں اس سے تمہیں منع کرتا ہوں۔

اور مسند امام احمد۔ اور صحیح ابن حبان کے اندر روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

لعن اللہ زوارات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسراج

قبروں کی زیارت کرنیوالی عورتوں پر اور قبروں پر مسجد بنانے والوں پر اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر خدا نے لعنت بھیجی ہے۔

اور ارشاد فرمایا

اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد

اس قوم پر اللہ تعالے کا غضب شدید تر ہوتا ہے جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

اور ارشاد فرمایا

ان من کان قبلکم کان اذا مات فیھم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا

تم سے پہلے اگلے لوگ تھے کہ جب ان میں کوئی صالح نیک آدمی مرجاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنا

وصوروا فیہ تلک الصورۃ ۔ اولائک شرار الخلق یوم القیامۃ

لیتے اور مسجد میں اسکی تصویر بنا لیتے۔ قیامت کے دن یہ لوگ ساری مخلوقات سے زیادہ بدترین لوگ ہونگے۔

غور کرو یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جو قبروں پر مسجدیں بنائیں ان میں خدا کے سامنے سجدہ کریں[1] پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو خود قبروں کو سجدہ کیا کرتے ہیں؟ آنحضرت ؐ نے خود اپنی ذات سے متعلق بارگاہ خداوندی میں یہ دعا کی کہ

اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد: اے اللہ! میری قبر کو پرستش کا بُت نہ بنا دیجئے گا

حقیقت امر یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے توحید کے اردگرد ایک ایسی مضبوط فصیل کھڑی کردی کہ اسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔ نہ اس توحید میں کوئی گھس سکتا ہے۔ غور کرو اپنے سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نفل نماز تک پڑھنے کی ممانعت کردی کہ ان اوقات میں نماز نہ پڑھی جائے۔ اور یہ اس لئے کہ کہیں آفتاب پرستوں کی مشابہت نہ ہو جائے آپ نے اس مشابہت کا سدباب کردیا نیز آپ نے عصر اور فجر کے بعد کوئی نماز نہیں رکھی اس لئے کہ آفتاب پرستوں کا وقت ان اوقات سے ملا ہوا ہے۔

اب رہا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو سجدہ کرنا۔ تو آنحضرت ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔

لاینبغی لاحد ان یسجد لاحد الا اللہ: کسی طرح جائز نہیں کہ کوئی شخص اللہ کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرے۔

اس حدیث میں لفظ "لاینبغی" وارد ہے۔ خوب سمجھ لو کہ کلام اللہ اور کلام الرسول میں لفظ "لاینبغی" اس امر کے متعلق بولا جاتا ہے۔ جسے شریعت نے پوری قوت سے ممنوع قرار دیا ہو۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

وما ینبغی للرحمان ان یتخذ ولدا: (مریم) حالانکہ رحمٰن کو شایان نہیں کہ وہ فرزند رکھے۔

اور ارشاد فرمایا۔

وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ (یٰسین) ہم نے محمد کو شاعری نہیں سکھائی۔ نہ شاعری ان کو زیب دیتی ہے۔

اور ارشاد فرمایا۔

وما تنزلت بہ الشیاطین وما ینبغی لھم: (شعراء) اور اس قرآن کو شیطان لیکر نہیں اترے اور نہ ان کو یہ کام مناسب ہے۔

اور فرشتوں کا قول اللہ تعالیٰ نقل فرماتا ہے۔

[1] دیکھو سورۂ کہف۔ قرآن قبروں پر مساجد بنانے کی تائید کرتا ہے۔ عزیز مرحوم ...

ما کان ینبغی لنا ان نتخذ من دونک من اولیاء : ہم کو زیبا نہیں کہ تیرے سوا دوسروں کو ہم کارساز بنائیں۔ (فرقان)

ان تمام مواقع میں "ینبغی" کا لفظ اسی چیز کے لئے وارد ہوا ہے جسے شریعت نے نہایت سختی سے منع کیا ہے۔

فصل

غیر اللہ کی قسم کھانا ماشاء اللہ وماشئت (خدا چاہے اور تم چاہو)

کہنا میرا کوئی نہیں۔ اللہ ہے۔ اور تم ہو۔ کہنا شرک ہے

اللہ تعالے کے ساتھ الفاظ میں کسی کو شریک کیا جائے۔ یہ بھی شرک ہے۔ مثلاً غیر اللہ کی قسم کھانا۔ جیسا کہ مسند امام احمدؒ اور ابو داؤد میں مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

من حلف بغیر اللہ فقد اشرک : جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔

حاکم اور ابن حبان نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

کسی کو یہ کہنا کہ "اللہ تعالے چاہے۔ اور تم چاہو۔" اسی قبیل کا شرک ہے۔ جیسا کہ خود آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ ایک شخص نے آپ کو خطاب کرتے ہوئے کہا ماشاء اللہ وما شئت (اللہ چاہے۔ اور آپ چاہیں) آپ نے فرمایا۔

اَجعلتنی للہ ندا : ؟ قل ماشاء اللہ وحدہ : کیا تو نے مجھے اللہ کا ہمسر بنا دیا ؟ صرف یہ کہو اللہ تعالے جو چاہے۔

غور کرو یہ حکم تو مشیت اور چاہنے کے متعلق وارد ہے۔ حالانکہ بندے کے حق میں خود اللہ تعالیٰ نے مشیت اور چاہنے کا اثبات کیا ہے۔ مثلاً

لمن شاء منکم ان یستقیم : خاص کر تم میں سے جو لوگ راست روی چاہتے ہیں۔

اب تم بتاؤ ان لوگوں کا کیا حال ہونا چاہیئے جو یہ کہیں کہ "میرا اعتماد و بھروسہ خدا پر ہے اور تم پر" ــــ "مجھے اللہ۔ اور تم بس ہو" "میرا اللہ۔ اور تمہارے سوا کوئی نہیں"۔ "یہ چیز اللہ نے اور تم نے دی"۔ "یہ اللہ کی اور تمہاری برکت ہے"۔ "میرا آسمان پر اللہ اور زمین پر تم ہو"

اور پھران لوگوں کا کیا حال ہونا چاہیئے جو یہ کہیں "قسم خدا کی اور فلاں کی" "یہ چیز اللہ کی نذر ہے اور فلاں کی"۔ "میں اللہ کے لئے اور فلاں کے لئے توبہ کرتا ہوں"۔ "میں اللہ سے امید رکھتا ہوں اور فلاں سے" وغیرہ ذالک۔

ان الفاظ کو اس شخص کے قول سے موازنہ کرو جس نے آنحضرت سے یہ کہا تھا کہ خدا چاہے اور آپ چاہیں۔ غور کرو وہ لفظ بھاری ہے۔ یا یہ لفظ؟ یقیناً جس کلمہ کے متعلق آپ نے یہ فرمایا اس کے مقابلہ میں یہ کلمات اس جواب کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس شخص نے تو آنحضرت کو ایسا کہا تھا۔ اور یہ لوگ تو ان لوگوں کو خدا کا ہمسر بناتے ہیں جو آنحضرت کی خاک پا کے بھی برابر نہیں۔ بلکہ جن کی شان میں ایسا کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ رب العالمین کے دشمن ہوں۔

پس سجدہ، عبادت۔ توکل۔ انابت۔ تقوی، خضوع وخشیت استناد۔ توبہ۔ استغفار نذر ونیاز۔ قسم۔ تسبیح وتکبیر۔ تہلیل وتحمید۔ خاکساری۔ انکساری۔ بغرض عبادت سر منڈانا۔ گھر کا طواف۔ دعا۔ یہ تمام امور محض اللہ تعالےٰ ہی کے حقوق ہیں۔ ذات الٰہی کے سوا کوئی بھی اس کا مستحق نہیں ہے۔ ذات خداوندی کے سوا کسی کو بھی یہ حق دینا جائز نہیں۔ نہ کسی مقرب بارگاہ الٰہی کو اس کا حق پہونچتا ہے۔ نہ کسی نبی مرسل کو۔ چنانچہ مسند امام احمد میں روایت ہے۔ آنحضرت کے حضور میں ایک شخص آیا جس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تھا آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

اللھم! انی انوب الیک ولا اتوب الی محمد:	اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں محمد کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتا۔

یہ سن کر آنحضرت نے فرمایا

فقد عرف الحق لاھلہ:	اس نے حق کے حقدار کو اچھی طرح پہچان لیا۔

فصل

ارادہ اور نیت کا شرک۔ اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال۔ اقوال۔ اور نیت وارادہ کو اللہ تعالےٰ کے لئے مخصوص کر دے۔

اب رہا۔ ارادہ اور نیت کا شرک۔ تو یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ ہی نہیں

تم خود ہی بتاؤ کہ اس شرک سے کیسے نجات مل سکتی ہے؟ اور کون اس سے بچ سکتا ہے؟ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے ارادہ اور نیت سے عمل کرے۔ کسی کام سے تقرب الٰہی کے سوا کسی دوسرے کے تقرب کی نیت کرے۔ اپنے کسی عمل کا کسی اور سے بدلہ چاہے سمجھ لو۔ اس نے اپنے عمل اور کام میں۔ اپنے ارادہ اور نیت میں غیر اللہ کو شریک کر لیا۔ حضرت ابراہیم کا دین حنیف جس کی اتباع کا خدا نے اپنے تمام بندوں کو حکم دیا ہے اور جس ملت کے سوا دوسری ملت مقبول نہیں۔ وہ یہی کہ بندہ کے افعال۔ اقوال۔ ارادہ اور نیت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ اس میں کسی کو شریک نہ گردانا جائے۔ اور اسلام کی حقیقت بھی یہی ہے اس کے بغیر بندے کا کوئی عمل مقبول نہیں۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین (آل عمران)

اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو چاہے گا۔ تو اس سے دوسرا دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور آخرت میں وہ نامرادوں میں سے ہو گا۔

یہی وہ ملت ابراہیمی اور ملت اسلام ہے کہ جس نے اس سے منہ موڑا وہ سب سے بڑا بے وقوف ہے۔

فصل

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ خالق کو مخلوق کے مشابہ
اور مخلوق کو خالق کے مشابہ گردانا جائے۔

اس مقدمہ۔ اور تمہید کے بعد مذکور سوال کا جواب آسانی سے تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔ اب ہم خدائے وحدہ لاشریک کی ذات سے راہ صواب کی امداد چاہتے ہوئے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ خالق کو مخلوق کے مشابہ گردانا جائے۔ تشبیہ درحقیقت اسی کا نام ہے۔ صفات کمال جو اللہ اور اللہ کے رسول نے ذات الٰہی کے لئے بیان کی ہیں۔ ان کو ذات الٰہی کے لئے ثابت کرنے کا نام تشبیہ نہیں ہے۔ لیکن جن لوگوں کے قلوب اللہ تعالیٰ نے مسخ کر دیئے ہیں۔ اور جن کی بصیرت کی آنکھیں اندھی کر دی گئی ہیں۔ وہ اس حقیقت کو بالکل معکوس

کر دیتے ہیں۔ اصل حقیقت کو دوسرا جامہ پہنا کر یکسر صورت ہی تبدیل کر کے رکھ دیتے ہیں اصل توحید کو تشبیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور تشبیہ کو تعظیم و طاعت کہتے ہیں۔

پس مشرک وہ ہے جو خالق کی خصوصیات الوہیت میں کسی مخلوق کو اس کے مشابہ گردانے۔

الوہیت و الٰہیت کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اقلیم نفع و ضرر۔ ملک عطا و منع کا مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور یہ ملک صرف اسی کا ہے کسی اور کو اس سے کوئی تعلق نہیں جب یہ مان لیا گیا تو اب واجب یہی ہے کہ دعا، خوف و رجا، توکل و اعتماد کا تعلق و رشتہ صرف اسی خدائے وحدہ لا شریک ہی کی ذات سے ہو۔ کسی اور سے نہیں۔ پس اگر کوئی شخص یہ تعلق اور رشتہ کسی مخلوق سے قائم کرتا ہے تو یقیناً وہ مخلوق کو خالق کے مشابہ کر رہا ہے جو مخلوق خود اپنے نفع و نقصان۔ موت و زیست کی مالک نہیں۔ اسے اس ذات وحدہٗ لا شریک کا مثل اور مشابہ قرار دیتا ہے جو ساری مخلوق اور مخلوق کے سارے ہی امور کا مالک و مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کی مشیت و ارادے کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا جسے وہ دینا چاہتا ہے دیتا ہے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جسے وہ منع کر دے۔ اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ اپنے کسی بندے کے لئے اپنی رحمت کا دروازہ بند کر لے تو اسے کوئی کھول نہیں سکتا۔ اور جس کے لیے کھول دے تو کوئی بند نہیں کر سکتا۔ ایسی مالک و مختار ذات کے ساتھ کسی بے بس۔ غیر مختار مخلوق کو مشابہ قرار دینا قبیح ترین تشبیہ ہے۔ عاجز بالذات۔ فقیر و محتاج بالذات، کا قادر بالذات۔ غنی بالذات کے مشابہ ہونا کیا معنی؟

کمال مطلق بجمیع الوجوہ جس میں کسی قسم کا نقص نہ ہو۔ یہ الوہیت کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور یہی چیز واجب کرتی ہے کہ ساری عبادتیں صرف اسی کے لئے مخصوص ہوں اور عقلاً۔ شرعاً۔ فطرتاً واجب ہے کہ تعظیم و اجلال۔ خشیت و خاکساری۔ دعا و استدعا۔ توبہ و انابت۔ توکل و اعتماد، استمداد و استعانت اور انتہائی عاجزی و انکساری اور انتہائی محبت یہ تمام امور صرف ذات الٰہی کے لئے مخصوص ہوں کسی اور کے لئے یہ امور ثابت کئے جائیں اس سے عقل، شرع اور فطرت مانع ہے۔ پس جو آدمی ان امور میں سے کسی ایک امر کو بھی کسی اور کے لئے ثابت کرتا ہے وہ اسے اس ذات کا مثل اور مانند قرار دیتا ہے جس کا کوئی مثل اور مانند نہیں اور یہ قبیح ترین اور باطل ترین تشبیہ ہے۔ اور چونکہ یہ تشبیہ قبیح ترین چیز ہے جو انتہائی ظلم پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ایسے آدمی کی خدا کبھی مغفرت نہیں کرے گا۔ حالانکہ ذات الٰہی وہ ذات

ہے جس نے اپنے لئے رحمت خود لازم کر رکھی ہے۔

خصوصیات الوہیت والہیہ میں سے ایک اظہار عبودیت بھی ہے اور یہ عبودیت دو ستونوں پر قائم ہے۔ ایک یہ کہ معبود سے انتہائی درجہ کی محبت رکھی جائے۔ دوسرا یہ کہ معبود کے حضور میں انتہائی درجہ کی عاجزی اور انکساری کی جائے انہی دو چیزوں کی عبودیت کی تکمیل کا دارمدار ہے۔ مخلوق کی منزلیں اور ان کے مقالات ان دو امور میں تفاوت کے بموجب مختلف و متفاوت ہوا کرتے ہیں۔ جس شخص نے اپنی محبت اپنا خضوع وخشوع۔ عاجزی۔ خاکساری۔ انکساری کو اللہ کے سوا دوسرے سے وابستہ کیا اس نے اللہ تعالٰے کے خالص حق میں اسے شریک مان لیا۔ اور اس کے مشابہ قرار دے لیا۔ اس بات کا خدا کی کسی شریعت میں جائز ہونا قطعاً محال ہے اور ہر عقل و فطرت میں اس بات کی برائی جاگزیں ہے۔ لیکن بہتوں کی فطرت کو شیاطین نے بدل کر رکھ دیا ہے۔ ان کی عقلوں کو خراب کر دیا ہے اور اس بات کو ان کے سامنے معمولی سی بات بنا دیا ہے۔ صرف وہی لوگ اصل فطرت اور عقل سلیم پر قائم رہتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اللہ تعالٰے نے ان کے پاس اپنے پیغمبر بھیجے۔ اور کتابیں نازل فرمائی ہیں جو ان کی فطرت اور ان کی عقل کے مطابق ہیں۔ اس طرح وہ لوگ نور علی نور بنکر راہ ہدایت پر چلنے لگے لیکن اس نور کی راہ نمائی بھی اسی کو نصیب ہوتی ہے۔ جس پر خدا کی خاص مہربانی ہو اور جسے وہ اپنا بنانا چاہے۔

یہ سمجھ لینے کے بعد اب سمجھ لو کہ سجدہ خصوصیات الوہیت والہیہ میں سے ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کیا تو سمجھ لو کہ غیر اللہ کو اللہ تعالٰے کے مشابہ قرار دے لیا۔

توکل بھی خصوصیات الوہیت والاہیت سے ہے جس نے غیر اللہ پر توکل کیا۔ اس نے غیر اللہ تعالٰے کے مشابہ بنا لیا۔

توبہ بھی خصوصیات الوہیت والاہیت سے ہے۔ جس نے غیر اللہ کے سامنے توبہ کی اس نے غیر اللہ کو خدا کا شریک وہمسر بنالیا۔

تعظیماً۔ اجلالاً قسم کھانا بھی خصوصیات الوہیت والاہیت سے ہے جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی۔ غیر اللہ کو خدا کا ہمسر اور مشابہ بنایا۔

یہ تشبیہ کا ایک پہلو ہے کہ کسی دوسری مخلوق کو خالق کا ہمسر اور مشابہ گردانا جائے۔ لیکن ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ خود بندہ اپنی ذات کو خدا کا ہمسر اور مثل ثابت کرنے کی کوشش کرے

اس کی صورت یہ ہے کہ بندہ اپنی عظمت و جلالت ثابت کرے اور جتائے لوگوں سے اپنی تعریف و مدح کرائے۔ اپنی عظمت و جلالت منوائے۔ اپنے سامنے خضوع و خشوع۔ عاجزی اور انکساری کرائے۔ خدا کے بندوں کو اپنے سامنے جھکائے۔ اپنی ذات سے امید و رجا قائم کرنے پر مجبور کرے۔ خوف و رجا۔ التجا و الحاح۔ استعانت و امداد کے لئے مخلوق کے دلوں کو اپنے سے وابستہ کرے یہ تشبیہ باللہ ہے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی ربوبیت۔ الوہیت و الہیت میں خدا کا مقابلہ کر رہا ہے اور اس لئے ایسا شخص اس امر کا حقدار ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے بہت ہی زیادہ ذلیل و خوار کر کے رکھدے اور اسے اپنی مخلوق کے قدموں تلے روندڈالے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ

يقول الله عز وجل. العظمة ازاری والكبرياء ردائی فمن نازعنی واحد منهما عذبته؛

اللہ عزوجل فرماتا ہے عظمت میری ازار ہے اور کبریائی میری چادر ان میں سے کسی ایک چیز کے لئے بھی کوئی مجھ سے جھگڑے گا میں اسے عذاب دوں گا۔

مصّور جو اپنے ہاتھ سے تصویر بناتا ہے۔ چونکہ وہ صنعت میں خدا کی نشابہہ کرتا ہے اس لئے قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اب بتاؤ کہ خدا کی ربوبیت اور الوہیت والہیت کی مشابہت کس درجہ کا جرم ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون يقال لهم احيوا ما خلقتم؛

قیامت کے دن تصویر سازوں کو سخت عذاب دیا جائیگا۔ انہیں کہا جائیگا کہ جو تصویر تم نے بنائی ہے اس میں جان ڈالو۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

قال الله عز وجل ومن اظلم ممن ذهب يخلق خلقا كخلقی فليخلقوا ذرة فليخلقوا شعيرة؛

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے اس سے بڑا ظالم کون ہے جو میری مخلوق جیسی مخلوق بنانے کے لئے چل کھڑا ہوا؟ وہ ایک ذرہ اور جو تو پیدا کر دیکھے۔

اللہ تعالےٰ نے ایک ذرہ اور جو کا ذکر کر کے اس سے بڑی اور اعظم چیزوں کے متعلق تنبیہ فرمائی ہے۔

مقصود یہ ہے کہ یہ تو اس شخص کا حال ہے جو صرف صنعت اور صورت گری میں خدا کی

مشابہت کرتا ہے۔ اس شخص کا کیا حال ہونا چاہیئے۔ جو خصوصیات ربوبیت۔ خصوصیات الوہیت والہیت میں خدا کی مشابہت وہمسری کرے؟

اور یہی حال ہے اس شخص کا جو خدا کے نام میں خدا کی مشابہت وہمسری کرے اپنے لئے وہ نام اختیار کرے۔ جو ذات خداوندی کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ مثلاً "ملک الاملاک"۔ "حاکم الحکام"۔ "شہنشاہ" حاکموں کا حاکم" وغیرہ چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان اخنع الاسماء عند اللہ۔ رجل یسمی بشاھنشاہ، ملک الملوک ولا مالک الا اللہ۔

اللہ تعالےٰ کے نزدیک ذلیل ترین نام یہ ہے کہ کسی آدمی کا نام شہنشاہ۔ ملک الملوک رکھا جائے۔ حالانکہ اللہ کے سوا کوئی ملک نہیں۔

ایک روایت میں کچھ اور الفاظ بھی وارد ہیں۔ اور وہ یہ کہ

اغیظ رجل علی اللہ رجل یسمی بملک الاملاک۔

مغضوب ترین آدمی اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ ہے جس کا نام ملک الاملاک رکھا جائے۔

خدا کی یہ خفگی۔ ناراضگی۔ غضب اور غصہ اس شخص کے لئے ہے جو خدا کے کسی ایسے نام میں خدا کی مشابہت کرے جو اس کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں۔ کیونکہ ملک الاملاک۔ شہنشاہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ احکم الحاکمین وہی ہے۔ سارے حکام۔ بادشاہوں پر اسی کا حکم چلتا ہے۔ اور وہی شاہنشاہ ہے۔ کوئی اس کا مثل اور ہمسر نہیں ہے۔

فصل

اللہ تعالےٰ کے ساتھ سوءِ ظن اکبر الکبائر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کمال مقدس اور اس کے اسماء وصفات اور الوہیت وربوبیت کے خلاف ظن قائم کرنا سوءِ ظن ہے۔

جب یہ اصل حقیقت تم پر واضح ہو گئی تو اس کے بعد ہم تمہیں ایک عظیم ترین اصول اور قاعدہ کلیہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ جس سے مسئلہ کا اصل راز۔ اور اصل حقیقت پوری طرح آشکارا ہو جائے گی اور وہ یہ ہے کہ خدا کی ذات سے سوءِ ظن پیدا کرنا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ خدا کے خلاف سوءِ ظنی کرنا گویا اس کے کمال مقدس کے خلاف گمان قائم کر لینا ہے۔ اور اس کی مقدس ذات

کے ساتھ ایسی باتیں منسوب کر دیتا ہے جو اس کے اسمار و صفات کے متناقض اور منافی ہوتی ہیں اور اسی لئے اللہ تعالٰے نے سوءظنی کرنے والوں کے حق میں ایسی سخت وعید فرمائی ہے جیسی کسی دوسرے گناہ کے لئے نہیں فرمائی ارشاد فرمایا ہے۔

علیہم دائرۃ السوء۔ وغضب اللّٰہ علیہم ولعنہم. واعد لہم جہنم وساءت مصیرا ؛ (سورۃ الفتح)

انہی پر برائی کا چکر ہے اور اللہ ان پر غضبناک ہے اور ان پر لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ایسی جہنم تیار کر رکھی ہے اور یہ بُرا ٹھکانہ ہے

اور خدا کی کسی صفت سے انکار کرنے والے کے بارے میں فرمایا ہے۔

ذٰلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم اردٰکم فاصبحتم من الخاسرین (سورہ حم سجدہ)

اس گمان نے جو تم نے اپنے پروردگار کے متعلق کر رکھا تھا۔ تم کو ہلاک کیا اور تم نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔

اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا قول نقل کرتے ہوئے جو انہوں نے اپنی قوم کو خطاب کر کے کہا تھا۔ فرمایا

ماذا تعبدون ؟ أ إفکاً دون اللّٰہ تریدون ؟ فما ظنکم برب العالمین ؟ (صافات)

تم کس کی پرستش کرتے ہو ؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے اور بے اصل معبودوں کو چاہتے ہو ؟ تو پروردگار عالمین کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے۔

یعنی جب کہ تم غیر اللہ کی پرستش کر رہے ہو تو اسی دن جب کہ جوابدہی کے لئے تمہیں اللہ تعالٰے کے حضور میں حاضری دینی ہوگی تمہارا پروردگار تمہارے ساتھ کیا معاملہ کریگا ؟ اور نہیں کس قسم کی سزا دے گا ؟ تم نے خدا کے اسمار و صفات۔ اور ربوبیت میں کیا نقص دیکھا کہ تم نے اس کے ساتھ دوسروں کو بھی عبادت و پرستش میں اس کا شریک بنا لیا ؟ اگر تم خدا کی ذات صفات۔ اس کی الوہیت۔ اور ربوبیت اور اس کی شان بے ہمتائی کو سمجھتے تو تم ایسا نہیں کر سکتے تھے خدا علیم و خبیر ہے۔ ہر چیز کو جانتا ہے۔ قادر مطلق ہے ہر چیز اس کی قدرت کی گرفت میں ہے وہ غنی ہے تمام سے مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اپنی مخلوق کے ساتھ قسط و عدل کا برتاؤ کرتا ہے۔ اپنی مخلوق کی تدبیر و تنظیم میں منفرد و یکتا ہے اس میں اس کا شریک نہیں۔ مخلوقات اور مخلوق کے تمام امور سے تفصیلی طور پر باخبر ہے۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ تن تنہا وہ اپنے کاموں کا کفیل ہے۔ اور ہر کام کے لئے اکیلا کافی ہے کسی

کی امداد و اعانت کا محتاج نہیں۔ وہ اپنی ذات سے رحمٰن و رحیم ہے بندوں پر رحم کرنے میں وہ کسی وسیلے اور سفارش کا محتاج نہیں جس ذات کی یہ شان ہو وہ یقیناً دنیا کے بادشاہوں سے الگ اور اپنی نرالی شان رکھتا ہے۔ دنیا کے بادشاہ اور سلاطین اس امر کے محتاج ہیں کہ رعایا کے حالات" اور ان کی ضرورتیں دوسرے لوگ ان کے سامنے پیش کریں۔ نیز اس امر کے بھی محتاج ہیں کہ رعایا کی ضروریات و احتیاجات پوری کرنے میں دوسرے لوگ انکی معاونت کریں۔ درمیان میں ترجمانوں کی ضرورت ہے جو سلاطین و بادشاہوں کو رعایا پر رحم وکرم کیلئے آمادہ کریں۔ اور ان کے دلوں میں جذبات و ترحم و تلطف کو ابھاریں۔ سلاطین و بادشاہ اپنی کمزوری عاجزی بے عملی۔ بے بسی کی وجہ سے رعایا کی ضروریات و احتیاجات پوری کرنے میں بھی دوسروں کے ان درمیانی وسائط و وسائل کے محتاج ہیں۔ لیکن ذات خداوندی قادر مطلق ہے۔ غنی بالذات ہے۔ ہر شئی سے مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ رحمٰن و رحیم ہے۔ جس کی رحمت ہر شئی پر، ہر چیز پر محیط اور حاوی ہے اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان وسائط و وسائل اور سفارشی ماننا اس کے حق ربوبیت والٰہیت حق توحید و الوہیت میں نقص پیدا کرتا ہے اور جو ایسا سمجھتا ہے۔ ذات الٰہی کی نسبت سوظنی کرتا ہے اور محال و ناممکن ہے کہ جو چیز عقل و فطرت کے خلاف ہو۔ اور عقل و فطرت کے نزدیک ہر قسم کی قباحتوں سے زیادہ قبیح ہو اسے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے لئے مشروع فرمائے۔

اوپر کے بیان کی وضاحت اس طرح ہوتی ہے۔ بندہ کسی کی عبادت کرتا ہے۔ اسے بڑا مان کر ہی اس کی عبادت و پرستش کرتا ہے۔ اور اس کے سامنے جھکتا ہے۔ اس کے سامنے عجز و انکساری کرتا ہے۔ اور اپنی ذلت و خواری۔ انکساری و خاکساری کا اظہار کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ان تمام چیزوں کا حقدار صرف پروردگار عالم وحدہٗ لاشریک ہے اور بس۔ یہ اس کا حق ہے اس کا کوئی شریک و ساجھی نہیں۔ اور یہ قبیح ترین ظلم ہے کہ اس کا حق کسی غیر کو دے دیا جائے۔ یا اس میں کسی کو بھی شریک کر دیا جائے۔ خصوصاً ایسے شخص کو اس کے اس خاص حق میں شریک گردانا جائے جو اس کا بندہ اور مملوک ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن حکیم میں اس کی مثال پیش فرماتا ہے۔

ضرب لکم مثلا من انفسکم هل لکم مما ملکت ایمانکم من شرکاء فیما رزقناکم (الآیۃ) (روم)

اللہ نے تمہارے لئے تمہاری ہی ذات سے ایک مثال بیان کی ہے کہ اس چیز میں جو ہم نے تمہیں دی ہے کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی تمہارا شریک ہے؟

یعنی جب کہ تم میرے دیئے ہوئے رزق میں اپنے غلام کو شریک کرنا گوارا نہیں کرتے تو پھر میرے بندوں اور غلاموں کو میرے خالص الوہیت والاہیت و ربوبیت میں شریک قرار دینا کیوں کر صحیح ہو گا؟ اور جو شخص ایسا سمجھتا ہے۔ ہرگز ہرگز میری قدر نہیں کرتا میری عظمت وجلالت کا حق وہ قطعاً نہیں پہچانتا۔ جس چیز میں میں منفرد و یکتا ہوں۔ میری مخلوق کا جس میں کوئی حق نہیں۔ اس میں مجھے منفرد و یکتا نہیں مانتا۔

پس جو شخص اپنی عبادت میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے وہ قطعاً حقِ تعالےٰ کی قدر نہیں کرتا۔ چنانچہ حق تعالےٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔

یاایھاالناس ضرب لکم مثل فاستمعولہ۔ ان الذین یدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا۔ ولواجتمعوالہ وان یسلبھم الذباب شیئاً لا یستنقذوہ منہ ط ضعف الطالب والمطلوب ۵ ما قدروا اللہ حق قدرہ ط ان اللہ لقوی عزیز ۵

(سورۃ الحج آیت نمبر ۷۳-۷۴)

لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے تم اس کو خوب سن لو۔ اللہ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو۔ وہ سب جمع ہو کر بھی ایک مکھی نہیں پیدا کر سکتے اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے جائے تو وہ چھڑا بھی نہیں سکتے، ایسے عابد و معبود دونوں ہی عاجز۔ ان لوگوں نے اللہ کی ویسی قدر نہیں کی جیسی کہ کرنی چاہیے۔ بیشک اللہ قوت والا اور عزت والا ہے۔

جو شخص کسی ایسی ہستی کو اپنی عبادت میں خدا کا شریک و ساجھی گردانتا ہے جو ایک چھوٹا سے چھوٹا جانور بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر اس پر مکھی بیٹھ جائے تو اڑا نہیں سکتا۔ تو بتلاؤ وہ اللہ تعالیٰ کی کیا قدر کرتا ہے؟ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعًا قبضتہ یوم القیامۃ والسماوات مطویات بیمینہ۔ سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون:

(سورہ الزمر)

انہوں نے جیسی چاہیے ایسی خدا کی قدر نہیں کی قیامت کے دن ساری زمین اسکی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک ذات ہے اور اس سے اعلیٰ و ارفع ہے کہ لوگ اس کا شریک بنائیں۔

جس خدا کی یہ شان اور یہ عظمت وجلالت ہو۔ اس کے ساتھ کسی نے اپنی عبادت میں کسی ایسے کو شریک کر لیا جس کے اندر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ وہ عاجز اور انتہا درجہ کمزور

ہے۔ تو یقیناً وہ خدا کی عظمت و توقیر نہیں کرتا۔ ایک ضعیف۔ عاجز۔ کمزور کو خدا کی عبادت میں شریک کر لیا۔ تو یقیناً وہ قوی کا توانا۔ غالب کے حق کی قدر و توقیر نہیں کرتا۔

اسی طرح وہ آدمی بھی حق تعالےٰ کی قدر و توقیر نہیں کرتا جو کہتا ہے کہ خدا نے پیغمبر نہیں بھیجے، کتابیں نازل نہیں فرمائیں۔ بھلا کیا یہ باتیں اس کی شان میں سزاوار ہیں؟ کیا اس نے مخلوق کو یونہی بے کار، عبث اور بے مصرف پیدا کیا ہے؟ کیا اس نے اپنے بندوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ جانوروں کی طرح پیٹ بھر لیں۔ اور وقت آئے تو جانوروں کی طرح مر جائیں؟

اسی طرح وہ آدمی بھی خدا کی قدر و توقیر نہیں کرتا۔ جو خدا کے اسمارِ حسنیٰ اور صفاتِ حق کی حقیقتوں کی نفی اور انکار کرتا ہے۔ سمع و بصر، ارادہ و اختیار، علو و رفعت، کلام و تکلیم کی خدا کی ذات سے نفی کرتا ہے اور عمومِ قدرت۔ بندوں کے افعال کے تعلق کی اسکی ذات سے نفی کرتا ہے۔ اس کی قدرت و مشیت سے افعالِ عباد کو خارج کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے بندے خود ان افعال کے خالق ہیں۔ خدا کی مشیت کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ خدا کے ملک میں وہ ہوتا ہے جو وہ نہیں چاہتا۔ اور جو وہ چاہتا ہے نہیں ہوتا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی شان ان مجوسیوں۔ اور مجوس نما لوگوں کے قول و خیال سے بلند و بالا ہے۔

وہ شخص بھی اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کرتا۔ جو کہتا ہے کہ خدا بندے کو ایسے کاموں کی سزا دیتا ہے جو بندے کے اختیار میں نہیں۔ بندہ اس پر قادر نہیں۔ مجبور محض ہے۔ کام کرنے میں بندوں کو کوئی دخل نہیں سارے کام صرف اللہ تعالےٰ کے ہیں، وہ خود ہی کرتا ہے۔ بندوں سے جبراً کام کراتا ہے مخلوق پر مخلوق جبر کرتی ہے۔ تو خود اللہ تعالیٰ کراتا ہے۔ تعالےٰ اللّٰہ من ذالك علواً کبیرا۔ ایسا کہنے والے لوگ کس قدر بھاری گناہ کر رہے ہیں۔ جبکہ فطرت و عقل میں یہ چیز راسخ ہے کہ اگر کوئی سید و آقا اپنے غلام سے جبراً کوئی کام کرائے اور اسے اس کام کے لئے مجبور کرے اور پھر اسے اس کام کی سزا بھی دے تو آقا کا یہ عمل بد ترین عمل ہوگا۔ جب بندوں کے متعلق فطرت و عقل کا یہ فیصلہ ہے تو پھر یہ کیسے صحیح ہے کہ وہ عادلوں کا عادل۔ احکم الحاکمین۔ ارحم الراحمین۔ اپنے بندوں کو ایسے عمل کی سزا دے جس میں بندوں کا کوئی دخل نہ ہو۔ اس کے ارادہ کو اس کے فعل و عمل سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور پھر وہ اسے سزا دیتا ہے۔ تعالیٰ اللّٰہ عن ذالك علواً کبیرا۔ ان لوگوں کا قول بھی بد ترین قول ہے اور یہ بھی مجوسیوں کے بھائی ہیں۔ یہ گروہ اور پہلا گروہ دونوں اللہ تعالےٰ

کی قدر نہیں کرتے۔

اور وہ لوگ بھی خدا کی قدر و توقیر نہیں کرتے جو ذاتِ الٰہی کو تعفن، بدبودار اشیاء اور گوبر پاخانہ سے بھی محفوظ نہیں مانتے۔ اور اس جگہ بھی اسے مانتے ہیں جس کے ذکر سے بھی لوگ نفرت کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں مانتے کہ وہ عرش پر قائم ہے۔ اور یہ نہیں مانتے کہ

الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ اچھی باتیں خدا کی جانب اوپر کو چڑھتی ہیں اور عمل صالح اسے اوپر لے جاتے ہیں۔

یہ نہیں مانتے کہ فرشتے اور روح اس تک جاتی ہے اور آتی ہے۔ فرشتے آسمان و زمین کی تدبیر و تنظیم کرتے ہیں، اور اس تک جاتے ہیں۔ ایک طرف تو یہ لوگ خدا تخت پر یا عرش پر بیٹھا ہے اس سے انکار کرتے ہیں، دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ خدا ہر جگہ ہے۔ اس جگہ بھی ہے جہاں جانے سے انسان بلکہ حیوان تک نفرت کرتے ہیں۔ جو لوگ خدا کی محبت۔ رحمت و راحت رضامندی۔ غضب و خفگی کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں۔ خدا کی حکمت کا انکار کرتے ہیں جو اس کے افعال کی محمود ترین غایت و مقصود ہے۔ اس کے افعال کو اختیاری۔ اور اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں مانتے۔ بلکہ مفعول کو فاعل سے افضل مانتے ہیں۔ خدا کے آنے جانے۔ عرش پر قائم ہونے طور پر حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کلام کرنے۔ قیامت کے دن بندوں کے قضایا کا فیصلہ کرنے اور اس قسم کے دیگر افعال و اوصاف کمالیہ کی نفی اور انکار کرتے ہیں۔ وہ ہرگز ہرگز خدا کی قدر نہیں کر رہے ہیں۔ گو زبان سے ہی رٹ لگاتے جا رہے ہیں کہ ہم خدا کی قدر و توقیر کر رہے ہیں وہ لوگ بھی خدا کی ناقدری کرتے ہیں جو خدا کی بیوی و بیٹیا مانتے ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں کہ خدا اپنی تمام مخلوقات میں حلول کئے ہوئے ہے۔ یا وہ مخلوقات کا عین وجود ہے۔ لیکن حقیقتہً یہ لوگ خدا کی ناقدری کر رہے ہیں۔

وہ لوگ بھی خدا کی ناقدری کر رہے ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے رسول۔ اور رسول کے دشمنوں کو غلبہ دیا۔ اور انہیں عزت و شرف سے نوازا۔ ان کی شان بلند کی اور دنیا میں انہیں شہرت و تمکنت بخشی۔ ملک و خلافت دے کر انہیں تمام پر غالب کر دیا اور اپنے رسول کے خاندان سے محبت کرنے والوں کو ذلیل و خوار کر دیا۔ ان کی قسمت پر ذلت و نکبت کی مہر ثبت کر دی کہ جہاں بھی یہ لوگ ہوں خوار و ذلیل ہی بن کر رہیں۔

خدا کی جناب میں ایسی باتیں کرنا انتہا درجہ کی گستاخی ہے۔ خدا کی ذات رو افض کے اس

قول سے نہایت بلند اور بالا ہے۔ ان کا یہ قول یہود و نصاریٰ کے قول سے ماخوذ ہے وہ بھی
پروردگار عالم کی شان میں کہا کرتے تھے کہ خدا نے ظالم بادشاہ بھیجا جس نے نبوت کا دعویٰ
کیا۔ جو خدا پر نت نئے جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ ہمیشہ وہ جھوٹ ہی بولتا رہا اور کہتا رہا خدا
نے مجھے یہ کہا۔ ایسا حکم فرمایا۔ فلاں چیز سے منع فرمایا۔ میرے لئے اس نے تمام اگلی شریعتیں منسوخ
کر دیں۔ اور ان پیغمبروں کے متعلقین اور ماننے والوں کا خون۔ مال۔ ان کی عورتیں۔ میرے لئے
حلال اور مباح کر دیں۔ اور کہتا تھا خدا نے تمام چیزیں میرے لئے مباح کر دی ہیں۔ خدا ہمیشہ
میری امداد فرمائے گا۔ اور اپنی تائید سے مجھے نوازے گا۔ مجھے تمام پر غلبہ دے گا۔ میری قوت
بڑھائے گا۔ وہ میری دعائیں قبول کرتا ہے۔ میرے مخالفین اور دشمنوں پر مجھے تمکنت اور قابو
دے گا۔ میری صداقت پر وہ ایسے ایسے دلائل پیش کرتا ہے۔ جن کی کوئی مخالفت اور تردید
نہیں کر سکتا۔ اور ہر شخص اس ظالم و جابر بادشاہ کے قول و فعل۔ تقریر و گفتار کی تصدیق کرتا رہا
اور قیامت تک اس کی تصدیق ہوتی ہی رہے گی۔ اور نت نئی دلیلیں اس کی صداقت پر
قائم ہوتی چلی جائیں گی۔

یہ ظاہر ہے کہ رب العالمین کی ذات کے متعلق ایسا کہنا اور ایسا خیال کرنا نہایت قبیح اور
اس کی شان کے خلاف ہے۔ اس کے علم پر۔ اس کی رحمت و ربوبیت پر۔ اس کی حکمت پر بدترین
حملہ ہے۔ خدا کی ذات۔ خدا کی شان ان منکرین خدا کے قول سے بہت بلند اور بالاتر ہے۔ ان
لوگوں کے قول میں۔ اور ان کے بھائی یہود و نصاریٰ کے قول میں تمہیں کسی قسم کا فرق نظر نہیں
آئے گا۔ دونوں کے قول اور خیال ایک ہی قسم کے ہیں۔ اور ٹھیک ٹھیک شاعر کے اس قول
کے مطابق ہے۔

رضیعی لبان ثدی ام تقاسما | باسحم داج عوض لا نتفرق

میں اور میرا ممدوح دونوں توأم ہیں۔ ہم دونوں نے ایک ہی ماں کے دو پستانوں سے
دودھ پیا ہے۔ ہم دونوں نے اندھیری رات میں باہم قسم کھائی ہے کہ ہم کبھی ایک دوسرے سے
جدا نہیں ہوں گے

اسی طرح وہ شخص بھی خدا کی ناقدری کرتا ہے جو کہتا ہے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے
مطیع و فرمانبردار بندوں کو جنہوں نے کبھی اس کی نافرمانی نہ کی ہو۔ جہنم میں ڈال دے اور اپنے
دشمنوں اور نافرمانوں کو جنہوں نے کبھی اس کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کی ہو۔ ثواب سے مالا مال

کر دیوے۔ اور انہیں جنت میں جگہ دلیوے۔ یہ دونوں باتیں اس کے لئے مباح ہیں۔ اور کتاب و سنت میں جو وعیدیں وارد ہیں۔ وہ محض خبر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ایسا کرنا خبر کے خلاف ہے۔ نہ کہ حکمت و عدل کے خلاف اور حال یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس بات کو جائز رکھنے والے کے خلاف سخت وعید فرمائی ہے۔ اور اس حکم کو بدترین حکم قرار دیا ہے

اس طرح وہ شخص بھی حق تعالیٰ کی قدر نہیں کرتا جو کہتا ہے کہ قیامت کے دن خدا مُردوں کو زندہ نہیں کرے گا۔ قبروں سے زندہ کر کے نہیں اٹھائے گا۔ قیامت کا دن وہ دن ہے کہ خدا مخلوق کو زندہ کریگا۔ نیکو کاروں کو ان کی نیکیوں کا۔ اور بدکاروں کو ان کی بدکاریوں کا بدلہ دے گا۔ مظلوم کو ظالم سے حق دلائیگا۔ جن لوگوں نے دنیا میں اس کی رضامندی کے لئے مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ انہیں اپنے بہترین انعامات سے نوازے گا۔ اس دن تمام اختلافات واضح ہو جائیں گے جن میں مخلوق آج مبتلا ہے۔ کافروں کو ان کے کفر کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔۔ غرض! جو لوگ ان تمام باتوں کا انکار کرتے ہیں وہ بھی حق تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے۔

اسی طرح وہ شخص بھی خدا کی قدر نہیں کرتا۔ جو اس کے احکام کو بے حقیقت سمجھ کر احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ ممنوعات منہیات۔ محرمات کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو بے وقعت سمجھ کر ضائع کرتا ہے۔ اس کے ذکر کو فراموش کر دیتا ہے۔ اس کا قلب اس سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس کی رضامندی کے مقابلہ میں اپنی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے۔ اسکی اطاعت کے مقابلہ میں مخلوق کی اطاعت کو مقدم سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اسے یہ معمولی بات سمجھتا ہے۔ لیکن یہ جو دیکھ رہا ہے۔ اسے اہم سمجھتا ہے۔ اچھے اعمال قلب۔ اعمال علم اپنے افعال و کردار۔ مال و زر وغیرہ ہیں۔ خدا کی ذات کو ایک فاضل ذات سمجھتا ہے کہ دوسرے لوگ "اول خدا بعد میں" اور یہ اسی لئے کرتا ہے کہ مخلوق اس کے نزدیک اہم ہے۔ اور خدا کی ذات غیر اہم حالانکہ یہ اور اس کی تمام چیزیں خدا کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور اس کی قسمت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اپنے بُرے کاموں کو مخلوق سے چھپاتا ہے۔ لیکن خدا سے چھپانے کی کوشش نہیں کرتا لوگوں سے ڈرتا ہے۔ خدا سے نہیں ڈرتا۔ مخلوق کے ساتھ حسن معاملہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اس بارے میں اپنی استطاعت و قدرت سے زیادہ جدوجہد کرتا ہے۔ لیکن خدا سے ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے ساتھ نہایت معمولی اور ادنیٰ اور حقیر معاملہ کرتا ہے۔ اگر اپنے کسی دوست و عزیز

کی خدمت کرتا ہے۔ پوری توجہ۔ پوری تن دہی سے کرتا ہے۔ دل۔ اعضاء۔ ہاتھ۔ پاؤں تمام اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں: تا آنکہ بسا اوقات اپنی ذاتی مصلحتوں کو بھی اس کے لئے قربان کر دیتا ہے۔ لیکن جب خدا کا نام آتا ہے۔ اور یہ بھی اس وقت جب کہ مقدر اس کا ساتھ دے تو اس طرح وہ انجام دیتا ہے کہ ان کے اس عمل سے مخلوق کا ادنیٰ آدمی بھی راضی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے لئے اپنے مال میں سے کچھ نکالتا ہے تو اس قدر کم نکالتا ہے کہ اتنا سا کسی انسان کے سامنے پیش کرتے ہوئے بھی شرم آئے۔

جن لوگوں کی یہ حالت ہو۔ اور جن کی یہ صفات ہوں۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی قدر و توقیر کر رہے ہیں؟ خدا کی عظمت و جلالت کا حق ادا کر رہے ہیں؟

اور کیا وہ لوگ خدا کی قدر و عظمت کر رہے ہیں جو اس کے خالص حق میں اس کے دشمن کو شریک کرتے ہیں؟ اجلال و تعظیم۔ طاعت و عبادت۔ تذلیل و خاکساری۔ خضوع و خشوع۔ خوف و رجا امید و بیم صرف اسی کا حق ہے۔ اور وہی اس کا حقدار ہے کہ یہ تمام باتیں اسی کے حضور میں پیش کی جائیں۔ یہ تو وہ چیزیں ہیں کہ اس کے دشمن کے روبرو تو کجا اس کے کسی مقرب بزرگ کے روبرو پیش کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ تو ایک انتہا درجہ کی جسارت ہے۔ خدا کے خالص حق پر دست درازی ہے۔ اس کی توہین ہے۔ جس بات میں کسی کو خدا کا شریک بنانا ممنوع۔ اور حرام ہے جس کا استحقاق خدا کی ذات کے سوا کسی کو نہیں۔ اس میں غیر کو شریک کیا جا رہا ہے۔ جب یہ حق کسی خدا کے مقرب بندے کو نہیں پہونچتا تو پھر خدا کے مبغوض۔ مغضوب جس پر خدا نے لعنت بھیجی ہے۔ جس پر وہ سخت سے سخت ناراض ہے۔ خدا کا سخت ترین دشمن ہے۔ جو خدا کے نزدیک انتہا درجہ ذلیل و خوار ہے۔ ایسے اس کا شریک بنانا کیونکر جائز ہوگا۔؟ اللہ کے سوا کسی کو بھی شریک کرنا شیطان کی عبادت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

الم اعهد اليكم يا بني آدم ان لا تعبدوا الشيطان۔ انه لكم عدو مبين وان اعبدوني هذا صراط مستقيم (یٰس)	اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے وعدہ نہیں لے لیا تھا کہ شیطان کی پرستش نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔

مشرک لوگ اپنے خیال اور اپنی دانست میں فرشتوں کی عبادت و پرستش کرتے تھے۔ لیکن خدا نے اسے شیطان کی عبادت و پرستش قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

ویوم نحشرهم جمیعا ثم نقول للملائکة اهؤلاء ایاکم کانوا یعبدون؟ قالوا سبحانك انت ولینا من دونهم بل کانوا یعبدون الجن اکثرهم بهم مؤمنون (سبا)

جس دن ... ان سب کو جمع کرے گا۔ اور فرشتوں سے فرمائے گا۔ کیا یہی لوگ تمہاری پرستش کیا کرتے تھے؟ فرشتے کہیں گے تو پاک ہے تو ہمارا کارساز ہے۔ نہ وہ یہ تو جنات کی پرستش کرتے تھے۔ ان میں اکثر انہی پر ایمان رکھتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ فرشتوں کی عبادت و پرستش بشیطان ہی کی عبادت و پرستش ہے شیطان اس طریقہ سے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ گو یہ لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ فرشتوں کی عبادت و پرستش کر رہے ہیں۔

یہی حال آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کی پرستش کرنیوالوں کا ہے۔ یہ لوگ اپنے زعم میں ان چیزوں کی روحانیت کی پرستش کرتے ہیں اور یہی سمجھتے ہیں کہ یہی چیزیں ان سے خطاب کرتی ہیں۔ اور یہی ان کی حمایت کرتی ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ شیطان ہی کی عبادت و پرستش ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت شیطان سورج کے قریب جا بیٹھتا ہے کفار و مشرکین آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں تو حقیقتاً وہ شیطان ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔

مسیح اور مسیح کی والدہ کی عبادت و پرستش کرنے والے بھی درحقیقت شیطان ہی کی عبادت و پرستش کرتے ہیں۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں مسیح اور مسیح کی والدہ کی عبادت کا حکم خدا نے دیا ہے اور خدا اس عبادت سے راضی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نہ خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ نہ خدا کے رسول کی بلکہ شیطان لعین کی عبادت کرتے ہیں۔ خدائے قدوس کا یہ ارشاد اس کی توضیح کرتا ہے۔

الم اعهد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان - انه لکم عدو مبین - وان اعبدونی هذا صراط مستقیم (یٰس)

اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے وعدہ نہیں لے لیا تھا کہ شیطان کی پرستش نہ کرنا؟ کیوں کہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ اور میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھی راہ ہے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کی بھی عبادت کی جائے۔ جہاں بھی کی جائے۔ جس شکل میں بھی کی جائے۔ بشیطان ہی کی عبادت ہے۔ اور عبادت کرنے والا ان چیزوں کو اپنا

معبود سمجھتا ہے اور اپنی اغراض و احتیاجات میں بطور معبود ان چیزوں کو استعمال کرتا ہے اور ان
استفادہ کی کوشش کرتا ہے اور معبود عبادت کرنے والے سے اپنی تعظیم کراتا ہے اور خدا کا شریک بن
ہے اور عبادت کرنیوالوں سے مستفید ہونے کی کوشش کرتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو شیطان کا اصل مقص
اور اس کی انتہائی غایت و غرض ہے اس کا عین مقصد یہی ہے کہ عابد اپنے معبود سے استفادہ کرے او
معبود اپنے عبادت کرنے والوں سے اور قرآن حکیم اسی امر کی توضیح اس طرح کرتا ہے۔

ویوم یحشرھم جمیعا یا معشر الجن قد استکثرتم من الانس (انعام)

جس روز کہ اللہ ان سب کو جمع کرے گا۔ فرمائے گا اے گروہ جنات تم نے آدمیوں میں بڑا حصہ

یعنی تم نے انسانوں کو ورغلا کر اپنی جماعت بڑھالی۔
چنانچہ قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں اس کی جماعت کے لوگ کہیں گے۔

وقال اولیاءھم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض وبلغنا اجلنا الذی اجلت لنا قال النار مثواکم خالدین فیھا الا ما شاء اللہ ان ربک حکیم علیم (انعام)

اور آدمیوں میں سے جو ان کے دوست تھے کہیں گے پروردگار ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا۔ اور ہم اس میعاد تک پہونچ گئے جو تونے ہمارے لئے مقرر کی تھی۔ اللہ فرمائے گا دوزخ تمہارا ٹھکانا ہے۔ ہمیشہ اس میں رہو مگر ہاں جو اللہ چاہے۔ تمہارا رب یقیناً حکمت والا۔ اور دانا ہے۔

اور یہ ایک لطیف اشارہ ہے۔ اس حقیقت و راز کی طرف جس کی وجہ سے خدا نے شرک کو
اکبر الکبائر گردانا ہے جو بغیر توبہ و استغفار کے معاف نہیں ہو سکتا۔ اور جس کی وجہ سے
خلود فی النار۔ دائمی جہنم واجب کردی گئی ہے۔ شرک کی قباحت محض اس لئے نہیں ہے کہ شریعت
میں اس کی نہی۔ اور ممانعت وارد ہے۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہی حقیقت اور یہی راز ہے۔
کیونکر ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو غیروں کی عبادت غیروں کی پرستش کی اجازت دے۔
یہ بھی ممکن نہیں کہ اپنی صفات کمالیہ۔ اور شان جلالت کے خلاف اور متناقض امور کو اپنے حق میں
قرار دیوے۔ بھلا اس کا خیال بھی کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو ذات اپنی ربوبیت میں منفرد و یکتا
اپنی الوہیت والاہیت میں منفرد و یکتا ہے۔ اپنی عظمت و جلالت میں منفرد و یکتا
وہ کسی دوسرے کو اپنا شریک گردانے کی اجازت دے یا اس چیز سے وہ را

ہو۔ تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔

فصل

خدا نے جس مقصد سے مخلوق کو پیدا کیا ہے شرک اس کے بالکل خلاف ہے۔ اور اس لئے یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

جس مقصد کے لئے خدا نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ شرک اس کے بالکل منافی ہے۔ اور اس لئے اللہ کے نزدیک یہ اکبر الکبائر (یعنی سب سے بڑا گناہ) ہے۔ اور کبر و تکبر۔ اور کبر و تکبر کے توابع و لوازمات بھی یہی حکم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ تم اوپر پڑھ چکے ہو اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ طاعت و عبادت صرف اسی وحدہٗ لاشریک کی کی جائے۔ اسی مقصد کے لئے اس نے پیغمبر بھیجے۔ اور اپنی کتابیں نازل کیں۔ شرک و کبر اس مقصد کے سراسر خلاف متضاد اور منافی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مشرکین کے لئے اس نے جنت قطعاً حرام کر دی۔ نیز اہل کبر و تکبر کے لئے بھی جس کے دل میں ذرہ برابر کبر و تکبر ہوگا وہ بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

فصل

بغیر علم کے صفات خداوندی اور اس کے احکام پر گفتگو کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔

یہ نقصان رسانی اور فساد انگیزی میں شرک کے قریب قریب ہی ہے یہ بات کہ خدا کے اسماء و صفات اور اس کے افعال کے بارے میں بغیر علم کے گفتگو اور مباحثے کئے جائیں۔ خود خدا نے اور خدا کے رسول نے جن صفات سے ذاتِ الٰہی کو متصف بتایا ہے اس کے خلاف اور ان صفات کے اضداد سے خدا کو متصف مانا جائے۔ ان صفات کی اضداد سے خدا کو متصف ماننا خدا کے کمال خلق و امر میں مداخلت ہے۔ اس کی ربوبیت = پروردگاری اور اس کی خصوصیات ربوبیت میں نقص و قباحت پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ اور پھر اگر علم کے ذریعہ ایسا کیا جاتا ہے تو ذات خداوندی کے خلاف سخت ترین عناد ہے۔ جو شرک سے

بھی زیادہ قبیح ہے۔ مشرک عند اللہ بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن جو مشرک صفات ربوبیت کا اقرار کرتا ہے۔ وہ اس معطل۔ منکر سے بہتر ہے۔ جو پروردگار عالم کی صفات کمالیہ کا انکار کرتا ہے مثلاً ایک شخص بادشاہ کی بادشاہت۔ اور صفات شاہی کا انکار کرتا ہے۔ اس کی صفاتِ شاہی۔ شان سلطانی کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن وہ یہ کرتا ہے کہ بادشاہ سے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے کسی اور کو امور شاہی میں شریک گردان لیتا ہے۔ تو یہ شخص اس آدمی سے بہتر ہے جو بادشاہ کی شاہی اور سلطانی کا انکار کرتا ہے۔ اور دنیا جہان کی ساری فطرتیں اور ساری عقلیں اسے تسلیم کرتی ہیں کہ صفات کمال ہیں نقص ماننے۔ اور سرے سے صفات کمال کا انکار کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پہلی صورت میں معبود حق کو معبود حق تسلیم کیا جارہا ہے۔ اور صرف معبود حق کے تقرب کی غرض سے واسطہ کی پرستش کی جاتی ہے۔ اور دوسری صورت میں سرے سے معبود حق اور اس کی صفات کمالیہ کا انکار کیا جاتا ہے۔ تعطیل کا مرض ایک مہلک و لادوا مرض ہے اس سے شفایاب ہونے کی توقع ہی نہیں۔ چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ قرآن حکیم کے اندر امام المعطلین فرعون کا وہ قول نقل فرماتا ہے جو اس نے حضرت موسیٰ کے خلاف پیش کیا تھا۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے یہ کہا کہ میرا رب تو آسمانوں پر ہے۔ تو فرعون نے انکار کیا اور اپنے وزیر ہامان کو خطاب کر کے کہا۔

هامان ابن لی صرحا ۔ لعلی ابلغ الاسباب۔ اسباب السماوات فاطلع الی الہ موسیٰ۔ وانی لاظنہ کاذبا۔

(مومن)

اے ہامان! میرے لئے ایک تعمیر تو کھڑی کرو تاکہ میں سیڑھیوں پر چڑھوں آسمانوں کی سیڑھیوں پر۔ اور موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

اور یہی وہ آیت ہے جسے شیخ ابوالحسن اشعری اپنی کتابوں میں گروہ معطلہ کی تردید میں بطور حجت پیش کرتے رہے ہیں۔ شیخ موصوف کی دلیل۔ طرز استدلال۔ اثبات علو۔ اور یہ کہ قول بلا علم اور شرک لازم و ملزوم ہیں۔ یہ تمام باتیں ہم اپنی کتاب "اجتماع الجیوش الاسلامیہ علےٰ حرب المعطلہ والجہمیہ" کے اندر پوری وضاحت سے پیش کر چکے ہیں۔

چونکہ یہ گمراہ کن بدعات۔ جہالت۔ صفات الٰہی سے لاعلمی اور عناد کی وجہ سے ہیں اور ان صفات کی تکذیب کی جارہی ہے۔ جن کا ثبوت خود اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول نے دیا ہے اس لئے ان کا شمار اکبر الکبائر میں ہے۔ گو کفر سے اس کا درجہ کم سہی۔ لیکن اکبر الکبائر ضرور

ہے۔ ابلیس لعین کو یہ بدعتیں دیگر کبائر کے مقابلہ میں زیادہ محبوب اور زیادہ پسندیدہ ہیں جیسا کہ بعض سلف صالح کا قول ہے۔

البدعۃ احب الی ابلیس من المعصیۃ لان المعصیۃ یتاب منہا والبدعۃ لایتاب منہا :

دوسری معصیتوں کے مقابلہ میں شیطان کو بدعت زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ معصیت سے توبہ ممکن ہے۔ اور بدعت سے توبہ ناممکن ہے۔

ابلیس لعین کہا کرتا ہے۔ "میں نے بنی آدم کو گناہوں کے ذریعہ ہلاک کیا۔ لیکن انہوں نے مجھے "لاالٰہ الا اللہ" اور توبہ وانابت اور استغفار کے ذریعہ ہلاک کیا۔ جب میں نے معاملہ یہ دیکھا تو میں نے ان کو خواہشات کے پھندوں میں پھانسنا شروع کر دیا۔ اس طرح وہ گناہ کرتے ہیں اور توبہ نہیں کر سکتے اور گناہ کو عین نیکی سمجھتے ہیں۔"

یہ اچھی طرح واضح ہے کہ عام گناہ خود بخود کرنے والے کے حق میں مضر ہوتے ہیں۔ لیکن بدعات کا ضرر و نقصان عام لوگوں تک متعدی ہوتا ہے۔ مبتدع کا فتنہ اصل دین میں فساد ڈالتا ہے۔ دوسرے گناہوں کا فتنہ خواہش نفس تک محدود رہتا ہے۔ مبتدع عوام کو صراط مستقیم سے بھٹکا دیتا ہے اور دوسری معصیت کا ارتکاب کرنے والا ایسا نہیں کرتا۔ مبتدع پروردگار عالم کی صفات اور کامل صفات میں نقص پیدا کرتا ہے۔ لیکن مذنب و گنہگار ایسا نہیں کرتا۔ مبتدع آنحضرتؐ کی پیش کردہ صفات کے خلاف اور متناقض چیزیں پیش کرتا ہے۔ لیکن گنہگار ایسا نہیں کرتا۔ مبتدع لوگوں کی آخرت کی راہ مارتا ہے۔ اور غلط راہ پر لگاتا ہے۔ لیکن گنہگار ایسا نہیں کرتا۔ گو وہ خود آخرت کے راستہ میں سست رفتار ہو جاتا ہے۔

فصل

قتل کی برائیوں کے مختلف درجات، توبہ کرنے سے قتل کا گناہ معاف ہو سکتا ہے یا نہیں؟

مذکورہ گناہ کے بعد ظلم و عدوان کا درجہ ہے۔ ظلم و عدوان۔ عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ اور عدل و انصاف ہی سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول و پیغمبر اسی لئے بھیجے ہیں کہ لوگوں کو قسط و عدل کی تلقین کریں۔ اور اپنی کتابیں بھی اسی لئے اتاری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عند اللہ ظلم اکبر الکبائر ہے۔ اور گناہ کی عظمت کے مدارج باعتبار ظلم اور

مفاسد کے مدارج کے ہے۔ جس درجہ کے مفاسد اسی درجہ کا ظلم ہوگا۔

اگر ایک آدمی اپنے پیغمبر و بے گناہ بچے کو قتل کر دیتا ہے۔ حالانکہ خدا نے انسانی حیات اور طبیعت کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ بچے سے محبت کرے۔ بچے پر رحم و شفقت کرے اور پھر ماں باپ کو تو خاص طور پر محبت و شفقت کا حصہ زیادہ دیا گیا ہے۔ پھر بھی وہ صرف اسے اس ڈر سے قتل کر دیتا ہے کہ اس کے ساتھ کھائے گا۔ پیئے گا۔ اور اس کے مال میں شریک ہوگا۔ تو یہ قبیح ترین اور سخت ترین ظلم ہے۔ اسی طرح ماں یا باپ کو قتل کرنا بھی جو اس کے وجود کا سبب ہیں۔ اسی درجہ کا ظلم ہے۔ قتل کے مدارج باعتبار اس کی قباحت و نتائج کے مختلف ہیں۔ اگر مقتول نیک آدمی ہے۔ دین کی تبلیغ و تلقین کرتا تھا۔ وعظ و نصیحت سے لوگوں کو دین کی راہ بتاتا ہے تو اس کو قتل کرنا زیادہ گناہ ہے۔ مقتول کی ان خصوصیات کے لحاظ سے قتل کے درجات مختلف ہوں گے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن وہ آدمی سخت ترین عذاب کا حقدار ہوگا جو کسی پیغمبر کو قتل کر دے۔ یا نبی اور پیغمبر اسے قتل کر دے۔ اسی کے قریب قریب جرم ہے۔ امام عادل اور عالم دین کو قتل کرنے کا جو لوگوں کو قسط و عدل کی تلقین کرتا ہے۔ احکام الٰہی کی پابندی کی لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔ وعظ و نصیحت سے لوگوں کو دین پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے مذکورہ امور کی حیثیت۔ قلت و کثرت کے لحاظ سے اور قباحت کے جرم کے لحاظ سے مختلف ہوگی۔ اور اسی حیثیت کے مطابق مدارج ہوں گے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے کسی مومن کو عمداً قتل کرنے کی سزا خلود فی النار۔ دائمی جہنم۔ خدائے جبار کا غضب اس کی لعنت۔ اور عذاب عظیم قرار دیا ہے۔ یہ سزا مومن کو عمداً۔ قصداً۔ اور بالارادہ قتل کرنے کی ہے بشرطیکہ کوئی مانع پیش نہ آئے۔

اور یہ امر بھی مسلم ہے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ کسی مسلمان کو عمداً۔ قصداً۔ اور بالارادہ قتل کرنے کے بعد قاتل اسلام قبول کر لے تو اسلام اس سزا کو روک دیتا ہے۔ یہ سزا اس پر نافذ نہیں ہوگی۔ لیکن بحث طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو عمداً۔ قصداً اور بالارادہ قتل کر دے۔ تو اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اور اس سزا سے وہ بچ جائیگا یا نہیں؟ اس بارے میں علمائے سلف و خلف کے دو قول ہیں۔ امام احمدؒ سے بھی یہی دو قول مروی ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ توبہ سے یہ سزا دور نہیں ہوسکتی۔ وہ یہ

دلیل پیش کر رہے ہیں۔ کہ یہ آدمی کا حق ہے۔ اور یہ دنیا میں اپنا حق وصول نہیں کر سکا۔ اور قاتل اس کا حق دنیا میں اسے ادا نہیں کر سکا۔ اور مقتول اپنا حق قاتل سے وصول کئے بغیر رخصت ہوا ہے۔ اس لئے لازمی امر ہے کہ یہ حق یوم عدل میں وصول کیا جائے۔ اور ادا کیا جائے۔

یہ لوگ کہتے ہیں مقتول کے ورثا جو حق وصول کرتے ہیں۔ وہ ان کا اپنا حق ہے۔ وہ چاہیں وصول کریں۔ چاہیں معاف کر دیں۔ انہیں اختیار ہے۔ اگر ورثا اپنا حق وصول کرتے ہیں۔ تو مقتول کو کیا نفع پہونچتا ہے؟ اگر ورثا نے اپنے حقوق وصول کر لئے تو مظلوم مقتول پر جو مظالم توڑے گئے ہیں اس کا کیا تدارک ہوا؟

مسند کے دو قولوں میں سے یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ کہ ورثا کے اپنے حقوق وصول کر لینے سے مقتول کا حق ساقط نہیں ہو گا۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ وغیرہ کے اصحاب کی بھی اس بارے میں یہی دلیل ہے۔

ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ توبہ۔ استغفار۔ اور ورثا کے حقوق وصول کر لینے سے مقتول کا حق ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ توبہ کرنے سے ما قبل کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ نیز قاتل پر جب حد شرعی قائم کر دی گئی تو گناہ اور جرم کا بدلہ اس سے وصول کر لیا گیا۔

نیز یہ گروہ کہتا ہے کہ جب کفر۔ شرک۔ سحر جیسے بڑے بڑے گناہ توبہ سے محو ہو جاتے ہیں۔ تو پھر قتل تو اس سے کم درجہ کا گناہ ہے۔ کیوں معاف نہیں ہو گا۔ کیوں توبہ سے قتل کے اثرات محو نہیں ہو سکتے! اللہ تعالٰی نے تو ان کافروں کی بھی توبہ قبول کر لی ہے۔ جنہوں نے خدا کے مخصوص دوستوں کو قتل کیا تھا۔ اور نہ صرف ان کی توبہ قبول کی ہے۔ بلکہ ان کو اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل کر لیا ہے۔ اور ان لوگوں کو جنہوں نے خدا کے خاص دوستوں کو آگ میں جلایا۔ اور دین کے معاملہ میں ان کو بڑی بڑی مصیبتوں میں مبتلا کیا۔ خدا نے ان کو دعوت دی کہ تم توبہ کر لو۔ نیز قرآن حکیم کے اندر خدا کا ارشاد ہے۔

یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا (سورہ زمر)	اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بیشک اللہ تمام گناہ بخشدے گا۔

اس آیت کا حکم عام ہے۔ توبہ کے اندر کفر۔ اور کفر سے کم درجہ کے تمام گناہ آجاتے ہیں۔ بندہ توبہ کر لے تو یہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

نیز یہ لوگ کہتے ہیں جب بندہ توبہ کر لیتا ہے۔ اور گناہوں سے اپنی مغفرت مانگ لیتا ہے تو اسے گناہوں کی سزا کس طرح دی جا سکتی ہے؟ توبہ کے بعد سزا دینا شریعت الٰہی۔ اور اصول جزا و سزا کے قطعاً منافی ہے۔

نیز یہ لوگ کہتے ہیں قاتل جب توبہ کرتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ قاتل نے اپنی جان مقتول کے حوالہ کر دی۔ لیکن چونکہ مقتول مر چکا ہے۔ اس لئے اس کے حوالہ کرنا غیر ممکن ہے اس لئے شارع نے مقتول کے ورثا کو اس کا قائم مقام کر دیا۔ جب اس نے مقتول کے ورثا کے حوالے اپنی جان کر دی تو گویا مقتول ہی کے حوالے کر دی جس طرح مرنے والے کا مال اس کے ورثا کو دے دیا گیا تو وہ ادا ہو جاتا ہے۔ وارث کو دے دینے کے معنی یہی ہیں کہ مورث کو دے دیا گیا۔

اصل مسئلہ کی پوری پوری تحقیق و وضاحت یہ ہے کہ قتل کے ساتھ تین قسم کے حقوق وابستہ ہوتے ہیں۔ حق اللہ۔ حق مقتول۔ حق ولی۔ اگر کوئی قاتل برضا و رغبت اپنے اختیار سے اپنی جان مقتول کے حوالے کر دیتا ہے اور اپنے اس فعل پر نادم اور پشیمان ہے۔ خوف الٰہی سے اس کا دل لرز اٹھا ہے۔ اور توبہ نصوح کر رہا ہے تو یقین ہے کہ توبہ سے حق اللہ معاف ہو جائیگا اور جب مقتول کا ولی اپنا حق وصول کر لیتا ہے یا اس سے مصالحت کر لیتا ہے۔ یا معاف کر دیتا ہے تو حق ولی بھی معاف ہو جائے گا۔ اب باقی رہا مقتول کا حق۔ تو جب قاتل نے توبہ کر لی۔ نیکوکار بن گیا۔ تو قیامت کے دن خدا اپنی جانب سے مقتول کو معاوضہ دے دیگا۔ اور قاتل و مقتول میں مصالحت کرا دے گا۔ اس طرح کرنے سے نہ تو مقتول کا حق مارا جائے گا نہ توبہ کرنے والے کی توبہ رائیگاں جائے گی۔

اب رہا مال کا مسئلہ تو اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے اگر کسی دیندار۔ قرضدار نے مال کے اصل مالک کے مر جانے کے بعد مالک کے وارثوں کو وہ مال ادا کر دیا۔ تو قرضدار آخرت میں اسی طرح قرض سے بری الذمہ ہو جائے گا۔ جس طرح دنیا میں ادائیگی کے بعد بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے نہیں۔ بلکہ جس پر ظلم ہوا ہے۔ جس کا مال لیا ہے۔ قیامت کے دن اس کا مطالبہ علیٰ حالہٖ باقی رہے گا۔ اور اس دن وہ اپنی چیز وصول کرے گا۔ ورثا کے وصول کرنے سے جو ظلم کہ اس پر ہوا ہے۔ اس کا تدارک قطعاً نہیں ہو سکتا۔ مال کا اصل مالک اپنی عمر کی آخری

ساعتوں تک قرضدار کی نادہندگی کی وجہ سے اپنے مال سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ مرنے تک وہ اس سے محروم رہا۔ یہ ایسا ظلم ہے کہ اس کا تدارک ہی نہیں ہو سکتا۔ مرنے کے بعد اس کے ورثا کو دیا گیا تو ورثا مستفید ہو رہے ہیں۔ اس کی ذات کو کیا فائدہ پہونچا؟

اس گروہ نے اس مسئلہ کی بنیاد اس مسئلہ پر رکھی ہے۔ کہ ایک ملکیت اور مالیت کے مالک متعدد ہیں۔ لیکن اس کی صورت یہ ہو گئی ہے کہ یہ مال ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اور وارث اس کے بہت سے ہیں۔ اس صورت میں مطالبہ کا حق تمام کو ہے۔ کیوں کہ ہر وارث اپنے حصہ کا حقدار ہے۔ قبضہ دار کا فرض تھا کہ وہ ہر ایک کو اس کا حصہ دے دیتا۔ امام مالکؒ۔ اور امام احمدؒ کے شاگردوں کا اس بارے میں یہی مسلک ہے۔

میرے استاد حضرت شیخ ابن تیمیہؒ ان ہر دو گروہ کے مسلک سے الگ ایک دوسرا فیصلہ فرماتے ہیں۔ ایک مورث دوسرے سے مال کا قبضہ لے سکتا تھا۔ مطالبہ کر سکتا تھا۔ پھر بھی اس نے یہ مال وصول نہیں کیا۔ تا آنکہ وہ مر گیا تو اس صورت میں آخرت میں ورثا کو مورث سے مطالبہ کا حق باقی رہے گا۔ جیسا کہ دنیا میں حاصل تھا۔ اور اگر وصول کر لے۔ مطالبہ کرنے کی اس میں قدرت و استطاعت ہی نہ تھی۔ ظلم و عدوان درمیان میں حائل تھا۔ تو اس صورت میں قیامت کے دن مطالبہ کا حق صرف مورث کو ہو گا۔ اس مسئلہ کی یہ بہترین تفصیل و توضیح ہے کیونکہ جب ظالم، سب مال کو ہلاک اکر دیتا ہے۔ اور مورث کے پاس اس کا حق پہونچنے ہی نہیں دیتا اور اس پر اس کا وصول کرنا دشوار کر دیا تو اس مال کی نوعیت اس غلام کی سی ہو گئی کہ کسی نے اس کے غلام کو قتل کر دیا یا اس گھر کی سی ہو گئی جسے کسی نے جلا دیا۔ یا اس کھانے پینے کی سی ہو گئی جسے کسی نے زبردستی کھا پی لیا۔ ان صورتوں میں درحقیقت مال مورث کے حق میں تلف ہوا ہے نہ کہ وارث کے حق میں۔ اور قیامت میں اس کے مطالبہ کا حق بھی صرف اسی کو ہو گا جس کی ملکیت تلف ہوتی۔ اور ملکیت اس مورث کی ہے نہ اس کے ورثا کی۔

اب مسئلہ کی شکل یہ ہو گی کہ اگر مال از قسم عقار و زمین ہے۔ یا کوئی ایسی مالیت و ملکیت ہے جو اس مورث کے مرنے کے بعد قائم اور باقی ہے۔ تو وہ مورث کے ورثا کی ملکیت ہے غاصب کا فرض ہے کہ مورث کے ورثا کو اسی وقت یہ مال واپس کر دے۔ اگر اس نے مورث کے ورثا کو مال واپس نہ کیا تو قیامت کے دن یہ ورثا اس مال کے مطالبہ کا حق رکھتے ہیں جس طرح کہ دنیا میں مطالبہ کے حقدار تھے۔ سوال کی یہ صورت اس قدر قوی ہے کہ اس سے مخلصی ناممکن ہے۔ دلیل نہایت

ڈوی ہے۔ ہاں البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس صورت میں مطالبہ کا حق مورث کو بھی ہے اور ورثا کو بھی تمام کو مطالبہ کا حق پہونچتا ہے جس طرح کہ کسی غاصب ظالم نے ایک گروہ کا مشترکہ مال غصب کر لیا تو گروہ کے تمام افراد کو اپنے اپنے حق کے مطالبہ کا حق ہے۔

اور جس طرح کہ کوئی آدمی کسی ایسے وقف کا متولی بن گیا ہو جو کئی خاندانوں پر وقف کیا گیا ہے اس نے تمام کے حقوق ضائع کر دیئے تو قیامت کے دن یہ سب کے سب اس سے مطالبہ کا حق رکھتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کچھ کو مطالبہ کا حق ہو گا اور کچھ کو نہیں۔ واللہ اعلم

فصل

ایک انسان کا قتل گویا تمام بنی نوع انسان کا قتل ہے

انسان کو قتل کرنے کے مفاسد نہایت ہی اہم اور خطرناک ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

من اجل ذالک کتبنا علی بنی اسرائیل انہ من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاھا فکانما احیی الناس جمیعا (مائدہ)

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے متعلق لکھ دیا تھا کہ جو شخص کسی کو بغیر کسی جان کے عوض اور بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے قتل کرے گا۔ تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے ایک کو مرنے سے بچا لیا اس نے گویا سب آدمیوں کو بچا لیا۔

قتل کے اثرات اور مضرتیں چونکہ نہایت ہی خطرناک اور ہمہ گیر ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تشبیہہ دی ہے۔ لیکن بہت سے علماء کو اس آیت کے سمجھنے میں اشکال دامنگیر رہا ہے چنانچہ کہنے لگتے ہیں کہ سو آدمیوں کا قتل کرنا عند اللہ ایک آدمی کے قتل سے کہیں بڑا گناہ ہے، پھر اس تشبیہہ کے کیا معنی؟ جب یہ اشکال پیش آتا ہے تو اپنے خیالات کے مطابق آیت کی تاویل کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں یہ تشبیہہ گناہ، اور عقوبت گناہ کے متعلق ہے۔ ایک آدمی کو قتل کرنے کی سزا اور گناہ وہی ہے جو سارے نوع انسانی کو قتل کرنے کی سزا اور گناہ ہے۔ لیکن قرآن کا سیاق و سباق اس معنی پر دلالت نہیں کرتا۔ ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام باتوں میں یہ دونوں چیزیں مساوی ہوں۔ اور تمام احکام میں دونوں

چیزیں برابر ہوں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیتہ او ضحاھا: (نازعات)	جس روز لوگ قیامت کو دیکھ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ بس دنیا میں ایک شام یا اسکی ایک صبح رہے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے۔

کانھم یوم یرون ما یوعدون۔ لم یلبثوا الا ساعتہ من نھار: (احقاف)	اس دن یہ اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو معلوم ہوگا کہ صرف ایک گھڑی دنیا میں وہ ٹھہرے تھے۔

ان آیتوں میں دنیا کی زندگی کی جو مثال اور تشبیہہ دی گئی ہے۔ اس کے یہ معنی قطعاً نہیں کہ لوگ صرف اتنی ہی مقدار دنیا میں رہے۔ اس قسم کی مثال و تشبیہہ احادیث کے اندر بھی موجود ہیں۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

من صلی العشاء فی جماعتہ فکانما قام نصف اللیل۔ ومن صلی الفجر فی جماعتہ فکانما قام اللیل کلہ۔	جس نے نماز عشا جماعت کے ساتھ ادا کی گویا وہ آدھی رات تک نماز پڑھتا رہا۔ اور جس نے نماز فجر جماعت سے ادا کر لی تو گویا وہ تمام رات نماز پڑھتا رہا۔

یعنی نماز عشاء اور نماز فجر جماعت سے ادا کی گئی تو گویا ساری رات نماز میں گزاری گئی۔

ایک دوسری حدیث میں اس سے بھی زیادہ صراحت و وضاحت موجود ہے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

من صام رمضان۔ واتبعہ ستا من شوال فکانما صام الدھر	جس نے رمضان کے روزے رکھے۔ اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھ لئے تو گویا وہ صائم الدہر ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں مروی ہے۔

من قرأ قل ھو اللہ احد فکانما قرأ ثلث القرآن؛	جس نے قل ھو اللہ احد کی سورۃ پڑھ لی گویا اس نے ایک تہائی قرآن پڑھ لیا۔

یہ اچھی طرح واضح ہے کہ ان اعمال کی انجام دہی کا ثواب اصل مشبہ بہ کے ثواب کے برابر ہے۔ ثواب کی مقدار میں مشبہ بہ مساوی نہیں ہو سکتے۔ اگر مقدار ثواب میں مشبہ۔ اور مشبہ بہ

مساوی ہوں تو عشاء اور فجر کی نماز جس نے جماعت کے ساتھ ادا کر لی اس کے لئے تہجد وغیرہ پڑھنا بالکل بے سود ہے۔ خواہ مخواہ اس کی زحمت و تکلیف کیوں گوارا کی جائے؟ تو معلوم ہوا آیت کے وہ معنی نہیں جو یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک انسان کو قتل کرنا کل نوع انسانی کو قتل کرنے کے برابر ہے۔ دونوں کا گناہ اور عقوبت برابر ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ ایمان خدا کی ایک زبردست نعمت ہے۔ لیکن ایمان کے بعد بڑی سے بڑی نعمت کتاب اللہ، کتاب الرسول کی فہم و ادراک ہے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

جب آیت کا یہ مطلب نہیں جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس تشبیہ و تمثیل کے معنی کیا ہیں؟ کس بات میں تشبیہ و تمثیل دی گئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس تشبیہ کی متعدد وجوہ ہیں۔

اول: یہ کہ دونوں کے دونوں اللہ اور اللہ کے رسول کے نافرمان ہیں۔ دونوں کے دونوں اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کے خلاف اقدام کرنے والے ہیں۔ دونوں کے دونوں خدا کی عقوبت و سزا میں اپنے کو پیش کر رہے ہیں۔ دونوں کے دونوں غضب الٰہی۔ لعنت خداوندی کے حقدار۔ اور خلود فی النار۔ دائمی جہنم کے مستحق ہیں۔ دونوں کے لئے سخت سے سخت عذاب تیار کیا گیا ہے اگرچہ عذاب کے مدارج مختلف اور متفاوت ہیں۔ ایک شخص کسی نبی۔ پیغمبر یا امام عادل۔ یا کسی عالم باعمل کو قتل کرتا ہے۔ جو لوگوں کو عدل و انصاف۔ اتباع حق کی تلقین و تبلیغ کرتا ہے تو اس کا گناہ۔ اور جرم جس قدر بھاری اور سخت نہیں ہوگا جیسے وہ کسی عامی آدمی کو قتل کرتا تو اس کا گناہ اور جرم ایسا ہی ہوتا۔

دوم: قتل کرنے میں دونوں کے دونوں مساوی ہیں۔ دونوں کے دونوں خون حرام کے مرتکب ہیں۔

سوم: دونوں کے دونوں قتل حرام کے مرتکب ہیں دونوں نے بغیر کسی استحقاق کے محض فساد تحصیل مال کی غرض سے قتل نفس کا اقدام کیا ہے۔ اور جس نے اپنی مخصوص غرض کے ماتحت ایک جان کو قتل کرنے کی جرأت کی۔ وہ اس غرض کے ماتحت ہر اس شخص کو قتل کرنے کی جرأت کر سکتا ہے جس کے قتل کرنے سے اس کی یہ غرض پوری ہو سکے۔ اور اس لئے حقیقتاً وہ ساری نوع انسانی کا دشمن ہے۔

چہارم: ایک آدمی کو قتل کرنے والے کو بھی قاتل۔ ظالم۔ فاسق۔ عاصی۔ مجرم

کہا جائے گا۔ اور سارے انسانوں کے قاتل کو بھی انہی اسماء و اوصاف سے یاد کیا جائے گا۔

پنجم ۔ ایمان والوں کی شان اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ باہمی مودت ۔ محبت تراحم ۔ تعاطف ۔ صلہ رحمی وغیرہ میں تمام اہل ایمان جسم واحد کی طرح ہیں کسی ایک عضو کو بھی کوئی شکایت اور تکلیف پہونچتی ہے ۔ تو سارا جسم درد محسوس کرتا ہے اور سارا جسم بخار و بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے جب کسی قاتل نے اہل ایمان کے اس جسم سے کسی ایک عضو کو کاٹ ڈالا۔ ایک مومن کو قتل کر دیا۔ گویا اس نے پورے جسم کو تلف کر دیا جسم کے سارے اعضاء کو الم و تکلیف میں مبتلا کر دیا۔ پس جس نے ایک مومن کو تکلیف و ایذا پہونچائی۔ اس نے تمام اہل ایمان کو تکلیف و ایذا پہونچائی ۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ اہل ایمان کو تکلیف و ایذا پہونچانا پوری نوع انسانی کو تکلیف و ایذا پہونچانے کے مترادف ہے کیونکہ ایمان والوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا سے ظلم و عدوان کی لعنت کو مٹانا چاہتا ہے۔

غور کرو کسی غیر مسلم متعاہد قوم کے کسی ایک نفر کو تکلیف و ایذا پہونچائی جائے تو اسلام میں اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ خود مسلمانوں کو تکلیف و ایذا پہونچائی گئی۔

نیز آنحضرت ؐ کا ارشاد ہے ۔

او تقتل نفس بغیر حق الا کان علی ابن آدم کفل منها۔ لانه اول من سن القتل ؛	جب کوئی جان بلا کسی استحقاق کے قتل کر دی جائے تو آدم ؑ کے پہلے لڑکے کو جس نے سب سے پہلے یہ جرم کیا تھا اس قتل کے جرم سے حصہ ملیگا۔ کیونکہ قتل کا طریقہ اسی نے سب سے پہلے جاری کیا

قتل میں وہ خرابیاں ہیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔ اور اسی لیے قرآن میں ایک جان کے قتل کو سارے نوع انسانی کو قتل کرنیکے مشابہ قرار دیا ہے۔ قاتل کیلئے جو وعید وارد ہوئی ہے سب سے پہلے زانی۔ سب سے پہلے سارق ۔ سب سے پہلے شراب خور کیلئے بھی وارد نہیں ہوئی۔ نیز اولین قاتل کے مقابلہ میں اس قسم کی وعید کا مستحق وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے شرک کی ایجاد کی۔ لیکن ایک آدمی کے شرک کو سارے نوع انسانی کا شرک قرار نہیں دیا گیا۔ حالانکہ سب سے پہلے شرک کرنے والے سے متعلق آنحضرت ؐ نے یہ خبر دی ہے کہ آپنے عمرو بن لحی خزاعی کو دیکھا کہ اسے جہنم میں سختی سے سخت عذاب دیا جا رہا ہے کیونکہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا دین اسی نے تبدیل کیا تھا ۔ اور اس بارے میں خود اللہ تعالیٰ کا بھی یہ ارشاد ہے ۔

ولا تکونوا اول کافر بہ: (بقرہ) اور سب سے پہلے تم ہی قرآن کے منکر نہ بنو۔

یعنی تم پہلے کافر نہ بنو کہ تمہارے بعد والے تمہاری تقلید میں کفر کی راہ اختیار کریں۔ اور ان کفر کرنیوالوں کا گناہ تم پر بھی لادا جاتے۔

اور یہی حکم اس شخص کے لئے بھی ہے جو دین کے بارے میں کوئی ایسا برا طریقہ جاری کرے جس کی لوگ بعد میں پیروی کریں۔

غرض! قتل سخت ترین جرم ہے اور اس کے مفاسد نہایت خطرناک ہیں چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

یجیئی المقتول بالقاتل یوم القیامۃ ناصیتہ و راسہ بیدہ۔ واوداجہ تشخب دمًا۔ یقول۔ یا رب سل ھذا فیم قتلنی؟

قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کو اس شان سے خدا کے حضور میں لائیگا۔ کہ اس کی پیشانی اور سر اس کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اور اس کی شہ رگوں سے خون کی دھاریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ کہے گا اے پروردگار اس سے پوچھ لے اس نے مجھے کیوں قتل کیا ہے؟

اس موقع پر لوگوں نے حضرت عباسؓ کے سامنے توبہ کا ذکر کیا۔ کہ اگر کسی نے توبہ کر لی تو؟ حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔

ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیھا (نساء)

اور جو شخص کسی کو عمداً قتل کر دے۔ تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اس کے بعد فرمانے لگے یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ نہ تبدیل ہوئی ہے۔ مومن کے قاتل کیلئے توبہ کہاں؟ امام ترمذیؒ اس حدیث سے متعلق فرماتے ہیں ھذا حدیث حسن

اور صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ

اول ما ینتن من الانسان بطنہ فمن استطاع منکم ان لا یاکل الا طیبًا فلیفعل۔ ومن استطاع ان لا یحول بینہ وبین الجنۃ مل‌ء کف من دم اھرقہ فلیفعل:

سب سے پہلے انسان کا شکم بدبودار ہوتا ہے پس چاہیئے کہ تم طیب اور پاک غذا کھاؤ۔ اور تم میں سے جو استطاعت رکھے۔ خون کا ایک چلو بھی اپنے اور جنت کے درمیان حائل نہ ہونے دیوے۔

اور جامع ترمذی میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں ایک روز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کعبۃ اللہ کی طرف اپنی نگاہ اٹھائی اور فرمایا۔

ما اعظمک۔ واعظم حرمتک والمومن اعظم حرمۃ عند اللہ منک

تیری عظمت بہت ہی بڑی ہے تیری حرمت بہت ہی عظیم الشان ہے لیکن مومن کی حرمت خدا کے یہاں تجھ سے بہت زیادہ ہے۔

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔ ھذا حدیث حسن

نیز صحیح بخاری میں انہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لایزال المومن فی فسحۃ من دینہ مالم یصب دما حراما۔

مومن اپنے دین کی وجہ سے بڑی وسعت میں ہے جب تک کہ اس نے کوئی حرام خون نہیں بہایا۔

نیز اسی صحیح بخاری کے اندر انہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔

من ورطات الامور التی لا مخرج لمن اوقع نفسہ فیھا۔ سفک الدم الحرام بغیر حلہ۔

وہ بھنور جس میں انسان اپنے آپکو پھنسا کر کبھی اس سے نکل نہیں سکتا۔ یہ ہے کہ بغیر کسی حلت کی وجہ سے حرام خون بہاوے۔

صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ مرفوع حدیث مروی ہے۔

سباب المومن فسوق۔ وقتالہ کفر۔

مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے

نیز انہی دو کتابوں کے اندر مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔

میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

اور صحیح بخاری کے اندر مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من قتل معاھدا۔ لم یرح رائحۃ الجنۃ وان ریحھا یوجد من مسیرۃ اربعین عاما۔

جس نے کسی معاہدہ کرنے والے کو قتل کیا تو وہ جنت کی بو تک نہیں پا سکے گا۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے بھی پہنچ جاتی ہے۔

غور کرو یہ اس آدمی کی سزا ہے جس نے خدا کے دشمن کو قتل کیا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ اس سے معاہدہ کیا گیا تھا اور ہم اسے اپنے عہد و ذمہ۔ اور امان میں لے چکے ہیں۔ بتلاؤ

پھر کسی مومن بندے کو قتل کرنیکا جرم کیا ۔ اور کیسا ہو گا۔

اور ایک عورت صرف اس لئے جہنم میں ڈال دی جاتی ہے کہ اس نے ایک بلی کو بھوکا پیاسا باندھ رکھا تھا اور وہ بلی اسی حالت میں مر گئی آنحضرت ؐ نے اس عورت کو اس حال میں دیکھا کہ بلی اس کا منہ ۔ اور سینہ نوچ نوچ کر کھا رہی ہے بتلاؤ اس شخص کا کیا حال ہو گا جو کسی مومن کو بلا وجہ مقید و محبوس کر دے اور وہ اسی قید و حبس میں مر جائے۔

نیز بعض سنن میں مروی ہے کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا۔

لزوال الدنیا اھون علی اللہ من قتل مومن بغیر حق ؛ — ساری دنیا کا ختم ہو جانا مومن کے ناحق خون کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

فصل

زنا عظیم ترین مفاسد کا منبع ہے ۔ نظام عالم کی برہمی انساب کی بے حرمتی عصمت وعفت کی بربادی کا موجب ہے

زنا کے مفاسد ۔ نہایت خطرناک ہیں ۔ اس سے دنیا میں بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ایسی خرابیاں جو مصلحت نظام عالم ۔ حفظ انساب تحفظ آبرو ۔ صیانت و حرمت اور عفت وعصمت کے سراسر خلاف اور منافی ہیں ۔ ہر انسان کی بی بی بیٹی بہن ۔ ماں کی عصمت خطرے میں پڑ جاتی ہے اور اس لئے سخت ترین عداوتیں اور بغض و کینہ پھیلنے کا اندیشہ ہے ۔ زنا ان تمام خرابیوں کی جڑ ہے ۔ اور ان خرابیوں سے بچنے کی راہ میں زبردست روڑا ہے ۔ اور ظاہر ہے ۔ زنا سے دنیا بھر کی خرابیاں وابستہ ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ قتل و خونریزی کے مفاسد کے بعد زنا کے مفاسد کا درجہ ہے ۔ اور اسی لئے قتل کے گناہ کے بعد زنا کے گناہ کا درجہ رکھا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اللہ کے رسول نے اپنی سنت میں قتل کے ساتھ ہی ساتھ زنا کا ذکر کیا ہے ۔ جیسا کہ تم پہلے پڑھ چکے ہو۔

امام احمدؒ کا قول ہے۔

---

(۱) غالباً یہاں ابن قیم اپنے شیخ ابن تیمیہ کے واقعہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں ۔ قلعہ دمشق میں وہ بند کر دیئے گئے تھے تا آنکہ اسی میں انہوں نے انتقال کیا۔

لا اعلم بعد قتل النفس شیئاً اعظم من الزنا۔ — قتل نفس کے بعد زنا سے بڑا گناہ میں کسی گناہ کو نہیں سمجھتا۔

اور اللہ تعالےٰ زنا کی حرمت وممانعت کی توضیح وتاکید کس قدر وضاحت کے ساتھ پیش فرماتا ہے ؟ ارشاد ہوتا ہے۔

والذین لا یدعون مع اللہ الٰھاً آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون؛ (الایت سورۂ فرقان) — وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک کر کے عبادت نہیں کرتے اور نہ خلاف حق کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں۔ جن کا قتل کرنا خدا نے حرام کر دیا ہے۔ اور نہ زنا کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ اس آیت میں زنا کو شرک۔ اور قتل نفس کے ساتھ۔ بیان فرما رہا ہے۔ اس جرم کی سزا اللہ تعالےٰ نے خلود فی النار۔ اور سخت ترین ذلت آمیز عذاب قرار دی ہے اور بندہ جب تک اس سزا کے موجب اور سبب کو توبۂ نصوح۔ اور ایمان اور عمل صالح سے دفع نہ کر دے اس جرم کی سزا سے رستگاری ممکن نہیں۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تقربوا الزنا۔ انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا (سورہ بنی اسرائیل) — اور زنا کے پاس بھی نہ جاؤ۔ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے۔ کہ زنا فی نفسہ ایک فحش اور قبیح فعل ہے اور ظاہر ہے زنا ایک انتہائی درجہ کی قباحت ہے جس کا قبیح ہونا تمام انسانی عقول میں راسخ ہو چکا ہے تا آنکہ بعض جانوروں تک میں اس کی قباحت مسلم ہے۔ جیسا کہ امام بخاری کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے صحیح بخاری کے اندر عمر بن میمون الاودی سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

رأیت فی الجاھلیۃ۔ قرداً زنا بقردۃ فاجتمع القرود علیھما فرجموھما حتی ماتا؛ — جاہلیت کے زمانے میں میں نے دیکھا تھا ایک بندر نے ایک بندریا کے ساتھ زنا کیا اس وقت بہت سے بندر جمع ہوئے اور بندر بندریا دونوں کو انہوں نے پتھر مارے تا آنکہ دونوں مر گئے

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے آیت کے اندر زنا کی قباحت بیان فرمانے کے بعد ہی یہ فرمایا۔

وساء سبیلا؛ — زنا بہت ہی بری راہ ہے۔

کیونکہ زنا دنیا میں بھی ہلاکت وتباہی۔ اور قہر و مذلت کی راہ ہے اور آخرت میں بھی۔ آخرت

میں بھی عذاب۔ رسوائی۔ ذلت۔ خدا کی پھٹکار زانی کے لئے لازمی ہے۔

اور چونکہ باپ کی بی بی سے نکاح کرنا حد سے زیادہ قبیح اور مذموم ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر قرآن میں اس کی مذمت فرمائی۔ فرمایا۔

انہ کان فاحشۃ و مقتا و ساء سبیلا (سورہ نساء) وہ بے حیائی ہے اور خدا کی خفگی کی چیز ہے۔ اور بری راہ ہے۔

دوسرے مقام میں بندوں کی فلاح و نجات اللہ تعالیٰ نے شرمگاہوں کی حفاظت کے ساتھ معلق فرمائی ہے۔ فرماتا ہے۔

قد افلح المومنون۔ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون ، والذین ھم عن اللغو معرضون ، والذین ھم للزکوۃ فاعلون ، والذین ھم لفروجھم حافظون ، الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ، فمن ابتغی وراء ذالک فاولائک ھم العادون :(سورۃ المومنون۔ آیۃ نمبر ۱۔۷)

"بلاشبہ وہ ایمان والے کامیاب ہوئے۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرنیوالے ہیں۔ اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور جو زکاۃ ادا کرنیوالے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کو بچانے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں یا لونڈیوں کے تو وہ قابل ملامت نہیں ہیں اور جس نے اسکے سوا کوئی اور راہ اختیار کی وہی لوگ زیادتی کرنیوالے (گمراہ) ہیں۔

یہ آیت تین امور پر مشتمل ہے۔

اوّل۔ جو آدمی شرمگاہ کی حفاظت نہیں کرتا۔ وہ فلاح سے محروم ہے۔

دوم۔ وہ آدمی ملومین سے ہے۔ ملامت اور پھٹکار اس کے حصہ میں آتی ہے۔

سوم۔ وہ آدمی عادین میں سے ہے یعنی زیادتی کرنیوالا۔ غلط کار اور گمراہ ہے۔

پس جو آدمی شرمگاہ کی حفاظت نہیں کرتا۔ وہ اپنے لئے فلاح کا دروازہ بند کر دیتا ہے عدوان و زیادتی کرنیوالوں کی فہرست میں اپنا نام درج کراتا ہے۔ اور اپنے کو ملامت و پھٹکار کے گڑھے میں گرا دیتا ہے۔

غور کرو شہوت کی تکلیف اور اس کی پریشانیوں کے مقابلہ میں یہ تکالیف اور یہ پریشانیاں کس قدر ناقابل برداشت ہیں۔ اور شہوت کی تکالیف کے مقابلہ میں کس قدر آسان ہیں؟

اس آیت کا طرز استدلال ویسا ہی ہے جیسا کہ قرآن حکیم کے اندر کسی دوسرے مقام پر خدا نے انسان کی ناشکر گذاری کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان بڑا بے صبر اور ناشکر گذار پیدا کیا گیا ہے۔ نہ وہ تکلیف کے موقع پر صبر کرتا ہے نہ خیر و فلاح کے موقع پر شکر۔ جب اسے خیر۔ اور بھلائی نصیب ہوتی ہے۔ تو مال اور پیسے کی محبت میں مست ہو جاتا ہے۔ بخل اختیار کر لیتا ہے۔ ہاتھ تنگ کر لیتا ہے۔ اور جب کوئی تکلیف پہونچتی ہے اور کچھ نقصان ہو جاتا ہے۔ تو جزع و فزع کرنے لگتا ہے۔ گھبرا جاتا ہے اور ہائے وائے کرنے لگتا ہے۔ اور نجات و فلاح پانے والے بندے وہی ہوتے ہیں جو ان باتوں سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ اور ان مذموم اوصاف سے پاک صاف ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح۔ اسی طرز بیان کے ساتھ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نجات و فلاح پانیوالوں کا ذکر کرتا ہے۔

الذین ھم لفروجھم حافظون۔ الا علی ازواجھم۔ او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین۔ فمن ابتغی وراء ذالک فاولائک ھم العادون:

اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیبیوں اور اپنی باندیوں کے تو اس صورت میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ ہاں جو لوگ اس کے علاوہ ہوس کریں گے وہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ وہ ایمان والوں کو کہہ دیں کہ نامحرم عورتوں سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اپنی شرمگاہوں کی پوری پوری حفاظت کریں۔ اور انھیں سمجھا دیں کہ اللہ تعالیٰ انکے اعمال و کردار کو دیکھ رہا ہے اور ان کی ہر ہر چیز سے باخبر ہے۔

یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور

خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور سینے جو کچھ چھپاتے ہیں خدا خوب جانتا ہے۔

چونکہ ہر قسم کی بدعملیوں اور بدکرداریوں کی ابتدا نگاہ سے ہوتی ہے۔ اس لئے خدا نے شرمگاہ کی حفاظت سے پہلے آنکھ کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ دنیا کے تمام حوادث و واقعات کا مبدا نگاہ ہے جس طرح کہ بڑی سے بڑی آگ کا مبدا ایک ننھی سی چنگاری ہوتی ہے چنانچہ غور کرو شہوت سب سے پہلے آنکھ کو مجروح کرتی ہے۔ اس کے بعد دل کی طرف رُخ کرتی ہے اور دل میں خطرات جگہ بناتے ہیں۔ پھر انسان کے قدم کی طرف رُخ کرتی ہے۔ اور وہ گناہ کی طرف اقدام کرنے لگتا ہے۔ اس کے بعد گناہ سرزد ہوتا ہے۔ اور اسی بنا پر بعض بزرگوں

نے کہا ہے۔

من حفظ ھذہ الاربعۃ۔ احرز دینہ اللحظات ۔ والخطوات ۔ واللفظات والخطوات

جس نے ان چار چیزوں کی حفاظت کرلی اس نے اپنا دین محفوظ کرلیا۔ لحظات یعنی نگاہ خطرات (خیالات) الفاظ اور قدم۔

پس بندے کا فرض ہے کہ وہ ان چار دروازوں کی پوری پوری حفاظت کرے۔ ان مورچوں کی پوری پوری مستعدی کے ساتھ نگرانی کرے۔ کیونکہ ان کا دشمن انہی کمین گاہوں اور انہی مورچوں سے اندر داخل ہوتا ہے۔ اور اسکی آبادیوں کو تاراج اور تباہ و برباد کرتا ہے۔

فصل

معاصی اور گناہ کی راہیں کس طرح بند کی جائیں
نگاہ تکالیف اور حسرتوں کا سبب ہوتی ہے

معاصی اور گناہ اکثر و بیشتر انہی چار راستوں سے آتے ہیں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں ہم ان میں ہر ایک کو ایک جداگانہ فصل میں پیش کرتے ہیں۔

لحظات۔ یعنی نظر و نگاہ تمام برائیوں کا پیش خیمہ ہے۔ نظر و نگاہ کی حفاظت میں شرمگاہ کی حفاظت ہے۔ جو آدمی نگاہ کو آزاد و بے لگام کر دیتا ہے۔ نگاہ اُسے تباہی و ہلاکت کے گڑھے میں لے جاکر ڈال دیتی ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

یا علی! لا تتبع النظرۃ النظرۃ۔ فانما لک الاولی۔ ولیست لک الثانیۃ؛

اے علی! کسی پر یکایک نظر پڑ جائے۔ تو پھر دوبارہ اور نگاہ نہ ڈالو پہلی نظر تو تمہارے لئے معاف ہوسکتی ہے لیکن دوسری نگاہ معاف نہیں ہوسکتی۔

اور مسند میں آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

النظرۃ سھم مسموم من سھام ابلیس

نگاہ ابلیس کا زہر میں بجھا ہوا تیر ہے۔

جو آدمی محض رضامندی کی خاطر کسی عورت یا مرد کے محاسن اور خوبصورتی سے آنکھیں پھیر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو عبادت کی حلاوت اور شیرینی سے بھر دیتا ہے۔ اور یہ ایک حدیث کے معنی ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔

غضوا ابصارکم۔ واحفظوا فروجکم — اپنی آنکھیں نیچی رکھو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

نیز آپ نے ایک مرتبہ فرمایا۔

ایاکم والجلوس علی الطرقات: — راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔

صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ہماری مجلسیں ہوا کرتی ہیں۔ راستوں پر بیٹھے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔

فان کنتم لابد فاعلین فاعطوا الطریق حقہ — اگر تمہیں ایسا کرنا ضروری ہی ہو تو پھر راستہ کے حقوق ادا کیا کرو۔

صحابہؓ نے عرض کیا۔ راستہ کے حقوق کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا۔

غض البصر۔ وکف الاذی۔ ورد السلام: — آنکھ پست رکھنا۔ ایذا رسانی سے بچنا۔ اور سلام کا جواب دینا۔

حوادث اور مصائب و آلام جو عموماً انسان کو پیش آتے ہیں۔ انکی اصل جڑ نظر و نگاہ ہے۔ نظر و نگاہ خطرات قلب کا موجب ہوتی ہے تو ارادہ وقوع میں آتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ ارادہ میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بالآخر ارادہ عزیمت جازمہ بن جاتا ہے۔ اس کے بعد فعل کا عملی شکل میں وقوع پذیر ہونا لابدی ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی چیز مانع نہیں ہے تو فعل عملی صورت اختیار کر کے ہی رہتا ہے اور اسی بنا پر کسی صاحب بصیرۃ نے فرمایا ہے۔

الصبر علی غض البصر۔ الیسر من الصبر علی الم بعدہ: — آنکھ بند کرنے کی تکلیف پر صبر کر لینا۔ اس تکلیف پر صبر کرنے سے بہت آسان ہے جو کرنے کے بعد ہوتی ہے۔

اور اسی بنا پر کسی شاعر نے کہا ہے۔

کل الحوادث مبداھا من النظر — ومعظم النار من مستصغر الشرر

تمام حوادث کا مبدا نظر ہے۔ — اور بڑی آگ چھوٹی چنگاری سے ہی لگتی ہے

کم نظرۃ بلغت فی قلب صاحبھا — کمبلغ السھم بین القوس والوتر

کتنی نگاہیں نظر کرنیوالے کے قلب میں اسطرح بیٹھ جاتی ہے۔ جسطرح کمان اور چلہ میں تیر بیٹھ جاتا ہے۔

والعبد ما دام ذا طرف یقلبہ — فی اعین الناس موقوف علی الخطر

آدمی آنکھیں ادھر ادھر مارتا رہتا ہے — لوگوں کی آنکھوں میں اور خطرہ کے قریب ہوتا ہے

یسر مقلتہ ما ضر مھجتہ — لا مرحبا بسرور عاد بالضرر۔

آنکھوں کو وہ خوش کرتا ہے جس سے دل کو ضرر پہنچتا ہے — اس مسرت کو مرحبا نہیں کہا جا سکتا جو ضرر کو لے آئے

نظر و نگاہ کی آفتوں اور مصیبتوں میں سے یہ کتنی بڑی آفت اور مصیبت ہے کہ انسان حسرتوں، آنسوؤں، سوز دروں کا شکار بن جائے؟ جس سے اس کے سامنے ایسی ایسی مصیبتیں آ کھڑی ہو جاتی ہیں کہ اسکی قدرت و استطاعت سے باہر ہوتی ہیں جس پر اسے صبر کرنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔

غور کرو! یہ کتنا بڑا عذاب ہے کہ ایسی مصیبت تمہارے سامنے آ کھڑی ہو جس پر تمہیں صبر کرنا بھی دشوار ہو۔ بلکہ بسا اوقات یہ مصیبت اتنی بڑی ہوتی ہے کہ اس سے کم درجہ کی مصیبت بھی قابل برداشت نہیں ہوتی۔ انسانی طاقت سے بھی باہر ہوتی ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

وکنت متی ارسلت طرفک رائدا — لقلبک یوما اتعبتک المناظر

جب تم نے اپنے قلب کے قاصد کو آزاد چھوڑ دیا — تو ایک دن اس کے مناظر تمہیں تھکا دیں گے

رأیت الذی لا کلہ انت قادر — علیہ ولا عن بعضہ انت صابر

تم ایسی چیزیں دیکھو گے جو تمہاری قدرت سے — باہر ہونگی بلکہ تمہیں اس سے کم پر بھی صبر مشکل ہو جائے گا۔

شاعر کا قول ہے کہ "لا کلہ انت قادر علیہ" (تو کل پر قادر نہیں ہوگا) یہ کل پر قدرت کی نفی کرتا ہے۔ اور کل کی نفی اسی وقت ممکن ہے۔ جب کہ کل کے ہر ہر فرد سے قدرت کی نفی ہو۔

آہ! کتنے ہی آزاد نگاہ انسان اپنی نگاہ بازیوں سے ہلاک ہو کر رہ گئے۔ نگاہ بازیوں کی زنجیروں میں ایسے کس دیئے گئے کہ انہی زنجیروں میں تڑپ تڑپ کر وہ مر گئے۔ چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے۔

یا ناظرا ما اقلعت لحظاتہ — حتی تشحط بینھن قتیلا

اے نظر باز تیری نظر بازی اس وقت تک دور نہیں ہوگی۔ — جب تک کہ تو اپنی نظر بازیوں میں تڑپ تڑپ کر مر نہیں جائیگا۔

اور اس بارے میں میرے بھی کچھ اشعار ہیں۔

مل السلامۃ فاعتدت لحظاتہ ۔ وقفا علی طلل یظن جمیلا
سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے اسکی نظریں ۔ ایسے ٹیلہ پر ہوتی ہیں جس کو وہ حسین سمجھتا ہے
مازال تتبع اثرہ لحظاتہ ۔ حتی تشحط بینھن قتیلا
وہ اپنی نگاہ کی اتباع کرتا رہتا ہے ۔ یہاں تک کہ مقتول ہوکر گر پڑتا ہے۔

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ نگاہ کا تیر منظور تک یعنی جس کی طرف دیکھتا ہے نہیں پہونچتا بلکہ خود نظر کرنے والے کے قلب کو نشانہ بناتا ہے چنانچہ میرے قصیدے کے یہ دو شعر ہیں۔

یا رامیا بسھام اللحظ مجتھدا ۔ انت القتیل بما ترمی فلا تصب
اے نظر کے تیر قوت سے چلانے والے ۔ تو خود اپنے تیر سے مارا جائیگا تو صحیح عمل نہیں کررہا ہے
وباعث الطرف یرتاد الشفاء لہ ۔ احبس رسولک لایاتیک بالعطب
اور اے نظر کو شفا کے لئے بھیجنے والے ۔ اپنے قاصد کو روک تاکہ تیرے لئے مصیبت نہ آئے

اور پھر اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ نظر گناہ انسان کے قلب کو اس طرح مجروح کردیتی کہ زخم پر زخم ۔ اور چرکوں پر چرکے لگتے ہی چلے آتے ہیں۔ لیکن ان زخموں اور چرکوں کی تکلیف کچھ ایسی میٹھی ہوتی ہے کہ ان زخموں کو دور کرنے کی خواہش تک انسان کے اندر پیدا نہیں ہوتی اور اس بارے میں بھی میرے کچھ شعر ہیں۔

مازلت تتبع نظرۃ فی نظرۃ ۔ فی اثر کل ملیحۃ و ملیح
تو ہر ملیح عورت اور ہر ملیح امرد پہ نظر پر نظر ڈالتا چلا جارہا ہے
وتظن ذالک دواء جرحک وھو فی التحقیق تجریح علی تجریح
اور تو اسے اپنے زخم کی دوا سمجھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ زخم پر زخم لگ رہا ہے۔
فذبحت طرفک باللحظات وبالبکا ۔ فالقلب منک ذبیح ای ذبیح
خود تونے ہی نگاہوں ۔ اور رونے سے اپنے کو ذبح کیا ہے تیرے قلب کو خود تونے ہی ذبح کیا ہے۔

اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ نظر گناہ کو روک لینا مسلسل اور دوامی حسرتوں اور تکلیفوں سے مقابلہ میں بہت سہل اور آسان ہے۔

فصل

خطرات قلب خیر وشر کا مبدا اور منبع ہیں تمام ارادے

ہمتیں. عزیمتیں خطرات ہی سے پیدا ہوتی ہیں خطرات کے چار اصول ہیں۔

خطرات قلب کا معاملہ بڑا ہی سخت اور نازک ہے ہر قسم کے خیر و شر کا مبداء خطرات قلب ہیں۔ انسان کے اندر ارادے ہمتیں. عزیمتیں خطرات ہی کے ذریعہ پیدا ہوتی ہیں. جو شخص خطرات قلب کی نگہداشت اور صحیح پاسبانی کرے تو وہ اپنے نفس کے اختیارات کا مالک بن جاتا ہے۔ اپنی خواہشات پر پورا پورا قابو پالیتا ہے اور جس پر خطرات غالب آجاتے ہیں اس پر خواہشات ۔ اور نفس پوری قوت سے غلبہ پالیتے ہیں اور جب کوئی شخص خطرات سے مغلوب ہو جاتا ہے تو خطرات اسے جبراً - قہراً ہلاکتوں اور تباہیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ کیوں کہ خطرات کی جائے ورود قلب ہے۔ اور قلب پر جب متواتر اور پے بہ پے خطرات کا ورود ہوتا ہے وہ باطل تمناؤں اور غلط آرزوؤں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور یہ باطل تمنائیں ۔ اور غلط آرزوئیں ایسی ہوتی ہیں جیسا کوئی پیاسا انسان کسی چٹیل میدان کو پانی کا سمندر سمجھ کر دوڑ پڑتا ہے۔

کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء	انکے اعمال مثل اس سراب کے ہیں جو میدان میں
حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیئاً ووجد	ہو کہ پیاسا اسے پانی خیال کرتا ہو یہاں
اللہ عندہ فوفاہ حسابہ، واللہ	تک کہ جب اس کے پاس جاتا ہے تو کچھ نہیں
سریع الحساب؛	پاتا۔ اور اللہ کو اپنے پاس موجود پاتا ہے پس
	اللہ اس کا پورا پورا حساب دیتا ہے اور اللہ
(سورۃ النور)	جلد حساب لینے والا ہے۔

وہ آدمی نہایت ہی دون ہمت اور ذلیل النفس ہے جو حقائق کے مقابلہ میں غلط تمناؤں اور جھوٹی آرزوؤں پر قناعت کر بیٹھے۔ اور اپنی تمناؤں اور آرزوؤں سے اپنے کو مزین اور آراستہ کرتا ہے قسم خدا کی۔ یہ غلط تمنائیں، جھوٹی آرزوئیں، مفلس، کنگالوں کا سرمایہ اور غلط کار سودے بازوں کا راس المال ہے۔ یہ تمنائیں اور آرزوئیں ان ناکارہ انسانوں کی طاقت ہے جو صرف خیالات کی دنیا میں بستے ہیں اور حقائق کی غلط امیدیں باندھتے ہیں کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

امانی من سعدی رواء علی الظماء	سقتنا بہا سعدی علی ظماء برداً
سعدیٰ سے میری تمنا پیاسے کی سیرابی تھی	سعدیٰ نے پیاس پر ادلے دیئے
منی ان تکن حقا تکن احسن المنی	والا فقد عشنا بہا زمنا رغدا
تمنائیں اگر صحیح ہوتیں تو بہترین تمنائیں ہوتیں	ورنہ ہم اس کے ساتھ مدتوں خوش رہے ہیں

یہ غلط تمنائیں اور آرزوئیں انسان کے حق میں جسقدر مضر ہیں دوسری کوئی چیز اسس قدر مضر نہیں ان کی پیداوار محض عجز وکسل بے ہمتی ۔ کاہلی سے ہوتی ہے اور پھر اس سے ہر قسم کی کوتاہیاں پیدا ہوتی ہیں ۔ اور سب کچھ ضائع ہو جاتا ہے اور پھر سوائے حسرتوں اور ندامتوں کے اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ۔ بلکہ یہ سمجھ لو کہ یہ حرمان نصیبیاں انکی قسمت میں مقدر ہو چکی ہیں ۔ جس آدمی کی زندگی صرف تمناؤں ۔ اور آرزوؤں سے وابستہ ہے حقیقت تک کبھی اسے رسائی نہیں ہوتی ۔ ایسا آدمی جب کبھی حقیقت کا کوئی عکس اور صورت دیکھ پاتا ہے تو اسے بہت بڑی چیز سمجھ لیتا ہے ۔ اور اس کی طرف والہانہ دوڑتا ہے اس سے معانقہ کرتا ہے اور بغلگیر ہوتا ہے ۔ اور اس خیالی ۔ وہمی ۔ فکری صورت کے پالینے پر کہ جس سے اسے کوئی فائدہ نہیں قناعت کر لیتا ہے ۔ اس کی مثال بعینہ ایسی ہوتی ہے ۔ جیسا ایک بھوکا پیاسا آدمی اپنے وہم وخیال میں کھانے پینے کی صورت پالیتا ہے ، اور اسی پر قناعت کر لیتا ہے حقیقتاً وہاں نہ کوئی کھانا ہے ۔ نہ پینے کی کوئی چیز ہے ۔ اسی قسم کی خیالی ۔ وہمی چیزوں پر مطمئن ہو جانا اور ان پر قناعت کر لینا ۔ انتہا درجہ کی خست ۔ اور رذالت نفس کی دلیل ہے ۔ شرافت نفس طہارت نفس ۔ علو نفس ۔ اور بلند نفسی تو یہ ہے کہ انسان ہر بے حقیقت خطرہ کو اپنے سے دور رکھے ۔ کبھی گوارا بھی نہ کرے کہ کوئی بے حقیقت خطرہ اس کے قلب پر وارد ہو سکے ۔ اور نفس کے قریب پہونچ کر سہارا لے سکے ۔

جب خطرات کی حقیقت تم پر واضح ہو گئی تو اب یہ سمجھ لو کہ ہر قسم کے خطرات چار اصول کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں ۔

اوّل ۔ وہ خطرات جن سے انسان اپنا دنیوی مفاد حاصل کرتا ہے ۔

دوم ۔ وہ خطرات جن کے ذریعہ دنیا کی مضرتوں کی مدافعت کی جاتی ہے ۔

سوم ۔ وہ خطرات جن کے ذریعہ آخرت کی مصالح حاصل کی جاتی ہے ۔

چہارم ۔ وہ خطرات جن کے ذریعہ آخرت کی مضرتوں کی مدافعت کی جاتی ہے ۔

بندے کو چاہیئے کہ اپنے تمام خطرات ۔ افکار اور ہموم کو ان چار اصول کے اندر محدود و محصور کر لے کسی ہنر کے خطرات جب ان چار قسموں میں محدود و محصور ہو جائیں ۔ تو چاہیئے کہ تاامکان چاروں کو اپنے لئے جمع کر لیوے اور ہر ایک کو اپنے اختیارات کی حدود میں بند کرے ۔ اگر کبھی بے شمار خطرات کا ہجوم ہو جائے مثلاً ہر چہار قسم کے خطرات اور خطرات بے

متعلقات ۔ اور متعلقات کے افکار کی کثرت وفراوانی ہوجائے تو چاہیئے کہ الاہم فالاہم کا اصول اختیار کرلے ۔ جو زیادہ اہم ہوں ۔ اور انکے فوت ہونے کا خطرہ ہو انہیں مقدم رکھا جائے ۔ اور جو اہم نہ ہوں ۔ ان سے فوت ہونیکا خطرہ اور اندیشہ نہ ہو انہیں موخر کردیوے ماب رہے دوسری قسم کے افکار کہ اہم ہیں لیکن فوت ہونیکا اندیشہ نہیں ہے اور اہم نہیں ہے اور ان کے فوت ہونے کا خطرہ اور اندیشہ بھی نہیں ہے ۔ یہ دو قسمیں ایسی ہیں کہ ہر ایک کی شان ایسی ہے کہ اسے مقدم رکھا جائے اس صورت میں انسان نہایت متردد اور پریشان ہوجایا کرتا ہے ۔ کہ کسے اختیار کرے ؟ اور کسے مقدم سمجھے ؟ اگر اہم کو مقدم رکھتا ہے تو کم درجہ کی چیز فوت ہوجاتی ہے ۔ اگر کم درجہ کی چیز کو مقدم رکھتا ہے تو جو اس سے اہم ہے اس سے توجہ ہٹ جاتی ہے اور یہ مشکل وہاں پیدا ہوتی ہے ۔ جہاں ایسی دو چیزیں سامنے آجاتی ہیں ۔ جن کا اجتماع بیک وقت ناممکن ہوتا ہے اور ایک کی تحصیل سے دوسری کا فوت ہونا لازمی ہوتا ہے ایسا اس لئے واقع ہوتا ہے کہ انسان کو پوری عقل وفہم ۔ اور کامل بصیرۃ ومعرفت سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے رفعت وبلندی حاصل کرنیوالا رفعت وبلندی حاصل کرلیتا ہے نجات وفلاح پانیوالا نجات وفلاح پالیتا ہے اور خسارہ پانیوالا خسارہ پالیتا ہے ۔ اکثر ارباب عقل وبصیرت کو تم ایسا پاؤ گے کہ وہ غیر اہم امر کو جس کے فوت ہونیکا اندیشہ نہیں ۔ اہم امر سے جس کے فوت ہونیکا اندیشہ ہے ۔ موخر کردیتے ہیں ۔ اور یہ ایک مانا ہوا کلیہ ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا البتہ اس کلیہ پر کوئی زیادہ عمل کرتا ہے ۔ کوئی کم ۔ اور اس کلیہ کی اصل وہ قاعدہ کلیہ ہے جس پر شرع وقدر کا دارومدار ہے اور جس کی طرف تخلیق وامر کی رجعت ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ بڑی اور اعلیٰ مصلحت کو چھوٹی کے مقابلے میں زیادہ ترجیح دی جائے بڑی خرابی کی مدافعت کے لئے چھوٹی خرابی اختیار کرلی جائے ۔ بڑی مصلحت کی تحصیل کیلئے چھوٹی مصلحت کو ترک کردیا جائے بڑے مفسدے کی مدافعت کے لئے چھوٹا مفسدہ اختیار کرلیا جائے یہ وہ کلیہ ہے کہ کوئی صاحب عقل وبصیرت اس سے متجاوز نہیں ہوسکتا دنیا کی تمام شریعتوں کی بنیاد اسی قاعدہ کلیہ پر ہے ۔ دنیا اور آخرت کی کوئی مصلحت اس کلیہ کے بغیر انجام نہیں پاسکتی اور ظاہر ہے کہ سب سے اعلیٰ ۔ اجل ۔ اور نافع ترین فکر وغور وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ اور آخرت کے لئے صرف ہو ۔

جو فکر اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اس کی چند قسمیں ہیں ۔

اوّل - یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آیتوں پر غور و تدبر کیا جائے - آیتوں - اور آیتوں کی مراد پوری عقل و بصیرت کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی جائے - فہم و ادراک سے کام لیا جائے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ خدا نے قرآن اتارا بھی اسی لئے ہے کہ اس پر غور و تدبر کیا جائے سمجھا جائے محض تلاوت کے لئے نہیں اتارا - بلکہ تلاوت بھی اسی لئے لازم کی گئی ہے کہ یہ فہم و ادراک کا ذریعہ ہے چنانچہ بعض سلف صالحین کا قول ہے -

انزل القرآن لیعمل بہ - فاتخذوا تلاوتہ عملا - قرآن اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے لہذا تم عمل کے لئے تلاوت کرو -

دوم - یہ کہ خدا کی مشہود یعنی روزمرہ مشاہدے سے گزرنے والی نشانیوں پر غور و تدبر کیا جائے - اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی نشانیاں اور علامتوں پر غور و تدبر کا حکم دیا ہے سوچنے سمجھنے کا امر فرمایا ہے - اور ان سے غفلت کرنیوالوں کی مذمت فرمائی ہے -

سوم - خدا کی بخششوں - اور اس کے احسانات پر غور و تدبر کیا جائے - کہ اس نے اپنے بندوں پر کیسے کیسے احسانات و انعامات کئے ہیں ؟ اور اس کی مغفرت و رحمت - حلم و بردباری کس قدر وسیع - اور ہمہ گیر ہے ؟

غور و تدبر - فکر و تامل کی یہ تین قسمیں ایسی ہیں جو قلب انسان کو معرفت الہٰی - محبت خداوندی - خوف و رجاء - امید و بیم سے مالامال کر دیتی ہیں - اور اگر دائمی غور و تدبر کے ساتھ ذکر خداوندی کا سلسلہ بھی جاری رکھا جائے - تو معرفت الہٰی - اور محبت خداوندی کے رنگ سے پوری طرح رنگ جاتا ہے -

چہارم - یہ کہ عیوب نفس - آفات نفس - عیوب عمل پر غور و تدبر کیا جائے یہ غور و تدبر نہایت نفع بخش ہے - دنیا و آخرت کی بڑی بڑی بھلائیاں اس سے وابستہ ہے یہ غور و تدبر ہر قسم کی خیر و فلاح کا دروازہ ہے - یہ غور و تدبر نفس امارہ کی قوتوں کو پاش پاش کر دیتا ہے - اس سے نفس امارہ اس قدر بے بس ہو جاتا ہے - کہ برائیوں کے حکم سے اسے رک جانا پڑتا ہے اور جب نفس امارہ ٹوٹ گیا تو پھر نفس مطمئنہ اطمینان و خوش عیشی سے اپنا وقت گزارتا ہے اور ہر طرح خوش عیشی کے ثمرات سے مستفید ہوتا ہے اور حکم و فرمانروائی بھی اسی کی جاری رہتی ہے -

جب نفس مطمئنہ خوش عیشی سے وقت گذارتا ہے - تو قلب بھی زندہ رہتا ہے اور خوشگوار زندگی گزارتا ہے اور اپنی مملکت میں پوری قوت سے حکومت کرتا ہے ساری مملکت میں صرف اسی کا حکم چلتا ہے

تیز قلب کے تمام امراء حکام۔ اور قلب کا سارا لشکر اس کا مطیع ہوتا ہے۔ اور مملکت کی ساری مصلحتیں اور حکمتیں قلب کے منشا کے مطابق عمل میں لاتے ہیں اور ساری قوتیں۔ صلاحیتیں قلب کی مرضیات پر نثار کر دیتے ہیں۔

پنجم۔ یہ کہ وقت کے واجبات اور ضروریات اور وظیفہ اعمال پر غور و تدبر کیا جائے اور عزم و ہمت کی تمام تر توجہات اپنی چیزوں کی طرف موڑ دی جائیں۔ چنانچہ عارف انسان وقت کا بیٹا ہوتا ہے۔ اگر انسان وقت کی قدر نہیں کرتا اور اسے ضائع کر دیتا ہے تو گئے ہوئے وقت کا وہ کبھی تدراک ہی نہیں کر سکتا۔ امام شافعی کا مقولہ ہے۔

صحبت الصوفیۃ۔ فلم استفد منھم سوی حرفین۔ احدھما قولھم الوقت سیف۔ فان لم تقطعہ قطعک۔ والاخری ونفسک ان شغلتھا بالحق۔ والا شغلتک بالباطل۔

صوفیہ کی محبت سے میں نے چار باتیں حاصل کی ہیں ایک یہ کہ وقت تلوار ہے۔ اگر تم اس سے نہیں کاٹتے تو سامنے والا تمہیں اس سے کاٹے گا۔ دوسری یہ کہ اگر تم اپنے نفس کو حق میں مشغول نہیں کرتے تو وہ تمہیں باطل میں الجھا دیگا۔

حقیقت امر یہ ہے کہ اسی وقت کا نام انسان کی عمر ہے۔ نعیم مقیم۔ جنت کی دائمی زندگی کا اصل مادہ اور مواد بھی وقت ہے۔ اور وقت نہایت تیز رفتار ہے بادلوں سے بھی جلد آتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ پس انسان کا وہ وقت جو صرف اللہ کے لیے ہو وہی اس کی زندگی اور اس کی عمر کا حقیقی مواد ہے۔ اس کے سوا دوسرا وقت حیات و زندگی میں محسوب ہی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ انسان کتنی ہی طویل زندگی پالے۔ اس کی یہ زندگی چوپایوں اور جانوروں کی زندگی ہوگی جس انسان کا وقت غفلت۔ شہوت رانی۔ باطل تمناؤں اور فاسد آرزوؤں میں بسر ہو رہا ہو۔ اس کا سونا اس کے جاگنے سے بہتر ہے اس کا دنیا میں جینا ہی بے کار ہے۔ اس کے حق میں زندگی سے موت بہتر ہے۔ نماز کے متعلق یہ کہا گیا ہے۔ کہ بندہ نماز پڑھتا ہے تو نماز میں اس کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا وہ سمجھتا ہے۔ حقیقتاً ایک انسان کی عمر وہی ہے جو اللہ کے لئے اور اللہ کے لیے بسر ہوتی ہو۔

مذکورہ بالا خطرات و افکار کے سوا جس قدر بھی خطرات و افکار ہیں وہ شیطانی وسواس باطل تمنائیں اور محض فریب ہیں ان خطرات و افکار کا وہی حال ہے جو تشنہ میں بدمست و سوسوں

سے مارے ہوئے آدمی کے خطرات قلب اور افکار دماغی کا حال ہوتا ہے۔ اصل حقیقت کا پتہ انہیں اس دن لگے گا جب ان پر حقیقت منکشف ہوگی اور وہ زبان حال سے کہتے ہونگے۔

ان کان منزلتی فی الحب عند کم ما قد لقیت فقد ضیعت ایامی

اگر محبت میں میرا مقام تمہارے نزدیک اسی قدر ہے جو میں پارہا ہوں تو میں نے اپنے دن ضائع کئے

امنیۃ ظفرت بھا زمنا والیوم احسبھا اضغاث احلام

میری وہ تمنائیں جنہیں میری جان نے ایک مدت میں حاصل کیا آج وہ مجھے خواب و خیال کی باتیں نظر آرہی ہیں۔

خوب سمجھ لینا چاہیئے قلبی خطرات فی نفسہ بُرے نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ بُرا ہے کہ خوامخواہ دعوت دیجائے اور ان سے انس پیدا کیا جائے۔ خواطر کی حیثیت راہ گذر مسافر کی سی ہے۔ اگر اسے منہ نہ لگایا جائے اس سے بات چیت نہ کی جائے۔ وہ خود بخود چلتا بنے گا۔ لیکن اگر تم اسے منہ لگاؤ گے تو تمہیں اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے بہلائے گا۔ اور تمہیں دہوکہ دیجائیگا۔

جو نفس فارغ معطل۔ اور بیکار رہتا ہے۔ خواطر و افکار اس پر بہت بری طرح حملہ کردیتے ہیں۔ البتہ اس قلب و نفس پر خواطر کا حملہ دشوار ہوتا ہے۔ جو شریف اور آسمانی ہوتے ہیں اور عالم بالا سے رشتہ طمانیت جوڑے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر دو قسم کے نفس پیدا کئے ہیں۔ نفس امّارہ۔ نفس مطمئنہ یہ ہر دو نفس ہمیشہ باہم لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ کیونکہ جو چیز نفس امارہ کے لئے معمولی ہوتی ہے۔ نفس مطمئنہ کے لئے بھاری ہوتی ہے جس چیز سے نفس امارہ لذت اندوز ہوتا ہے نفس مطمئنہ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ نفس امارہ کو یہ بہت بھاری اور انتہا درجہ تکلیف دہ ہے کہ انسان صرف اللہ تعالیٰ کیلئے عمل کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب سے مقدم سمجھے۔ اور خواہشات کے مقابلہ میں رضائے الٰہی کو ترجیح دے۔ لیکن نفس مطمئنہ کے لئے اس سے بہتر نفع بخش فرحت آگیں کوئی چیز نہیں۔ نفس مطمئنہ کو اسی عمل سے انتہا درجہ تکلیف ہوتی ہے جو غیر اللہ کے لئے کیا جائے۔ یا خواہشات کی پیروی کیجائے۔ یہ باتیں نفس مطمئنہ کے حق میں سخت مضرت رساں ہیں۔

قلب کی یہ حالت ہے کہ قلب کی داہنی جانب نفس مطمئنہ اور فرشتہ رہتا ہے اور بائیں جانب نفس امارہ اور شیطان اس فرشتہ اور شیطان میں ہمیشہ جنگ جاری رہتی ہے۔ باطل فاسد اعمال شیطان۔ اور نفس امارہ سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اور حق۔ اور صالح عمل فرشتے اور نفس مطمئنہ کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ اور زندگی بھر جانبین کی جنگ جاری رہتی ہے کبھی سب رگردہ

غالب رہتا ہے، کبھی وہ۔ لیکن نصرت وظفرمندی صبر واستقامت کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ جو شخص صبر کرتا ہے۔ باہم حق کی تلقین کرتا ہے۔ باہم ربط وتعلقات استوار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے فلاح ونجات ضروری ہے۔ خدا کا حکم کبھی تبدیل نہیں ہوسکتا اس نے صاف صاف فرمادیا ہے۔ انجام کار تقویٰ وپرہیزگاری کے لئے ہے۔ فوز وفلاح متقیوں اور پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔

انسان کا قلب ایک سادہ، بے نقش ونگار لوح ہے۔ خواطر وافکار کے نقوش قلب پر منقش ہوتے ہیں جس قسم کے خواطر وافکار ہونگے۔ اسی قسم کے نقوش منقش ہونگے۔ پس کسی عقلمند کے لئے یہ کیونکر سزاوار ہے کہ وہ اس سادہ اور بے نقش لوح کو کذب وغرور، فریب، دھوکہ۔ اور باطل تمناؤں فاسد آرزوؤں اور سراب نما بے حقیقت نقوش سے سیاہ کرے؟ ان باطل نقوش سے کونسی حکمت۔ کونسی مصلحت۔ کونسا علم۔ کونسی ہدایت قلب میں منقش ہوسکتی ہے؟ اگر انسان چاہتا ہے کہ ان نقوش کے ساتھ علم وحکمت اور رشد وہدایت کے نقوش قلب پر منقش کرے۔ تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ ایک سیاہ لوح پر علم نافع کے نقوش لکھ رہا ہے جس سے کوئی فائدہ نہیں۔ قلب اگر خواطر ردیہ سے پاک نہیں ہے تو اس میں مفید خواطر۔ مفید افکار جگہ ہی نہیں پاسکتے۔ پاکیزہ خواطر۔ مفید افکار تو پاکیزہ صاف ستھری جگہ ہی میں منقش ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

اتانی ھواھا قبل ان اعرف الھوی فصادف قلبا خالیا فتمکنا

اُس کا عشق میرے پاس اسوقت آیا جب کہ میں عشق کو پہچانتا بھی نہ تھا تو اسے خالی قلب مل گیا جہاں وہ جاگزیں ہوگیا

اور اسی بنا پر اکثر صوفیہ نے اپنے سلوک کی عمارت حفظ خواطر پر قائم کی ہے اور کہتے ہیں تا امکان کسی خطرے کو قلب میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور قلب کو بالکل فارغ۔ اور صاف ستھرا رکھا جائے تاکہ قلب کشف ووجدان۔ اور ظہور حقائق علویہ کے قابل رہے۔ لیکن ان صوفیہ نے اس ایک چیز کی حفاظت کرنے میں بہت سی قیمتی چیزیں ضائع کردیں۔

صوفیہ نے قلب کو اسقدر خالی رکھنے کی کوشش کی کہ کسی ایک خطرے کو بھی جگہ نہ دی گئی۔ لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ جب اس جگہ کو شیطان نے خالی پایا تو دوڑ پڑا۔ اور باطل۔ فاسد امور کو ان چیزوں کا جامہ پہنا دیا۔ جن کو یہ لوگ اعلیٰ اور اشرف سمجھتے تھے۔ ان باطل اشیاء کو خیالی طور سے بھی برتر والی چیزوں کا جامہ پہنا کر ان خواطر وافکار کے عوض میں لا دھرا جو حقیقتاً علم وہدایت کے

مادہ ہے۔ جب قلب ان شریف خواطر وافکار سے خالی رہا۔ تو شیطان دوڑ پڑا۔ اور صاحب قلب کے مناسب حال کوئی مشغلہ تجویز کرلیا۔ اور مشغلہ کے مناسب حال خواطر وافکار گھڑے کر دیئے۔ اور انمیں اسے مشغول کر دیا۔ ظاہر ہے کہ ایک انسان اگر سفلی خواطر وافکار کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تو اس میں علوی خواطر وافکار کی صلاحیت کہاں ہوگی چنانچہ شیطان نے ایک ارادہ سے اسے الگ کر دیا۔ لیکن تجرید وفراغ کے ارادہ میں مشغول کر دیا۔ کہ بندہ بالکل بیکار ہوکر رہ جائے۔ درحقیقت موجب صلاح وفلاح وہ ارادہ ہے جو اس کے قلب پر اپنی حکومت قائم کرکے اسے عملی زندگی عطا کرے۔ اور یہ وہی ارادہ ہوسکتا ہے جو خدا کے دینی۔ امری مراد کو پورا کرسکے۔ جو خدا کو محبوب وپسندیدہ ہے اور جس سے اسکی رضامندی وابستہ ہے۔ اور وہی ہے جو قلب کو اور قلب کی ساری معروفیتوں کو معرفت الٰہی اور معرفت الٰہی کی تفصیلات کی طرف موڑ دے۔ اور خلق کی مخلوق میں خدا کے دینی۔ امری احکام کے نفاذ واجرا کی طرف اسے متوجہ کردے۔ اور اس کے لئے سعی عمل کے جذبات پیدا کردے۔ اس طرح بندہ اپنے کو خدا تک پہونچانے کی کوشش کرے اور مخلوق میں خدا کے دینی وامری احکام نافذ کرے۔ لیکن شیطان نے انکو اس راہ سے جھٹکا دیا۔ اور کہدیا انہیں ان گورکھ دھندہوں سے کیا واسطہ؟ اور زہد وتقشف کی راہ کشادہ کر دی۔ دنیا۔ اور دنیا کے اسباب سے یک لخت الگ کر دیا۔ اور صحیح صراط مستقیم سے ہٹاکر غلط راہ پر لگادیا۔ اور وہمیات وخیالات کی دنیا میں لیجاکر کھڑا کر دیا۔ اور کہہ دیا۔ لوگو! انسان کا کمال یہی ہے۔ کہ وہ تجرید وفراغ کی بے عملی میں زندگی گذار دے۔ دنیا اور دنیا کے اسباب سے بندے کو کیا واسطہ؟ افسوس۔ صد افسوس

بندے کا کمال تو یہی ہے کہ خواطر وارادت کے ذریعہ بندہ اپنے قلب اور باطن کی صفائی کرے۔ دنیا والوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پروردگار عالم کی خوشنودی حاصل کرنے میں اپنے خواطر وارادوں میں کو کام میں لائے۔ ان طریقوں اور راستوں پر غور وتدبر کرنا جو خدا تک پہنچاتے ہیں۔ پس کامل ترین انسان وہ ہے۔ جس کے خواطر وافکار۔ اور ارادے بے شمار ہوں۔ لیکن وہ صرف پروردگار عالم کی رضامندی کے لئے ہوں۔ اور ناقص ترین انسان وہ ہے۔ جس کے خواطر وافکار۔ اور ارادے بے شمار ہوں۔ لیکن وہ حظ نفس اور خواہشات کے لئے ہوں۔ واللّٰہ المستعان۔

یہ دیکھو! حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کے خواطر وافکار کس قدر

کثیر و وافر ہوتے تھے۔ لیکن وہ محض رضائے الٰہی کے ماتحت ہوتے تھے آپ کے خواطر و افکار اس قدر وافر ہوتے تھے کہ باہم ٹکراتے تھے بعض اوقات یہ خواطر و افکار نماز کی حالت میں آپ پر مستولی ہو جاتے تھے۔ اور آپ نماز ہی کے اندر ان سے کام لیتے تھے۔ اپنی نماز میں وہ مجاہدین کا لشکر ترتیب دیتے تھے۔ اور اس طرح آپ ایک عبادت میں دوسری عبادت کو داخل اور شامل کر لیتے تھے۔ نماز میں جہاد کو داخل کر لیتے تھے۔ نماز بھی ادا ہو رہی ہے اور جہاد بھی ہو رہا ہے اللہ اللہ تداخل عبادت فی العبادت کی کیا بہترین صورت ہے؟ یہ عزیز و شریف دروازہ اسی کے لئے وا ہوتا ہے۔ جو صادق القول۔ حاذق القلب ہوتا ہے علم و بصیرت سے آراستہ ہوتا ہے عالی حوصلہ اور اور بلند ہمت ہوتا ہے۔ وہ ان امور میں اس قدر مہارت رکھتا ہو کہ ایک عبادت میں داخل اور شامل ہونے کے بعد وہ بہت سی عبادتیں اس کے اندر کس طرح داخل کر سکتا ہے۔ اور اس میں کس طرح وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ یہ عبادت و حذاقت محض خدا کا عطیہ ہے اور بس۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

فصل

جہنم میں جانے والوں میں اکثر زبان کی وجہ سے جائینگے

غیر ضروری باتوں سے احتراز کرنا دین کی بہتری ہے

زبان معاصی اور گناہوں کا پرخطر دروازہ ہے۔ اس کی حفاظت یہی ہے کہ زبان پر پورا پورا قابو رکھا جائے۔ بلا ضرورت ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا جائے۔ وہی بات زبان سے نکالے جس میں انسان اپنا فائدہ دیکھے۔ جب کوئی شخص بات کرنے کا ارادہ کرے تو پہلے غور کر لے کہ اس سے اس کو فائدہ پہنچے گا یا نقصان؟ اگر اسمیں فائدہ نظر نہ آئے تو خاموشی اختیار کرے اور اگر بات کرنے میں فائدہ نظر آتا ہے تو پھر سوچنا چاہیئے کہ یہ بات اور یہ کلمہ زیادہ مفید رہے گا یا کوئی دوسرا کلمہ؟ اگر دوسرا کلمہ زیادہ سود مند ہے تو وہی زبان سے نکالے۔ فائدہ کو کبھی ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

اگر تم کسی کے قلب و ضمیر کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو اسکی زبان کی حرکت کو دیکھ لو۔ کوئی چاہے یا نہ چاہے بات دل کا راز کھول دے گی۔ چنانچہ حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔

القلب کالقدر تغلی بما فیھا — قلب دیگچہ کی طرح ہے۔ اسمیں جو کچھ ہوتا ہے۔
والسنتھا مغار فھا: — جوش کھاتا ہے۔ اور زبانیں کفگیر ہیں۔

جب کوئی شخص گفتگو کرے تو دیکھو اس کی زبان سے وہی بات جو اس کے قلب میں ہوتی ہے۔ زبان قلب کا کفگیر ہے۔ قلب میں جو کچھ شیریں۔ تلخ۔ لذیذ۔ خوشگوار چیز ہوگی۔ کفگیر پر آ جائے گی۔ زبان قلب کے ذائقہ کا پتہ دے گی۔ اور اسی طرح پتہ دے گی جس طرح دیگچہ کا ذائقہ زبان سے چکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے قلب میں جو کچھ ہوگا۔ اس کا ذائقہ تمہیں اس کی زبان سے معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت انسؓ کی ایک مرفوع حدیث کے اندر ہے۔

لا یستقیم ایمان عبد حتی یستقیم قلبہ۔ ولا یستقیم قلبہ حتی یستقیم لسانہ: — جب تک بندے کا قلب درست نہ ہو اس کا ایمان درست نہیں۔ اور جب تک اس کی زبان درست نہ ہو اس کا قلب درست نہیں

آنحضرت صلعم نے کسی سے دریافت کیا لوگ زیادہ تر جہنم میں کس چیز کی وجہ سے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا۔

الفم والفرج! — منہ اور شرمگاہ۔

اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن اور صحیح کہا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت معاذ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ۔ وہ کونسا عمل ہے۔ جس سے بندہ جنت میں داخل ہو اور جہنم سے بچ جائے؟ آپ نے خاص خاص تھوڑی اور اصولی چیزیں بتلانے کے بعد فرمایا۔

الا اخبرک بملاک ذالک کلہ؟ — کیا میں تمہیں ان تمام پر حاوی چیز نہ بتلادوں

حضرت معاذ رضؓ نے عرض کیا۔ کیوں نہیں۔ ضرور بتلائیں۔ آپ نے اپنی زبان اپنی انگلیوں سے پکڑ لی۔ اور فرمایا۔

کف علیک ھذا: — اسے اپنے قابو میں رکھو۔

حضرت معاذؓ نے عرض کیا۔ کیا ہم بات کرتے ہیں۔ اس کا بھی مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔

ثکلتک امک یا معاذ۔ وھل — معاذ! تمہاری ماں تم پر روئے لوگ نہ بان

یکب الناس فی النار علی وجوھھم - او قال - علی مناخرھم الاحصائد السنتھم :

ہی سے تو منہ کے بل جہنم میں پھینکے جاتے ہیں یا فرمایا کہ ناک کے بل - اپنی زبانوں کے کرتوت سے۔

امام ترمذی نے اس ہدایت کو حسن اور صحیح کہا ہے ۔

یہ کچھ عجیب بات ہے کہ انسان حرام کھانے سے ظلم و زنا کاری سے . چوری اور شراب خواری سے اپنے کو بچا لیتا ہے . غیر محرم عورت پر نگاہ ڈالنے سے باآسانی اپنے کو بچا لیتا ہے اور گناہ سے باز رہتا ہے . لیکن افسوس کہ زبان کی حرکت سے اپنے کو نہیں بچا سکتا . بسا اوقات تم دیکھو گے کہ ایک دیندار آدمی ہے جو زہد و عبادت میں بلند پایہ رکھتا ہے ۔ اس کی دینداری کا گھر گھر چرچا ہے . جس راستہ سے گزرتا ہے لوگ اشارہ کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ تشریف لے جا رہے ہیں ۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے انکو اپنی زبان پر قابو نہیں ہوتا . نہایت بے باکی - اور لاپرواہی سے اس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں . جس سے خدا سخت ناراض ہوتا ہے ۔ بسا اوقات ایسا لفظ - ایسا کلمہ اس کی زبان سے نکلتا ہے . جو اسے اس کے مقام سے اتنی دور پھینک دیتا ہے . جس کا فاصلہ مشرق و مغرب کی طرح ہوتا ہے . بہت سے متورع - پرہیزگار - آدمیوں کو تم دیکھو گے کہ وہ فواحش . فسق و فجور . ظلم و جور سے بہت دور رہتے ہیں . لیکن زبان بے سوچے سمجھے نہایت لاپرواہی سے چلتی ہی رہتی ہے . زندوں - اور مردوں کی غیبت . بلکہ آبرو ریزی بے دھڑک کیجاتی ہے - کیا کہہ رہا ہے . کیا بک رہا ہے اس کی اسے پرواہ نہیں ہوتی - اس قسم کی بے پرواہی سے باتیں کرنیکی حقیقت تم معلوم کرنا چاہتے ہو تو صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن جندبؓ کی حدیث دیکھ لو . آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا .

قال رجل واللہ لا یغفر اللہ بفلان - فقال اللہ عزوجل - من ذا الذی یتألی علی انی لا اغفر بفلان - قد غفرت لہ واحبطت عملک :

کسی آدمی نے کہا قسم خدا کی فلاں آدمی کی خدا مغفرت نہیں کرے گا - خدا نے فرمایا ہے اس بات پر قسم کھانے والا کون ؟ میں نے اسے بخش دیا - اور تیری نیکیاں میں نے نیست نابود کر دیں ۔

غور کرو - عابد - زاہد - پارسا آدمی ہے . عبادت و طاعت سے اپنے کو مزین و آراستہ

کر رکھا ہے۔ لیکن ایک کلمہ نے اس کے تمام اعمال سوخت کر دیئے۔ یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔ اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔

تکلم بکلمۃ اوبقت دنیاہ و آخرتہ:	یہ ایسا کلمہ بول گیا جس نے اس کی دنیا اور آخرت خراب کر دی۔

اور صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان العبد لتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ لا یلقی لھا بالا یرفعہ اللہ بھا درجات۔ وان العبد لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ۔ لا یلقی لھا بالا یھوی بھا فی نار جہنم:	بندے کے منہ سے کبھی نہایت بے پروائی سے خدا کی رضامندی کا کلمہ نکل جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بڑھا دیتا ہے اور بندے کے منہ سے کبھی نہایت بے پروائی سے خدا کی خفگی کا کلمہ نکل جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں جھونک دیا جاتا ہے۔

اور صحیح مسلم کے اندر ہے۔

العبد یتکلم بالکلمۃ ما یتبین ما فیھا یھوی بھا فی النار ابعد ما بین المغرب والمشرق:	بندے کے منہ سے کبھی ایسا کلمہ نکل جاتا ہے جس کی بدی اس پر ظاہر نہیں ہوتی۔ اور اس کی وجہ سے وہ جہنم سے ایسے گڑھے میں ڈال دیا جاتا ہے جس کی گہرائی مشرق و مغرب کے فاصلے سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

ترمذی میں حضرت بلال بن حارث مزنی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان احدکم لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ ما یظن ان تبلغ ما بلغت فیکتب اللہ لہ بھا رضوانہ الی یوم یلقاہ وان احدکم لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ ما یظن ان تبلغ ما بلغت فیکتب	تم سے آدمی کبھی ایسی بات خدا کی مرضی کی بول دیتا ہے۔ کہ اسکو خود خدا کی اس رضامندی کا گمان تک نہیں ہوتا کہ اتنی رضامندی حاصل ہوگی اللہ تعالیٰ اس کو اس وجہ سے قیامت تک کے لئے اس کے حق میں اپنی رضامندی لکھ دیتا ہے اور تم میں سے کوئی خدا کی خفگی کی ایسی بات

الله له بها سخطه الی یوم یلقاه:

بول دیتا ہے۔ جس کی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کہاں پہونچے گی۔ اور اللہ تعالےٰ قیامت تک کے لیے اس کے حق میں اپنی خفگی لکھ دیتا ہے۔

حضرت علقمہ کہا کرتے تھے۔ بلال بن حارث کی اس حدیث نے مجھے کتنی ہی باتوں سے روک دیا ہے۔

نیز جامع ترمذی کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے کسی صحابی کا انتقال ہوگیا کسی نے کہا "تمہیں جنت کی بشارت ہے" آنحضرتؐ نے فرمایا۔

اولا تدری لعله تکلم فیما لا یعنیه او بخل بما لا ینقصه

تمہیں کیا خبر؟ شاید اس نے لایعنی بات کی ہو۔ یا جس سے اسے کچھ کمی نہ پڑتی اس سے اس نے بخل کیا ہو۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔

دوسرے الفاظ میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے۔ کہ غزوۂ احد میں ایک نوجوان شہید ہوگیا۔ اس کی لاش اس حالت میں ملی۔ کہ اس کے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا تھا۔ اس کی ماں نے اسے دیکھا۔ اور اس کے منہ سے مٹی پونچھنے لگی۔ اور کہا بچا تمہیں جنت مبارک ہو۔ یہ سن کر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

وما یدریك؟ لعله کان یتکلم فیما لا یعنیه ویمنع ما لا یضره:

تمہیں اس کا حال کیا معلوم؟ شاید اس نے کوئی غیر ضروری بات کی ہو۔ یا جس سے اسے نقصان نہیں تھا۔ اس سے ہاتھ روک دیا ہو۔

اور صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر حضرت ابوہریرہؓ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے

من کان یومن بالله والیوم الآخر فلیقل خیراً اولیصمت

جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

من کان یومن بالله والیوم الاخر

جو آدمی اللہ۔ اور آخرت کے دن پر ایمان

فاذا شهد امراً فليتكلم بخير | رکھتا ہے۔ جب کسی بات کی گواہی دیوے تو
او ليسکت : | بھلی بات کہے۔ یا خاموش رہے۔

امام ترمذیؒ نے صحیح اسناد سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

من حسن اسلام المرء ترك ما | کسی آدمی کے اچھے مسلمان ہونے کی ایک صورت
لم يعينه ؛ | یہ ہے کہ لایعنی باتیں ترک کر دے۔

حضرت سفیان بن عبداللہ الشقفی سے مروی ہے وہ لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اسلام کے بارے میں ایسی بات مجھے بتلا دیجئے کہ آپ کے بعد کسی سے میں نہ پوچھوں۔ آپؐ نے فرمایا۔

قل آمنت بالله ثم استقم ؛ | کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر تم اس پر مستقیم رہو

میں نے عرض کیا میری نسبت کس چیز کا خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان پکڑ لی اور فرمایا هذا اس زبان کا خوف ہے۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

كل كلام ابن آدم عليه۔ لا له الا امر بالمعروف او نهي عن المنكر ۔ او ذكر الله عزو جل ؛ | آدمی کی ہر بات اس پر بوجھ ہے۔ سودمند نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ اچھی بات کا حکم کرے اور بری بات سے روکے۔ اور اللہ عزوجل کا ذکر کرے۔

ترمذی اس حدیث کو حسن کہتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

اذا اصبح العبد فان الاعضاء كلها تكفر اللسان ۔ تقول اتق الله فانما نحن بك ۔ فاذا استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا ؛ | بندہ جب صبح کرتا ہے۔ تو اس کے تمام اعضا اس کی زبان سے پناہ مانگتے ہیں۔ کہتے ہیں تو خدا سے ڈر ہمارا انجام تیرے ہاتھ ہے۔ تو سیدھی ہے تو ہم سیدھے ہیں۔ تو ٹیڑھی ہے تو ہم ٹیڑھے ہیں۔

بہت سے بزرگان سلف کا یہ معمول تھا۔ کہ وہ اپنی سردی گرمی کے دنوں کے کاموں کا حساب لکھا کرتے تھے کہ کتنے نیک کام ہم سے ہوئے۔ اور کتنے برے۔

بعض اکابر اہل علم کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا گیا۔ اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا معاملہ پیش آیا؟ انہوں نے جواب دیا صرف ایک بات کی وجہ سے میں معلق ہوں۔ میرے منہ سے نکل گیا کہ بارش کی ضرورت کیسے تھی؟ اس پر مجھے کہا گیا۔ کیا سمجھ کر تم ایسا بولے میرے بندوں کی مصلحتوں کو میں خود ہی اچھی طرح سمجھتا ہوں۔

صحابہ میں سے کسی نے اپنے خادم سے کہا۔ دسترخوان لاؤ۔ کچھ اس کے ساتھ بھی کھیل کر لیں۔ اس کے بعد ہی کہنے لگے۔ استغفر اللہ۔ میں بغیر نکیل اور لگام کے کبھی بات نہیں کرتا۔ آج کیا ہو گیا جو ایسا ہو گیا۔ میری زبان بے نکیل اور بے زبان ہو گئی پھر کہنے لگے۔ انسان کے اعضاء کی حرکتوں میں سب سے بری اور ضرر رساں حرکت زبان کی حرکت ہے۔

علماء سلف و خلف کا اس بارے میں بہت اختلاف ہے کہ آیا انسان کی تمام باتیں لکھی جاتی ہیں؟ یا صرف خیر و شر کی باتیں۔ ایک گروہ کہتا ہے۔ تمام باتیں لکھی جاتی ہیں۔ دوسرا گروہ کہتا ہے۔ صرف خیر و شر کی باتیں لکھی جاتی ہیں بظاہر تو پہلا ہی قول صحیح ہے

بعض سلف کا کہنا ہے۔ انسان کا ہر لفظ اس پر بوجھ ہے۔ اس کے لئے سود مند نہیں ہے۔ سوائے ذکر خداوندی کے۔ یا جو ذکر خداوندی کے قریب ہو۔ (۱)

حضرت ابو بکر صدیقؓ اکثر اپنی زبان پکڑتے۔ اور کہتے۔

ھذا اوردنی الموارد — اس نے مجھے بہت سی مصیبتوں میں ڈالا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ گفتگو۔ اور بات چیت تمہاری اسیر ہے۔ لیکن جب یہ منہ سے نکل جائے تو تم اس کے اسیر بن جاتے ہو۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آدمی کی زبان کے ساتھ ہی خدا ہوتا ہے۔

وما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (سورہ ق) — جو کوئی زبان سے بات نکالتا ہے۔ اس کے پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہے۔

انسان کی زبان میں دو آفتیں لازمی ہیں۔ اور دونوں میں سے کسی ایک سے بھی رستگاری اور گلو خلاصی ناممکن ہے۔ اور یہ دونوں آفتیں اپنی جگہ بہت خطرناک ہیں۔ ایک بات

---

(۱) اسے یہاں سلف کا قول کہا گیا ہے۔ لیکن یہ حضرت ام المومنین ام حبیبہؓ کی حدیث ہے جیسا کہ تم اوپر پڑھ چکے ہو۔ ۱۲

کرنے کی آفت ۔ اور دوسری خاموشی کی آفت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے بڑی ہیں۔ اگر کوئی زبان حق بات سے خاموشی اختیار کرتی ہے ۔ تو انسان کو گونگا شیطان بننا پڑتا ہے۔ اور خدا کا نافرمان بندہ بن جاتا ہے۔ ریاکار ۔ مداہن ہو جاتا ہے۔ اور باطل بیہودہ بات کرنیوالا ناطق شیطان ہے ۔خدا کا نافرمان ہے ۔لیکن افسوس یہ ہے کہ خدا کی زیادہ تر مخلوق بولنے اور خاموشی کے بارے میں سیدھی راہ سے ہٹ چکی ہے ۔صراط مستقیم ۔سیدھی راہ یہی ہے ۔کہ درمیانی راہ اختیار کی جائے۔ انسان اپنی زبان کو باطل ۔ ناحق ۔ ناروا بات سے روک لے ۔اور وہی بات کرے ۔جس سے آخرت کا فائدہ ہو ۔ کوئی ایسی بات نہ کرے ۔جس سے آخرت خراب ہو ۔ آخرت میں نقصان پہونچانے والی بات کبھی زبان پر نہ لائی جائے ۔کیونکہ خدا کے بہت سے بندے قیامت کے دن خدا کے حضور میں پہاڑوں کے برابر نیکیاں لیکر حاضر ہونگے ۔لیکن ان کی بے لگامی نیکیوں کے ان پہاڑوں کو منہدم کر دے گی ۔ اور بہت سے بندے گناہوں کے پہاڑ لیکر حاضر ہونگے ۔لیکن ان کی زبانیں اکثر ذکر خداوندی میں مشغول ہوتی تھیں ۔ تو گناہوں کے یہ تمام پہاڑ منہدم ہو کر رہ جائیں گے ۔

فصل

خطوات یعنی قدم ۔چلنا ۔پھرنا ۔ اور اس میں حزم واحتیاط برتنا
جو قدم ثواب کا موجب نہ ہو اس سے بہتر ہے کہ بندہ بیٹھا رہے ۔

خطوات ۔یعنی قدم ۔چلنے پھرنے ۔اٹھانے اور رکھنے کی حفاظت یہ ہے کہ بندہ اسی جگہ اٹھائے جہاں اسے عنداللہ ثواب کی امید ہو ۔اگر قدم اٹھانے میں ثواب نہیں دیکھتا یا مزید ثواب کی امید نہیں رکھتا تو اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ ایک جگہ بیٹھا رہے ۔

بندے کے لئے یہ بہت ممکن ہے کہ اپنے مباح اور جائز قدم کو بھی تقرب الی اللہ کا ذریعہ بنالے ۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہر ہر قدم کے لئے جناب باری میں ثواب وتقرب کی نیت کرلے ۔اس طرح بندہ کا ہر ہر قدم تقرب الٰہی کا موجب ہوگا ۔اس طرح یقیناً سے اس کی روزمرہ کی عادتیں اور مباح چیزیں بھی اس کے حق میں طاعات وعبادات بن سکتی ہیں ۔ اگر بندہ اپنے عادتی ۔ اور مباح امور میں ثواب وتقرب کی نیت کرلے ۔ تو اس کے

تمام عارفی اور مباح امور ثواب و تقرب کا موجب بن سکتے ہیں۔

چونکہ بندے کی اکثر و بیشتر لغزشیں قدم اور زبان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان دو کو ایک ہی ساتھ بیان فرماتا ہے۔

وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا۔ واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما۔ (سورۂ فرقان)

رحمان کے بندے وہ لوگ ہیں۔ جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔ اور جب ان سے جاہل بات کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہدیتے ہیں

اس آیت میں نیک بندوں کی شان۔ اور صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ کلام و گفتگو۔ خطوات قدم میں مستقیم اور راست رو ہوا کرتے ہیں۔

آیت میں یہ دو چیزیں اسی طرح ایک ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ جس طرح لحظات اور خطرات کو اس آیت میں ایک ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور (سورۂ غافر)

اللہ خائن آنکھوں کو اور جو کچھ سینوں میں مخفی ہے جانتا ہے۔

فصل

زنا کے مفاسد قلب۔ روح۔ جوارح۔ اور انسان کے تمام امور پر طاری ہو جاتے ہیں۔ زنا کی حد لوگوں کے اجتماع میں جاری کرنے کی حکمت توبہ نصوح سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ معاصی سے خاتمہ بالخیر نہ ہونیکا خطرہ ہے

تحریم فواحش۔ حفظ عصمت کا وجوب وغیرہ امور جو ہم نے ابتک پیش کئے۔ وہ بطور مقدمہ اور تمہید کے پیش کئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اکثر ما یدخل الناس النار الفم والفرج

اکثر لوگوں کو منہ اور شرمگاہ جہنم میں لیجائیگی۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر مروی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے۔

لا یحل دم امرء مسلم الا باحدی ثلاث۔ الثیب الزانی۔ والنفس بالنفس والتارک لدینہ۔ المفارق

مسلم کا خون تین باتوں میں سے کسی ایک کے بغیر حلال نہیں ہے۔ ثیب زانی۔ یا جان کے بدلہ میں جان۔ یا وہ جو دین چھوڑ کر مرتد ہو جائے اور

للجماعۃ: جماعت سے الگ ہو جائے۔

جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زنا کو کفر اور قتل نفس کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ بعینہ اس آیت کی نظیر و مثال ہے۔ جو سورۂ فرقان میں وارد ہے۔ اور بعینہٖ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کی نظیر و مثال ہے۔ آنحضرتؐ نے سب سے پہلے وہ گناہ پیش فرمایا جو کثیر الوقوع ہے۔ اس کے بعد وہ گناہ بیان کیا جو اس سے کم وقوع میں آتا ہے۔ چنانچہ باعتبار قتل نفس کے زنا کا وقوع زیادہ ہے۔ تو زنا کو پہلے بیان کیا۔ اور بمقابلہ ارتداد کے قتل کا وقوع زیادہ ہے۔ اس لئے ارتداد سے پہلے قتل نفس کا ذکر کیا۔

نیز اس میں یہ بات بھی ہے کہ ایک کبیرہ گناہ کے بعد دوسرے کبیرہ گناہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ہر پہلا گناہ اگلے گناہ سے بڑا ہے اور جس کے مفاسد پہلے کے مفاسد سے زیادہ ہیں۔

زنا کے، مفاسد اور خرابیاں۔ صلاح عالم۔ فلاح دنیا کے سراسر خلاف اور متناقض ہیں۔ کیونکہ جب کوئی عورت زنا کا ارتکاب کرتی ہے۔ وہ اپنے سارے کنبے اور قرابتداروں اور ماں باپ بھائی بہنوں کے لئے موجب عار بن جاتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس کے سارے گھرانے۔ اور کنبے والوں کے سر نیچے ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کہیں وہ زنا سے حاملہ ہو گئی۔ تو پھر انکے عار کی انتہا نہیں رہتی۔ اور اگر وہ عار کی وجہ سے اپنے حمل کو مار دیتی ہے تو زنا۔ اور قتل نفس دو گناہوں کا ارتکاب کرتی ہے۔ اور اگر حمل باقی رہ جاتا ہے تو شوہر پر بلا وجہ بھتو پا جاتا ہے اور اجنبی کے نطفہ کو اپنے اور اپنے شوہر کے کنبے سے جوڑ دیتی ہے جو قطعاً اس کنبے سے الگ ہے اور پھر وہ اسکو انکا وارث اور حقدار بنا دیتی ہے۔ حالانکہ وہ غیر ہے اور پھر وہ انہی میں رہتا ہے اور انہی میں پرورش پاتا ہے اور انہی کے نسب و خاندان میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بہت سی خرابیاں عورت کے زنا سے وابستہ ہیں۔

اگر مرد زنا کار ہے تو اس سے بھی اختلاط نسب واقع ہوتا ہے۔ محفوظ و مامون عورت کو خراب۔ تباہ و برباد کرنے کا موجب اور سبب بنتا ہے۔ غریب عورت کو تلف و بربادی کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

پس اس کبیرہ گناہ سے دین و دنیا دونوں ہی خراب و برباد ہو جاتے ہیں۔ اور برزخ اور آخرت میں آگ کا سامان مہیا ہوتا ہے۔

زنا وہ گناہ کبیرہ ہے کہ بے شمار محرمات الٰہیہ حلال کر لی جاتی ہیں۔ بے شمار حقوق فوت ہو جاتے ہیں۔ اور بے شمار مظالم اس کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

زنا کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ فقر و مذلت زانی کے لئے لازم ہو جاتی ہے۔ اور زانی کی عمر کوتاہ ہو جاتی ہے۔ اور لوگوں میں عموماً رو سیاہ ہو جاتا ہے۔

اور یہ بھی زنا کی خاصیت ہے۔ کہ زانی کا قلب مضطرب اور منتشر ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کا قلب موت کی گھاٹ نہیں اترتا تو کم از کم بیمار اور مریض ہو جاتا ہے۔ اور حزن وغم اور خوف و ہراس کا مخزن ضرور بن جاتا ہے اور خدائے مالک الملک اور فرشتوں سے اسے دور پھینکدیتا ہے۔ اور شیطان کے قریب۔ بلکہ شیطان کی گود میں بیٹھا دیتا ہے۔

غرض قتل و خونریزی کے مفسدہ کے بعد زنا کے مفاسد سے بڑھ کر کوئی مفسدہ نہیں ہے اور یہی وجہ ہے جو شریعت نے زانی کے لئے بدترین۔ رسوا کن طریق قتل کی سزا تجویز فرمائی زنا اس قدر تکلیف دہ برائی ہے کہ اگر کسی سے کہا جائے کہ تمہاری بی بی نے خودکشی کر لی تو اسے سخت صدمہ ہوگا۔ لیکن اگر کسی نے اسے یہ کہہ دیا کہ تیری بی بی نے فلاں کے ساتھ زنا کیا تو اسے اس قدر صدمہ ہوگا۔ کہ خودکشی کرنے کے صدمہ سے لاکھوں درجہ بڑا صدمہ ہوگا چنانچہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی ایک روایت ہے۔

لو رأیت رجلا مع امرئتی لضربتہ یا لسیف غیر مصفح:

اگر میں اپنی بی بی کے ساتھ کسی کو دیکھ پاؤں تو آڑھی تلوار سے اسے قتل کر دوں۔

آنحضرتؐ کو حضرت سعدؓ کی اس بات کی خبر ہوئی تو آپ فرمانے لگے۔

أتعجبون غیرۃ سعد؟ واللہ لانا اغیر منہ - و اللہ اغیر منی۔ و من اجل غیرۃ اللہ حرم الفواحش ما ظھر وما باطن:

(متفق علیہ)

کیا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہو رہا ہے؟ قسم خدا کی میں سعد سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے اور اس غیرت ہی کی وجہ سے خدا نے ظاہری باطنی فواحش کو حرام گردانا ہے۔

نیز صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر آنحضرتؐ سے مروی ہے۔

ان اللہ یغار۔ وان المومن یغار وغیرۃ اللہ ان یاتی العبد ماحرم علیہ:

اللہ تعالیٰ غیور ہے اور مومن غیور ہے۔ اور بندہ جرائم کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے۔

اور صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

لااحد اغیر من اللہ ۔من اجل	خدا سے زیادہ کوئی غیور نہیں ۔اور اسی لئے
ذالک حرم الفواحش ما ظہر منھا	اس نے ظاہری باطنی فواحش کو حرام گردانا ہے اور
وما باطن ۔ ولا احد احب الیہ	خدا سے زیادہ عذر و معذرت کا پسند کرنیوالا
العذر من اللہ من اجل ذالک	کوئی نہیں اور اسی لئے اس نے بشارت دینے
ارسل الرسل مبشرین و منذرین	والے اور ڈرانے والے رسول و پیغمبر بھیجے ۔اور
ولا احد احب الیہ المدح من	خدا سے زیادہ کسی کو اپنی تعریف
اللہ ومن اجل ذالک اثنی	پسند نہیں ۔ اور اسی لئے خدا نے خود اپنی
علی نفسہ :	تعریف کی ہے۔

اور صحیح بخاری ۔اور صحیح مسلم کے اندر ہے کہ آنحضرتؐ کے سورج گرہن کے خطبہ میں مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا۔

یا امۃ محمد ۔ واللہ انہ لا احد	اے محمد کی امت! قسم خدا کی ۔خدا سے زیادہ
اغیر من اللہ ۔ ان یزنی عبدہ	کوئی غیرت مند نہیں ۔کہ اس کا کوئی بندہ یا
اور تزنی امتہ یا امۃ محمد ۔ واللہ	بندی زنا کاری کرے ۔اے محمد کی امت! قسم
لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا	خدا کی جو میں جانتا ہوں تم جان لو تو تم ہنسنا
ولبکیتم کثیرا :	کم کر دو اور بہت زیادہ رویا کرو۔

اس کے بعد آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔

اللّٰھم ! ھل بلغت :	اے خدا! تو گواہ ہے میں نے تیرا دین پہونچا دیا۔

سورج گرہن کی نماز کے بعد خطبہ میں اس کبیرہ گناہ کا ذکر خاص معنی رکھتا ہے اور غور و تامل کرنے والوں کے لئے اس میں عجیب و غریب اسرار و رموز پوشیدہ ہیں۔

زنا کی کثرت تباہی عالم کی بڑی نشانی ہے ۔نیز زنا کی کثرت قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے ۔جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے ۔ وہ فرماتے ہیں میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں ۔جو شاید میرے بعد تمہیں کوئی نہیں سنائے گا ۔یہ حدیث آنحضرت صلعم سے سنی ہے ۔ آپ نے فرمایا۔

من اشراط الساعۃ ان یرفع	قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے ۔کہ علم اٹھ
العلم ویظھر الجھل ۔ ویشرب الخمر	جائے گا جہالت بڑھ جائیگی ۔شراب خوب

ويظهر الزنا - ويقل الرجال و تكثر النساء حتى يكون لخمسين امرأة القيم الواحد:

پی جائے گی ۔ اور زنا کی کثرت ہو جائے گی ۔ مرد کم ہو جائیں گے اور عورتوں کی کثرت ہو جائیگی ۔ عورتوں کی اس قدر کثرت ہو جائیگی کہ ایک ایک مرد پچاس ۵۰ پچاس ۵۰ عورتوں کا بار اُٹھائیگا

اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ، اور سنت مستمرہ رہی ہے کہ جب زنا کی کثرت ہو جاتی ہے ۔ تو اس کا غضب و غصہ تیز ہو جاتا ہے اور جب اسکا غضب و غصہ تیز ہو جاتا ہے تو اسکے غضب و ناراضگی کے آثار زمین پر بصورت عقوبت و عذاب ظاہر ہونے لگتے ہیں ۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ما ظهر الربا - والزنا في قرية الا اذن الله باهلاكها:

جب کسی قریہ ، اور آبادی میں سود خواری اور زنا کاری کی کثرت ہو جاتی ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرنے کا حکم دے دیتا ہے ۔

بنی اسرائیل کے بعض احبار و مشائخ کے متعلق وارد ہے کہ اس کا لڑکا کسی عورت سے آنکھیں لڑانے لگا ۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنے بیٹے سے کہا خوب بیٹے خوب ۔ اور اسی وقت وہ سر کے بل تخت سے نیچے گرا ۔ اور اس کی شہ رگ ٹوٹ گئی ۔ اور اس کی بی بی بھی اسی طرح گر پڑی ۔ اس کے بعد اس سے خطاب کیا گیا ۔ اپنے بیٹے پر میرے لئے غصہ کرنے کی یہی حیثیت ہے ؟ تم جیسے لوگوں میں کبھی خیر و برکت نہ ہوگی ۔

خدا نے زنا کی حد کو دوسری حدود کے مقابلہ میں تین ۳ خصوصیتوں سے ممتاز کر دیا ہے ،

ایک یہ کہ زنا کی حد کا طریقہ نہایت ذلت آمیز اور رسوا کن مقرر فرمایا ۔ کہ لوگوں کے اجتماع میں زانی محصن کو سنگسار کیا جائے ۔

اور جہاں جن صورتوں میں زنا کی عقوبت و سزا کم رکھی ہے ۔ وہاں بھی جسمانی اور قلبی سزا تجویز کی گئی ۔ کہ جسم پر کوڑے لگائیں جائیں ۔ اور ایک سال کے لئے اسے جلاوطن کر دیا جائے

دوسری یہ کہ زنا کی سزا جو دین و شرع نے مقرر کی ہے ۔ اس میں کسی قسم کی رحمدلی ۔ اور رأفت قلبی نہ برتی جائے ۔ خدا کی حد کے اجراء میں رحمدلی رکاوٹ نہ ڈالے ۔ کیونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے یہ عقوبت و سزا عین اپنی رحمت و رأفت کی بنا پر ہی شروع فرمائی ہے وہ ارحم الراحمین ہے ۔ سب سے بڑا مہربان ہے ۔ باوجود اس کے اس

وہ ارحم الراحمین ہے۔ سب سے بڑا مہربان ہے۔ باوجود اس کے اس کی رحمت اس عقوبت وسزا کو روکتی نہیں ہے۔ پس اگر تمہارے قلوب میں بھی رحمت ورافت کا جذبہ ہو تو اس کے فرمان کے نفاذ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈالو۔ اگرچہ یہ بات ہر قسم کی حدود میں ہونی چاہیئے لیکن زنا کی حد میں خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ یہاں اس کے ذکر کی سخت ضرورت تھی۔ اس لیئے کہ عموماً لوگ چوروں، ڈاکوؤں۔ اور تہمت لگانے والوں شرابخواروں کے خلاف جو خفگی۔ ناراضگی۔ غصہ اور نفرت رکھتے ہیں۔ وہ زانی کے خلاف نہیں رکھتے۔ بلکہ زانی پر جس قدر رحم ورافت ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔ اتنی دوسرے جرائم کے ارتکاب کرنے والوں پر نہیں ہوتی روزمرہ کے واقعات وشواہد اس کی بین دلیل ہیں۔ اور اس لیئے اللہ تعالیٰ نے پرزور طریقہ سے منع فرمایا کہ اس بارے میں رحم ورافت کو قطعاً جگہ نہ دی جائے۔ تاکہ حدود الٰہی معطل ہو کر نہ رہ جائیں۔

زنا کے متعلق یہ خصوصیت کیوں ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ زنا کا ارتکاب شرفاء سے بھی ہوتا ہے۔ اور متوسط طبقہ کے لوگوں سے بھی۔ اور ادنیٰ طبقہ کے لوگوں سے بھی زنا کے دواعی واسباب بہت سے ہیں۔ لیکن سب سے بڑا سبب عشق ہے اور انسانی قلوب جبلی اور طبعی طور پر عاشق پر رحم کرنا پسند کرتے ہیں۔ بلکہ بہت سے لوگ تو عاشق کی امداد واعانت کو طاعت وثواب سمجھتے ہیں۔ اگرچہ معشوق کی صورت دیکھنا بھی حرام ہے۔ لیکن پھر بھی یہ چیز عام طور پر مکروہ نہیں سمجھی جاتی۔ اور جذبہ عشق تو وہ چیز ہے کہ مختلف قسم کے چوپایوں تک میں پایا جاتا ہے۔ اور محبت وعشق کے بے شمار واقعات ہم لوگوں کی زبانی سن چکے ہیں۔ اور یہ روگ اکثر وبیشتر ان لوگوں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ جو عقل ودین سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ خصوصاً خدام۔ نوکر۔ چاکر اور عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہوا کرتا ہے۔

نیز یہ گناہ عموماً طرفین کی رضامندی سے سرزد ہوتا ہے ظلم وعدوان اور جبر سے شاذ ونادر ہی اس گناہ کا صدور ہوتا ہے۔ اور عموماً ہر انسان میں غلبۂ شہوت موجود ہوتا ہے۔ اور یہ غلبہ اس کے اندر خاص قسم کا تصور پیدا کرتا ہے۔ اور یہ تصور اس کے قلب میں رحمت ورافت کے جذبات پیدا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ یہی چاہتا ہے۔ کہ

ایک مستحق حد و سزا اس خدا اور سزا سے کسی نہ کسی طرح بچ جائے تو بہتر۔ حالانکہ یہ بات ضعف ایمان کی دلیل ہے۔ کمال ایمان۔ اور قوت ایمانی تو یہ ہے کہ حکم الٰہی کے نفاذ میں وہ قوی تر اور دلیر ہو۔ اور وہ کام کرے جس کے کرنے میں محدود کے لیے آخرت کی رحمت اترے۔ اور جو رحمت خداوندی۔ اور پروردگار عالم کے منشا کے عین مطابق ہو۔

تیسری یہ کہ زانی اور زانیہ پر مسلمانوں کے عام اجتماع میں حد جاری کی جاتی ہے تنہائی میں نہیں۔ اور یہ مصلحت حدود اور حکمت زجر و توبیخ کے عین مطابق ہے۔

مخصوص زانی کی حد قوم لوط کی سزا سے مشتق و ماخوذ ہے خدا نے اس قوم کو اوپر سے پتھر برسا کر ختم کر دیا تھا۔ اور یہ اس لیے کہ زنا۔ اور لواطت فحش اور فساد و خرابی میں برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں مخلوق۔ اور امر الٰہی کی حکمت و مصلحت کے خلاف ہیں۔ لواطت میں بھی وہ خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کا انحصار و شمار مشکل ہے۔

مفعول کو قتل کر دینا مفعول کے حق میں عین خیر و بھلائی ہے۔ اس کے ساتھ زیادتی کرنا اس کی خیر و بھلائی کے خلاف ہے۔ مفعول کے اندر لواطت سے وہ وہ مفاسد اور خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ اس کے بعد اس کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ خیر و بھلائی کی تمام راہیں اس کیلئے مسدود ہو جاتی ہیں۔ اور خدا کی زمین اس کے منہ اور پیشانی سے شرم و حیاء کا سارا پانی اور جوہر جذب کر لیتی ہے۔ اس کے بعد وہ اس قدر بے حیا اور بے شرم بن جاتا ہے کہ نہ وہ خدا سے شرماتا ہے، اور نہ خدا کی مخلوق سے۔ اور فاعل کا نطفہ اس کے اندر پھر پھر وہ کام کرتا ہے جو زہر کام کرتا ہے۔

یہ مسئلہ کہ مفعول جنت میں داخل ہوگا۔ یا نہیں؟ اس کے متعلق علماء کے دو قول ہیں اور یہ دو قول میں نے اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے سنے ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مفعول جنت میں داخل نہیں ہوگا وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں چند دلائل پیش کرتے ہیں۔

ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا۔

لا یدخل الجنۃ ولد الزنا ولد زنا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

جب ولد زنا جنت میں داخل ہونے کا حقدار نہیں رہتا۔ حالانکہ اس کا کوئی گناہ نہیں تو پھر مفعول کس طرح جنت کا حقدار رہیگا؟ ولد الزنا کے اندر عیب ہے تو یہی کہ شر

جنابت کا خطرہ ہے۔ اور اس سے خیر و فلاح کی امید نہیں کیونکہ یہ خبیث نطفہ کی پیداوار ہے۔ اور وہ جسم جو حرام غذا سے پرورش پاتا ہے۔ اس کے لیے جب جہنم بہتر سمجھی گئی تو وہ جسم جو نطفہ حرام سے پیدا ہوا ہے۔ اس کا بھی یہی حال ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد وہ کہتے ہیں لوطی مفعول ولد الزنا سے بھی بدتر۔ اور ذلیل و خوار۔ اور خبیث و ناپاک ہے۔ اور اس سے کسی خیر و فلاح کی امید نہیں ہے۔ اور اس کا یہ فعل اس کے اور جنت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اگر لوطی مفعول کوئی نیک کام بھی کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے اندر کچھ ایسے رخنے پیدا کر دیتا ہے جس سے اس کا عمل فاسد۔ باطل اور ردی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور یہ بھی اس کے عمل بد کی سزا کی طور پر کیا جاتا ہے۔

اور یہ بات تم بہت کم پاؤ گے کہ کسی کو بچپن میں یہ بیماری لاحق ہو گئی۔ اور بڑا ہونے کے بعد وہ سیدھی راہ پر آگیا ہے۔ بلکہ بڑا ہونے کے بعد وہ بچپن سے بھی زیادہ بدتر ہو جاتا ہے نہ تو اسے نیک عمل کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ نہ علم نافع کی۔ نہ توبہ نصوح کی۔

اصل مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ جو شخص اس مرض و مصیبت میں مبتلا ہو گیا اور پھر اس نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ اور خدا نے اسے توبۂ نصوح کی توفیق بخشی۔ نیک اعمال کی توفیق عطا کی۔ اور بچپن کی بری خصلت کو بڑا ہونے کے بعد اس نے ترک کر دی۔ برائیوں کو نیکیوں سے دھو ڈالا۔ طاعات۔ عبادات۔ اور تقرب خداوندی کے وسائل و ذرائع اختیار کر کے پچھلی بدعملیوں۔ بدکرداریوں کو صاف کر دیا۔ اور حرام سے آنکھیں بند کر لیں۔ اور خدا سے ساتھ اپنا معاملہ درست کر لیا۔ تو ایسے شخص کے لئے مغفرت و بخشش ضروری ہے۔ اور وہ جنتی ہوگا کیونکہ خدا ہر قسم کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ کیونکہ جب توبہ کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ شرک تک توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ اور خدا کے پیغمبروں اور خدا کے دشمنوں کو قتل کرنے کا گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ کفر و ارتداد کا گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ تو پھر یہ گناہ توبہ سے معاف کیوں نہ ہو سکا؟ جبکہ حکمت الٰہی کی حکمت عدل و فضل ہی پر قائم ہے کہ

التائب من الذنب کمن لا ذنب له: — گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

اور پھر یہ بھی ضمانت دیتا ہے کہ جو آدمی شرک و کفر قتل نفس۔ زنا وغیرہ سے توبہ کرے گا

اس کے گناہ اور برائیاں نیکیوں میں تبدیل کر دی جائیں گی۔ اور یہ حکم ہر اس شخص کے لئے ہے جو اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ گناہ کسی قسم کے بھی ہوں۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ انہ ھو غفور الرحیم:

کہہ دو! اے میرے وہ بندو، جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے۔ تم خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ خدا تمام گناہوں کو یقیناً بخش دے گا۔ وہ واقعی غفور، رحیم ہے۔

آیت کے عموم سے کوئی ایک گناہ بھی خارج نہیں ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ حکم خاص توبہ کرنے والوں کے حق میں ہی ہے۔

ایسا آدمی جسے بچپن میں مقبولیت کی عادت پڑجاتی ہے۔ اور بڑا ہونے کے بعد بچپن سے زیادہ خراب ہوجاتا ہے۔ اسے توبہ نصوح۔ اور عمل صالح کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ایسا آدمی اپنے مافات کی تلافی بھی نہیں کرسکتا۔ اور جو جوہر اس سے فنا ہو چکا ہے اسے پھر واپس نہیں لاسکتا۔ اور نہ وہ اپنی برائیوں کو خیر و بھلائی سے تبدیل کرسکتا ہے ایسے انسانوں سے بہت بعید ہے کہ موت کے وقت انہیں ایسے کام کی توفیق نصیب ہو جس سے وہ جنت کے حقدار بن سکیں۔ اور یہ بھی اس کے اعمال بد۔ اور کردار خبیث کی عقوبت و سزا ہے۔ کیونکہ خدا گناہوں کی سزا گناہوں کے ذریعہ ہی دے دیتا ہے۔ اور جب گناہوں پر گناہ بڑھتے جاتے ہیں۔ تو عقوبتوں پر عقوبتوں کا بار بھی بڑھتا جاتا ہے اور یہ اسی طرح جس طرح نیکی کا بدلہ نیکی سے دیا جاتا ہے اور اس طرح بے شمار نیکیاں جمع ہو جاتی ہیں۔

تم اکثر دیکھوگے کہ عالم نزع میں حسن خاتمہ۔ اور انسان کے درمیان بد عملیاں اور گناہ بطور عقوبۃ و سزا حائل ہو جاتے ہیں۔ اور انہی گناہوں کی وجہ سے انکو خاتمہ بالخیر کی توفیق نصیب نہیں ہونے پاتی۔ چنانچہ عبدالحق الاشبیلی کہتے ہیں" سوء خاتمہ۔ اعاذنا اللہ منہا کے بہت سے اسباب۔ بہت سے طریقے۔ اور بہت سے دروازے ہیں۔ اور بڑا سے بڑا سبب اور طریقہ۔ اور دروازہ یہ ہے کہ انسان دنیا۔ طلب دنیا۔ اور حرص دنیا میں محو و مستغرق ہو جائے اور آخرت کی جانب سے کلیتۃً اعراض کرلیوے۔ اور معاصی اور خدا کی نافرمانی میں بے دھڑک اقدام کرتا چلے جائے"!

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر مختلف قسم کے گناہ۔ اور مختلف قسم کی نافرمانیاں

غالب آجاتی ہیں اور خدا سے اعراض و غفلت۔ معاصی و گناہ کی جانب جرأت و اقدام کا حصہ غالب آجاتا ہے۔ اور اس سے قلب پر یہ امور غالب آجاتے ہیں۔ قلب کے مالک بن جاتے ہیں۔ اور اس کی عقل و بصیرت کو اسیر و غلام بنا لیتے ہیں۔ انوار ملکی کی قندیلیں بجھ جاتی ہیں۔ خدا کی جانب بڑھنے کی راہوں میں دیواریں حائل ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے کوئی تذکرہ۔ کوئی نصیحت اسے کارگر نہیں ہوتی۔ نہ کسی موعظت و تذکرہ سے اسے نور اور روشنی حاصل ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات اسی حالت میں موت کا پنجہ اسے آدبوچتا ہے۔ اور کچھ دور سے موت کی صدا ابھی اس کے کانوں تک پہونچ جاتی ہے۔ لیکن اب اسے نہ تو اپنے مقصد و ارادہ کا پتہ چلتا ہے۔ نہ راہ مقصد کا سراغ ملتا ہے۔ اگرچہ اس وقت خدا کا داعی بار بار اُسے مقصد اور راہ مقصد کی طرف دعوت دیتا رہا۔ لیکن سب بے سود اور بیکار۔

حافظ عبدالحق الاشبلیؒ کہتے ہیں "مجھے الناصر کے بعض خواص نے یہ کہا ہے کہ جب الناصر حالت نزع میں تھا۔ اس کا بیٹا اس کے سرہانے بیٹھ کر کہنے لگا۔ "لا الٰہ الا اللہ" پڑھیے۔ الناصر نے اس کے جواب میں کہا مولای (میرا غلام کہاں ہے؟) ۔ لڑکے نے پھر اس کی تلقین کی۔ لیکن الناصر نے وہی جواب دیا۔ اس کے بعد اس پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر کچھ ہوش آیا تو الناصر کے منہ سے وہی جملہ نکلا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے فلاں الناصر تجھے تیری تلوار کی وجہ سے پہچانتا ہے۔ اٹھ اور اسے جلد سے جلد قتل کر دے۔ اور یہ کہتے ہوئے الناصر نے جان دے دی۔

عبدالحق الاشبلیؒ کہتے ہیں۔ ایک اور شخص جسے میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ حالت نزع میں اس سے کہا گیا "لا الٰہ الا اللہ" کہو اس کے جواب میں وہ کہنے لگا۔ فلاں مکان اس طرح آراستہ کرو۔ فلاں باغ اس طرح درست کرو۔"

یہی عبدالحق الاشبلیؒ کہتے ہیں۔ ابو طاہر السلفی نے مجھ سے قصہ بیان کیا کہ ایک شخص حالت نزع میں تھا۔ اسے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کی گئی تو وہ فارسی میں کہنے لگا۔ دہ یازدہ (دس گیارہ) ایک اور آدمی سے کہا گیا تو وہ کہنے لگا حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے؟"

حمام منجاب کا قصہ ایک عجیب و غریب قصہ ہے ایک شخص اپنے گھر کے دروازے

کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے گھر کا دروازہ ایسا ہی تھا جیسا حمام منجاب کا۔ اس وقت ایک لڑکی وہاں سے گذری۔ اور اس نے اس سے پوچھا حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے؟ اس نے کہا حمام منجاب یہ ہے۔ یہ لڑکی اس گھر میں گھس پڑی پیچھے پیچھے یہ بھی پہونچ گیا۔ لڑکی نے اندر جا کر دیکھا کہ یہ حمام منجاب نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص کا گھر ہے۔ اور اس نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ فوراً اس نے اسے جھانسا دینے کی کوشش شروع کر دی خوشی و مسرت کا نہایت گرمجوشی سے اظہار کیا۔ اور کہنے لگی ہم دونوں بڑے خوش نصیب ہیں جو اس طرح یہاں جمع ہو گئے اور پھر اس نے اسے دھوکہ دے کر بھاگ نکلنے کی تدبیر نکالی کہنے لگی۔ موقع تو خوب ملا ہے۔ کیا اچھا ہو اگر اس وقت ہماری مسرتوں میں اضافہ کرنے والی چیزیں بھی موجود ہوتیں۔ اس نے کہا اچھا جو کچھ تم کہو ابھی مہیا کر دوں یہ کہہ کر اسے تنہا مکان میں چھوڑا اور بازار کی طرف دوڑا جاتے ہوئے دروازے کو کنڈی اور قفل بھی لگانا بھول گیا جب وہ بازار سے واپس لوٹا تو دیکھا لڑکی ندارد۔ بغیر کسی قسم کی خیانت کے وہ لڑکی بھاگ نکلی۔ اور اپنی عصمت کو نہایت خوبصورتی سے بچالے گئی۔ یہ دیکھ کر اس شخص پر سکتہ طاری ہو گیا اور اب وہ اسی کی یاد میں اپنا سارا وقت گزارنے لگا۔ راستوں میں۔ بازاروں میں۔ گلی کوچوں میں گھومتا۔ اور یہ شعر پڑھتا رہتا۔

یارب قائلۃ یوماً وقد تعبت　　　این الطریق الی حمام منجاب؟

اے وہ جو تھکی ہاری تھی اور کہہ رہی تھی　　　کہ حمام منجاب کا راستہ کدھر کو ہے؟

ایک مرتبہ وہ یہی شعر پڑھ رہا تھا۔ اس کی ایک باندی نے قریب کی کھڑکی سے یہ پڑھا۔

ھلا جعلت سریعًا اذ ظفرت بھا　　　حرزا علی الدار او قفلا علی الباب

جب تو اس پر کامیاب ہو گیا تو تو نے جلد سے جلد۔ اسے گھر میں محفوظ کیوں نہ کر لیا اور دروازے پر تالا کیوں نہ چڑھا دیا۔

باندی کے اس شعر نے اس کے اندر رنج و غم اور حسد کی آگ بھڑکا دی۔ اور اس کے اندر ایک ہیجانی کیفیت پیدا کر دی۔ اور وہ بالکل پاگل سا ہو گیا۔ ہر طرف دیوانہ وار گھومتا پھرا۔ اور آخری نتیجہ یہ نکلا کہ موت کے وقت اس کے منہ سے جو الفاظ بار بار نکلتے رہے وہ یہی شعر تھا۔

اور یہی عبدالحق الاشبلی کہتے ہیں "ایک شخص ایک آدمی پر عاشق ہوگیا۔ اور عشق نے بیماری کی شکل اختیار کرلی۔ اور بالآخر صاحب فراش ہوگیا۔ معشوق کا یہ حال تھا کہ اس سے سخت نفرت کرتا تھا اور دور بھاگتا تھا۔ بعض لوگوں نے کوشش کی کہ ایک مرتبہ اس کے پاس آجائے تاکہ یہ بیماری سے کچھ افاقہ حاصل کرسکے۔ معشوق نے وعدہ کرلیا اور اسے خبر دی کہ وہ عیادت کے لئے آئے گا۔ اسے اس خبر سے بہت خوشی ہوئی۔ اور رنج وغم کچھ کم ہوگیا۔ لیکن پھر وہ آدمی آیا اور اس نے خبر دی کہ فلاں راستہ تک وہ میرے ساتھ آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اس نے مجھے رسوا اور بدنام کردیا ہے۔ اور ہر جگہ میرا نام لیتا رہتا ہے اس لئے میں نہیں آسکتا۔ باوجودیکہ میں نے سخت اصرار کیا۔ لیکن وہ واپس چلا گیا۔ یہ سن کر وہ اسی وقت بے ہوش ہوگیا اور زمین پر گر پڑا۔ اور موت کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ اس حالت میں اس کے منہ سے بار بار یہ شعر نکلنے لگے۔

أسلم یا راحة العلیل ویا شفاء المدنف النحیل

لئے بیمار کی راحت اور اے حقیر ونحیف کی شفا میں تجھ پر سلامتی بھیجتا ہوں

رضاك اشهی الی فؤادی من رحمة الخالق الجلیل

میرے دل میں تیری رضامندی خالق جلیل کی رحمت سے بھی زیادہ مرغوب ہے۔

سننے والے نے کہا۔ اے شخص! یہ کیا بک رہا ہے۔ ذرا خدا سے ڈر! اس نے جواب دیا۔ یہ تو ہوچکا ہے۔ اور یہ واقعہ ہے۔ یہ کہتا ہے۔ یہ سن کر میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور گھر کے دروازے سے باہر نہیں نکلا تھا کہ مرنے کی آواز آنے لگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سوء عاقبت اور برے انجام۔ اور منحوس خاتمہ سے محفوظ رکھے۔

بیان کرتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوریؒ ایک مرتبہ رات کو صبح تک روتے رہے۔ صبح کسی نے آپ سے پوچھا کیا گناہوں کی وجہ سے آپ اس قدر روتے ہیں؟ حضرت سفیان ثوریؒ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا۔ اور فرمایا۔ گناہ تو اس تنکے جتنی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ میں برے خاتمہ اور سوء انجام سے ڈر رہا ہوں"۔

حقیقتہً یہ ہے اعلیٰ تفقہ فی الدین اور معرفت حق کہ بندہ ڈرتا ہے کہ موت کے وقت کہیں اس کے گناہ اسے دھوکہ نہ دے جائیں اور حسن خاتمہ اور انجام بالخیر کے درمیان گناہ اور معاصی حائل نہ ہوکر خاتمہ بالخیر کے درمیان دیوار نہ بن جائیں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ حضرت ابوالدرداؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداؓ پر حالت نزع میں کچھ بیہوشی طاری ہو گئی پھر کچھ دیر کے بعد افاقہ ہوا تو یہ آیت ان کی زبان پر جاری ہو گئی۔

ونقلب افئدتہم وابصارھم کما لم یومنوا بہ اول مرۃ ونذرھم فی طغیانہم یعمہون۔ (انعام)

اور ہم ان کے دل۔ اور ان کی آنکھیں پلٹ دیں گے۔ جیسا کہ پہلی بار وہ قرآن پر ایمان نہیں لائے۔ اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

بزرگان سلف کا یہ عام دستور تھا کہ وہ گناہوں سے اس لئے ڈرتے اور بچتے تھے کہ کہیں گناہ خاتمہ بالخیر۔ انجام بالخیر کی راہ میں دیوار بن جائیں۔

عبدالحق الاشبیلیؒ کہتے ہیں "خدا برے خاتمہ سے ہمیں محفوظ رکھے۔ جس کا ظاہر اچھا باطن صالح ہے وہ برے خاتمہ سے محفوظ ہے والله الحمد!" برا خاتمہ اس کا ہوتا ہے۔ جس کا عقیدہ اور اعتقاد صحیح نہیں۔ اور کبیرہ گناہوں پر اصرار کرتا ہے۔ جس شخص پر گناہ غلبہ پا لیتے ہیں۔ اور توبہ کرنے سے پہلے موت اسے آدبوچتی ہے اصلاح۔ انابت رجوع والی اللہ سے قبل ہی موت اس کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ ایسے شخص پر حالت نزع وسکرات میں موت کے وقت شیطان غالب جاتا ہے اور خاتمہ بالخیر سے بھٹکا دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ العظیم۔

عبدالحق الاشبیلیؒ کہتے ہیں کہ "ایک واقعہ میں نے سنا ہے۔ کہ مصر میں ایک شخص تھا جو اذان و نماز کا سخت پابند تھا۔ اور صرف اذان و نماز کے لئے مسجد میں پڑا رہتا تھا۔ طاعات و عبادات کی وجہ سے اس کے منہ پر پیشانی پر نور برستا تھا۔ ایک روز وہ اپنی عادت کے موافق اذان کہنے کی غرض سے منارہ چڑھا۔ منارہ کے نیچے ایک عیسائی کا گھر تھا۔ اتفاق سے اس گھر پر اس کی نظر پڑی۔ دیکھا ایک لڑکی کھڑی ہوئی ہے۔ اس وقت یہ بے قابو ہو گیا۔ اذان و نماز کو خیرباد کہہ کر منارہ سے نیچے اترا۔ اور سیدھا اس عیسائی کے مکان پر پہونچا۔ لڑکی نے اس سے کہا یہاں کیوں آئے ہو؟ کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا مجھے تجھ سے محبت ہو گئی ہے۔ میرا دل تو نے چھین لیا ہے۔ میرے قلب کی تو مالک ہو گئی ہے۔ لڑکی نے کہا۔ میں برا کام ہرگز نہ کر سکتی۔ اس نے کہا میں تجھ سے شادی کر لیتا ہوں۔ لڑکی بولی۔ تو مسلمان۔ میں عیسائی

میرا باپ ہرگز تجھ سے میری شادی نہیں کرے گا۔ اس نے کہا۔ میں عیسائی ہونے کو تیار ہوں لڑکی نے کہا ہاں ایسا ہو تو میں شادی کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ یہ شخص اسی وقت عیسائی ہو گیا۔ اور اس لڑکی سے شادی کر لی۔ اسی گھرانے سے وابستہ ہو گیا۔ لیکن اتفاق کی بات یہ ہے۔ کہ شادی کے دن ہی وہ گھر کے کوٹھے پر چڑھا وہاں سے گر پڑا اور اسی وقت مر گیا اس لڑکی سے خلوت تک نصیب نہ ہوئی اور بے حاصل اپنا دین بھی کھو بیٹھا۔ اور آخرت بھی برباد کر لی۔

فصل

لواطت کی خرابیاں اور سزا۔ لواطت کا گناہ قریب قریب
کفر کے ہے۔ لواطت ازدواجی مصلحتوں کے سراسر خلاف ہے
قوم لوط پر خدا کا عذاب کس طرح نازل ہوا۔ لوطی کی سزا۔

لواطت کی خرابیاں بڑی خطرناک ہیں۔ اس لئے اس کی عقوبت و سزا بھی یہاں اور آخرت میں دونوں جگہ خطرناک ہیں۔

علماء کے اندر اختلاف ہے کہ لواطت کی سزا زیادہ سخت ہے۔ یا زنا کی۔ یا دونوں کی یکساں ہے؟ اس بارے میں علماء کے تین قول ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ۔ حضرت خالد بن ولیدؓ۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ حضرت خالد بن زیدؓ۔ حضرت عبداللہ بن معمرؓ۔ امام زہریؒ۔ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ۔ مالکؒ۔ اسحاق بن راہویہؒ۔ امام احمد بن حنبلؒ۔ ان کی ایک صحیح روایت کے مطابق۔ امام شافعیؒ۔ ان کے ایک قول کے مطابق یہ کہتے ہیں۔ کہ لواطت کی عقوبت و سزا زنا کی عقوبت و سزا سے زیادہ سخت ہے۔ لواطت کی سزا قتل ہے۔ لواطت کرنیوالا محصن ہو یا غیر محصن۔

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ۔ حضرت حسن بصریؒ۔ حضرت سعید بن المسیبؒ۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ۔ حضرت قتادہؒ۔ امام اوزاعیؒ۔ امام شافعیؒ۔ ان کے ظاہر مذہب۔ امام احمد بن حنبلؒ دوسری روایت کے مطابق امام ابو یوسفؒ۔ امام محمدؒ اس طرف گئے ہیں کہ لواطت اور زنا دونوں کی عقوبت و سزا یکساں ہے۔

حاکم۔ اور امام ابو حنیفہؒ یہ کہتے ہیں کہ لواطت کی سزا اور عقوبت زنا کی سزا اور عقوبت

سے کم ہے۔ لواطت کے لیئے کوئی شرعی مقررہ حد نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے تعزیر ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ لواطت ایک سخت ترین معصیت ہے جس طرح کہ اور بہت سے بڑے بڑے معاصی ہیں۔ اور اللہ۔ اور اللہ کے رسول نے اس کے متعلق کوئی خاص حد مقرر نہیں فرمائی۔ اس لئے اس میں صرف تعزیر ہوگی۔ جیساکہ مردار کا گوشت اور خون۔ اور خنزیر کا گوشت کھانے میں تعزیر ہے۔

نیز ایک یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ لواطت میں شہوت کا استعمال ایسے مقام میں ہوتا ہے۔ جس سے انسانی طبائع گریز کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے شریعت نے اس کے متعلق کوئی خاص حد مقرر نہیں کی۔ جیساکہ جانور اور گدھے کے ساتھ وطی کرنے میں کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔

نیز ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ لواطت کو لغت۔ شرع اور عرف میں زنا نہیں کہا جاتا۔ اور اس لئے یہ نصوص کے ماتحت نہیں آتی جو زنا کی حد پر دلالت کرتی ہیں۔

نیز یہ لوگ کہتے ہیں کہ قواعد شرعیہ عموماً ایسے بنائے گئے ہیں کہ اگر معصیت وگناہ طبعی اقتضاء کے ماتحت ہے۔ تو اقتضاء طبائع کی وجہ سے شرع نے اس کے لئے حد مقرر کی ہے۔ جیساکہ زنا۔ چوری۔ شراب نوشی وغیرہ کے لئے حد مقرر کر دی گئی ہے۔ کیونکہ یہ معاصی اور گناہ مقتضیات طبائع سے سرزد ہوتے ہیں۔ اور مردار کھانے۔ خون پینے۔ اور خنزیر کا گوشت کھانے پر حد مقرر نہیں کی۔ کیونکہ اس کا کھانا طبائع انسانی کی مقتضیات کے خلاف ہے۔

نیز یہ علماء یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ لواطت کی حیثیت بعینہ وہی ہے جو چوپائے اور مردے کے ساتھ وطی کرنے کی ہے۔ یہ امر بالکل واضح ہے کہ مرد مردے سے وطی کرنے پر طبائع انسانی کے سراسر خلاف ہے۔ خدا نے انسانی طبائع کی جبلت ہی کچھ ایسی بنائی ہے کہ مرد مردے سے وطی کرنے سے سخت نفرت کرتا ہے جس طرح کہ یہ امر طبائع انسانی کے خلاف ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد سے اس کا خواہشمند ہو کر اس کے ساتھ وطی جماع کرے۔ بخلاف زنا کے کہ اس میں دونوں جانب سے داعیہ موجود ہوتا ہے۔

نیز یہ علماء ایک یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ دونوں قسم کے افراد یعنی فاعل و مفعول اگر اپنی اپنی جنس سے فائدہ اٹھائیں۔ تو اس میں حد نہیں ہے مثلاً عورت عورت کے ساتھ مساحقت کرے تو اس میں حد نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مرد مرد سے فائدہ اٹھائے تو

حد نہیں ہو گی۔

قائلین قول اول۔ یعنی جمہور اُمت جو اس کے قائل ہیں کہ لواطت کی عقوبت و سزا زنا کی عقوبت و سزا سے زیادہ سخت ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اس کی عقوبت و سزا پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ لواطت کے مفاسد حد سے زیادہ خطرناک ہیں کسی گناہ کے مفاسد اس کے مفاسد کے برابر نہیں۔ اس کے مفاسد قریب قریب کفر کے مفاسد کے قریب پہونچ جاتے ہیں۔ بسا اوقات قتل نفس سے زیادہ اس کی خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور یہ ہم عنقریب انشاء اللہ بیان کرینگے۔

اس کبیرہ گناہ کی سزا میں خدا نے کسی قوم کو قوم لوط سے پہلے اس طرح ہلاک نہیں کیا کہ اسے جڑ بن سے اکھاڑ دیا ہو اس قوم کو اس فعل بد کی وجہ سے خدا نے وہ سخت سزا دی کہ دنیا کی کسی قوم کو ایسی سزا نہیں دی۔ اور اسے ہلاک کرنے میں مختلف قسم کی عقوبتیں جمع کر دی گئیں۔ ان کی آبادی۔ ان کے مکان ان پر الٹ دیئے گئے۔ انہیں زمین کے اندر دھنسا دیا۔ آسمان سے ان پر پتھر برسائے گئے اور انہیں سنگسار کیا گیا۔ ان کی آنکھیں اندھی کر دی گئیں۔ اور ہمیشہ کے لئے یہ عذاب ان پر لازم کر دیا گیا۔ اس قوم پر خدا کی خفگی ایسی ہوئی کہ یہ جرم بہت سی خرابیوں کا موجب ہے۔ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس سے زمین کانپنے لگتی ہے اور جس وقت زمین پر یہ گناہ ہوتا ہے۔ زمین کے کنارے جنبش کر جاتے ہیں۔ فرشتے یہاں سے بھاگ کر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ اور زمین کے دور دراز گوشوں میں جا کر پناہ لیتے ہیں جبکہ وہ اس فعل بد کو دیکھ پاتے ہیں اور اس لئے بھاگ جاتے ہیں کہ کہیں عذاب الٰہی اتر آیا تو یہ بھی اس کی زد میں آجائیں گے۔ زمین بارگاہ خداوندی میں چیکار اٹھتی ہے پہاڑ لرز جاتے ہیں۔

کسی انسان کو قتل کر دیا جائے یہ اس کے ساتھ لواطت کرنے سے بہتر ہے۔ ناحق قتل کر دیئے جانے سے وہ شہید ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ لواطت کرنے کے بعد وہ قتل کیا جائے گا۔ تو نجات نا ممکن ہی نہیں اور وہ آخرت کی فلاح و نجات سے بھی محروم ہوگا اور یہ لوگ اس پر یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ قاتل کی حد مقتول کے ورثہ کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہیں تو معاف کر سکتے ہیں۔ اور اسے قصاص میں قتل ہونے سے بچا سکتے

ہیں لیکن لواطت کرنے والے پر تو حتمی طور پر حد جاری ہوگی۔ دہائی ممکن بھی نہیں ہے اور اس حد پر اصحاب رسول اللہؐ کا اجماع ہو چکا ہے۔ صحیح اور صریح احادیث جن کی کوئی ایک حدیث بھی معارض نہیں ہے اس پر دلالت کرتی ہیں۔ آنحضرتؐ کے صحابہ نے اور خلفاء راشدین نے ان احادیث پر عمل کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خالد بن الولیدؓ سے ثابت ہے کہ عرب کے بعض اطراف میں ایک شخص انہوں نے ایسا دیکھا جو عورتوں کی طرح مرد کے ساتھ شادی کرتا تھا انہوں نے خلیفۂ اسلام حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور اس بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے تمام سے سخت رائے دی۔ فرمایا۔ دنیا میں صرف ایک ہی قوم اس جرم کی مرتکب ہوئی ہے۔ اور آپ جانتے ہیں خدا نے اس کے ساتھ کیسا سخت معاملہ کیا ہے؟ میری رائے تو یہی ہے کہ اسے جلا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو یہ لکھ بھیجا۔ اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے جلا دیا۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ رائے دی کہ ایسے آدمی کو آبادی میں جو سب سے بلند جگہ ہو وہاں لے جایا جائے۔ اور وہاں سے سر کے بل نیچے پھینکا جائے۔ اور اسے پتھروں سے سنگسار کر دیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ حد اور سزا قوم لوط کی عقوبت و سزا سے اخذ کی ہے۔

نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے آنحضرتؐ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

من وجدتموه یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به	جس کو تم قوم لوط کا کام کرتے پاؤ تو تم فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔

یہ روایت تمام اہل سنن نے روایت کی ہے۔ ابن حبان وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل رضؓ نے بھی اس روایت کو قابل حجت تسلیم کیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد بخاری کی شرائط کے مطابق ہے۔

نیز یہ لوگ دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

لعن اللہ من عمل قوم لوط۔	جو آدمی قوم لوط کا کام کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

لعن اللہ من عمل قوم لوط۔ جو آدمی قوم لوط کا کام کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

لعن اللہ من عمل قوم لوط۔ جو آدمی قوم لوط کا کام کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

لعن اللہ من عمل قوم لوط۔ جو آدمی قوم لوط کا کام کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

ایک ہی حدیث میں تینوں مرتبہ لعنت وارد ہے۔ اور زانی کے حق میں کسی جگہ ایک ہی حدیث میں تین مرتبہ لعنت وارد نہیں ہے۔ زنا کے علاوہ دیگر کبائر میں بھی لعنت وارد ہے مگر صرف ایک ہی مرتبہ۔ اور یہاں لوطی کے حق میں تین مرتبہ لعنت وارد ہے۔

نیز آنحضرت ؐ کے تمام صحابہ لوطی کے قتل پر متفق ہیں۔ کسی ایک صحابی نے بھی اس بارے میں اختلاف نہیں کیا ہے۔ اگر کسی نے کچھ اختلاف کیا ہے تو صورت قتل میں کہ کس طرح اسے قتل کیا جائے؟ نفس قتل میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ لوگ خواہ مخواہ کہتے ہیں کہ مسئلہ اختلافی ہے اور صحابہ کا اسمیں اختلاف ہے۔ حالانکہ یہ صحابہ کرام کا اجماعی مسئلہ ہے۔ صرف صورت قتل میں اختلاف ہے۔

نیز کہتے ہیں کہ زنا کے بارے میں جو خدا نے مذمت کی ہے اور لواطت کے بارے میں جو مذمت کی ہے۔ دونوں پر غور کیا جائے تو فرق واضح ہو جائے گا۔ زنا کے بارے میں ارشاد ہے۔

ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا (سورۃ الاسرا) اور تم زنا کے قریب مت جاؤ کہ یہ بیحیائی ہے اور برا راستہ ہے۔

اور لوطی کے متعلق ارشاد ہے۔

اتاتون الفاحشۃ ما سبقکم بہا من احد من العلمین (سورۃ الاعراف) کیا تم بےحیائی کا ارتکاب کرتے ہو؟ ایسا برا کہ دنیا جہان میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔

زنا کے متعلق لفظ فاحشۃ بصورت نکرہ وارد ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح اور فواحش ہیں۔ ایک یہ بھی فاحشہ عمل ہے۔ لیکن لوطیوں کے متعلق الفاحشۃ بصورت معرفہ وارد ہے۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ یہ فعل فحش کے پورے پورے معنی پر مشتمل اور جامع ہے۔ یعنی تم لوگ سب کام کرتے ہو۔ جس کا فحش ہونا تمام کے نزدیک مسلم ہے۔ یہ کام اسقدر ظاہر الفحش ہے کہ اسکے فحش ہونیکے ذکر کی بھی ضرورت نہیں "الفاحشۃ" فرمایا جس سے دوسری

جانب اشارہ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ اسم دوسرے مسمی کی طرف خیال بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ اور یہ بعینہ اس قول کی نظیر و مثال ہے جو فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا۔

وفعلت فعلتک التی فعلت۔ اور کیا تو نے وہ حرکت نہیں کی جو تو کر گذرا؟

(سورۃ الشعراء)

یعنی تم نے ایسا کام اور برا عمل کیا ہے جس کی برائی بالکل واضح ہے۔ اور اس کی برائی سے ہر ایک واقف ہے۔ اس کے بعد خدا اس فعل کی برائی کو سخت انداز میں پیش کرتا ہے کہ یہ وہ بدترین فعل ہے۔ کہ تم سے پہلے کسی نے یہ فعل نہیں کیا۔

ماسبقکم بھا من احد من العلمین۔ یہ کام دنیا جہان میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔

اس کے بعد اس کی مزید برائی پیش کرتا ہے۔ فرماتا ہے۔

انکم لتاتون الرجال تم مردوں کے ساتھ برا کام کرتے ہو۔

یعنی یہ ایسا برا کام ہے۔ کہ اس کے سننے سے قلوب لرز جاتے ہیں۔ اور کان پھٹ جاتے ہیں کہ مرد مرد کے ساتھ ایسا کام کرتا ہے۔

اس کے بعد خدا یہ تنبیہ فرماتا ہے کہ یہ کام ہرگز ہرگز کرنے کا نہیں محض شہوت رانی کی غرض سے یہ فعل کیا جاتا ہے۔ وہ ضرورتیں اس سے پوری نہیں ہوتیں جو مرد اور عورت کے جوڑے سے وابستہ ہیں۔ مثلاً یہ کہ مرد عورت کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس سے اپنی حاجت پوری کرتا ہے۔ میاں بی بی میں محبت والفت کا وہ رشتہ قائم ہو جاتا ہے کہ عورت اپنے ماں باپ کو بھول جاتی ہے۔ اور صرف شوہر ہی کو یاد کرتی رہتی ہے۔ نیز عورت کے ذریعہ نسل پیدا کی جاتی ہے۔ جس سے نوع انسانی۔ اشرف المخلوقات کا تحفظ اور اس کی بقاء وابستہ ہے۔ عورت کی عفت وعصمت کی حفاظت ہوتی ہے۔ مصاہرہ کا وہ رشتہ قائم ہوتا ہے جو بعینہ نسب کے رشتہ کے برابر ہوتا ہے۔ عورتوں پر مردوں کی حکومت قائم ہوتی ہے عورتوں سے ہمبستری کر کے خدا کی محبوب ترین مخلوق پیدا کی جاتی ہے انبیاء۔ اولیاء۔ اہل ایمان اور دیندار۔ خدا پرست لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ ہوتا ہے جس کی کثرت و فراوانی سے آپ دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں قیامت کے دن فخر کریں گے۔ یہ اور اس قسم کی بے شمار مصلحتیں عورتوں سے وابستہ ہیں۔ لوطی ان تمام

مصلحتوں کے خلاف اقدام کرتا ہے۔ لواطت ان تمام باتوں کی پرورش کرتی ہے۔ جن کی خرابیاں حصر و احصاء سے باہر ہیں۔ جس کی خرابیاں اور خرابیوں کی تفصیل خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس کے بعد خدا اس کی قباحت کی مزید تاکید فرماتا ہے۔ کہ لوطی فطرتِ انسانی کے خلاف اقدام کرتا ہے۔ مرد کو جس فطرت پر پیدا کیا ہے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے فطرت یہ ہے کہ مرد عورتوں سے اپنی شہوت پوری کریں۔ نہ کہ مردوں سے۔ لیکن لوطی اس فطرت کے خلاف کام کرتا ہے۔ فطرت۔ طبیعت۔ جبلت کے سراسر خلاف اقدام کرتا ہے اور یہی وجہ تھی جس کی بنا پر قوم لوط کی آبادیوں کو خدا نے الٹ دیا۔ منقلب کر دیا۔ سر کے بل دے مارا۔

اس کے بعد اس کی قباحت کی مزید تاکید فرماتا ہے۔ کہ یہ بے راہ روی اور زیادتی ہے۔ اور یہ لوگ حد چھوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔

فرماتا ہے۔

بل انتم قوم مسرفون (سورۃ الاعراف) — بلکہ تم لوگ بے راہ روی کرنیوالے لوگ ہو۔

غور کرو اس قسم کی تاکید۔ یا اس کے قریب قریب بھی زنا کے متعلق وارد ہے ؟

پھر خدا ان کے متعلق یہ تاکید فرماتا ہے۔

ونجیناہ من القریۃ التی کانت تعمل الخبائث: (سورۃ الانبیاء) — اور لوطؑ کو ہم نے اس بستی سے نجات دی جو ناپاک کام کرتی تھی۔

اس کے بعد خدا اس قوم کے دو مکروہ وصف بیان کر کے اس کی انتہا درجہ کی قباحت کو واضح فرماتا ہے۔

فرماتا ہے۔

انھم کانوا قوم سوء فاسقین (سورۃ الانبیاء) — واقعی وہ لوگ برے اور بدکار لوگ تھے۔

اپنے پیغمبر کی زبان سے یہ کہلواتا ہے۔

رب انصرنی علی القوم المفسدین (سورۃ العنکبوت) — اے میرے پروردگار! ان تباہی انگیز لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد کر۔

اور پھر فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے قوم لوط کو ظالم کہا۔

انا مھلکوا اھل ھذہ القریۃ۔ ان اھلھا کانوا ظالمین ۔ (سورۃ العنکبوت)	ہم اس بستی کے رہنے والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ یہاں کے باشندے یقیناً ظالم ہیں۔

غور کرو۔ یہ عقوبت و سزا کسی اور کے لئے بھی بیان کی گئی ہے؟ ایسی مذمت کسی دوسرے گناہ کی بھی نہیں کی گئی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام اس قوم کے بارے میں کچھ حجت پیش کرتے ہیں۔ اور عذاب کے ٹل جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو فرشتے جواب دیتے ہیں۔

یا ابراھیم اعرض عن ھذا انہ قد جاء امر ربک وانھم آتیھم عذاب غیر مردود (سورۃ ہود)	اے ابراہیم! یہ بات چھوڑ دو۔ تمہارے رب کا حکم آپہونچا ہے۔ ان پر عذاب اتر کر رہے گا۔ ٹلنے والا نہیں ہے۔

ان لوطیوں کے تمرد و عزد پر غور کرو۔ انکی خباثت و سرکشی کس درجہ بڑھی ہوئی تھی؟ جب یہ فرشتے حضرت لوطؑ کے یہاں پہونچتے ہیں۔ انسانی شکل میں نہایت خوبصورت شکلوں میں پہونچتے ہیں۔ لوطی حضرت لوطؑ کے مکان پر دوڑ پڑتے ہیں۔ خدا کا یہ پیغمبر جب انکو دیکھتا ہے تو گھبرا جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

یا قوم! ھولاء بناتی ھن اطھر لکم (ہود)	اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں نہایت پاکدامن ہیں۔ تمہارے لئے موجود ہیں۔

اپنے مہمانوں کی عزت و آبرو بچانے کے لئے اپنی لڑکیاں پیش کرتا ہے کہ لوگو! میری لڑکیوں سے تم شادی کر لو۔ مگر میرے مہمانوں کو نہ چھیڑو۔ میرے لئے یہ شرم و عار کا موجب ہے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ ان سے کہتے ہیں۔

یا قوم ھولاء بناتی ھن اطھر لکم فاتقوا اللہ ولا تخزون فی ضیفی۔ الیس منکم رجل رشید؟ (ہود)	اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں۔ نہایت پاکدامن ہیں۔ تمہارے لئے موجود ہیں۔ تم خدا سے ڈرو۔ اور مہمانوں کے مقابلہ میں مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ متمرد لوگ کیا دیتے ہیں؟ اس پر بھی غور کرو۔ جواب دیتے ہیں۔

لقد علمت ما لنا فی بناتک من حق وانک لتعلم ما نرید۔ (ہود)

تم جانتے ہو کہ ہم کو تمہاری بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو ہماری غرض ہے۔ وہ تم خوب جانتے ہو۔

یہ سن کر خدا کا پیغمبر ٹھنڈی سانس لیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

لو ان لی بکم قوۃ او آوی الی رکن شدید؛

کاش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا کسی زبردست سہارے کی پناہ مل جاتی

یہ سن کر خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوطؑ کو حقیقت حال سے مطلع کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ وہ نہ ہمارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ اور نہ آپ کو دکھ دے سکتے ہیں۔ ہم کو خدا نے انکی ہلاکت کے لئے بھیجا ہے۔

انا رسل ربک لن یصلوا الیک :

ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں ان کی رسائی تم تک نہیں ہوگی۔

پھر انہیں خدا کی بشارت سناتے ہیں۔ اور لوطیوں کے لئے جو عذاب لے کر آئے ہیں اس کی انہیں اطلاع دیتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

فاسر باھلک بقطع من اللیل ولا یلتفت منکم احد الا امراتک انه یصیبھا ما اصابھم۔ ان موعدھم الصبح۔ الیس الصبح بقریب: (ہود)

تم کچھ رات گئے اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جاؤ۔۔۔۔ اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے۔ ہاں تمہاری بی بی ضرور مڑ کر دیکھے گی اس پر وہی عذاب آئے گا جو ان لوگوں پر آئے گا۔ ان کا مقررہ وقت صبح ہے۔ کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے؟

جب خدا کا پیغمبر ان کی ہلاکت میں کچھ دیر پاتا ہے تو کہتا ہے۔ عذاب جلد اترنا چاہیئے فرشتے کہتے ہیں۔ ہاں جلد سے جلد عذاب اترے گا۔

الیس الصبح بقریب ؟ (ہود)

کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے؟

قسم خدا کی خدا کے ان دشمنوں کی ہلاکت و بربادی۔ اور خدا کے پیغمبر۔ اور خدا کے دوستوں کی نجات میں سحر سے لے کر طلوع فجر سے زیادہ وقت نہیں گذرا۔ خدا کے دشمنوں کی آبادیاں بیخ و بن سے اکھاڑ دی گئیں۔ آسمان کے قریب تک لے جائی گئیں۔

اور اس قدر اونچی لے جائی گئیں۔ کہ آسمان کے فرشتے ان کے کتوں اور گدھوں کی آوازیں
سنتے تھے۔ اور وہ فرمان الٰہی جو رد نہیں ہو سکتا۔ خدا کے بندے حضرت جبرئیل کے سا
دہرایا گیا۔ کہ انکو الٹے دو۔ اوندھا کر دو۔ اور ہلاک کر مارو۔

فلما جاء امرنا جعلنا عالیھا — غرض جب ہمارا عذاب آپہونچا۔ تو ہم نے
سافلھا و امطرنا علیھا — اس بستی کو زیر و زبر کر دیا۔ اور کنکر یلے پتھ
حجارۃ من سجیل : (ہود) — ہم نے ان پر تہہ بتہ برسائے۔

اور ان کی ہلاکت و بربادی کو خدا نے دنیا جہاں کے لئے عبرت و یادگار چھوڑا
پرہیزگاروں کے لئے موعظت و نصیحت کا سامان مہیا کر دیا۔

ان فی ذالک لآیات للمتوسمین۔ — اس میں سمجھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں
وانھا لبسبیل مقیم۔ ان فی ذالک — اور وہ بستی سیدھے راستہ پر ہے۔ اس
لآیۃ للمومنین : (سورۃ الحجر) — ایمانداروں کے لئے نشانیاں ہیں۔

حضرت جبرئیلؑ نے اس طبقہ کو اس حالت میں اٹھایا کہ یہ لوگ بے خبر تھے۔ غرور
کے نشہ میں سوئے پڑے تھے۔ صبح ہوتے ہوتے یہ سب کے سب عذاب الٰہی کا نشانہ
بن گئے۔ اور کوئی چیز ان کے لئے نفع بخش ثابت نہ ہوئی۔

مآدب کانت فی الحیاۃ لاھلھا — عذابا فصارت فی الممات عذا
وہ مقاصد جو ان کی زندگی میں ان کے لئے عذاب تھے۔ موت کے بعد بھی ان کے
عذاب ہی رہے۔

افسوس صد ہزار افسوس ساری لذتیں مسرتیں ختم ہو گئیں۔ اور حسرتیں ساتھ لے گئے شہوات
و خواہشات کی ساری رگیں ٹوٹ گئیں۔ اور شقاوت و بدبختی ورثہ میں لے گئے۔ عیش و عشرت کی
ساعتیں بہت کم ملیں۔ لیکن دائمی عذاب ساتھ لے گئے۔ پر خار چراگاہوں سے چارہ کھایا لیکن دردناک
عذاب اپنے سروں پر لاد گئے۔ افسوس شہوات و خواہشات سکنشہ نے انکو افاقہ کا موقع ہی نہ دیا جب
آیا تو اس وقت جبکہ ان کی آبادیاں دردناک عذاب میں دھر لی گئیں۔ غفلت نے ان کو ا
بے خبر سلا دیا کہ ہلاکت و بربادی کے وقت تک جاگ ہی نہ سکے۔ افسوس وہ اسوقت بیدار
ہوئے اور نادم ہوئے جبکہ بیداری اور ندامت ان کے کام نہیں آسکتی۔ اور اب وہ اپنی بدکرداریوں
بداعمالیوں پہ آنسو کے بدلے خون رونے لگے۔

اے کاش! تم ان لوگوں کے حالات دیکھ لیتے۔ کہ وہ کس طرح الٹ دیئے گئے۔ تلے اوپر کر دیئے گئے۔ اور اب ان کے منہ اور جسم سے آگ جھڑ رہی ہے۔ جہنم کے پر خطر طبقوں میں جل رہے ہیں۔ لذیذ شراب کی بجائے گرم پیپ پی رہے ہیں۔ ان کے چہرے جلس گئے ہیں۔ اور انہیں کہا جا رہا ہے۔ اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔

اصلوھا فاصبروا اولا تصبروا سواء علیکم انما تجزون ما کنتم تعلمون۔ (طور)

اس میں داخل ہو۔ اور صبر کرو یا نہ کرو۔ تمہارے لیے برابر ہے۔ تم کو تمہارے کئے کی سزا دی جائے گی۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ اس قوم کے پیرو‌ں۔ اور بدکرداروں کو سخت سے سخت وعید سے ڈراتا ہے۔ فرماتا ہے۔

وما ھی من الظالمین ببعید: (۱) (ہود)

اور وہ مقہور آبادی ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہے۔

فصل

(ان لوگوں کے جوابات جو لواطت کی عقوبت کو زنا کی عقوبت سے کم بتلاتے ہیں)

جو لوگ کہتے ہیں کہ لواطت ایک ایسی معصیت اور گناہ ہے جس کی حد اللہ تعالےٰ نے متعین نہیں کی۔ اور اس لیے لواطت کی عقوبت زنا کی عقوبت سے کم ہے اس قول کے چند جوابات ہیں:

اوّل۔ یہ کہ دین الٰہی کے مبلغ حضرت پیغمبر خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لواطت کی حد قتل مقرر فرمائی ہے۔ اور قتل کا حکم حتمی اور یقینی ہے۔ خدا کا رسول جو چیز بھی شروع فرماتا ہے۔ وہ خدا ہی کی جانب سے شروع ہوتی ہے۔ پس اگر تمہارا مقصد یہ ہے۔ کہ لواطت کی حد شرعاً مشروع نہیں ہے۔ تو یہ قطعاً غلط ہے۔ اور اگر تمہارا

---

(۱) یہاں علامہ ابن قیم نے اس مضمون سے چند شرمناک اشعار لکھے ہیں۔ ہم نے غیر ضروری سمجھ کر یہ اشعار چھوڑ دیئے ہیں۔ مترجم۔

مقصد یہ ہے کہ قرآن حکیم کی کسی نص سے حد ثابت نہیں ہے تو یہ صحیح ہے۔ لیکن اس
انتفاء حکم لازم نہیں آتا کیونکہ اسکی حد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت
دوم۔ یہ کہ تمہارا یہ استدلال حکم رجم سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ رجم کا حکم۔ سنت
نبوی سے ثابت ہے۔ قرآن سے نہیں۔

اگر تم کہو کہ رجم کا حکم قرآن سے ثابت ہے جس کے الفاظ قرآن سے منسوخ ہو گئے
ہیں اور حکم باقی ہے تو ہم کہیں گے۔ شراب نوشی کی حد سے۔ یہ دلیل ٹوٹ جاتی ہے کہ
شراب نوشی کی حد سنت نبوی سے ثابت ہے۔

سوم۔ یہ کہ ایک خاص معین دلیل کی نفی سے مطلق دلیل کی نفی۔ لازم نہیں
اور نہ ہی مدلول کی نفی لازم آتی ہے۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس دلیل کی تم نفی
سہے ہو وہ منتفی نہیں ہے۔

تم یہ کہتے ہو کہ لواطت ایک ایسا فعل ہے۔ جو طبائع انسانی کے خلاف ہے
اور طبیعتیں اس سے نفرت کرتی ہیں۔ اور اس لئے لواطت کرنا مردہ عورت
چوپائے کے ساتھ وطی کرنے کے مانند ہے۔ اس کا جواب ہم چند طریقوں سے د
اول۔ یہ کہ تمہارا یہ قیاس بالکل غلط قیاس ہے۔ یہ قیاس رسول اللہ کی سنت او
اجماع صحابہ کے خلاف ہے۔ اس لئے مردود ہے۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔

دوم۔ یہ کہ حسین و خوبصورت مرد کے ساتھ کہ جس کا فتنہ تمام فتنوں کو ہلا دیتا ہے
وطی کرنے کو گدھے۔ چوپائے۔ اور مردہ عورت کے ساتھ جماع کرنے پر قیاس کرنا ا
باطل قیاس ہے۔ کیا کسی حسین و خوبصورت آدمی کو کوئی گدھی۔ گائے اور مردہ
عورت کے برابر کہہ سکتا ہے؟ کیا گدھی۔ گائے پر کوئی عاشق ہو سکتا ہے؟ یا انکا عشق کسی کو اپنا
اسیر بنا سکتا ہے؟ اور کسی کے فکر اور نفس پر غالب آسکتا ہے۔ اب بتاؤ اس قیاس سے
فاسد ترین قیاس کونسا قیاس ہو سکتا ہے؟

سوم۔ یہ کہ تمہاری یہ دلیل اس سے بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی ماں
بہن۔ بیٹی سے وطی کرتا ہے۔ تو باوجودیکہ یہاں طبعی نفرت مکمل طریقہ پر موجود ہے
اسے سخت سے سخت سزا دی جائیگی۔ اور ایک قول کے بموجب اس پر سخت ترین عقوبت جاری کی
جائے گی۔ یہ شخص محصن ہو یا غیر محصن قتل کیا جائے گا۔ اور ایسی ہی ایک روایت

ہیں امام احمد بن حنبل رحؒ سے بھی مروی ہے۔ اور امام اسحاق بن راہویہ رحؒ۔ اور محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت اس کی قائل ہے۔

اور سنن ابی داؤد۔ سنن ترمذی۔ میں حضرت براء بن عازب رضؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔

لقیت عمی. ومعه الرایة فقلت له الی این ترید؟ قال بعثنی رسول اللہ صلعم الی رجل نکح امرأة ابیه من بعده. ان اضرب عنقه. وآخذ ماله:

(قال الترمذی ہذا حدیث حسن)

میں اپنے چچا سے ملا۔ ان کے ہمراہ علم تھا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا۔ مجھے رسول اللہ صلعم نے ایک آدمی کی طرف بھیجا ہے۔ جس نے اپنے باپ کی بی بی سے باپ کے مرنے کے بعد نکاح کیا ہے۔ میں جاکر اس کی گردن اڑا دوں۔ اور اس کا مال لے لوں۔

جوزجانی کہتے ہیں۔ براء کے چچا کا نام حارث بن عمرو ہے۔

اور سنن ابی داؤد۔ اور ابن ماجہ کے اندر حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صؐ نے فرمایا۔

من وقع علی ذات محرم فاقتلوه۔

جو آدمی اپنے ذی محرم کے ساتھ زنا کرے اسے قتل کردو۔

حجاج بن یوسف کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا گیا۔ جس نے اپنی بہن پر قبضہ جمار کھا تھا۔ حجاج نے اسے محبوس رکھنے کا حکم دیا۔ اور کہا اس کے متعلق آنحضرت صؐ کے صحابہ سے مسئلہ دریافت کرو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مطرف رضؓ سے دریافت کیا گیا انہوں نے کہا۔ آنحضرت صلعم سے میں یہ سنا ہے۔

من تخطی حرم المؤمنین فخطوا وسطه بالسیف:

جو آدمی ایمان والوں کی حرمت کاٹے اسے تم بھی کمر سے کاٹ دو۔

گو اس حدیث میں وسط درمیان سے کاٹ دینے کا حکم ہے۔ لیکن اصل مسئلہ کی مستقل دلیل ہمیں موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ جس سے کسی حال میں بھی وطی وجماع جائز نہ ہو اس سے وطی وجماع کرنیوالے کی سزا اور حد قتل ہے۔ اور اس پر وہ حدیث بھی دلالت

کرتی ہے جہاں بیٹی کے ساتھ جماع کرنے سے قتل واجب کرتی ہے۔ دیگر ذوات محارم کے متعلق بھی یہی کہا جائے گا کہ جو آدمی ایسی عورت سے وطی جماع کرے جس سے کسی حال میں وطی جماع جائز نہیں۔ اس کی حد قتل ہے۔ جس طرح کہ لوطی کی حد قتل ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ ان ہر دو مسئلوں پر نص سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ نیز قیاس صحیح بھی ان ہر دو مسئلوں کی صحت پر شہادت دیتا ہے۔ البتہ کچھ اختلاف ہے۔ اور وہ یہ کہ اس خصوصیت رشتہ کی وجہ سے قتل کی سزا دی جائے گی۔ یا حد زنا کی بنا پر؟ اور اس میں دو قول ہیں۔ امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ ایک روایت کے مطابق اس طرف گئے ہیں کہ اس کی حد۔ زنا کی حد ہو گی۔ اور امام احمدؒ۔ امام اسحاقؒ۔ اور محدثین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ ہر حال میں قتل کرنا ہی اس کی حد ہے۔

یہ تمام حضرات اس امر پر بھی متفق ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی ذی محرم سے نکاح کر لیا اور اس سے جماع کیا۔ اور اس کی حرمت سے وہ واقف تھا تو اس پر زنا کی حد جاری ہو گی۔ صرف امام ابو حنیفہؒ کا اس بارے میں یہ مسلک ہے۔ کہ چونکہ شبہ کی گنجائش موجود ہے۔ اس لئے حد ساقط ہو جائے گی۔

اس کے جواب میں دوسرا فریق یہ کہتا ہے۔ نکاح کا نام دھر کر اس نے جماع کیا ہے اس لئے جرم اور زیادہ وزنی ہو جاتا ہے۔ دو حرام چیزوں کا اس نے ارتکاب کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ عقد حرام کا مرتکب ہوا۔ دوسرا جماع حرام کا مرتکب ہوا جب حرام عقد کے ساتھ۔ جماع حرام ضم ہو گیا۔ تو عقوبت و سزا کیونکر ہلکی ہو گی۔

مردہ عورت کے ساتھ جماع وطی کرنے کے متعلق فقہا کے دو قول ہیں۔ اور یہ دونوں قول امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا مسلک ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مردہ عورت کے ساتھ زنا کرنے سے حد واجب ہو گی۔ اور یہ امام اوزاعی کا قول ہے۔ اس پر حد یقیناً جاری ہو گی۔ کیونکہ اسکا یہ فعل ایک بہت بڑا جرم ہے اسلئے کہ ایک اس نے فحش کام کیا اور پھر مردے کی حرمت توڑ دی۔

فصل

چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے سے حد لازم ہو گی یا تادیبی تعزیر؟

چوپائے کے ساتھ وطی اور بدفعلی کرنے کی عقوبت وسزا کے متعلق تین قول ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کی تادیب کی جائے گی اس پر حد نہیں ہوگی۔ یہ قول امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ اور ایک قول امام شافعیؒ کا بھی ہے۔ اور امام اسحاقؒ کا بھی یہی قول ہے۔

دوم۔ یہ کہ اس کا حکم زانی کا حکم ہے۔ اگر کنوارا۔ غیر شادی شدہ ہے۔ تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور اگر محصن شادی شدہ ہے۔ تو اسے رجم کیا جائے گا۔ اور یہ قول حضرت حسنؒ کا ہے۔

سوم۔ یہ کہ اس کا حکم لوطی کا حکم ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی بھی یہی تصریح ہے۔

ان ہر دو مختلف اقوال کے پیش نظر یہ امر مستخرج ومستنبط ہوتا ہے کہ یا تو حتمی طور پر قتل کر دینا اس کی حد ہے یا اس کی حد وہ حد ہے جو زنا کی ہے؟

جو لوگ اس کی حد قتل بتلاتے ہیں وہ استدلال میں ابوداؤد کی وہ روایت پیش کرتے ہیں جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

من اتی بهیمة فاقتلوه واقتلوها معه؛ — جو شخص چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرے اسے قتل کر دو۔ اور اس کے ساتھ چوپائے کو بھی قتل کر دو۔

اور یہ اس لئے کہ یہ وطی و دخول ایسا ہے کہ کسی حال میں جائز نہیں۔ لہٰذا اس کی حد قتل ہے۔

اور جو لوگ اس کے متعلق حد کے قائل نہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی صحیح حدیث موجود ہوتی تو ہم ضرور اس کے قائل ہو جاتے۔ اس کی مخالفت کا ہمارے پاس کوئی راستہ ہی نہ ہوتا۔ چنانچہ اسمٰعیل بن سعید الشالنجیؒ اس باب میں کہتے ہیں۔ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ تو امام صاحب خاموش ہو رہے۔ اور عمرو ابن ابی عمرو کی حدیث اس بارے میں ثابت شدہ حدیث نہیں ہے۔ طحاوی اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔ نیز یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے لیکن خود ان کا فتوےٰ اس کے خلاف ہے۔ وہ یہ فتوےٰ دیتے ہیں کہ اس پر حد

نہیں ہے۔ چنانچہ ابوداود رح کہتے ہیں۔ ابن عباس کا یہ فتوے ان کی حدیث کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ اس بارے میں طبعی زجر و توبیخ باعتبار لواطت طبعی زجر و توبیخ سے زیادہ قوی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ انسانی طبائع میں چوپائے کے ساتھ وطی و دخول کرنے اور انسان کے ساتھ وطی و دخول کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اسلئے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا۔ قیاس فاسد ہے۔

فصل

(مرد سے مرد کی وطی و دخول کو دو عورتوں کی)
(باہمی ساحقت پر قیاس کرنا غلط ہے)

کسی مرد کے مرد کے ساتھ وطی کرنے کو دو عورتوں کی مساحقت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق اور فاسد ترین قیاس ہے۔ وہاں ایلاج و دخول متصور نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایسا ہے۔ کہ ایک مرد دوسرے مرد سے بلا ایلاج دخول کے مباشرت کر لیتا ہے۔ علاوہ ازیں بعض احادیث مرفوعہ کے اندر یہ بھی وارد ہے۔

اذا اتت المرأة المرأة فهما زانيتان: — عورت عورت سے اختلاط کرے تو وہ دونوں زنا کار ہیں۔

لیکن اس میں حد لازم نہیں آتی۔ کیونکہ اس میں ایلاج و دخول متصور نہیں ہے گو اس پر زنا کا اطلاق ہوا ہے۔ مگر یہ اسی قسم کا زنا ہے۔ جو آنکھ۔ قدم۔ زبان وغیرہ کا زنا ہوا کرتا ہے۔ اور اس پر بھی زنا کا اطلاق ہوتا ہے۔

جب یہ امر ثابت اور واضح ہو گیا تو اب یہ بھی سمجھ لو کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ اپنے مملوک و غلام کے ساتھ لواطت کرنا ویسا ہی ہے۔ جیسا کسی اور کے ساتھ لواطت کرنا۔ جن لوگوں کا خیال ہے کہ اپنے مملوک و غلام کے ساتھ لواطت جائز ہے۔ اور وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

الا علی ازواجهم او ما ملكت ايمانهم فانهم غير ملومين (سورۃ المؤمنون والمعارج) — اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیبیوں۔ اور اپنی باندیوں۔

کیونکہ اس صورت میں ان پر ملامت نہیں۔

جو لوگ مملوک باندی پر مملوک غلام کو قیاس کرتے ہیں۔ وہ کافر ہیں ایسے لوگوں سے توبہ کرنے کا مطالبہ اسی طرح کیا جائے گا۔ جس طرح مرتد سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر توبہ کر لیوے فبہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اپنے مملوک و غلام سے لواطت کرنا گناہ ہے اور حکم کے لحاظ سے وہی حکم رہتا ہے۔ جو غیر کے مملوک و غلام کے ساتھ لواطت کرنے کا ہے۔ یا غیر مملوک سے لواطت کرنے کا ہے۔

فصل

مرض عشق کی دوا، آنکھوں کی حفاظت و نگرانی سے خدا نور بصیرت عطا فرماتا ہے۔ اور اس سے قلب کو ثابت و مستقیم رکھتا ہے

اب اگر کہا جائے کہ باوجود ان تمام باتوں کے آیا اس مہلک مرض کی کوئی دوا بھی ہے یا نہیں؟ اس قاتل جادو کے اثار کا کوئی منتر ہے یا نہیں؟ ان مہلک خیالات کے دفعیہ کا کیا ذریعہ؟ اور کیا طریقہ ہے؟ کیا اس کے لئے مقصود تک پہونچنے کی کوئی راہ ہے یا نہیں؟ کیا خواہش کا نشہ اتارنے اور اس نشہ سے افاقہ حاصل کرنے کی کوئی شکل ہے یا نہیں؟ کیا کسی طبیب کے پاس مرض عشق کی دوا ہے؟ اور عاشق کے قلب میں جو مرض اپنی جگہ کر چکا ہے۔ اور وہ اپنا دل کھو چکا ہے اس کا کوئی علاج ہے؟ کیا وہ پھر اپنے قلب کا مالک ہو سکتا ہے۔ اس کا کیا طریقہ ہے؟ اس کے قلب کو کیوں کر اور کس طرح صحت نصیب ہو سکتی ہے؟ اس کا حال یہ ہو چکا ہے۔ کہ محبوب کے بارے میں کوئی ملامت کرتا ہے۔ تو وہ بجائے شرمندہ ہونے کے اس سے لذت اندوز ہوتا ہے۔ اگر کوئی نصیحت کرتا ہے۔ تو وہ اس بارے میں اور تیز گام ہو جاتا ہے۔ اس کا قلب زبان قال سے پکارتا ہے۔

وقف الهوى بي حيث انت فليس لي	متاخر عنه ولا متقدم
تیری محبت نے مجھے وہاں لا کھڑا کر دیا جہاں تو ہے۔	اب مجھے یہاں سے نہ کوئی پیچھے ہٹا سکتا ہے۔ نہ آگے بڑھا سکتا ہے۔

اغلباً اصل استفتاء کے اندر جو پہلا سوال ہے۔ اور جس مرض کی دوا طلب کی گئی ہے

اس کا مقصد یہی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں اللہ تعالےٰ نے جو مرض بھی پیدا کیا ہے اس کی دوا پیدا کی ہے لیکن دوا جو جانتا ہے۔ جانتا ہے۔ جو نہیں جانتا وہ نہیں جانتا۔

اس مرض کے علاج کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ سرے سے مرض کا مادہ بھی پیدا نہ ہو پائے۔ دوسرا یہ کہ مادہ تو پیدا ہو چکا ہے۔ اور اب اس کا قلع قمع کیا جائے۔ اور یہ دو باتیں خدا جس کے لئے آسان کر دیتا ہے۔ آسان ہے۔ اور خدا کی مدد جس کے لئے نہ اس کے لئے دشوار ہے۔ سارے اختیارات خدا کے ہاتھ میں ہیں۔

اس مرض کو روکنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ آنکھ کی حفاظت کی جائے۔ کیونکہ نظر و نگاہ ابلیس لعین کا زہر میں بجھا ہوا تیر ہے جس کی نظر و نگاہ آزاد ہے اسکی حسرتیں دائمی ہیں۔ آنکھ کی حفاظت میں بے شمار فوائد ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ اس سے حکم الٰہی کا امتثال ہوتا ہے۔ اور امتثال امر بندے کی دنیا و عقبیٰ کی اصل سعادت ہے۔ امتثال امر سے بہتر دنیا و عقبیٰ میں بندے کے لئے کوئی نفع بخش چیز نہیں۔ اور دنیا میں جس شخص نے بھی دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کی ہے وہ امتثال امر ہی کے ذریعہ حاصل کی ہے۔ اور جو آدمی بھی دنیا اور آخرت کی شقاوت کا حقدار ہے وہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہی سے حقدار ہے۔

دوم۔ یہ کہ آنکھ کی حفاظت میں یہ فائدہ ہے کہ وہ مسموم و زہر آلود تیر جو قلب تک پہونچکر انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ قلب تک پہونچنے نہیں پاتا۔

سوم۔ یہ کہ آنکھ کی حفاظت سے قلب کو ذات الٰہی سے انسیت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور پوری طرح جمعیت خاطر حاصل ہو جاتی ہے۔ اور نگاہ آزاد ہوتی ہے تو قلب منتشر اور پراگندہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ چیز بندے کو خدا سے دور پھینک دیتی ہے پس آزاد نگاہی سے زیادہ بندے کے حق میں کوئی مضرت رساں چیز نہیں۔ آزاد نگاہی بندے اور خدا کے درمیان وحشت کا موجب بن جاتی ہے۔

چہارم۔ یہ کہ آنکھ کی حفاظت سے انسان کا قلب قوی اور مضبوط رہتا ہے اور قلب ہمیشہ خوشی و مسرت میں رہتا ہے۔ جس طرح کہ آنکھ کی آزادی سے قلب کمزور اور ہر وقت مغموم و محزون رہا کرتا ہے۔

پنجم. یہ کہ نگاہ پست رکھنے سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔ جسطرح کہ آزاد رکھنے سے تاریک ہو جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے جو خدا آنکھ کی حفاظت کا ذکر کرنے کے بعد ہی آیت نور پیش کرتا ہے۔ فرماتا ہے۔

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظو فروجھم: (سورۃ النور)

اے پیغمبر! مسلمانوں سے کہدو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتے رہیں۔

اس کے بعد ہی فرمایا۔

اللہ نور السماوات والارض مثل نورہ کمشکاۃ فیھا مصباح: (سورۃ النور)

اور اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو اور طاق کے اندر چراغ ہو۔

یعنی جو مومن قلب اوامر کی اطاعت۔ اور نواہی خداوندی سے اجتناب کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے۔

اور جب نورانی ہو جاتا ہے تو ہر جانب سے خیرات و برکات۔ نجات و فلاح کے وفود اس کی جانب دوڑ پڑتے ہیں۔ جس طرح کہ تاریک قلب کی طرف مصائب و آلام، شر و فساد، تکالیف و اذیات کے دل بادل دوڑ پڑتے ہیں۔ اور چہار طرف سے اُسے گھیر لیتے ہیں۔

قلب کا نور تمام ضلالتوں۔ بدعتوں، گمراہیوں۔ اور خواہشات کی پرستش سے بندے کو روکتا ہے۔ اور اس سے دور رکھتا ہے۔ اسباب سعادت کے اعراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ شقاوت کے اسباب کے اشتغال سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب یہ نور مفقود ہو جاتا ہے تو بصیر و بصارت دونوں ختم ہو جاتی ہے اور انسان تاریکیوں کی کوٹھڑیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہتا ہے۔

ششم۔ یہ کہ نگاہ کی حفاظت صحیح اور سچی فراست بندے کے اندر پیدا ہوتی ہے جس سے حق و باطل۔ صادق۔ کاذب میں بندہ امتیاز کر سکتا ہے چنانچہ شاہ شجاع کرمانی کہا کرتا تھا جو آدمی اتباع سنت کے ذریعے اپنے ظاہر کی۔ اور مراقبہ کے ذریعہ اپنے اپنے باطن کی تعمیر کر لیتا ہے۔ اور محرمات سے اپنی نگاہ پست کر لیتا ہے۔ شہوات و

خواہشات سے اپنے کو بچاتا ہے۔ اور اکل حلال کا اپنے کو عادی کر لیتا ہے۔ اس کی فراست کبھی خطا نہیں کرتی"۔ خود شاہ شجاع کا حال یہ تھا کہ اس کی فراست کبھی خطا نہیں کرتی تھی۔

حق سبحانہ تعالیٰ کا یہ عام دستور رہا ہے کہ اعمال کا بدلہ اعمال کی جنس سے دیتا ہے۔ جو آدمی صرف خدا کی رضامندی کی خاطر کسی چیز کو چھوڑتا ہے۔ خدا اس کے بدلہ میں بہترین چیز عطا فرماتا ہے۔ پس جب بندہ خدا کی رضامندی کے لیے اپنی آنکھ اور نگاہ پست کر لیتا ہے۔ تو خدا اس عمل کے بدلہ میں اسے بصیرت عطا فرماتا ہے اور اسے علم و ایمان۔ اور معرفت و فراست کی برکتوں سے نوازتا ہے۔ اور یہ چیزیں قلب کی بصیرت ہی کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں۔ دیگر لوگوں کے متعلق خدا کا جو ارشاد ہے۔ بالکل اس کے خلاف ہے۔

لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون ۔	اے محمد! تمہاری جان کی قسم وہ لوگ اپنے نشے میں بدمست ہیں اندھوں کی طرح ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں۔
(سورۃ الحجر)	

ان لوگوں کی حالت کو خدا نشہ یا بیہوشی کی حالت سے تعبیر کرتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی عقلیں فاسد و خراب ہو گئی ہیں۔ اور اندھا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان کی بصارتیں خراب ہو چکی ہیں۔

پس صورتوں کے تعلق سے فساد عقل لازم ہے۔ اور جس کی بصیرت ختم ہو جاتی ہے اس کا قلب سکر اور نشہ باز کا سا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

سکران سکر ھوی و سکر مدامۃ	و متی افاقۃ من بہ سکران
یہ لوگ خواہشات اور خواہشات کی مدہوشی کے نشے میں بدمست ہیں۔	ایسے بدمستوں کو افاقہ کب میسر آ سکتا ہے۔

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

قالوا جننت بمن تھوی فقلت لھم	العشق اعظم مما بالمجانین
لوگ کہتے ہیں تو اپنے محبوب کی محبت میں مجنوں ہو گیا ہے۔	میں نے ان سے کہا عشق تو مجانین دیوانوں سے بھی زیادہ سخت ہے۔

العشق لا یستفیق الدھر صاحبہ — وانما یصرع المجنون فی الحین

عشق کے مارے ہوئے کو تو کبھی افاقہ ہی نہیں ہوتا۔ — اور مجنوں پر تو کبھی کبھی بےہوشی کا دورہ پڑتا ہے۔

ھفتم۔ یہ کہ نگاہ پست رکھنے سے قلب کے اندر استقامت اور ثبات شجاعت و قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور خدا اس سے بصیرت و محبت، قدرت و قوت کے خزانے جمع کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایک شعر کے اندر وارد ہے۔

الذی یخالف ھواہ یفر — جو آدمی اپنی خواہشات کی مخالفت کرتا ہے
الشیطان من ظلہ؛ — شیطان اس کے سایہ سے بھاگتا ہے۔

خواہشات کی پیروی کرنے والے کو تم سراسر اس کے خلاف پاؤ گے۔ وہ اپنے نفس کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ اپنے کو بے قدر، ذلیل اور حقیر بنا لیتا ہے جو آدمی خواہشات کی پیروی نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہونے دیتا۔ جیسا کہ حضرت بصریؒ کا قول ہے: "اگرچہ ان لوگوں کے خچر ان کو اٹھائے پھرتے ہیں اور گدھے پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقتاً معصیت و گناہ تو خود ان کی گردن پر سوار ہے۔ جب آدمی خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا اسے ذلیل و خوار کر کے چھوڑتا ہے۔

خدا نے عزت کو طاعت و عبادت کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ اور ذلت کو معصیت و گناہ کے ساتھ۔

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین — اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول و ایمان
(سورۃ المنافقون) — والوں ہی کے لئے ہیں۔

اور فرماتا ہے۔

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم — اگر تم مسلمان ہو تو ہمت نہ ہارو۔ اور نہ رنج
الاعلون ان کنتم مؤمنین، — کرو۔ کیونکہ تم ہی لوگ غالب رہو گے
(سورۃ آل عمران) — اگر تم ایمان والے ہو۔

اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ایمان نام ہے۔ قول و فعل۔ اور ظاہر باطنی عمل کا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

من کان یرید العزۃ فللہ العزۃ جمیعا — جو شخص عزت چاہتا ہے۔ تو ساری عزتیں

الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ : (سورۃ فاطر)

اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اس کی طرف پاکیزہ باتیں چڑھتی ہیں۔ اور نیک عمل اسے بلند کر دیتا ہے۔

یعنی جو عزت کا خواستگار ہے اسے چاہیئے کہ خدا کی طاعت و عبادت کرتا رہے اور اچھے کلام۔ اچھے اعمال سے خدا کو یاد کرتا رہے۔

دعائے قنوت کے اندر وارد ہے۔

انہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت :

جس سے تو دوستی کرتا ہے۔ اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔ اور جس سے تو دشمنی کرتا ہے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔

جو شخص خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے۔ خدا اس سے اس کی اطاعت کے مطابق محبت کرتا ہے۔ اور اطاعت کے مطابق اسے عزت سے سرفراز فرماتا ہے۔ اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ اس سے وہ عداوت کرتا ہے اور اس کی معصیت و نافرمانی کے اعتبار سے اسے ذلیل و بے عزت کرتا ہے۔

ہشتم۔ یہ کہ نگاہ و نظر پشت رکھنے سے شیطان کے لئے قلب تک پہونچنے کا راستہ بند کر دیتا ہے۔ کیونکہ شیطان نگاہ و نظر ہی کی راہ سے قلب تک پہونچتا ہے۔ شیطان نظر و نگاہ کی راہ سے اس قدر تیزی سے جا گھستا ہے کہ کسی خالی جگہ میں خواہش بھی اس تیزی سے نہیں پہونچ سکتی۔ شیطان منظور الیہ کی صورت و شکل بن کر بڑی تیزی سے قلب کی طرف دوڑ پڑتا ہے اور اسے نہایت مزین اور آراستہ کر کے قلب کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور قلب کو بڑی بڑی تمنائیں۔ آرزوئیں۔ اور امیدیں دلاتا ہے۔ پھر اس کے اندر شہوت کی آگ مشتعل کر دیتا ہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ معاصی و گناہ کا ایندھن اس آگ میں جھونکتا رہتا ہے۔ اور شیطان اسی صورت و شکل کے ذریعہ معاصی وغیرہ کرانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اس کے بعد آگ کے شعلوں میں بُری طرح گھر جاتا ہے اس کی سانس سے بھی آگ کے شعلے اُٹھتے ہیں۔ اور انہی شعلوں میں وہ جلتا اور بھنتا رہتا ہے۔ کیونکہ قلب ہر جانب سے اس آگ میں گھر جاتا ہے اور جس طرح بکری کو تنور کے اندر بھوننے کے لئے رکھا جاتا ہے اور اس کے جانب آگ

ہوتی ہے۔ اس طرح قلب آگ کے اندر وسط میں پڑا ہوا جلتا رہتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شہوت پرستوں کے لئے خدا نے محرمات کی صورتوں اور شکلوں کے مطابق عقوبت و سزا مقرر کی ہے۔ اور برزخ میں ان کے لئے آگ کے تنور بنا رکھے ہیں۔ اور ان کی روحوں کو قیامت تک کے لئے ان تنوروں میں مقید کر دیا ہے۔ جیسا کہ خدا نے اپنے پیغمبر حضرت رسول اللہ صلعم کو اس کی کیفیت سے خواب میں آگاہ باخبر کیا ہے۔ اور یہ خواب کی حدیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے۔

نہم۔ یہ کہ غض بصر یعنی نگاہ پست کر لینے۔ اور محرمات سے منظر کو بچانے سے قلب کو اس قدر فراغت و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ کہ بندہ اپنے مصالح۔ اور مفید اشتغال پر پوری یکجہتی۔ اور کامل یکسوئی کے ساتھ غور کر سکتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ جب نگاہ آزاد و آوارہ رہے۔ اور منظر محرمات پر دوڑتی رہے تو انسان کا دل تشتت و انتشار اضطراب و بےچینی کا چشمہ بن جاتا ہے اور یہ چیز مفید امور اور مصالح پر غور و فکر کرنے سے روکتی ہے۔ اور اس لیے اس کے جس قدر بھی کام ہوتے ہیں۔ پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ صرف خواہشات نفس ہی کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ اور رب العالمین کے ذکر سے بالکل غافل اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا۔

اور اس شخص کا کہا مت مانو جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اس کا کام حد سے گذرا ہوا ہے۔

آزاد نگاہی سے یہ تینوں باتیں جو آیت کے اندر مذکور ہیں۔ بقدر آزادی لازم و ضروری ہو جاتی ہے۔

دہم۔ یہ کہ آنکھ اور قلب کے درمیان ایک ایسا سوراخ اور راستہ ہے۔ جس کی وجہ سے نگاہ اور قلب میں اس قدر اتحاد و یکجہتی رہتی ہے۔ کہ جس کام میں آنکھ مشغول ہو جاتی ہے قلب بھی مشغول ہو جاتا ہے اور قلب مشغول ہو جاتا ہے تو آنکھ بھی مشغول ہو جاتی ہے۔ ایک کی اصلاح سے دوسرے کی اصلاح۔ ایک کے فساد سے دوسرے کا فساد لازم و ملزوم ہیں۔ جب انسان کا قلب فاسد ہو جاتا ہے۔ تو اس کی قوت فکریہ

فاسد ہو جاتی ہے۔ اور جب اس کی نگاہ فاسد ہو جاتی ہے۔ تو قلب فاسد ہو جاتا ہے
اور نگاہ اچھی رہتی ہے تو قلب اچھا رہتا ہے۔

جب کسی انسان کی آنکھ۔ نگاہ و منظر فاسد اور خراب ہو جاتی ہے۔ اور نگاہوں
کی خرابی کی وجہ قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو اس کا حال مزبلہ کا سا ہو جاتا ہے
جہاں نجاستیں اور ناپاکیاں، کوڑا اور میل کچیل پھینکا جاتا ہے۔ اور اب وہ اس قابل
ہی نہیں رہتا کہ اس کے اندر خدا کی معرفت۔ خدا کی محبت۔ رجعت الی اللہ خدا سے اُنس
تقرب الٰہی۔ اور سرور تقرب کو اس سے اندر جگہ مل سکے۔ بلکہ اس کے اندر وہی امور
رستے بستے ہیں جو ان مقدس اوصاف کی اضداد ہیں۔

غض بصر۔ حفاظت نظر۔ اور پست نگاہی کے فوائد کی طرف یہ ایک مختصر سا
اجمالی اشارہ ہے۔ جس سے تمہیں اسکے حاصل ہونے والے فوائد کی خبر ہو سکے گی۔

فصل

اس مرض کی مدافعت کا دوسرا طریقہ صحیح بصیرت محبوب و مکروہ
کے درجات کا امتیاز ادنی محبوب کے مقابلہ میں اعلیٰ محبوب کی
ترجیح ہے۔

مرض عشق کی مدافعت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قلب کو ایسے امور میں مشغول رکھا جائے
جو اس میں مبتلا ہونے سے دل کو روک سکیں۔ اور اس کی شکل یہ ہے کہ خطرہ خوف
اور ڈر اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ یا کوئی ایسی محبت پیش کر دی جائے جو اسے
جبراً اپنی طرف کھینچ لے۔ اور دوسری جانب روک دے۔

جب تک قلب میں اس امر کا خوف نہ ہو کہ فلاں چیز کا فوت ہونا۔ اس محبوب
و مطلوب کے حصول سے زیادہ مضرت رساں ہے۔ یا فلاں چیز کا حاصل کرنا
محبوب و مطلوب کے فوت سے زیادہ مضر ہے۔ یا فلاں چیز کی محبت اس کیلئے اس محبوب
مطلوب سے زیادہ نافع اور موجب خیر ہے۔ یا فلاں چیز کا فوت ہونا اس محبوب و مطلوب کے
فوت سے زیادہ مفید ہے جب تک یہ حقیقت اس کے سامنے نہیں آتی۔ لازمی طور پر
وہ صورتوں اور شکلوں کے عشق میں گرفتار رہے گا۔

اس کی شرح و توضیح اس طرح ہے کہ نفس کسی محبوب و مطلوب کو اس وقت تک ترک نہیں کرتا جب تک کہ اس کے سامنے کوئی اس سے اعلیٰ و برتر محبوب و مطلوب نہ آئے۔ یا اسے اس امر کا خطرہ اور خوف نہ ہو کہ فلاں ناگوار چیز یا فلاں مصیبت و مشکل جو پیش سامنے آئے گی اس کی مدافعت اس محبوب کے فوت ہونے سے میرے لئے زیادہ مضر ہوگی یا ایسا شخص دو باتوں کا محتاج ہے۔ اگر وہ ان دو باتوں کو یا دو میں سے کسی ایک کو ضائع کر دیتا ہے۔ تو وہ اپنی جان کو قطعاً کوئی نفع نہیں پہونچا سکتا۔

اوّل۔ یہ کہ اس کے اندر صحیح بصیرت موجود ہو جس کے ذریعہ وہ محبوب اور مکروہ کے درجات کو سمجھ سکے اور ان میں فرق و امتیاز کر سکے۔ اور اعلیٰ محبوب کو ادنیٰ محبوب کے مقابلے میں ترجیح دے سکے اور بڑے مکروہ کے مقابلے میں ادنیٰ مکروہ بڑی مصیبت کے مقابلے میں ادنیٰ مصیبت کو برداشت کر لیوے اور عقل و دانشمندی کا یہی خاصہ اور خصوصیت ہے جو اس طریقہ کے خلاف ہے۔ وہ عقلمند اور سمجھدار نہیں ہے۔ بلکہ بعض اوقات چوپائے اور جانور اس سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

دوم۔ یہ کہ اس کے اندر عزم و ہمت۔ صبر و استقامت کی پوری پوری قوت ہو۔ تاکہ پوری ہمت سے وہ کام کو گذرے۔ اور جو کام چھوڑنے کے قابل ہو اسے چھوڑ سکے بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ آدمی ان امور کو۔ اور ان قدروں کو۔ اور قدر و قیمت کے تفاوت کو اچھی طرح سمجھتا ہے لیکن اس کے اندر عزم و ہمت کی کمی ہوتی ہے۔ اور حرص نفس عزم و ہمت کی کمی اور خست کی وجہ سے نافع ترین چیز کو خسیس ترین چیز کے مقابلہ میں ترجیح دینے سے قاصر ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص نہ خود اپنی جان کو نفع پہونچا سکتا ہے۔ نہ کسی دوسرے کو۔ خدا امامت فی الدین کا درجہ صرف اسی کو عطا کرتا فرماتا ہے۔ جو صبر و یقین کا حامل ہو۔ فرماتا ہے۔

وجعلنا منهم آئمة يهدون بامرنا لما صبروا وكانوا بآياتنا يوقنون : (سجدہ)

اور انہی میں سے ہم نے کچھ پیشوا بنا رکھے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔ جبکہ انہوں نے صبر کیا۔ اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

اس قسم کے آدمی اپنے علم سے خود بھی نفع حاصل کر سکتے ہیں اور دوسرے کو بھی ان سے

نفع پہونچتا ہے۔

بعض لوگ بالکل اس کے برعکس ہوا کرتے ہیں۔ نہ وہ خود نفع اٹھا سکتے ہیں۔ اور نہ دوسروں کو اس سے نفع پہونچتا ہے۔

بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے علم سے خود نفع اٹھاتے ہیں۔ لیکن دوسروں کو نفع نہیں پہونچا سکتے۔

پہلی قسم کے لوگ اپنے نور کی روشنی میں چلتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی اس نور سے فائدہ پہونچاتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگوں میں نور کی قندیلیں بالکل بجھی ہوئی ہوتی ہیں وہ خود بھی تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے پھرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی تاریکیوں میں بھٹکاتے پھرتے ہیں۔ اور تیسری قسم کے لوگ اپنے نور کی روشنی میں خود ہی چلتے ہیں۔ اور خود ہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دوسرے اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

فصل

(محبوب سے سچی محبت ہو تو اس میں غیر کی شرکت ممکن نہیں)

جب تم یہ مقدمہ اور تمہید سمجھ چکے تو اب سمجھ لو کہ قلب کے اندر محبوب اعلیٰ کی محبت اور اس کا عشق اور محسوس صورتوں کا عشق ایک جا جمع نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور ضد کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوا کرتی ہیں۔ بلکہ یہ لازم و ضروری ہے کہ ایک کی محبت دوسرے کی محبت کو قلب سے نکال باہر کرے۔

پس جس کی محبت قوی تر ہے۔ اور اس کی ساری محبتیں اس محبوب اعلیٰ سے وابستہ ہیں جس کی محبت کے سوا تمام محبتیں باطل اور موجب عذاب ہیں۔ ایسا شخص دنیا کی ساری محبتوں سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اس کے سوا تمام سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے۔ وہ اگر خدا کے سوا کسی اور سے محبت بھی کرتا ہے تو صرف محبوب اعلیٰ کی خاطر۔ یا اس لئے کہ یہ محبت محبوب اعلیٰ کی محبت کا ایک ذریعہ ہے۔

یہ شخص محبوب اعلیٰ کے سوا تمام سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے۔ یا پھر وہ اس چیز کو توڑ دیتا ہے جو اس محبوب اعلیٰ کی محبت کے مخالف ہو یا محبوب اعلیٰ کی محبت میں کہیں کچھ رخنہ انداز ہوتی ہے۔ محبت صادقہ کا اقتضاء تو یہ ہے کہ محبوب صرف ایک ہو۔ اور کسی کو اس کا

محبت میں شریک نہ کیا جائے۔

انسان جب کبھی اپنے جیسے انسان ہی سے محبت کرتا ہے۔ تو محبوب کبھی گوارا نہیں کرتا کہ محبت کرنے والا کسی دوسرے کو اس کا شریک کر لیوے۔ بلکہ اگر وہ ایسا محسوس کرے تو اس پر بگڑتا ہے۔ اس پر برہم ہوتا ہے۔ محبت کرنے والے کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا۔ اسے دھتکار دیتا ہے۔ اور کہہ دیتا ہے۔ تیرا دعوائے محبت جھوٹا ہے۔ حالانکہ یہ محبوب اس امر کا اہل بھی نہیں ہے۔ کہ محبت کی تمام تر توتیں اس کے قدموں پر سرنگوں ہو جائیں۔ تو پھر وہ حبیب اعلیٰ۔ محبوب برتر و بالا کہ تمام تر محبتوں کا مستقدار صرف وہی ہے۔ کیونکر گوارا کر لیگا کہ اس کی محبت میں کسی اور کو شریک کیا جا سکے؟ اور حال یہ ہے کہ اس کی محبت کے سوا تمام محبتیں موجب عذاب۔ اور باعث وبال ہیں۔ اور یہی وجہ ہے جو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو کبھی نہیں بخشے گا جو اس کی محبت میں کسی دوسرے کو شریک کرے گا۔ اس کے سوا دوسروں کو جسے چاہے گا بخش دے گا۔

پس وہ شخص جو صورتوں سے محبت کرتا ہے۔ وہ اپنے لئے نافع ترین محبت کو فوت کر دیتا ہے۔ اب بندہ ان دو محبتوں میں سے جسے چاہے اختیار کر لے۔ یہ دو محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ نہ دونوں کی دونوں مسرت فخر ہو سکتی ہیں جو شخص محبت الٰہی۔ ذکر خداوندی۔ اور شوق لقاء رب سے اعراض کرتا ہے۔ خدا اسے دنیا میں بھی غیروں کی محبت میں گرفتار کر دیتا ہے۔ اور عالم برزخ۔ اور عالم آخرت میں بھی اسے عذاب دیتا ہے۔ بتوں کی محبت کے ذریعہ عذاب دیتا ہے صلیب کی محبت کے ذریعہ۔ آگ کی محبت کے ذریعہ۔ امردوں اور لونڈوں کی محبت کے ذریعہ۔ عورتوں کی محبت کے ذریعہ۔ کاروبار۔ خاندان۔ قبیلہ اور دوست واحباب کی محبت کے ذریعہ۔ یا اس سے بھی کم تر درجہ کی حقیر بے وقعت بے قدر۔ اور ادنیٰ چیزوں کی محبت کے ذریعہ اسے عذاب میں مبتلا کرتا ہے اور انسان تو ہر حال میں اپنے محبوب ہی کا بندہ ہوتا ہے۔ وہ محبوب خواہ کوئی ہو۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

انت القتیل بکل من احببتہ فاختر لنفسک فی الھوی من تصطفی

جس سے تو محبت کرتا ہے تو اس کا کشتہ ہے۔ پس تو اسے اپنے لئے منتخب کر جسے تو اپنے لئے مخصوص کیا کرتا ہے۔

پس جس کا معبود۔ مالک۔ مولا خدا نہیں۔ اس کا معبود و مالک اور مولا اس کی خواہشات ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

افرأیت من اتخذ الٰهه هواه واضله الله علی علم۔ وختم علی سمعه وقلبه وجعل علی بصره غشاوة۔ فمن یهدیه من بعد الله۔ افلا تذکرون (سورة الجاثیه)

بھلا اس شخص کو دیکھو جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا ہے اور باوجود اس کے ذی علم ہونے کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے۔ اور اس کے گوش و ہوش اور قلب پر مہر لگادی ہے۔ اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اب اللہ کے سوا اس کو کون راہ پر لا سکتا ہے؟ کیا تم سوچتے نہیں؟

فصل

محبت کے درجات و مراتب درجات کے نام اور ان کی خصوصیات اور محبت کے اسباب

تعبد کی یہ خاصیت ہے کہ خضوع و انکساری کے ساتھ محبوب سے محبت کی جائے۔ اور محبوب کے سامنے اپنے کو ذلیل و حقیر اور بے قدر و بے توقیر کر دیا جائے۔

جب آدمی کسی سے محبت کرتا ہے۔ اور محبوب کے سامنے خضوع و انکساری ظاہر کرتا ہے تو اس کا قلب اس کی عبادت کرتا ہے۔ بلکہ محبت کے آخری درجہ کا نام ہی تعبد ہے۔ اور محبت کے اس درجہ کا نام عربی میں التتیم بھی ہے۔

محبت کے ابتدائی درجہ کو "علاقہ" کہتے ہیں۔ اور اسے علاقہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں قلب کا محبوب سے تعلق قائم ہوتا ہے۔

شاعر کہتا ہے۔

تعلقت لیلیٰ وهی ذات تمائم ولم یبد للاتراب من ثدیها حجم

لیلیٰ سے میری ابتدائی محبت اس وقت ہوئی جب کہ وہ ابھی تعویذ والی تھی اور کھیلنے

ہے لئے اس کی چھاتیوں پر کوئی ابھار شروع نہیں ہوا تھا۔

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے۔

اعلاقۃ ام الولید بعد ما — افنان راسك كالثغام الابيض

اب تم ام الولید سے عشق کرنے چلے ہو۔ — جب کہ تمہارے سر کی زلفیں سفید ثغام[1] کی طرح سے ہو چکے۔

علاقہ کے بعد الصبابہ کا درجہ ہے۔ اسے الصبابہ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اس میں قلب پوری گرویدگی کے ساتھ محبوب کی طرف جھک پڑتا ہے۔

یشکی المحبون الصبابۃ لیتنی — تحملت ما یلقون من بینهم وحدی

محبت کرنیوالے صبابہ کی شکایت کرتے ہیں — کاش کہ تمام محبت کرنیوالوں کا سارا بوجھ میں اکیلا ہی اٹھا لیتا۔

فکانت لقلبی لذۃ الحب کلها — فلم یلقها قبلی محب ولا بعدی

تو محبت کی ساری لذت میرے ہی دل کے لئے ہوئی۔ — کوئی محبت کرنے والا اس لذت کو نہ مجھ سے پہلے پاتا اور نہ میرے بعد۔

اس کے بعد الغرام کا درجہ ہے۔ الغرام نام ہے قلب کی اس محبت کا جو قلب کے اندر ہمیشہ کے لئے لازمی طور پر جاگزیں ہو جاتی ہے۔ اور جو کسی وقت بھی قلب سے الگ نہیں ہوتی۔ قرضدار کو غریم اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ جب تک وہ قرض ادا نہیں کر لیتا وہ قرض میں پھنسا رہتا ہے۔ اور اسی معنی میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔

ان عذابها كان غراما (سورۃ الفرقان) بلا شبہ اس کا عذاب لازم ہونے والا ہے۔

علما متاخرین نے عموماً الغریم۔ الغرام کا لفظ محبت کے معنی میں زیادہ استعمال کیا ہے شعراء عرب نے اس لفظ کو عموماً محبت ہی کے معنی میں زیادہ استعمال کیا ہے۔ دوسرے معنی میں بہت کم استعمال کیا ہے۔

اسکے بعد درجہ ہے عشق کا۔ یہ افراطِ محبت کا درجہ ہے۔ پروردگار عالم کی محبت میں عشق کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ نہ اس کے حق میں اس لفظ کا اطلاق صحیح ہے۔

---

[1] ثغام ایک پودا ہے جس میں سفید پھول اور سفید ہی پھل آتے ہیں۔

اس کے بعد درجہ ہے شوق کا ۔ اور شوق نام ہے قلب کے اس سفر کا جو پوری تیزی سے محبوب کی طرف شروع کیا جائے۔ شوق کا اطلاق پروردگار عالم کے متعلق ہوتا ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمد میں حضرت عمار بن یاسرؓ کی حدیث میں مروی ہے۔ حضرت عمارؓ نے ایک مرتبہ کامل اطمینان ۔ اور پورے خضوع وخشوع کے ساتھ نماز گذاری۔ ختم نماز کے بعد لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اس قدر اطمینان کے ساتھ نماز کیوں اس قدر لمبی کی؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں نے نماز میں وہ دعائیں پڑھیں۔ جو آنحضرتؐ پڑھا کرتے تھے۔

اللّٰھم! انی اسئلك بعلمك الغیب۔ وقدرتك علی الخلق۔ احیینی اذا کانت الحیاۃ خیرالی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرالی اللّٰھم انی اسئلك خشیتك فی الغیب والشھادۃ۔ واسئلك کلمۃ الحق فی الرضاء والغضب۔ واسئلك القصد فی الفقر والغنی۔ واسئلك نعیما لا ینفد۔ واسئلك قرۃ عین لا تنقطع واسئلك الرضاء بعد القضاء واسئلك برد العیش بعد الموت۔ واسئلك لذۃ النظر الی وجھك الکریم۔ واسئلك الشوق الی لقائك۔ فی غیر ضراء مضرۃ ولا فتنۃ مضلۃ۔ اللّٰھم! زینا بزینۃ الایمان واجعلنا ھداۃ مھتدین:

اے اللہ! میں تجھ سے علم غیب کی برکت سے اور مخلوق پر جو تیری قدرت ہے۔ سوال کرتا ہوں: جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے۔ مجھے زندہ رکھ۔ اور جب تو جانے کہ میرے لئے موت بہتر ہے۔ تو مجھے موت دے۔ اے اللہ! میں چھپے اور ظاہر تجھ سے تیرا خوف مانگتا ہوں۔ اور خوشی اور غصے میں کلمہ حق کہنے کی تجھ سے توفیق مانگتا ہوں۔ اور محتاجی و آسودگی میں تجھ سے درمیانی رفتار مانگتا ہوں۔ اور تجھ سے نہ ختم ہونے والی نعمت مانگتا ہوں منقطع نہ ہونے والی اور تجھ سے آنکھوں کی ٹھنڈک مانگتا ہوں۔ اور تجھ سے تیرے فیصلے کے بعد راضی ہونا مانگتا ہوں اور تجھ سے مرنے کے بعد عیش کی ٹھنڈک مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے رخ کی طرف دیکھنے کی لذت مانگتا ہوں اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں وہ جو تکلیف دہ ایذارسانی اور گمراہ کرنے والے فتنے سے پاک ہو۔ اے اللہ تو ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ

کر۔ اور ہم کو ہدایت کرنے والے اور ہدایت
پائے ہوئے بنادے۔

ایک دوسرے اثر میں یہ الفاظ ہیں۔

طال شوق الابرار الی وجھک۔	تیری ذات کے لئے ابرار کا شوق بہت طویل
وانا الی لقائک اشد شوقا؛	ہے۔ اور میں تیری ملاقات کا بہت شائق
	ہوں۔

اور یہاں شوق کا لفظ اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے جس کی تعبیر اس حدیث میں ہوئی
ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے۔

من احب لقاء اللہ۔ احب اللہ	جو آدمی خدا کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔
لقائہ؛	خدا اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔

بعض اہل بصیرۃ آیت

من کان یرجو لقاء اللہ فان	جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو
اجل اللہ لآت؛	اللہ کا وعدہ ضرور آنے والا ہے۔

کے بارے میں کہا ہے۔ چونکہ خدا کو اس امر کا علم ہے کہ اس کے دوست اس کی ملاقات
کے شائق اور متمنی ہیں۔ اور ان کے قلوب کے جذبات محبت اس وقت تک ٹھنڈے نہیں
ہوں گے جب تک کہ وہ اس سے ملاقات نہیں کرلیں گے لہذا اس نے ان کے لئے ایک
اجل و میعاد متعین کردی۔ اور اس اجل و میعاد پر ان سے ملاقات کا وعدہ کرلیا۔ تاکہ
انہیں کچھ تسلی و تسکین ہوجائے۔

حقیقت یہ ہے کہ طیب اور پاکیزہ۔ اور خوشگوار زندگی ان ہی لوگوں کی زندگی کا نام
ہے۔ اس سے بہتر، خوشگوار اور پر نعمت زندگی کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اسی حیات
طیبہ۔ اور نفیس ترین زندگی کا تذکرہ اس آیت کے اندر کیا گیا ہے۔

من عمل صالحًا من ذکر و	جس نے بحالت ایمان نیک کام کیا خواہ
انثی وھو مومن فلنحیینہ	وہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو پاکیزہ
حیاۃ طیبۃ؛ (سورۃ النحل)	زندگی عطا کریں گے۔

اس حیات و زندگی سے وہ حیات و زندگی مراد نہیں ہے جو اہل ایمان۔ اور اہل کفر میں

اور ابرار و فجار میں مشترک ہے۔ مثلاً اچھا کھانا ملے۔ اچھا لباس اور کپڑا ملے۔ اچھی عو
سے۔ یہ چیزیں تو خدا کے دشمنوں کو بھی حاصل ہیں۔ بلکہ بمقابلہ خدا کے دوستوں کے خدا ک
دشمنوں کو زیادہ حاصل ہیں۔

اسی آیت میں خدا نے اس امر کی ضمانت دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ وہ عمل صا
کرنے والوں کو حیات طیبہ۔ خوشگوار زندگی سے نوازے گا۔ یقیناً خدا اپنے وعدے کا سچا ہے
وہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا۔ اور انسان کو اس سے بڑھ کر کون سی
زندگی چاہیئے کہ اس کی ساری توجہات خدا ہی کی طرف ہو جائیں۔ اور صرف اسی کی خوشنو
و رضا جوئی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اس کے قلب میں کسی قسم کا تشتت و اضطراب نہ رہے
قلب کی تمام تر توجہ خدا ہی کی طرف رہے۔ اس کے تمام افکار جو منقسم و منتشر ہوتے ہی
اور ہر وادی میں پراگندہ صورت میں گھومتے پھرتے ہیں وہ صرف خدائے واحد پر۔ اس
رضامندی و رضا جوئی پر مجتمع ہو جائیں۔ اور وہ صرف اپنے محبوب اعلیٰ ہی کا ذکر کر
اور اس پر محبت خداوندی۔ شوق لقاء محبوب اعلیٰ۔ اور محبوب اعلیٰ سے انس اور تقرب ا
پر غالب آجائے۔ اور اس کے سارے ہموم و غموم۔ فرحتیں اور مسرتیں اور تصورات اسی محبوب اعلیٰ
گرد طواف کرتے رہیں۔ بلکہ اسکے خطرات قلب بھی اس محبوب اعلیٰ کے گرد طواف کرتے رہیں۔ ایسا آدمی
خاموش بھی رہتا ہے۔ تو صرف خدا کے لئے۔ خدا کی رضا جوئی کے لئے۔ وہ بولتا بھی ہے تو صرف
خدا کے لئے۔ سنتا بھی ہے تو خدا کے لئے۔ دیکھتا بھی ہے تو خدا کے لئے، اور خدا کے ساتھ۔ خدا کی
رضامندی کے لئے۔ اور اس کی تمام تر حرکات و سکنات صرف اسی کی مرضی۔ اسی کی رضامند
و رضا جوئی کے لئے ہوتی ہیں۔ اسی • پر وہ اپنی زندگی گذارتا ہے۔ اور اسی پر وہ م
ہے۔ اور اسی پر آخرت میں اٹھایا جائے گا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ حدیث
قدسی میں خدا فرماتا ہے۔

ما تقرب الی عبدی بمثل اداء ما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ، فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و

میرا بندہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے
اس کے پاس ہوتا ہے۔ جو اس پر میں نے
فرض کیا تھا۔ اور یہ میرا بندہ تو ان کے ذر
مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے تا آنکہ میں اس سے
کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اسے اپنا دوست بنا

ويده التي يبطش بها - ورجله التي يمشي بها - مني يسمع - وبي يبصر - وبي يبطش - وبي يمشي ولئن سألني لاعطينه - ولئن استعاذني لاعيذنه - وما ترددت في شئ انا فاعله ترددي عن قبض روح عبدي المومن - يكره الموت واكره مسائته ولابد له منه -

ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے - اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے - اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے - اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے پس وہ میری ہی مدد سے سنتا ہے - میری ہی مدد سے دیکھتا ہے - میری ہی مدد سے پکڑتا ہے - اور میری ہی مدد سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے - تو میں اسے دیتا ہوں - اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں - میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے کبھی تردد نہیں ہوتا جیسا تردد مجھے میرے مومن بندے کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں ایسی کوئی بات پسند نہیں کرتا - جو اسے بری لگے لیکن موت سے اس کو چارہ نہیں ہے -

اس حدیث قدسی کے معنے اور اسرار غلیظ الطبع - کثیف القلب انسان ہرگز نہیں سمجھ سکتا - حدیث کی مراد یہ ہے کہ خدا کی محبت کے اسباب دو قسم کے ہیں - فرائض کا ادا کرنا اور نوافل کے ذریعہ تقرب خداوندی حاصل کرنی - خدا نے حدیث میں یہ خبر دے دی کہ جو لوگ مجھ سے تقرب اور نزدیکی حاصل کرنا چاہیں - وہ پہلے فرائض ادا کریں اس کے بعد نوافل کی کوشش کریں - نوافل کا درجہ فرائض ادا کرنے کے بعد ہے - خدا سے محبت کرنے والا جب نوافل کی کثرت کرتا ہے - تو وہ خدا کا محبوب بن جاتا ہے - تو یہ محبت ایک اور محبت کی موجب بن جاتی ہے - جو پہلی محبت سے ما فوق اور قوی تر ہوتی ہے - یہ محبت - اس کے قلب کو غیر محبوب کی فکر و اہتمام سے مستغنی کر دیتی ہے اسکی روح فکر انبیا کے مقابلہ میں غالب آجاتی ہے اور اس میں کسی غیر کی گنجائش نہیں چھوڑتی اسکے سامنے صرف اسی محبوب کی محبت اور اسی محبوب کا ذکر ہوتا ہے - اور بس - یہ اور یہی محبت اسکے

قلب کے زمام کی مالک ہو جاتی ہے۔ اور اس پر اسی طرح متولی اور غالب ہو جاتی ہے
طرح ایک محبوب پر کسی محب صادق کی محبت متولی اور غالب آجاتی ہے۔ کہ اس کی محبت
تمامتر قوتیں اور کوششیں صرف اسی محبوب کے لئے وقف ہو جاتی ہیں۔ اور بلاریب
ایسا محب اور دوست ہوتا ہے کہ محبوب ہی کے لئے سنتا ہے۔ اور دیکھتا ہے اور محبوب ہی
پکڑتا اور چلتا ہے۔ محبوب ہی اس کے قلب میں بسا ہوا ہوتا ہے اور ہر وقت اس کے
ہوتا ہے۔ اور ہمہ وقت اس کا مونس اور ساتھی اور رفیق ہوتا ہے۔

حدیث میں جہاں حرف با آیا ہے۔ مصاحبت اور معیت کے لئے ہے۔ اور وہ
و معیت ہے۔ جس کی نظیر و مثال نہیں مل سکتی۔ اس مصاحبت و معیت کا
اخبار و احادیث کے الفاظ اور احادیث کے ظاہر معنی سے ممکن نہیں۔ یہ مسئلہ محض
نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے ہی شعبہ کا مسئلہ ہے۔ اور یہ کیفیت تو ایک ایسی کیفیت ہے
ایک انسان دوسرے انسان سے محبت کرنے لگتا ہے تو پیدا ہو جاتی ہے۔ حالانکہ
انسان کی محبت کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اور جو اس کی فطرت سے خارج ہے۔ جیسا
بعض محبت کے مارے نے کہا ہے۔

خیالک فی عینی وذکرک فی فمی ... ومثواک فی قلبی فاین تغیب

میری آنکھ میں تیرا خیال ہے اور زبان پر تیرا ذکر ... تیرے آرام کی جگہ میرا قلب ہے پس اب تو کہاں چھپتا

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

وتطلبھم عینی وھم فی سوادھا ... ویشتاقھم قلبی وھم بین اضلعی

میری آنکھیں ان کو ڈھونڈتی ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ ان کے دل ہی میں ہیں۔ اور میرا قلب ان کا
مشتاق ہے حالانکہ وہ میری بغل میں ہیں۔

ومن عجب انی احن الیھم ... فاسئل عنھم من لقیت وھم معی

عجیب بات ہے کہ میں محبت سے ان کی طرف کھنچتا ہوں اور جو مجھ سے ملتا ہے اس سے ان کا حال پوچھتا
ہوں اور حال یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ ہی ہے۔

کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

ان قلت غبت فقلبی لا یصدقنی ... اذ انت فیہ مکان السر لم تغب

اگر میں کہوں کہ تو مجھ سے غائب ہے تو میرا ... کیونکہ تو میرے قلب میں اپنی جگہ چھپا ہوا ہے

قلب میری تصدیق نہیں کرتا۔ کہ تو غائب ہو ہی نہیں سکتا۔

ادتلت ماغبت قال لطرف ذاکذب فقد تحیرت بین الصدق والکذب

اگر میں یہ کہوں کہ تو غائب نہیں ہے تو آنکھیں جھٹلاتی ہیں تو اب میں اس صدق وکذب میں حیران ہوں۔

محبوب سے محب جس قدر قریب ہوتا ہے دوسرا کوئی اس قدر نہیں ہوتا۔ اور لبا اوقات یہ محبت اس قدر راسخ اور جاگزین ہو جاتی ہے کہ محبت کرنیوالا اپنی جان تک کو فراموش کر جاتا ہے۔ لیکن محبوب کو کسی حال میں فراموش نہیں کرتا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

ارید لانسی ذکرہ فکانما تمثل لی لیلی بکل سبیل

اس کے ذکر کو بھی بھلا دینا چاہتا ہوں۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ لیلی ہر راستہ پر میرے سامنے ہوتی ہے

کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

قلب کی طرف سے بھلا دینے کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ اور طبیعت الگ کرلے سے انکار کرتی ہے۔

حدیث مذکور میں خدا نے کان۔ آنکھ۔ ہاتھ اور پاؤں کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تعقل وادراک کے آلات اور عمل کے ذرائع ہیں۔ کان۔ آنکھ قلب کے سامنے قصد وارادہ۔ کراہت ونفرت کو لاتے ہیں۔ اور یہی قلب کے سامنے محبت وعداوت بھی پیش کرتے ہیں۔ اور پھر ہاتھ اور پاؤں کو قلب ان چیزوں میں استعمال کرتا ہے۔ جب بندے کے کان اور آنکھ خدا کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ تو قلب اپنے آلات ادراک کی طرف سے بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اس کے اندر محفوظ ہو گیا۔ تو پھر محبت وعداوت میں بھی وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اس بارے میں محفوظ ہو گیا۔ تو سمجھ لو ہاتھ اپنی گرفت۔ اور پاؤں چلنے میں محفوظ ہو جاتے ہیں۔

غور کرو یہاں خدا نے صرف کان۔ اور آنکھ۔ ہاتھ اور پاؤں کے ذکر پر اکتفا کر لی۔ زبان کا ذکر نہیں کیا۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ کان سے سننا اور اس کا ادراک کبھی اختیاری ہوتا ہے۔ اور کبھی غیر اختیاری۔ آنکھ سے دیکھنے کا بھی یہی حال ہے کبھی اختیاری ہوتا ہے کبھی غیر اختیاری۔ ہاتھ اور پاؤں کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن زبان کا حال دوسرا ہے۔ یہ بغیر مقصد وارادہ کے حرکت ہی نہیں کرتی۔ نیز بمقابلہ دیگر جوارح اور اعضاء کے قلب سے تعلق اور اشتغال۔ زبان ہی کو ہوتا ہے۔ اور قلب کے تاثرات

سے سب سے زیادہ زبان ہی متاثر ہوتی ہے کیونکہ زبان قلب کی ترجمان ۔ اور پیغامبر ہے
غور کرو! جب بندہ خدا سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اور فرائض و نوافل کے ذریعہ اس کا
مقرب بندہ ہو جاتا ہے ۔ تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ اس کے سننے دیکھنے ۔ چلنے پھرنے اور
پکڑنے کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ خدا فرماتا ہے

کنت سمعه الذی یسمع به . وبصره الذی یبصر به - ویدہ التی یبطش بھا ورجله التی یمشی بھا۔

میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے ۔ میں اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے ۔ میں اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے ۔ میں اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے ۔

اس سے اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرتا ہے کہ کان اور آنکھ کے ادراکات ۔ اور ہاتھ پاؤں
کی حرکات میں خدا بندے کے ساتھ ہوتا ہے ۔

غور کرو! اس کیفیت کا اظہار وہ اس طرح کرتا ہے ۔

بی یسمع ۔ وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی

میرے ساتھ سنتا ہے میرے ساتھ دیکھتا ہے ۔ میرے ساتھ پکڑتا ہے ۔ میرے ساتھ چلتا ہے ۔

یہ نہیں فرمایا ۔

لی یسمع ۔ ولی یبصر ۔ ولی یبطش ولی یمشی ۔

میرے لئے سنتا ہے ۔ میرے لئے دیکھتا ہے ۔ میرے لئے پکڑتا ہے ۔ اور میرے لئے چلتا ہے ۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں بی کی جگہ لی ہونا چاہیئے ۔ لی اظہار غایت
اور خصوصیت پر زیادہ دلالت کرتا ہے ۔ کہ یہ کام خدا کے لئے کئے گئے ہیں ۔
اور یہ معنی وقوع عمل میں خدا کی معیت پر زیادہ دلالت کرتے ہیں ۔ لیکن یہ
ایک اہم اور سخت ترین غلطی ہے ۔ کیونکہ یہاں لفظ با محض استعانت کے لئے
نہیں ہے ۔ کیونکہ ادراکات خواہ وہ ابرار کے ہوں ۔ خواہ فجار و فساق کے بغیر خدا
کی معونت ہی سے وقوع میں آتے ہیں ۔ یہاں با مصاحبت و معیت کے لئے
ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ بندہ اس حال میں سنتا ، دیکھتا ، پکڑتا اور چلتا

ہے کہ خدا اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہ معنی ایک دوسری حدیث سے بھی واضح ہوتے ہیں۔

انا مع عبدی ماذکرنی وتحرکت بی شفتاہ۔ — میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اور میرے لئے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔

اور یہ وہی خاص قسم کی مصاحبت ومعیت ہے۔ جو اس آیت کے اندر ہے۔

ان اللہ معنا (سورۃ التوبہ) — اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اور جو اس حدیث کے اندر مذکور ہے۔

ماظنک باثنین اللہ ثالثہما — ان دو کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن میں تیسرا خدا ہے۔

اور وہ مصاحبت ومعیت ہے جو اس آیت کے اندر ہے۔

وان اللہ لمع المحسنین۔ — اور اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور جو اس آیت میں ہے۔

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ — بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے پرہیزگاری کی اور وہ نیکیاں کرنے والے ہیں

اور جو اس آیت میں ہے۔

واصبروا ان اللہ مع الصبرین۔ (سورۃ الانفال) — اور صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور اس آیت میں ہے۔

کلا ان معی ربی سیھدین۔ (سورۃ الشعراء) — موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں۔ میرے ساتھ میرا رب ہے۔

اور اس آیت میں ہے جس کے اندر خدا نے حضرت موسیٰؑ۔ اور حضرت ہارونؑ کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے۔

انني معکما اسمع واری۔ (سورۃ طٰہٰ) — میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

مصاحبت ومعیت کے اس معنی پر صرف حرف با ہی دلالت کرتا ہے۔ حرف لام دلالت نہیں کرتا۔ بندے کے اخلاص۔ اور اس کے صبر وتوکل۔ اور مقامات عبودیت

کے نزول۔ اور مصاحبت ومعیت کا اظہار وبیان صرف حرف با ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے نہ کہ لام کے ذریعہ۔

خدا کی یہ مصاحبت ومعیت جب بندے کے ساتھ ہوتی ہے تو بندے کی ساری مشقتیں اور سارے مصائب وآلام آسان ہو جاتے ہیں۔ اور ہر قسم کا خوف وہراس اس کے حق میں امن واطمینان کا باعث بن جاتا ہے۔ خدائی مصاحبت ومعیت ہر قسم کی صعوبات ومشکلات کو آسان کر دیتی ہے۔ اور ہر بعید چیز قریب ہو جاتی ہے۔ احزان ہموم وغموم اس پر اللہ تعالیٰ کی معیت سے ہی نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسلئے نہ اسے ہم ہوتا ہے نہ غم۔ نہ حزن ہوتا ہے۔ نہ ملال۔ اور یہ معنی حرف با ہی کے ذریعہ واضح ہوتے ہیں۔ اگر یہ معنی فوت ہو جائیں۔ تو سمجھ لو۔ بندہ کا قلب ماہی بے آب کی طرح تڑپتا ہے۔

جب کسی بندے کو پروردگار عالم سے مصائب ومشکلات میں یہ مصاحبت ومعیت حاصل ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس کی تمام تر حوائج وضروریات میں بھی اس کی مصاحبت ومعیت ہوتی ہے۔ اور خدا اس کی تمام تر حوائج وضروریات۔ اور سوالات کو پورا کرتا رہتا ہے، جیسا کہ خود خدا نے فرمایا ہے۔

ولئن سئلنی لاعطینہ۔ ولئن استعاذنی لاعیذنہ۔ — اور اگر میرا بندہ مجھ سے مانگتا ہے۔ تو میں اسے دیتا ہوں۔ اور مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔

یعنی بندہ جب میرے ارادہ کی موافقت کرتا ہے۔ میرے احکام کی تعمیل کرتا ہے مشکلات ومصائب میں میرے پاس آتا ہے۔ اور اپنی احتیاجات کو وہ میرے آگے نہایت بیم ورجا کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ تو میں ضرور اس کا ساتھ دیتا ہوں۔ اور مکروہات ومشکلات میں مجھ سے پناہ چاہتا ہے۔ تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔

یہ مصاحبت اور اس قسم کی معیت خدا کے جانبین سے ثابت کی ہے۔ اور یہ مصاحبت ومعیت وہ رشتہ ہے کہ خدا اپنے ایسے بندے کی موت میں بھی تردد کرنے لگتا ہے، کیونکہ اس بندے کو موت پسند نہیں۔ اور جو چیز اس بندے کو پسند نہیں اسے پروردگار عالم بھی پسند نہیں کرتا۔ جب اس بندے کی کسی قسم کی برائی۔ اور رنج اسے پسند نہیں تو اس کا مقتضاء

یہ ہے کہ خدا اسے موت بھی نہ دے۔ لیکن بندے کی مصلحت اسی میں ہے کہ وہ اسے موت سے ہم آغوش کر دے۔ کیونکہ خدا موت اسی لئے بھیجتا ہے۔ کہ وہ اسے دوبارہ زندہ کریگا۔ مرض و بیماری میں اس لئے مبتلا کرتا ہے کہ اسے صحت و صلاحیت سے نوازے گا۔ اسے فقیر و مسکین اس لئے بناتا ہے کہ اسے غنی اور بامراد بنائے گا۔ جب اس سے کچھ روکتا ہے۔ تو کچھ عطا کرنے کے لئے ہی روکتا ہے۔ اسے اپنے باپ آدمؑ کی صلب میں رکھ کر اس لئے جنت سے نکالا ہے کہ وہ اسے پھر جنت میں داخل کرے۔ اس کے باپ کو خدا اخرج منھا (جنت سے نکل جا) کہہ کر جنت سے نکال دیا ہے۔ اور اس لئے نکال دیا ہے ہے۔ کہ دوبارہ پھر اسے جنت میں داخل کرے۔

درحقیقت یہی ذات۔ اور یہی خدا حقیقی محبت کے لائق ہے۔ اور یہی حقیقی محبوب ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی حبیب ہو سکتا ہے نہ محبوب۔ اگر بندے کا ہر ہر بال۔ خدا کی محبت سے مست و سرشار ہو جائے تب بھی بندے پر جو خدا کا حق ہے ادا نہیں ہو سکتا کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

نقل فؤادك حيث شئت من الهوى ۔۔۔ ما الحب الا للحبيب الاول

اپنے دل کو خواہشات میں جہاں چاہو بھٹکاؤ ۔۔۔ محبت تو صرف حبیب اول کے لئے ہی ہے۔

كم منزل فى الارض يالفه الفتى ۔۔۔ وحنينه ابدا لاول منزل

زمین کی بہت منزلوں سے نوجوان الفت رکھتا ہے۔ ۔۔۔ لیکن اس کے دل کی بے قراری تو ہمیشہ پہلی ہی منزل کے لئے ہے۔

فصل

تعبد کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کے سامنے
اپنے کو انتہا درجہ ذلیل و خاکسار کر دیا جائے

اس کے بعد محبت کا وہ درجہ ہے جسے **التتیم** کہتے ہیں۔ یہ محبت کا آخری درجہ ہے۔ التتیم کے یہ معنی ہیں کہ محب اپنے محبوب کی عبادت و پرستش کرنے لگ جائے چنانچہ عرب کا محاورہ ہے جب انسان کسی کی عبادت کرنے لگتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ تیمہ الحب (محبت نے اس کو بندہ بنالیا ہے)

اور یہ جملہ بھی اس معنی میں ہے متیم اللہ یعنی عبداللہ۔

اور تعبد وعبادت کی یہ حقیقت ہے کہ محب اپنے محبوب کے سامنے انتہا درجہ کا خضوع وخاکساری ظاہر کرے۔ اور اس کے سامنے اپنے کو انتہا درجہ ذلیل و بے توقیر بنا لیتا ہے۔ اور اسی محاورہ میں عرب کا یہ قول ہے طریق معبد (ذلیل شدہ راستہ) یعنی وہ راستہ جسے مدتوں تک روندا کر ذلیل و پامال کیا گیا ہو۔ پس عبد و بندہ وہ ہے جسے محبت نے محبوب کے سامنے خاضع اور سرنگوں کر دیا ہو۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ بندے کے تمام مقامات وحالات میں عبودیت سب سے زیادہ اشرف واعلیٰ مقام ہے۔ اور اسی لئے سلوک کی راہ میں تعبد سے بڑھ کر کوئی شریف ترین منزل نہیں اور یہی وجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اکرم الخلائق۔ محبوب ترین بندے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہم سے اہم مقام میں بھی وصف تعبد کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔ مقام دعوت۔ مقام تحدی بالنبوۃ۔ مقام معراج میں بھی وصف عبودیت سے یاد فرمایا ہے۔ فرماتا ہے۔

وانه لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا: (سورۃ الجن)	اور ہوا یہ کہ جب اللہ کا بندہ اللہ کی عبادت کرنے کھڑا ہوا تو جن اس پر غول کے غول جھکے پڑتے تھے۔

یہ مقام دعوت میں فرمایا۔ مقام تحدی نبوت کے مقام میں فرماتا ہے۔

وان كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا فاتوا بسورة من مثله: (سورۃ البقرہ)	اگر تمہیں اس کلام کی صداقت میں کوئی شبہ ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو ایسی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔

مقام اسراء ومعراج کے موقعہ میں فرماتا ہے۔

سبحان الذى اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى (سورۃ الاسراء)	پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کو لے گیا۔

اور شفاعت کی ایک حدیث وارد ہے۔

اذهبوا الى محمد صلى الله عليه وسلم عبد غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما	تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ وہ ایسا عبد (بندہ) ہے جس کے تمام اگلے پچھلے گناہ

تاخر: خدا نے معاف کر دیئے ہیں۔

آنحضرتؐ کو یہ مقام شفاعت بکمال عبودیت وکمال مغفرت کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور خدا کا کوئی بھی شریک نہیں اور الٰہیت کی تمام انواع واقسام میں عبادت ایک کامل ترین نوع اور اکمل ترین قسم ہے۔ عبادت میں انتہائی خضوع وخشوع اور انتہائی ذلت وخاکساری ہوا کرتی ہے اور اسلام کی اصل حقیقت بھی یہی ہے حقیقۃً ملت ابراہیمی بھی یہی ہے جس سے بجز سفیہ النفس اور احمق کے کوئی رد گردانی ہی نہیں کر سکتا۔ جیساکہ خود خدا فرماتا ہے۔

ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ۔ الآیۃ (سورۃ البقرہ)

اور ابراہیم کے طریقہ سے وہی منہ پھیر سکتا ہے جس کی خود عقل ماری گئی ہو۔

اور یہی وجہ ہے جو خدا کے نزدیک شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ شرک کے سوا وہ دوسرے گناہ معاف کرے گا۔ لیکن شرک کبھی معاف نہیں کرے گا۔

اور خدا کے ساتھ اصل شرک یہی ہے کہ خدا کی محبت میں کسی اور کو شریک کیا جائے جیساکہ خدا فرماتا ہے

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حبا للہ (بقرہ)

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کے علاوہ اوروں کو شریک بناتے ہیں جن سے ایسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی خدا سے کرنی چاہیئے۔ البتہ جو لوگ ایمان دار ہیں، ان کو اللہ کی محبت سب سے زیادہ ہوتی

خدا اس آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ بعض لوگ خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک بنا لیتے ہیں اور ان سے ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی خدا کی ذات سے کرتے ہیں

اور خدا اس آیت میں یہ بھی خبر دیتا ہے کہ ایمان والے خدا کی ذات سے انتہا درجہ کی محبت رکھتے ہیں اور ایسی کہ یہ مانند ومثیل بنانے والے اپنے مانند ومثیل سے رکھتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ بلکہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ یہ مانند ومثیل گرداننے والے جس قدر خدا سے محبت رکھتے ہیں اس سے زیادہ خدا سے ایمان لانے والے خدا سے

محبت رکھتے ہیں - یہ مانند و مثیل گردانے والے خدا سے محبت رکھتے ہیں لیکن جب وہ خدا کے ساتھ اپنے مانند و شبیوں کو اس محبت میں شریک کر لیتے ہیں تو خدا سے جو انہیں محبت ہے وہ کمزور ہو جاتی ہے اور موحدین خدا کی محبت میں مخلص ہوتے ہیں اس لئے ان کی محبت خدا سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔

اور مشرک لوگ اپنی محبت میں رب العالمین کے ساتھ دوسروں کو شریک گردانتے ہیں اور ان کو خدا کا ہمسر مانند و مثیل بنا لیتے ہیں۔

خدا نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ مخلوق خالص خدا سے محبت کرے۔ کسی دوسرے سے محبت نہ کرے اور اسی لئے خدا ان لوگوں سے سخت ناراض ہوتا ہے جو کسی اور کو اپنا ولی۔ مددگار شفیع و سفارشی بناتے ہیں چنانچہ خدا کبھی ان ہر دو چیزوں کو ساتھ ہی ساتھ بیان کرتا ہے اور کبھی علیحدہ علیحدہ بیان کر کے اپنی ناراضگی و خفگی کا اظہار کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذنہ (سورۃ یونس)	بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور پھر عرش پہ جلوہ افروز ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکتا

اور فرماتا ہے۔

اللہ الذی خلق السماوات والارض و ما بینھما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش مالکم من دونہ من ولی ولا شفیع افلا تتذکرون (سورۃ آلم سجدہ)	اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں میں ہے چھ دن کے اندر پیدا کیا۔ پھر عرش پر جلوہ افروز ہوا۔ اس کے سوا تمہارا کوئی حمایتی ہے اور نہ سفارشی کیا پھر بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے

اور فرماتا ہے

وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربھم لیس لھم من دونہ ولی ولا شفیع لعلھم یتقون۔	اور اس قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈراؤ جنکو اپنے پروردگار کے حضور جمع ہونیکا خوف ہے نہ خدا کے سوا ان کا کوئی حمایتی یعنی سفارشی۔ کیا عجب ہے وہ

(سورۃ الانعام) پرہیزگار بن جائیں۔

اور فرماتا ہے۔

ام اتخذوا من دون اللہ شفعاء قل لو کانوا لا یملکون شیئاً ولا یعقلون۔ قل للہ الشفاعۃ جمیعا (سورۃ الزمر)	کیا ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو سفارشی بنا رکھا ہے۔ کہدو۔ اگرچہ وہ کسی چیز کا اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ سمجھتے ہوں۔ کہدو ساری سفارشیں اللہ ہی کیلئے ہیں

اور فرماتا ہے

من ورائھم جھنم ولا یغنی عنھم ما کسبوا شیئاً ولا ما اتخذوا من دون اللہ اولیاء ولھم عذاب عظیم ۔ (سورۃ الجاثیہ)	ان کے پیچھے جہنم ہے نہ ان کی کمائی اس سے انہیں بچا سکے گی اور نہ وہ معبود جن کو اللہ کے سوا انہوں نے حمایتی بنا رکھا ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا

جو بندہ صرف اپنے رب کو اپنا ولی اور دوست بناتا ہے تو اگر وہ کسی اور کو اپنا ولی، مددگار، دوست اور شفاعتی سفارشی بناتا ہے تو صرف خدا کے لئے بناتا ہے۔ اور مومنین، صالحین کے ساتھ اپنا رشتۂ موالاۃ و محبت جوڑتا اور استوار کرتا ہے۔ اور یہ مومنین اللہ کی راہ میں اس کے ولی و مددگار ہوتے ہیں۔ یہ موالاۃ و محبت اور چیز ہے۔ بخلاف اس صورت کے کہ بندہ خدا کے علاوہ دوسروں کو اپنا ولی اور دوست بنائے۔ یہ دوسری چیز ہے۔ یہ اور رنگ ہے اور وہ دوسرا رنگ۔ شفاعت شرکیہ کا اور رنگ ہے۔ اور شفاعت حقہ کا جس سے توحید وابستہ ہوتی ہے دوسرا رنگ ہے۔ اور اہل شرک اور اہل توحید کی تفریق کا یہی مقام ہے۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

مقصد یہ ہے کہ حقیقت عبودیت اور عبودیت کے موجبات محبت اور لوازمات محبت میں کسی کو شریک بنا لینے کے بعد خالص نہیں رہ سکتی ہیں۔ بخلاف اس کے کہ اگر خدا کے لئے کسی سے محبت کی جائے تو یہ محبت لوازمات عبودیت اور موجبات توحید میں سے ہے۔ جیسا کہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا۔ بلکہ آپ سے محبت کرنا۔ اور ایسی محبت کرنا کہ اپنی جان و مال آباؤ اجداد اور اولاد سے بھی

زیادہ ہو۔ اور ان تمام کی محبت سے آپ کی محبت کو مقدم سمجھنا۔ عین تکمیل ایمان ہے۔
آپ سے اس قسم کی محبت کئے بغیر ایمان مکمل ہی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ
سے محبت کرنا خدا سے محبت کرنے کے معنی میں ہے۔ اور یہی حکم ہے ہر اس محبت کا جو للہ
فی اللہ ہو۔ جیسا کہ صحیحین کے اندر ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

ثلاث من کن فیہ وجد بھن حلاوۃ الایمان

تین چیزیں جس کے اندر ہوں گی۔ وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔

صحیحین کے اندر دوسرے الفاظ یہ ہیں۔

لا یجد عبد طعم الایمان الا من کان فی قلبہ ثلاث خصال۔ ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما وان یحب المرء لا یحبہ الا للہ۔ وان تکرہ ان یرجع الی الکفر بعد ان انقذہ اللہ منہ کما یکرہ ان یقذف فی النار:

بندہ ایمان کا مزہ نہیں پاتا جب تک کہ اس کے قلب میں تین خصلتیں موجود نہ ہوں۔ اللہ اور اللہ کا رسول اسے تمام سے زیادہ محبوب ہو۔ اور یہ کہ کسی سے محبت رکھے تو صرف خدا کے لئے رکھے اور یہ کہ جس کفر سے خدا نے اسے نکالا ہے اس کی طرف پھر لوٹنے کو وہ ایسا برا سمجھے جس طرح کہ وہ آگ میں ڈال دیئے جانے کو برا سمجھتا ہے۔

اور سنن کے اندر ایک حدیث ہے۔

من احب للہ۔ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ۔ فقد استکمل الایمان

جس نے اللہ کے لئے محبت کی۔ اور اللہ کے لئے دشمنی کی۔ اور اللہ کیلئے دیا اور اللہ کیلئے روک لیا تو اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے۔

ما تحاب رجلان فی اللہ الا کان افضلھما اشدھما حبا لصاحبہ

جو دو آدمی خدا کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان میں افضل آدمی وہ ہے جو اپنے ساتھی سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہے

یہ محبت تو محبت الٰہی کے لوازمات و موجبات میں سے ہے اور جس قدر بھی یہ

محبت قوی اور زیادہ ہوگی۔ محبت الٰہی کی جڑیں قوی اور مضبوط ہونگی۔

فصل

(محبت کے اقسام)

محبت کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔ جن کے مابین فرق و امتیاز واجب اور ضروری ہے اور جو لوگ اس راہ میں بھٹک جاتے ہیں وہ ان اقسام محبت کے مابین تمیز و تفریق نہ کرنے کے سبب ہی سے گمراہ ہوئے ہیں۔

اول ۔ اللہ سے محبت کرنا۔ صرف اتنی محبت عذاب الٰہی سے نجات پانے۔ اور ثواب آخرت سے فائز المرام ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔ کیونکہ خدا سے محبت تو مشرک۔ کافر صلیب پرست اور یہودی بھی رکھتے ہیں۔

دوم ۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس سے محبت کرنا اور یہی محبت انسان کو اسلام میں داخل کرتی ہے اور کفر سے نجات دیتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا دوست وہی ہے جس کے اندر یہ محبت زیادہ پائیدار اور زیادہ شدید ہو۔

سوم:۔ الحب للّٰہ والحب فی اللّٰہ یعنی جو محبت صرف اللہ کے لئے ہو اور اللہ ہی کی راہ میں ہو۔ یہ محبت اس امر کو لازم اور واجب کردیتی ہے کہ بندہ ہر اس شے سے محبت کرے جس سے خدا محبت کرتا ہے اور یہ محبت بھی اس وقت صحیح ہے جبکہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے محبت کرے اور اللہ کی راہ میں محبت کرے۔

چہارم ۔ وہ محبت جو خدا کی محبت کے ساتھ کسی دوسرے سے بھی محبت کی جائے۔ یہ مشرکانہ اور شرکیہ محبت ہے۔ جو آدمی اللہ کے ساتھ کسی اور سے بھی محبت کرتا ہے۔ اور وہ محبت اللہ کے لئے۔ اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہے۔ اللہ کے دین کے لئے نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ خدا کے ساتھ دوسروں کو خدا کا شریک و سہیم بنارہا ہے اور مشرک خدا سے اسی قسم کی محبت کیا کرتے ہیں۔

محبت کی ایک پانچویں قسم بھی ہے جس سے ہمیں بحث نہیں۔ اور وہ طبعی محبت ہے اس محبت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی طبعی

مقتضیات سے ہیں۔ مثلاً پیاسا آدمی پانی سے محبت کرتا ہے۔ بھوکا روٹی سے محبت کرتا ہے۔ ایک شخص نیند سے اور اپنی بی بی بچوں سے محبت کرتا ہے۔ یہ محبت مذموم نہیں جب تک کہ یہ محبت اسے ذکر خداوندی سے غافل نہ کردے۔ اور خدا کی محبت سے کھٹکا کر اپنے اندر الجھا نہ دے۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے:۔

یا ایہا الذین امنوا لاتلہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ (سورۃ المنافقون)

مسلمانو! تم کو نہ تمہارے مال یا خدا سے غافل بنادیں نہ تمہاری اولاد

اور ارشاد فرماتا ہے:۔

رجال لاتلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ (سورۃ النور)

وہ لوگ جن کو اللہ کی یاد سے نہ تجارت روکتی ہے اور نہ خرید و فروخت۔

فصل

(محبت کا بلند ترین مقام یعنی مقامِ خُلّت)

اس کے بعد خُلّۃ کا درجہ ہے۔ خلت کمال محبت کا نام ہے۔ خلت میں قلب کے اندر محبوب کی محبت کے سوا کسی کی بھی محبت نہیں ہوا کرتی۔ محبوب کی محبت کے سوا قلب میں کسی کی محبت کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ خلت ایک ایسا منصب ہے جو کسی قسم کی شرکت کو برداشت نہیں کرتا۔ اور یہ منصب صرف خدا کے دو خلیلوں ہی کے لئے مخصوص تھا۔ حضرت ابراہیم اور حضرت محمد رسول اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کیلئے جیسا کہ آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا

خدا نے مجھے اپنا خلیل بنالیا ہے جس طرح ابراہیمؑ کو اس نے اپنا خلیل بنایا ہے۔

اور صحیح بخاری کے اندر ہے۔

لوکنت متخذا من اھل الارض خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا: ولکن صاحبکم خلیل اللہ

اگر زمین والوں میں سے کسی کو میں اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن تمہارا یہ دوست تو اللہ کا خلیل ہے۔

ایک اور حدیث کے اندر ہے۔

انی ابراء الی کل خلیل من خلتہ: — میں خدا کی خلت کی وجہ سے ہر دوسرے خلیل کی خلت سے پاک ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں لڑکے کی التجا کی کہ اے خدا تو مجھے لڑکا دے۔ خدا نے ان کو لڑکا دیا اس لڑکے سے ان کو قلبی محبت ہوگئی۔ اور قلب کا ایک گوشہ لڑکے کی محبت سے پر ہوگیا۔ خدا کو اپنے خلیل کی یہ بات پسند نہ آئی۔ یہ اُسے گوارا نہ ہوا کہ میرے خلیل کے قلب میں میرے سوا کسی اور کو جگہ دی جاتے۔ خدا نے حکم دیا کہ اس لڑکے کو میرے لئے ذبح کردو۔ یہ حکم حضرت ابراہیم کو خواب میں دیا گیا تاکہ آپ کا پورا پورا امتحان کیا جاسکا۔ خدا کا یہ مقصد نہ تھا کہ حضرت ابراہیم اپنے بچہ کو ذبح کریں۔ بلکہ مقصد یہ تھا حضرت ابراہیم کے قلب سے بچہ کا تعلق منقطع کردیا جاتے اور آپ کا قلب صرف اللہ تعالے کے لئے مخصوص ہو جاتے۔ جب حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انشراح صدر کے ساتھ حکم الٰہی کی تعمیل کی اور بچہ کی محبت کے مقابلہ میں خدا کی محبت کو مقدم رکھا تو خدا کا جو مقصد تھا پورا ہوگیا اور بچہ کو ذبح کرنیکا حکم دیا تھا اٹھادیا گیا اور اس عظیم الشان ذبیحہ کے بدلہ میں فدیہ مقرر کردیا۔ کیونکہ پروردگار عالم جب کبھی کسی چیز کا حکم دیتا ہے تو اسے سرے سے بالکلیہ ختم نہیں کرتا بلکہ یا تو اس کے کچھ حصہ کو اٹھا دیتا ہے اور کچھ کو باقی رکھا جاتا ہے یا اس کے بدلہ میں کوئی اور چیز مقرر کردی جاتی ہے جیسا کہ اس عظیم الشان ذبیحہ کے بدلہ میں فدیہ مقرر کردیا جیسا کہ آنحضرت کے حضور میں حاضری کے وقت صدقہ دینا فرض کیا گیا تھا[1] پھر اس کی فرضیت کو اٹھا کر اُسے مستحب کردیا گیا اور جیسا کہ پچاس وقت کی نمازوں کے بدلہ میں پانچ وقت کی نمازیں باقی رکھی گئیں اور نمازوں کا ثواب پچاس نمازوں کا ہی باقی رکھا گیا اور ایسا وہ اس لئے کرتا ہے اس نے خود فرمایا۔

ما یبدل القول لدی۔ — میرے پاس بات بدلی نہیں جاتی۔

تو یہ نمازیں فعل عمل کے لحاظ سے پانچ ہیں لیکن اجر و ثواب کے لحاظ سے پچاس ہی ہیں۔

فصل

(۱) جیسا کہ سورہ مجادلہ کے اندر ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقۃ۔ ترجمہ: (مسلمانو! جب تم رسول سے کوئی راز کی بات کہنا چاہو تو راز کہنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو)

(محبت عام ہے اور خلت محبت کے ایک خاص درجہ کا نام ہے)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ محبت کا درجہ خلت کے درجہ سے بلند اور کامل ترین ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام خلیل اللہ (اللہ کے خلیل تھے) اور آنحضرت محمد رسول اللہ حبیب اللہ (اللہ کے حبیب) ہیں۔ اُن لوگوں کا یہ کہنا جہالت پر مبنی ہے۔ کیونکہ محبت عام ہے اور خلت خاص خلت محبت کے آخری اور انتہائی درجہ کا نام ہے جیسا کہ خود آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عقل و دانش کا تقاضا ہے کہ اعلیٰ۔ برتر محبوب کو ادنیٰ محبوب کے مقابلہ میں ترجیح دی جائے۔

ان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا — اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنالیا ہے۔ جس طرح ابراہیم کو اپنا خلیل بنالیا تھا۔

نیز تم پہلے پڑھ چکے کہ آنحضرت صلعم نے صاف صاف فرمادیا کہ پروردگار عالم کے سوا میں کسی کو اپنا خلیل نہیں بنا سکتا۔ حالانکہ آپ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے بھی محبت تھی۔ اور خود آپ نے اس کی خبر دی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا ہے کہ اللہ یحب التوابین (توبہ کرنے والوں کو خدا محبوب رکھتا ہے) یحب الصابرین (صبر کرنیوالوں کو خدا محبوب رکھتا ہے) یحب المحسنین (احسان کرنے والوں کو خدا محبوب رکھتا ہے)۔ یحب المتقین (پرہیزگاروں کو خدا محبوب رکھتا ہے۔) یحب المقسطین (انصاف کرنیوالوں کو خدا محبوب رکھتا ہے)

لیکن خدا کی خلت تو صرف حضرت ابراہیم اور حضرت محمد رسول اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام ہی کے لئے مخصوص ہے حدیث میں وارد ہے۔

الشاب التائب حبیب اللہ — نوجوان توبہ کرنے والا خدا کا حبیب ہے۔

پس ان کا یہ کہنا محض ان کی کم علمی۔ اور کم فہمی کی بنا پر ہے اور خدا کے رسول کو سمجھ ہی نہیں سکے

فصل

بندہ دو محبوب چیزوں میں سے اعلیٰ محبوب کو اور دو مکروہ چیزوں میں سے آسان مکروہ کو کیوں انتخاب کرتا ہے

پہلے تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ بندہ اپنے کسی محبوب۔ اور محبوب چیز اور خواہش کو اسی وقت

ترک کرتا ہے جبکہ اس کے سامنے کوئی دوسرا محبوب اور دوسری خواہش دوسری محبوب ترین چیز ہو محبوب ترین چیز کے مقابلہ میں کمتر محبوب چیز کو ترک کر دیتا ہے جس طرح محبوب ترین چیز کے لئے وہ مکروہ و تکلیف دہ چیز کو برداشت کر لیتا ہے اور بڑی مصیبت، بڑی تکلیف، بڑے مکروہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے چھوٹی مصیبت اور چھوٹا مکروہ اختیار کر لیتا ہے۔

اور تم پہلے معلوم کر چکے ہو کہ عقل و دانش کی یہ خاصیت، اور تقاضا ہے کہ اعلیٰ و برتر محبوب کے مقابلہ میں۔ ادنیٰ محبوب کو ترک کر دیا جائے اور بڑے مکروہ بڑی تکلیف و بڑی مصیبت کے مقابلہ میں چھوٹے مکروہ چھوٹی تکلیف اور چھوٹی مصیبت کو اختیار کیا جائے۔

اور یہ بھی پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ بات محبت و عداوت کی قوت و ضعف پر مبنی ہے۔ اور دو باتوں کے بغیر یہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ ایک قوت ادراک دوسری شجاعت قلبی۔

جب انسان کے اندر قوت ادراک کم ہو اور محبوب و مکروہ کے درجات و مراتب کو سمجھ نہ سکتا ہو یا پھر اس کا نفس و قلب کمزور ہو تو اس فعل و عمل سے وہ قاصر رہتا ہے باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے حق میں اصلح چیز کونسی ہے؟ اصلح چیز اختیار کرنے سے اس کا نفس اور قلب اس کی اطاعت نہیں کرتا۔

اور جب کسی انسان کی قوت ادراک صحیح ہوتی ہے اس کا نفس قوی اور مضبوط ہوتا ہے اور اس کے اندر شجاعت و دلیری موجود ہوتی ہے تو وہ اعلیٰ محبوب کو ادنیٰ محبوب کے مقابلہ میں۔ اور بڑے مکروہ اور بڑی مصیبت کے مقابلہ میں ادنیٰ اور چھوٹے مکروہ اور چھوٹی مصیبت کو ترجیح دیتا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے لیے سعادت کے سارے اسباب مہیا کر لیتا ہے۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی شہوانی طاقت۔ عقل و ایمان کی طاقت کے مقابلہ میں قوی ہوتی ہے تو اس صورت میں غالب قوت۔ کمزور قوت کو مغلوب کر لیتی ہے۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی قوت ایمانی۔ قوت عقل۔ قوت شہوات کے مقابلہ میں قوی اور طاقتور ہوتی ہے تو قوت ایمانی و عقل قوت شہوانی کو مغلوب کر لیتی ہے۔

جب کسی طبیب کے پاس کوئی مریض آتا ہے اور طبیب تشخیص مرض کے بعد مضر اشیاء سے اسے پرہیز کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ لیکن مریض کا نفس، اور اس کی خواہشات عقل پر غالب آجاتی ہیں اور وہ مضر اشیاء استعمال کر لیتا ہے۔ تو طبیب اس کے متعلق یہ رائے قائم کر لیتا ہے کہ اس کی قوت ارادی کمزور ہے اور دوا اسے سودمند نہیں ہو سکتی۔ یہی حال قلب کے مریضوں کا ہے جس کی قوت شہوانی قوی ہوتی ہے تو اس کا قلب اسی چیز کو ترجیح دیتا ہے جو اس کے مرض کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ ہر قسم کے شر۔ اور خرابی کی اصل جڑ ضعف ادراک ۔ ضعف نفس ۔ اور نفس کی دنائت و رذالت ہے ۔ اور خیر و فلاح کی اصل جڑ کمال ادراک ۔ کمال قوت نفس ۔ اور نفس کی شرافت و شجاعت ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ ہر چیز ۔ ہر کام ۔ ہر عمل و کردار کا مبدا و منبع محبت و ارادہ ہے اور ہر چیز کے ترک کا مبدا اور منبع اس کی کراہت و عداوت اور نفرت ہے ۔ قلب کی یہی دو قوتیں سعادت و شقاوت کی اصل اور بنیاد ہیں ۔ اور عمل اختیاری اسی وقت ہوتی ہے جبکہ محبت اور ارادہ کا سبب پایا جاتا ہے ۔ اور اس لیے کسی کام کا ترک کرنا اس لئے ہوتا ہے کہ اس کا مقتضا اور سبب مفقود ہوتا ہے ۔ اور کبھی اسلئے ہوتا ہے کہ اس کے اندر بغض و کراہت موجود ہوتی ہے جو اسے اس کام سے روک لیتی ہے اور امر و نہی کا تعلق اسی بغض و کراہت اور نفرت سے ہوتا ہے اور اسی کو اصطلاح میں "کیف" کہتے ہیں ۔ اور ثواب و عقاب کا تعلق اسی سے ہے ۔

ہمارے اس بیان سے وہ انتہا جو مسئلہ ترک کے متعلق کیا جاتا ہے کہ ترک امر وجودی ہے یا عدمی؟ رفع ہو جاتا ہے ۔

اور مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ ترک کی دو قسمیں ہیں ۔ وہ ترک جس کی اضافت سبب مقتضی کی طرف ہو یہ عدمی ہے اور وہ ترک جس کی اضافت کسی سبب المانع من الفعل کی طرف ہو یہ وجودی ہے ۔

فصل

(آدمی کے لئے انبیاء و مرسلین کا طریقہ)
(زیادہ مفید اور زیادہ آسان ہے)

فعل ہو یا ترک فعل ، دونوں امر اختیاری ہیں ، ایک جاندار جب دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرتا ہے تو یہ سمجھ کر اختیار کرتا ہے کہ اس سے کوئی فائدہ اسے حاصل ہوگا چاہے وہ حصول لذت کا فائدہ ہو یا ازالہ تکلیف کا فائدہ ، اسی لئے محاورہ ہے کہ اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا ، اس کا دل ٹھنڈا ہوا ۔

هي الشفاء لدائي لو ظفرت بها   وليس منها شفاء الداء مبذول

تو اسے پا جائے یہ وہ مقصود ہے کہ ہر ذی عقل اس کو ترجیح دیتا ہے ، حتی کہ بے عقل جانور بھی نفع اور استفادہ کو ترجیح دیتے ہیں ۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ بہت سے آدمی اس معاملہ میں غلطی کر جاتے ہیں اور بدترین قسم کی غلطی کر جاتے

ہیں وہ ایسی لذت کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا نتیجہ سخت رنج والم ہوتا ہے انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ لذت افزوں ہو رہا ہے اور دل کی ٹھنڈک اسکو حاصل ہو رہی ہے مگر بعد میں جا کر وہ اسکی وجہ سے انتہائی رنج والم محسوس کرتا ہے اور ہر اُس آدمی کی یہی شان ہوا کرتی ہے جو عواقب اور انجام پر نظر رکھتے ہوئے فوری نعمت پر نظر رکھتا ہے اور عقل کا خاصہ تو یہ ہے کہ عواقب اور انجام پر نگاہ رکھی جائے عقلمند اور دانشمند آدمی وہ ہے جو جلد ختم ہونیوالی لذت کے مقابلہ میں دائمی لذت کو ترجیح دے اور احمق اور بیوقوف آدمی وہ ہے جو اپنی ابدی اور ہمیشہ رہنے والی لذت و راحت اور خوشی و عیش کو جلد سے جلد ختم ہونیوالی لذت و راحت کے مقابلہ میں فروخت کر دے ۔ یہ جلد ختم ہونیوالی لذت و راحت طرح طرح کے آلام و خطرات سے بھری ہوئی ہوتی ہے لہذا اس قدر جلد ختم ہو جاتی ہے کہ ادہر لذت و راحت میسر آئی اور ادھر آلام و خطرات اور رنج و غم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ میں نے عقلاء کی کوششوں پر غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ سب ہی مطلوب واحد ہی کی طلب میں کوشاں ہیں گو انکی راہیں مختلف ہیں ۔ سب کے سب یہی کوشش کرتے ہیں کہ رنج و غم والم و مصیبت سے اپنے آپ کو بچائیں اور اسی کے لئے کوئی کھانے پینے کی کوشش کرتا ہے کوئی تجارت کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے کوئی شادی و نکاح کی مجلسیں جماتا ہے ۔ کوئی گاتا ہے ۔ کوئی بجاتا ہے ۔ کوئی رقص و سرود سے دل بہلاتا ہے کوئی لہو و لعب میں وقت گذارتا ہے مقصد اور مطلوب سب کا ایک ہی ہے کہ رنج والم ہم و غم سے اپنے کو محفوظ رکھے۔

میں کہتا ہوں ۔ بے شک عقلاء کا یہی مطلوب اور یہی مقصد ہے اور ہر ایک اسی کے لئے کوشاں ہے ۔ لیکن اکثر و بیشتر طریقے اس مطلوب و مقصد کے خلاف ہی جا رہے ہیں ۔ میں یہ مانتا ہوں کہ سب کا مقصد یہی ہے کہ خدا کی طرف اپنے آپ کو موڑیں ۔ اور صرف اسی کی ذات سے ان کا معاملہ ہو ۔ اور ہر شئی کے مقابلہ میں صرف اسی کی رضامندی حاصل کی جائے لیکن ان تمام راستوں میں سے ایک راستہ ہی مجھے ایسا نظر نہیں آتا جو خدا تک پہونچتا ہو ۔ خدا تک پہنچنے کا راستہ صرف ایک ہی ہے اور وہ صرف انبیاء و مرسلین کا راستہ ہے جنہیں خدا نے بھیجا ہی اس لئے تھا کہ وہ لوگوں کو ہدایت کریں اور لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دیں ۔ اس راہ پر چلنے والے اگر اپنا دنیوی حصہ فوت ہی کر دیں تو وہ اس اعلیٰ اور بہتر حصہ سے تو ضرور کامیاب ہو جاتا ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد سمجھو کہ اس کا کوئی حصہ فوت ہی نہیں ہوا اور جس کو یہ حصہ مل گیا سمجھو کہ اسے ہر چیز مل گئی ۔ اور اگر وہ اس کے ساتھ ہی ساتھ دنیا کے حصہ سے بھی کامیاب ہو جاتے تو سمجھو کہ اسے ہر طرح کی خوشی و راحت مل گئی ۔ نہیں ہے بندے کے لئے اس راہ ۔ اور اس طریقہ سے بہتر اور سودمند کوئی راہ اور کوئی طریقہ نہیں ۔ اور نہ بڑھ کر موصل الی المطلوب ۔ موجب فرحت و بہجت اور باعث سرور و سعادت کوئی راستہ ہی نہیں و باللہ التوفیق۔

فصل

(محبوب کی دو قسمیں ہیں محبوب لذاتہ محبوب لغیرہ)

محبوب دو قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ محبوب لذاتہ۔ اور محبوب لغیرہ۔ اور محبوب لغیرہ کے لئے یہ لازمی ہے کہ اس کی انتہا محبوب لذاتہ پر ہو۔ کیونکہ اگر محبوب لذاتہ پر انتہا نہ ہو تو تسلسل پیدا ہو جائے گا جو محال ہے ہر وہ محبوب جو ذات الٰہی کے سوا ہے وہ محبوب لغیرہ ہے اور سوائے ذات خدائے واحد کے کوئی ایسا نہیں جسے محبوب لنفسہ۔ اور محبوب لذاتہ بنایا جاتے۔ خدا کی ذات کے سوا جس سے بھی محبت ہوگی۔ وہ ذات رب العالمین کی محبت کے ماتحت ہوگی۔ مثلاً فرشتوں سے اور انبیاء کرام۔ اور اولیاء اللہ سے محبت کرنا۔ ان سے محبت کرنا خدا کی محبت کے تابع ہے اور بالذات اور بنفسہ نہیں ہے انسے محبت کرنا خدا کی محبت کے لوازمات میں ہے کیونکہ محبوب کی محبت کے لئے یہ لازمی امر ہے کہ محبوب جس سے محبت کرے اس سے بھی محبت کی جائے۔

یہ مقام ایک نہایت ہی غور طلب اور قابل اعتنا مقام ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس سے محبت نافعہ اور محبت غیر نافعہ کا فرق و امتیاز معلوم ہوتا ہے۔

اچھی طرح سمجھ لو کہ محبت لذاتہ۔ محبت لنفسہا اسی ذات سے ہو سکتی ہے جس کا کمال اس کے لوازمات ذات سے ہو۔ اس کی الوہیت۔ ربوبیت۔ وغنا اس کی ذات کے لوازم ہے ہو سکتا انسان اس ذات کے سوا کسی سے بغض و عداوت۔ کراہت و نفرت کرتا ہے تو وہ صرف اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس محبوب لذاتہ کی محبت کے خلاف متضاد و منافی ہے۔

اور محبوب لذاتہ کے سوا جس چیز سے بھی اس کو بغض کراہت۔ نفرت ہوگی۔ وہ اسی قدر ہوگی۔ جس قدر یہ چیزیں محبوب لذاتہ سے زیادہ منافی اور متضاد ہوں گی۔ اسی قدر اس سے کراہت۔ نفرت بغض و بعد زیادہ ہوگا۔ جو اعیان اوصاف۔ افعال و ارادات اس محبوب لذاتہ کے منافی ہونگے۔ وہ بقدر اپنی منافات اللہ سے بعید ہوں گے اور اسی منافات کے بقدر باہم کراہت و عداوت ہوگی۔ اور اسی منافات و تضاد کے مطابق اس سے بغض و عداوت ہوگی۔

محبت اور محبوب کے تعلق کی جانچ کے لئے جو میزان ہم نے پیش کی ہے ایک بہترین میزان ہے۔ یہ ایک ایسی عادل میزان ہے کہ جس سے پروردگار کی موافقت و مخالفت۔ موالات و

عداوت۔ دوستی و دشمنی پورے پورے عدل و انصاف کے ساتھ ہوتی اور جانچی جا سکتی ہے۔
اگر ہم دیکھیں کہ ایک شخص کسی ایسی چیز۔ یا ایسے امر۔ یا ایسے آدمی سے محبت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم سخت نفرت کرتا ہے۔ یا وہ اس چیز سے نفرت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم کو محبت ہے تو ہم کو اسکی محبت و نفرت کا اندازہ اس پیمانہ کے ذریعہ پوری طرح ہو سکتا ہے۔
اور جب ہم دیکھیں کہ وہ اس چیز سے محبت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم محبت کرتا ہے اور اس سے کراہت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم کراہت کرتا ہے۔ اور جو چیز پروردگار عالم کو زیادہ محبوب ہے اس سے وہ زیادہ محبت کرتا ہے۔ اور دوسرے کے مقابلہ میں اسے ترجیح دیتا ہے۔ اور جس چیز سے پروردگار عالم نفرت اور عداوت رکھتا ہے اس سے یہ بھی نفرت و عداوت رکھتا ہے۔ اور جس قدر خدا کو اس چیز سے نفرت و کراہت ہے اس قدر اس کو بھی نفرت و کراہت ہے۔ تو اس سے ہم سمجھ لیں گے کہ اس کے اندر خدا کی موالات و محبت یا کراہت و نفرت اسی محبت و کراہت۔ الفت و نفرت کے مطابق ہے۔
اس اصول و کلیہ کو اپنے ذہن کے اندر رکھ کر اپنے اندر اور غیر کے اندر دلی وحید۔ خدائے وحدہ لاشریک کی محبت و کراہت کا اندازہ لگاؤ۔ خدائے قدوس کی محبت کا معیار اس کی محبت و خفگی کی موافقت و مناسبت ہے۔ اس کی موالات کچھ نماز روزے کی کثرت اور مختلف اقسام کی ریاضتوں کی کثرت پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ اس کی محبت و خفگی کے ساتھ موافقت پر موقوف ہے جسے خدا محبوب رکھتا ہے اسے محبوب رکھے اور جس سے وہ نفرت کرتا ہے نفرت کرے۔ اسی کا نام ولایت ہے۔
محبوب لغیرہ۔ یا محبت لغیرہ کی دو قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ محبت کرنے والے کو اپنے محبوب تک پہونچنے سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ اس محبت سے محبت کرنے والے کو رنج و الم اور تکلیف ہی پہونچتی ہو۔ لیکن اس محبت کو وہ صرف اس لئے برداشت کرتا ہے کہ یہ محبت اسے محبوب تک پہونچتی رہتی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ دوا مریض کو سخت مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ اور دوا پیتا ہے تو نہایت کبیدہ خاطر ہو کر پیتا ہے۔ لیکن اس لئے پیتا ہے کہ اس سے صحت حاصل ہو جائے جو ایک محبوب ترین چیز ہے۔ دیکھو قرآن حکیم کے اندر ہے۔

کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسیٰ	تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اگرچہ وہ تم پر شاق ہے لیکن
ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم	ممکن ہے ایک چیز تم پر شاق ہو اور وہ تمہارے حق میں بہتر

وعسی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم۔ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون (سورۃ البقرۃ)

ہو۔ اور ایک چیز تم کو محبوب و پسندیدہ ہو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور یہ اللہ جانتا ہے اور تم ناواقف ہو۔

اس آیت میں خدا نے یہ خبر دی کہ قتال و جہاد سے لوگوں کو نفرت اور کراہت ہے۔ لیکن پھر بھی انکے حق میں یہی مبشر۔ اور موجب خیر و برکت ہے کہ اس کے ذریعہ اپنے اس محبوب تک پہونچ سکتے ہیں جو سب سے بڑا۔ سب سے زیادہ اس کے حق میں نافع محبوب ہے۔

انسان عموماً راحت۔ فراغ اور رفاہیت کو محبوب رکھتا ہے لیکن انسانوں کے حق میں یہ باتیں اور یہ چیزیں موجب شر۔ اور باعث تباہی ہوجاتی ہیں۔ کیونکہ اس سے انسان اس محبوب حقیقی کو بھول جاتا ہے اور چھوڑ بیٹھتا ہے۔

عقلمند انسان اس محبوب کی لذت کی طرف نہیں دیکھتا جو اسے فوری طور پر حاصل ہوتی ہے اور جلد ختم ہوجاتی ہے۔ فوری لذت کو وہ دائمی نفع پر ترجیح نہیں دیتا۔ اور نہ وہ فوری الم و راحت کو دیکھتا ہے کیونکہ یہی چیز بعض اوقات اس کے حق میں موجب شر بن جاتی ہے بلکہ کبھی یہی بات اسے انتہائی رنج و الم کی طرف کھینچ لے جاتی ہے اور بڑی سے بڑی لذت اس سے فوت ہوجاتی ہے بلکہ خاص الخاص بات تو یہ ہے کہ عقلاء زمانہ کا۔ اور دانشمندان زمانہ کا یہ اصول رہا ہے۔ کہ بڑی سی بڑی مشقتیں صرف اس لئے برداشت کرتے ہیں کہ بعد میں جا کر انہیں۔ لذت و سرور حاصل ہو۔ اور یہ لذت و سرور بھی گو جلد منقطع ہوجاتا ہے۔ لیکن انسان پامید لذت و سرور اس کے لئے مشقت برداشت کرتا ہے۔

مذکورۂ بالا بیان سے یہاں چار باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اول۔ یہ کہ ایک مکروہ سے دوسرا مکروہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک مکروہ دوسرے مکروہ تک پہونچاتا ہے۔ دوم۔ یہ کہ ایک مکروہ اپنے محبوب تک پہونچاتا ہے۔ سوم۔ محبوب جو محبوب تک پہونچاتے۔ چہارم۔ جو محبوب مکروہ تک پہونچائے۔

وہ محبوب جو محبوب تک پہونچاتا ہے اس کے فعل و عمل کے دواعی دو امر ہیں۔ اور دوسرے یہ اور جو مکروہ سے مکروہ تک پہونچاتا ہے۔ اس کے اندر ترک فعل کے دواعی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری دو قسمیں جو باقی ہیں۔ انکا یہ حال ہے کہ یہاں دو مختلف دواعی ہوا کرتے ہیں۔ دواعی فعل اور دواعی ترک۔ اور ہر داعیہ انسان کو اپنی اپنی جانب کھینچتا ہے اور غور کیا جائے تو یہی دو قسمیں حقیقتاً ابتلاء و امتحان کے مواقع ہیں۔ چنانچہ نفس انسانی ہر اس چیز کو جو اس کے سامنے اور اس کے قریب اور نزدیک ہوتی ہے اپنی جانب

کھنچتا ہے اور یہ وہی چیز ہے جو اسے دنیا میں فوری طور پر حاصل ہوتی ہے۔ لیکن عقل و ایمان کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انسان وہ چیز حاصل کرے۔ جو اس کے لئے زیادہ سے زیادہ دیرپا۔ اور زیادہ سے زیادہ نافع ہو۔ اور یہ نفع بھی دائمی ہو۔

انسان کا قلب ان ہر دو مختلف جذبات کے درمیان دوڑتا پھرتا ہے۔ کبھی ایک کی طرف دوڑتا ہے۔ کبھی دوسرے کی طرف لپکتا ہے اور شرعاً۔ قدراً۔ ابتلاء و امتحان۔ اور تکلیف کا اصل مقام بھی یہی ہے

عقل و ایمان کا داعی ہر وقت یہ ندا دیتا ہے۔

حی علی الفلاح فلاح و خیر کی طرف آؤ!

نمبر و صبح کے وقت وہ لوگ قابل تعریف ہیں جو شر و فساد۔ فتنہ و فتور سے گریز کرتے ہیں۔ اور فلاح و صلاح کے راستہ پر چل رہے ہیں۔ اور شام کے وقت وہ لوگ قابل تعریف اور موجب ستائش ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہیں۔ اگر اس پر کسی کی محبت کی تاریکیاں غالب آجاتی ہیں اور چھا جاتی ہیں اور شہوت و ہوس اس پر حکومت کرنے لگ جاتی ہے تو یہی منادی ندا دیتا اور لکارتا ہے۔ اے نفس! ذرا صبر کر جا۔ یہ لذت تو گھڑی بھر کی ہے۔ گناہ باقی رہ جائے گا ہر چیز اور ہر لذت آنی جانی ہے اور زائل ہو کر ہی رہے گی۔

فصل

(اعمال دینیہ کی اصل اللہ۔ اور اللہ کے رسول کی محبت ہے)
(ملت کے باپ حضرت ابراہیم کے بعد جو کلمہ ہمیشہ کے لیے باقی)
(رہا وہ "لا الہ الا اللہ" ہے مومن باخلاص کی عیش)
(و زندگی سب سے بہتر اور خوشگوار ہوتی ہے)

ہر عمل خیر و شر۔ فعل حق کی باطل کی اصل محبت ہے۔ اب سمجھ لو کہ اعمال دینیہ کی اصل اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے۔

اقوال دینیہ کی اصل اللہ۔ اور اللہ کے رسول کی تصدیق ہے۔ جو ارادہ بھی اللہ۔ اور اللہ کے رسول کی محبت کی تکمیل میں رکاوٹ پیدا کرے اور محبت میں مزاحمت کرے۔ سمجھ لو تکمیل تصدیق

میں وہ رکاوٹ پیدا کر رہا ہے۔ اور اصل ایمان کے خلاف ہے۔ اور اس سے ایمان کی جڑیں بہت ہی کمزور ہو جاتی ہے۔

اگر یہ ارادہ وہ جو اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ زیادہ قوی زیادہ تیز زیادہ مضبوط ہے تو وہ اصل محبت و تصدیق کے بالکل مخالف اور معارض ہو جاتا ہے۔ اور نوبت کفر و شرک بلکہ شرک اکبر تک پہونچ جاتی ہے۔ اور اگر اصل محبت و تصدیق کے معارض و مخالف نہیں ہے تو یہ تو لابدی ہے کہ یہ ارادہ محبت و تصدیق کی تکمیل میں قباحت اور رخنے ضرور ڈالتا ہے۔ اور اسے کمزور کر دیتا ہے اور بندے کی عزیمت و ہمت۔ قوت پرواز قوت طلب میں فتور اور نقص پیدا کر دیتا ہے اور پھر وصل و وصال۔ واصل وصول۔ حصول مطلوب کی راہ میں یہ چیز ایک زبردست حجاب بن جاتی ہے۔ اور طالب کی راہ کاٹ دیتی ہے۔ راغب کی رغبت کو تلخ اور کڑوی کر دیتی ہے۔

دنیا میں کوئی موالات۔ کوئی محبت کامل، صالح۔ موجب خیر و فلاح نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس محبت و موالات کے لئے دشمنیاں بھی مول نہ لی جائیں۔ جیسا کہ خدائے قدوس قرآن حکیم کے اندر امام الحنفاء و امام المحبین حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ و السلام کا قول نقل فرماتا ہے جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا تھا۔

افرأیتم ما کنتم تعبدون. انتم وآباؤکم الاقدمون	کچھ تمہیں خبر بھی ہے کہ جن چیزوں کو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا
فانہم عدو لی الا رب العالمین (سورۃ الشعراء)	پوجتے چلے آئے ہو یہ تو میرے دشمن ہیں ہاں میرا دوست پروردگار عالم ہے

حضرت خلیل اللہ علیہ الصلاۃ و السلام کی محبت و موالات اور خلت۔ اسی وقت صحیح ہو سکتی تھی جبکہ آپ کی دشمنی غیر اللہ کے مقابلہ میں پوری طرح ابھر آتی۔ اللہ تعالیٰ سے دوستی۔ ولایت۔ موالات۔ مودت اسی وقت صحیح ہو سکتی تھی۔ جبکہ وہ خدا کے سوا ہر معبود سے اپنے کو بری کر لیتے۔ اور تمام معبودان باطل سے پوری قوت سے اپنے کو بری۔ اور پاکیزہ بنا لیتے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و السلام کے متعلق خدا کا ارشاد ہے۔

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معہ	مسلمانو تمہارے لئے ابراہیم اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان کا اچھا
اذ قالوا لقومہم انا برآء منکم ومما تعبدون	نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم کو تم سے اور
من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم	تمہارے معبودوں سے جن کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو
العداوۃ والبغضاء ابدا حتی تؤمنوا باللہ	کچھ سروکار نہیں ہم تم کو بالکل نہیں مانتے ہم میں دوامی دشمنی

وحدہ: (سورۃ الممتحنۃ) — تو تم ہمیشہ کے لئے بغض ہوگا اگر تم ایک خدا پر ایمان نہ لے آؤ

اور فرماتا ہے۔

واذ قال ابراھیم لابیہ وقومہ اننی براء مما تعبدون الا الذی فطرنی فانہ سیھدین وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ لعلھم یرجعون: (سورۃ الزخرف)

اور ایک وقت ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ جن کی تم پرستش کرتے ہو مجھکو تو ان سے کچھ سروکار نہیں مگر ہاں مجھے اس خدا سے سروکار ہے جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی راہ راست بھی دکھائیگا اور انہوں نے اس عقیدہ توحید کو انکی نسل میں قائم کیا کہ وہ بات انکی نسل میں باقی چلی آئی انکی غرض یہ تھی کہ وہ لوگ خدا کیطرف رجوع ہوجائیں

یعنی موالات و مودت۔ اور محبت کو صرف خدا کے ساتھ مخصوص کر دینا اور خدائے معبود حقیقی کے سوا تمام معبودان باطل سے منہ موڑ لینا ایک ہمیشہ باقی رہنے والا کلمہ ہے جو انبیاء کرام اور پیروان انبیاء کرام سے بطن بعد بطن چلا آرہا ہے اور وہ یہی کلمۂ "لا الٰہ الا اللہ" ہے۔

اور یہی وہ کلمہ ہے جو امام الحنفاء (حضرت ابراہیم ؑ) اپنے متبعین اور پیروکاروں کو قیامت تک کے لئے ورثہ اور ترکہ میں دیا ہے۔

اور یہی وہ کلمہ ہے جس سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ اور جس پر خدا نے اپنی ساری مخلوق کی فطرت کو قائم کیا ہے۔ اس کلمہ پر ملت کی تاسیس ہوتی ہے۔ اور اسی پر قبیلہ کی بنائیں قائم ہوتی ہیں۔ اور اسی کلمہ کے لئے جہاد کی تلواریں ہمیشہ بے نیام ہوتی چلی آئی ہیں۔ اور یہ کلمہ تمام بندوں کے لئے محض اللہ کا حق ہے۔ اسی کلمہ سے خون۔ مال۔ اولاد اور ذریۃ کا تحفظ ہوتا ہے اس سے اس دنیا میں بھی تحفظ ہوتا ہے۔ اور اسی سے عذاب قبر۔ عذاب جہنم سے بھی نجات ملے گی۔ یہ کلمہ ایک زبردست خدائی منشور ہے۔ اس کلمہ کے بغیر کوئی شخص جنت میں نہیں جاسکے گا۔ یہ کلمہ خدا کی مضبوط رسی ہے۔ انسان اس وقت تک خدا تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس مضبوط رسی کو تھام کر آگے نہ بڑھے۔ یہ اسلام کا مقدس و پاکیزہ کلمہ ہے۔ اسی کلمہ سے شقی و سعید۔ مقبول و مردود کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ اور اسی کلمہ سے دار الکفر۔ دار الاسلام کے راستے الگ ہوجاتے ہیں۔ اسی کلمہ سے دار النعیم اور دار الشقاء کے درمیان امتیاز ہوتا ہے اور یہی کلمہ وہ عمود و ستون ہے جو فرائض و سنن کا بار اٹھائے ہوئے ہے اور یہی وہ مقدس کلمہ ہے جس کے متعلق آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے۔

ومن کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ: — جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا

اس مقدس کلمہ کی حقیقی روح اور راز یہ ہے کہ رب العالمین جل شانہٗ وتقدست اسمائہٗ وتبارک اسمہ۔ وتعالیٰ جدہ ولا الہ غیرہ کی ذات کو محبت واجلال، عظمت وجلالت خوف ورجاء، منفرد مانا جائے۔ اور اس کے توابعات میں مثلاً توکل۔ انابت۔ رغبت وہیبت وغیرہ میں منفرد ویکتا مانا جائے۔ اسکی ذات کے سوا بندہ کسی سے محبت نہ رکھے اور اگر کسی سے محبت کرے تو صرف اس لئے کہ اس سے محبت کرنا محبوب اعلیٰ کی محبت کے تابع ہے اور محبوب حقیقی واصلی کی محبت کا ذریعہ۔ یا اضافہ محبت کا وسیلہ ہے ایسا بندہ خدا کی ذات کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور خدا کی ذات کے سوا کسی سے امید وابستہ نہیں رکھتا۔ کسی پر توکل واعتماد نہیں کرتا۔ رغبت ورہبت امید وبیم صرف ذات الٰہی سے رکھتا ہے اور بس۔ وہ قسم کھاتا ہے تو صرف خدا کی۔ نذر مانتا ہے تو صرف خدا کی۔ توبہ وانابت کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو صرف اسی کے سامنے۔ اطاعت وپیروی کرتا ہے تو صرف خدا کی۔ طلب خیر وفلاح کی آرزو رکھتا ہے تو صرف بارگاہ خداوندی سے۔ ہر قسم کے شدائد وتکالیف میں امداد واستعانت کا ہاتھ پھیلاتا ہے تو صرف اس کے سامنے۔ التجا کرتا ہے تو اسی کی بارگاہ میں سجدہ کرتا ہے تو اسی کی جناب میں ذبح کرتا ہے تو اسی کے لئے۔ اور اسی کے نام پر اور اسی کے نام سے۔

تمام امور اگر ایک جملہ میں جمع کر دیئے جائیں تو یوں کہئے کہ ہر قسم کی عبادتیں صرف اللہ ہی کیلئے ہیں وہ تمام عبادتوں کا حقدار ہے اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت بھی یہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کلمہ کی حقیقی معنی میں شہادت دینے والے پر خدا نے جہنم حرام کر دی ہے اور فرمایا ہے۔ جو شخص بھی اس حقیقت کے ساتھ کلمہ شہادت کی تصدیق کریگا اور اس پر قائم رہے گا اُس کا جہنم میں جانا محال اور ناممکن ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

والذین ھم بشھاداتھم قائمون (سورۃ المعارج) اور وہ جو اپنی گواہیوں پر ثابت قدم رہے۔

یعنی بندے کے ظاہر وباطن۔ قلب وقالب میں یہ شہادت قائم وراسخ ہو چکی ہو۔

تصدیق شہادت کی صورتیں مختلف ہیں۔ بعض کی شہادت مردہ ہوتی ہے بعض کی شہادت خفتہ ہوتی ہے اگر اسے جگایا جائے تو جلد جاگ اٹھتی ہے۔ بعض کی شہادت بیٹھی ہوئی ہوتی ہے اور بعض کی کھڑی ہوئی۔

اور یہ شہادت قلب کے اندر اسی طرح ہوتی ہے۔ جس طرح جسم کے اندر روح ہوا کرتی ہے۔ اور روح کے حالات بھی مختلف ہوتے ہیں۔ بعض موت کے قریب ہوا کرتی ہیں بعض روحیں ایسی ہوتی ہیں۔ جنہیں صرف زندہ کیا جا سکتا ہے۔ بعض روحیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو ہر طرح صحیح و

سالم ہوا کرتی ہیں اور جسم کے تمام معاملات کو صحیح حوار پر قائم رکھے ہوئے ہیں چنانچہ حدیث صحیح کے اندر آنحضرتؐ سے مروی ہے۔

انی لا علم کلمۃ لا یقولہا عبد عند الموت الا وجدت روحہا روحًا:	مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے اگر بندہ نزع کے وقت اسے کہہ لیگا۔ تو اسکی روح اس کلمہ سے دوسری روح حاصل کرلیگی

اس روح کی حیات و زندگی اس کلمہ سے وابستہ ہے۔ جس طرح کہ جسم کی حیات و زندگی اس روح سے وابستہ ہے۔

وہ آدمی جو موت کے وقت اس کلمہ کو ادا کرتا ہے اور اس پر مرتا ہے۔ تو اسے جنت حاصل ہوتی ہے اور جنت میں پوری آزادی و عشرت کے ساتھ رہنے کا حقدار بن جاتا ہے۔ تو وہ شخص جس کی ساری زندگی اس کلمہ پر گذری۔ اور زندگی بھر اس نے کلمہ کو اپنائے رکھا تو اسکی کیا شان ہونی چاہیئے؟ یقیناً اس کی روح جنت الماوی کے اندر سیر کرتی ہے گی اور پوری عیش و عشرت سے سیر کریگی جیساکہ خدا کا ارشاد ہے۔

واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھوی۔ فان الجنۃ ھی الماوی (سورۃ النازعات)	اور جو اپنے پروردگار کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے روکا اسکا ٹھکانا بھی جنت ہے

بندے خدا کے حضور میں جب قیامت کے دن حاضر ہونگے اس دن ایسے ہی آدمیوں کے لیے جنت ہے۔ جنت ایسے ہی آدمیوں کا مقام اور ماوی و ملجا ہے۔

اور جبکہ معرفت الٰہی محبت خداوندی۔ انس باللہ۔ شوق لقاء رب العالمین اور لقاء رب العالمین سے فرح و مسرت۔ رضاء الٰہی دنیا میں۔ انسان کی روح کا ماوی اور ملجا ہے۔ جب دنیا میں ایسے آدمی کا ماوی و ملجاء یہ جنت اور ایسی جنت ہے تو پھر معاد و آخرت کا کیا کہنا؟ یقیناً جنت الخلد اسکا ماوی ملجاء اور ٹھکانا ہوگی۔

پس جو آدمی دنیا کی اس جنت سے محروم رہا وہ جنت الخلد سے یقیناً محروم رہے گا یعنی ابرار۔ خدا کے نیک بندے اگرچہ بظاہر تنگ عیش نظر آئیں۔ لیکن وہ نعمت و راحت ہی میں ہونگے اور فساق و فجار لوگ یہاں وہاں ہر دو جگہ جہنم میں ہونگے۔ اگرچہ دنیا کی ساری وسعتیں انکے لیے موجود ہوں جیساکہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیاۃ طیبۃ (سورۃ النحل)	جو شخص نیک عمل کریگا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ہم اسکی زندگی اچھی طرح بسر کرائینگے

طیبب الحیات اور بہترین زندگی جس کا اس آیت میں ذکر ہوا ہے سو وہ اسی دنیا کی زندگی ہے اور اسی بہترین زندگی کا نام دنیا کی جنت ہے جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے ۔

فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ۔ ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا (سورۃ الانعام)	خدا جس شخص کو چاہتا ہے کہ اسے راہ راست دکھائے اسکے سینے کو اسلام کیلئے کھول دیتا اور جس شخص کو چاہتا ہے کہ اسکو گمراہ کرے تو اسکے سینے کو تنگ اور بھینچا ہوا کر دیتا ہے

اب تم ہی بتلاؤ کہ شرح صدر سے زیادہ اور بڑی نعمت کیا ہو سکتی ہے ؟ اور ضیق صدر تنگی قلب سے زیادہ کونسا بڑا اور سخت عذاب ہو سکتا ہے ۔

اور اللہ تعالے کا ارشاد ہے ۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔ الذین آمنوا وکانوا یتقون ؛ لھم البشری فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ لاتبدیل لکلمات اللہ ذالک فوز العظیم (سورۃ یونس)	آگاہ رہو خاصان خدا ایسے ہیں کہ قیامت کے دن نہ ان پر خوف طاری ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہونگے یہ وہ لوگ ہیں جو خدا سے ڈرتے رہے انکے لئے دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی خدا کی باتوں میں فرق نہیں آتا یہی بڑی کامیابی ہے

پس وہ مومن مخلص بندہ جسے خدائے قدوس سے کامل ترین خلوص ہے اس کی زندگی عیش کا عیش ۔ بہترین زندگی اور بہترین عیش ہے ۔ اور ایسا آدمی سب سے زیادہ خوشحال ۔ مرفہ الحال اور مالا مال ہے ایسے آدمی کو سب سے زیادہ انشراح صدر اور سرور قلب حاصل ہوتا ہے اور یہ وہ جنت ہے جو اسے دنیا میں وعدے کی جنت سے قبل ہی حاصل ہو گی چنانچہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے ۔

اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا ؛	جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو ان میں چر لیا کرو

یہ سن کر صحابہ عرض کرتے ہیں ۔ یا رسول اللہ ۔ جنت کی کیاریاں کہاں ۔ اور کیا ہیں ؟ آپ نے فرمایا ۔

حلق الذکر	ذکر خداوندی کے حلقے

اور اسی قسم کی جنت کے متعلق آنحضرتؐ کا یہ ارشاد بھی ہے ۔

ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ ؛	میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کی کیاریاں ہیں ۔

اور آپ کا یہ ارشاد بھی اسی قسم کی جنت کے متعلق ہے۔ صحابہ رضوان اللہ تعالے اجمعین نے آپ سے صوم وصال کے متعلق دریافت کیا (۱) تو آپ نے لوگوں کو منع کر دیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔

انك تواصل — آپ تو اس طرح روزے رکھتے ہیں۔

آپ نے اس کا جواب دیا۔

انی لست کھیئتکم انی اظل — میں تمہاری طرح نہیں ہوں میرا حال یہ ہے کہ

عند ربی یطعمنی ویسقینی : — میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

اس حدیث میں آپ یہ خبر دیتے ہیں کہ جو غذا اور جو خوراک آپ کو مل رہی ہے وہ پروردگار کی جانب سے مل رہی ہے اور وہ اس محسوس اور ظاہر کھانے پینے کے قائم مقام ہوتی ہے اور غذا اور خوراک آپ کو مل رہی ہے وہ صرف آپ ہی کے لئے مخصوص ہے دوسرے کسی کو حاصل نہیں ہے۔

جب غذا کا ایک بندہ کھانے پینے سے صرف محبوب اعلیٰ کی رضامندی ورضا جوئی کے لئے احتراز کرتا ہے۔ تو اسے اسکے عوض ایسی چیز دیجاتی ہے۔ جو پوری طرح اسکی قائمقام کرتی ہے۔ اس ظاہر خوراک وغذا سے اسے مستغنی کر دیتی ہے جیسا کسی شاعر نے کہا ہے۔

لہا احادیث من ذکراك تشغلہا — عن الشراب وتلہیہا عن الزاد

اسکے پاس تجھے یاد کرنیکی کچھ ایسی باتیں ہیں جو اسے کھانے پینے سے بھی غافل اور خود فراموش بنا دیتی ہیں۔

لہا بوجہك نور تستضئ بہ — ومن حدیثك فی اعقابہا حادی

تیرے چہرے کے نور سے وہ روشنی حاصل کرتی ہے اور تیری گفتگو اس کیلئے حدی خوانی کرتی ہے۔

اذا اشتکت من کلال السیر اوعدہا — روح اللقاء فتحیی عند میعاد

جب سفر کے تکان کی اسے شکایت پیدا ہوتی ہے تو ملاقات کی روح اسے وعدۂ دیگر ایک میعاد تک کیلئے پھر زندہ کر دیتی ہے

ہر وہ چیز جس کا وجود بندے کے لئے مفید ہے اور بندہ اس کا محتاج ہے اس کا فقدان بندے کے لئے سخت موجب تکلیف ہوگا۔ جس طرح کہ کسی چیز کا عدم بندے کے لئے نافع ہے تو اس کا

---

(۱) صوم وصال اس روزے کا نام ہے کہ کئی کئی دن تک درمیان میں بلا افطار اور بلا سحری۔ بلا کچھ کھائے پئے کئی کئی دن تک مسلسل متواتر۔ متصل روزے رکھے جائیں۔ اس طرح روزہ رکھنا شرعاً ممنوع اور حرام ہے۔ ۱۲ منہ۔

وجود اس کے حق میں سخت تکلیف دہ ہوگا۔

کوئی ایسی چیز جو علی الاطلاق بندے کے حق میں نافع اور مفید ہے وہ ہے اقبال الی اللہ اور اشتغال بذکر اللہ۔ خدا سے محبت۔ اور اس محبت سے لذت اندوز ہونا۔ اور خدا کی مرضی و رضامندی کو ہر چیز پر ترجیح دینا۔ بلکہ اپنی حیات و زندگی اور دنیا کی ہر نعمت سرور و مسرت۔ فرحت و بہجت اور اپنی زندگی کی ہر چیز کو اسی خدا سے وابستہ کر دینا۔ ایسے امر کا بندہ کے لئے معدوم و مفقود ہو جانا اس کے لئے تمام تکالیف سے زیادہ تکلیف دہ عذاب ہے۔ مگر چونکہ اس کی روح دوسرے ظاہری امور و مشاغل میں خود مستغرق رہتی ہے اس لئے آلام و مصائب۔ اور تکلیف و عذاب اس کی آنکھوں سے اوجھل رہتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جس کی جدائی اور فراق اس کے سب سے زیادہ موجب رنج والم ہے اور سخت سے سخت موجب تکلیف ہے وہ بھی اس سے غائب ہو جاتی ہے اور غائب رہتی ہے اور اسکی حالت بعینہ اس نشہ باز بدمست کی سی ہو جاتی ہے جو نشۂ شراب میں چور ہے۔ اس کا گھر جل رہا ہے۔ مال و اولاد تباہ ہو رہی ہے۔ لیکن وہ نشہ میں اسقدر مدہوش و بے خبر ہے کہ اسے کسی چیز کی خبر ہی نہیں ہے۔ اس وقت ان اشیاء کا جلنا۔ تباہ و برباد ہونا اور اس تباہی و بربادی کی تکلیف اس کی قوت شعور سے باہر ہے کیونکہ شراب کے نشہ نے اسکی قوت شعور کو بیکار کر دیا ہے۔"
لیکن جب یہ صحیح و تندرست ہو جاتا ہے۔ نقشہ آور ہو جاتا ہے اور شراب کی بے ہوشی مدہوشی سے اسے افاقہ ملتا ہے اور ہوش سنبھالتا ہے تو اس وقت اسے اپنے حالات پتہ لگتا ہے۔ بالکل ٹھیک ٹھیک دنیا اور آخرت کی زندگی کا یہی حال ہے جب دنیا سے کوچ ہوگا۔ جو امور پردۂ غیب میں ہیں شہود میں آئینگے اور آخرت کی چیزیں یکے بعد دیگرے سامنے آئینگی۔ اب وہ دنیا سے جانے کی تیاری کر رہا ہے۔ دنیا سے منتقل ہو کر بارگاہِ الٰہی میں پہونچ رہا ہے اور اب وہ اپنے سامنے آلام و حسرتوں کا پلہ پاتا ہے " مصائب و عذاب دیکھتا ہے اور اس وقت جو آلام و حسرتیں مصائب عذاب اسکے سامنے ہیں وہ اسقدر خطرناک ہیں کہ دنیوی آلام و تکالیف سے کئی ہزار گنا اور پھر یہ کہ دنیا میں انسان کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو وہ اسکی تلافی کی امید رکھتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے وہ تھی ہی اس لئے کسی نہ کسی دن ختم ہوگی فنا ہونیوالی ہی تھی باقی رہنے والی نہیں تھی۔

بتاؤ اس شخص کا کیا حال ہوگا ؟ جسکی ایسی چیز ضائع ہو رہی ہے جس کا عوض و بدلہ ہی نہیں ہوسکتا۔ اور یہ ایسی چیز ہے کہ اگر ساری دنیا اور دنیا میں کچھ ہے سب کا سب ہی اسکے عوض دے دیا جائے۔ یہ سب محض بے حیثیت ہونگی۔ اگر حق سبحانہ و تعالےٰ اس فوت شدہ چیز اور اسکی حسرت والم کے عوض اسے موت دیدے تو بندہ اس کا حقدار بھی ہے اور موت ہی اس کے لئے ایک بہترین تمنا۔ اور خوش آئندہ آرزو اور بڑی سے بڑی حسرت ہو سکتی ہے۔

اور پھر یہ تمام باتیں بھی اسوقت ہیں جبکہ رنج والم محض فوت شدہ اشیائے کے متعلق ہو پھر اس شخص کا کیا حال ہے ؟ جس کی روح اور جسم پر دوسرے بہت سے امور کا بار بھی ہو جسکے اٹھانے کی اس کے اندر طاقت و قدرت بھی نہ ہو۔

مبارک ہے وہ ذات جس نے اس ضعیف و کمزور مخلوق کو اسی قسم کے آلام و مصائب کا محل بنایا اور اس کے کندھے اس قابل بنا دیئے کہ ایسے عظیم الشان بوجھ کو اٹھا سکیں۔ جسے بڑے بڑے پہاڑ بھی نہیں اُٹھا سکے۔

اسوقت تم اپنے سامنے اپنے محبوب کو لے آؤ جو دنیا میں سب سے زیادہ تمہیں محبوب ہے جس کی جدائی تمہیں قطعاً گوارا نہیں ہے۔ یہ محبوب یکایک تم سے چھن گیا اور تم سے الگ کر لیا گیا بتاؤ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا ؟ حالانکہ یہ ایسا محبوب ہے کہ اس کا عوض اور بدل ممکن ہے جس محبوب کا بدل اور عوض ہی نہیں اور وہ فوت ہو گیا تو تمہارا کیا حشر ہوگا ! کیا اچھا کسی شاعر نے کہا ہے۔

من کل شیئ اذا ضیعتہ عوض　　　وما من اللہ ان ضیعتہ عوض

تمکو ہر چیز کا جو تم ضائع کردو عوض مل سکتا ہے لیکن اگر تو نے خدا کو کھو دیا تو اسکا کوئی عوض و بدل نہیں

اور ایک حدیث قدسی کے اندر ہے۔

ابن آدم خلقتک لعبادتی فلا	اے آدم کے بیٹے میں نے تجھے اپنی عبادت کے لئے
تلعب وتکفلت برزقک فلا	پیدا کیا ہے تو لہو ولعب میں نہ پڑ جا میں نے تیرے
تتعب۔ ابن آدم اطلبنی تجدنی	رزق کی کفالت کی ہے خواہ مخواہ تعب و مشقت میں
فان وجدتنی وجدت کل شیئ	پڑ اے آدم کے بیٹے مجھے طلب کر تو مجھے پائیگا اگر تو نے
وان فتک فاتک کل شیئ فانا	مجھے پالیا تو ہر چیز پالی اور تو نے مجھے کھو دیا تو ہر چیز کھو دی

احب الیك من كل شیئ : اور حال یہ ہے کہ میں تجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں

فصل

(جو شخص خدا کی محبت کو فوت کر دیتا ہے اس سے ہر چیز فوت ہو جاتی ہے)

محبت ایک جنس ہے جس کے ماتحت بہت سی نوعیں ہیں جو اپنی قدر و وصف کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف اور متفاوت ہیں اور اس لئے اغلب یہ ہے کہ خدا پر جس نوع کا اطلاق ہوتا ہے وہ وہی ہوتی ہے جو ذات الہی کے ساتھ مختص اور مخصوص ہوتی ہے اور وہی اس کا سزاوار ہوتا ہے۔

کسی دوسرے کے لئے اس کا اطلاق صحیح نہیں ہوتا نہ کسی دوسرے کے اندر اس کی صلاحیت ہوتی ہے۔ سوائے ذات خداوندی کے کوئی بھی اسکی اہلیت و صلاحیت نہیں رکھتا مثلاً عبادت، انابت وغیرہ۔

کبھی محبت کا ذکر اس کے اسم مطلق کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم و یحبونہ (سورۃ المائدہ) : ایسے لوگ موجود کردیگا جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اسکو دوست رکھتے ہونگے۔

اور ارشاد ہے۔

ومن الناس من یتخذ دون اللّٰہ انداد یحبونھم کحب اللّٰہ والذین آمنوا اشد حبا للّٰہ (سورۃ البقرہ) : اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں اور جیسی محبت خدا سے کرنی چاہیے ویسی محبت وہ ان سے رکھتے ہیں اور جو ایمان والے ہیں انکو سب سے بڑھکر خدا کی محبت ہے

محبت کی مذموم ترین نوع وہ محبت ہے جس کے اندر اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو اس کا شریک و ساجھی بنالیا جائے۔ بندہ کسی کو خدا کے برابر اور اس کا مثیل بنا کر اس سے محبت کرنے لگے محمود ترین۔ اعلیٰ ترین عظیم ترین محبت کی نوع وہ ہے کہ اگر اللہ وحدہ لاشریک کی ذات سے محبت کیجائے اور کسی کو اس میں اس کا شریک و ساجھی نہ بنایا جائے۔ اور سعادت کی اصل اور سرچشمہ یہی محبت ہے اس محبت کے بغیر کوئی انسان نجات نہیں پا سکتا۔

اور شقاوت و بدبختی۔ محرومی و بدنصیبی کی اصل اور جڑ محبت مذمومیہ شرکیہ ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے جہنم میں وہی شخص رہے گا جس کے اندر یہ مذموم محبت شرکیہ موجود ہوگی۔

وہ لوگ جہنم میں نہیں جائیں گے جو صرف خدا سے محبت کرتے ہیں اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اس محبت و عبادت میں کسی کو خدا کا شریک نہیں بناتے ایسے لوگ اگر اپنے دوسرے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں بھی داخل ہونگے تو یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رہیں گے قرآن حکیم نے جس محبت کا امر و حکم دیا ہے اس کا مدار یہی محبت اور اس کے لوازم ہیں اور جس محبت سے وہ روکتا اور منع کرتا ہے وہ دوسری قسم کی محبت اور اس کے لوازم ہیں اور خدا نے ان ہر دو قسم کی محبت کی مثالیں دی ہیں پیمانے بتاتے ہیں قصص و حکایات، دونوں قسموں کے لوگوں کے اعمال کردار اور ہر دو قسموں کے اولیا معبودوں کی تفصیل۔ افعال اور معاملات کی خبریں اور واقعات پیش کئے ہیں ان ہر دو قسم کے لوگوں کا حال ہر ایک عالم یعنی عالم دنیا۔ عالم برزخ۔ عالم آخرت میں کیا ہوگا؟ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جا[illegible]۔ اس کا ذکر بھی تفصیل سے کر دیا ہے اور غور کیا جائے تو سارا قرآن انہی دو قسم کے لوگوں کی شان میں وارد ہوا ہے اور تمام انبیاء و مرسلین کی [illegible]ت کی اصل بھی یہی خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت ہے جو کمال محبت، کمال خضوع و خشوع اور بارگاہ خداوندی میں انتہائی تذلل و انکساری اور خدا کی عظمت و جلالت اور اس کے لوازم اور اس کے مناسب اور لازمی طاعات و تقویٰ پر مشتمل اور متضمن ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین؛

قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس وقت تک تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا جبتک میں اسے اس کی اولاد اور اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ آنحضرتؐ سے میں نے عرض کیا۔

واللہ لانت احب الی من کل شیئ الا نفسی۔

قسم خدا کی آپ ہر چیز سے زیادہ مجھے محبوب ہیں سوائے میری جان کے۔

یہ سن کر آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا

لا یا عمر! حتی اکون احب الیک

اے عمر! ہرگز نہیں جبتک کہ میں تم کو

من نفسك : تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں)

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا۔

والذی بعثك بالحق لانت احب الی من نفسی : قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق سے کر بھیجا ہے۔ آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں

آنحضرتؐ نے فرمایا۔

الآن یا عمر! اے عمر اب (بات بنی)

جبکہ خدا کے خاص بندے اور اس کے رسول کی محبت کے بارے میں یہ وارد ہے۔ کہ جب تک ان سے اپنے ماں باپ اولاد حتی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہیں ہوگی کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ تو اب بتلاؤ جس ذات نے اپنے اس بندے کو اپنا رسول و پیغمبر بنا کر بھیجا اس کی محبت کس قدر مقدم ہوگی۔ پروردگار عالم کی محبت کسی اور کی محبت کے مقابلہ میں اپنی قدر وصف۔ اور تقریر و تخصیص کے لحاظ سے بالکل مخصوص اور مختص ہے اور خدا کی محبت تو اس طرح اور لازم ہے کہ بندے کو خدا اپنی، اولاد، اپنے ماں باپ بلکہ اپنی آنکھ اور جان سے بھی زیادہ محبوب ہو اور اس معبود وحق کی محبت کے مقابلہ میں ہر چیز کی محبت ہیچ نظر آئے۔

محبت کا عام قاعدہ یہ ہے کہ ہر چیز من وجہ محبوب ہوا کرتی ہے۔ اور من وجہ غیر محبوب نیز یہ بھی قاعدہ ہے کہ چیز کی محبت کبھی لذاتہ ہوا کرتی ہے اور کبھی لغیرہ۔ لیکن وہ ذات جو ہمہ محبوب ہے اور لذاتہ محبوب ہے وہ صرف خدا احد وحدہ لاشریک کی ذات ہے۔

لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا (سورة الانبیاء) اگر آسمان و زمین میں بھی اللہ کے سوا اور بھی اللہ ہوتے تو یہ آسمان و زمین دونوں ہی تباہ ہو جاتے۔

خدا پرستی اور عبودیت نام ہی ہے اللہ سے محبت، اس کی اطاعت اور اس کے حضور عاجزی سے اظہار کا۔

فصل

(عالم علوی۔ اور عالم سفلی کی تمامتر حرکتوں کا اصل موجب)
(محبت ہے۔ یہی علت فاعلی ہے اور یہی علت غائی)

عالم علوی ۔ اور عالم سفلی میں جسقدر بھی حرکات صادر ہوتی ہیں ۔ انکی اصل و منبع محبت ہے ۔ محبت ہی ان حرکات کی علت فاعلی ہے اور محبت ہی علت غائی ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حرکتیں تین قسم کی ہیں ۔ حرکت اختیاری (ارادی) حرکت طبعی اور حرکت قسری ۔ حرکت طبعی کی اصل سکون ہے ۔ کیونکہ جسم اسی وقت حرکت کرتا ہے جبکہ وہ اپنے مستقر اور مرکز طبعی سے علیحدہ ہو جاتا ہے اسوقت جسم صرف اس لیے حرکت کرتا ہے کہ وہ اپنے مرکز طبعی ۔ اور اصل مستقر پر جلد سے جلد پہونچ جائے اور یہ جسم صرف اس لیے حرکت کرتا ہے کہ ایک قاسر حرکت دینے والا اسے حرکت دے رہا ہے ۔ بنا بریں جسم کی یہ حرکت قسری اور جبری ہے ۔ اور جس چیز کی بھی حرکت طبعی بذاتہ ہوا کرتی ہے اس کا مطالبہ اور مقتضی یہی ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنے اصل مرکز کی طرف جلد سے جلد عود کر آئے ۔

غرض اجسام کی حرکت خواہ قسری ہو خواہ طبعی دونوں کسی محرک قاسر کے تابع ہوتی ہے اور یہ محرک قاسری ان دونوں حرکتوں کا موجب ہوتا ہے ۔ اور حرکت اختیاری و ارادی جو دوسری دو حرکتوں کی اصل خود ارادہ اور محبت کی تابع ہوتی ہے ، اس طرح ہر سہ قسم کی حرکتیں محبت اور ارادے کے تابع ہیں ۔

حرکتیں صرف تین ہی قسم کی ہو سکتی ہیں ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ متحرک اگر ایسا ہے کہ اسے حرکت کا شعور ہے تو اس حرکت کو حرکت ارادی کہیں گے ۔ اور اگر اسے حرکت کا شعور نہیں ہے تو پھر یہ دیکھیں گے کہ آیا وہ اپنی طبیعت کے مطابق حرکت کر رہا ہے ؟ یا اس کے خلاف ؟ اگر طبیعت کے مطابق حرکت کر رہا ہے تو اسے حرکت طبعی کہیں گے اور اگر اس کے خلاف حرکت کر رہا ہے تو اسے حرکت قسری کہا جائے گا ۔

جب تمہیں حرکت کی قسمیں معلوم ہو گئیں تو یہ سمجھ لو کہ آسمان ۔ زمین اور آسمان و زمین کے اندر کی اشیاء میں جو بھی حرکت ہو گی خواہ وہ افلاک و سماوات کی حرکت ہو ۔ یا سورج ۔ چاند نجوم و ستاروں کی ۔ ہوا ۔ بادل ۔ باران ۔ نباتات ۔ درخت کی حرکت ہو ۔ خواہ کسی مادہ کے حمل میں بچہ کی حرکت ہو ۔ تمام حرکتیں مدبرات امر ۔ مقسمات امر ۔ ملائکہ ۔ اور فرشتوں کے واسطے اور ذریعہ سے ہی سرزد ہوتی ہے ۔ جیسا کہ قرآن و سنت کی نصوص سے اس کا ثبوت ملتا ہے اور اس پر ایمان لانے ہی سے فرشتوں پر پورا پورا ایمان ہو سکتا ہے خدائے قدوس نے رحم پر بارش

دریاؤں پر۔ نباتات پر۔ ہواؤں پر۔ آسمان و زمین پر۔ سورج چاند۔ نجوم و ستاروں پر فرشتے
مقرر کر رکھے ہیں۔ اور پھر ہر انسان کے لئے خدا نے چار چار فرشتے مقرر کر دیئے ہیں۔ دائیں بائیں
کراماً کاتبین مقرر کر دیئے ہیں۔ اور آگے پیچھے محافظ فرشتے مقرر کر دیئے ہیں۔ نیز ہر انسان کی
روح قبض کرنے پر۔ اور روح کو اپنے اصل مستقر یعنی جنت یا دوزخ تک پہونچانے پر فرشتے
مقرر کر دیئے ہیں۔ قبر کے امتحان۔ سوال و جواب۔ قبر کے عذاب اور قبر کی نعمتوں اور راحتوں کیلئے
فرشتے مامور ہیں۔ اور پھر ایسے فرشتے بھی مقرر کر دیئے ہیں کہ حشر کے دن جب بنی آدم اپنی قبروں
سے اٹھیں تو انہیں ہنکا کر میدان حشر میں لیجائیں اور حساب و کتاب کے بعد جہنم کے حقداروں کو
جہنم میں لیجائیں۔ اور عذاب کے شکنجوں میں کسیں۔ اور جنت کے حقداروں کو جنت میں لے جاکر
داخل کریں۔ اور خدا کے عطیات و انعامات ان تک پہونچا دیں۔ پہاڑوں پر فرشتے مامور کر دیئے
گئے ہیں کہ انکو مضبوط تھامے رہیں۔ بادلوں پر فرشتے مامور فرمائے کہ وہ بادلوں کو حکم الٰہی کے
مطابق چلاتے رہیں۔ برسات پر فرشتے مامور فرما دیئے کہ امر الٰہی کے مطابق۔ قدر معلوم کے موافق
خدا کی مشیت کے ماتحت پانی برسائیں۔ جنت اور جنت کے باغوں پر فرشتے مامور کر دیئے کہ وہ
جنت میں عمدہ۔ اور خوبصورت درخت لگائیں۔ فرش و فروش۔ لباس اور کپڑے تیار کریں اور
جنت کو آراستہ کرتے رہے۔ اور جنت میں ہمہ قسم کی آسائشوں کا انتظام کرتے رہیں اور اسی طرح
جہنم پر بھی خدا نے فرشتے مامور کر دیئے ہیں۔

غرض! فرشتے خدائے قدوس کا لشکر۔ اور اس کے نظام کو چلانے والے کارکن ہیں۔ اور
لفظ "ملک" اسی امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ یہ ملائکہ اور فرشتے خدا کے حکم کو نافذ اور جاری کرتے
ہیں۔ انہیں خود کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ بلکہ ہمہ قسم کا اختیار صرف خدائے قدوس ہی کو حاصل
ہے۔ فرشتوں کا کام صرف اسقدر ہے کہ خدا کی مخلوق کی تدبیر اور تنظیم کرتے رہیں۔ اور خدا کے
عطیات خدا کی مخلوق پر خدا کے امر و حکم کے مطابق تقسیم کرتے رہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اندر
فرشتوں کے متعلق وارد ہے خدا کے فرشتوں کا بیان ہے۔

وما نتنزل الا بامر ربك له
ما بين ايدينا وما خلفنا
وما بين ذلك وما كان ربك
نسيا۔

اور ہم تمہارے پروردگار عالم کے بدون دنیا میں
نہیں آسکتے اور جو کچھ تمہارے آگے ہونے والا ہے۔
اور جو کچھ ہم سے پہلے ہو چکا ہے اور جو کچھ ان دونوں وقتوں
کے درمیان ہے سب اسکے حکم سے ہے اور تمہارا پروردگار عالم

(سورۃ مریم) بھول جانے والا نہیں ہے۔

اور خدا فرماتا ہے۔

وکم من ملک فی السماوات لا تغنی شفاعتھم شیئا الا من بعد ان یاذن اللہ لمن یشاء ویرضی (سورۃ النجم)

اور کتنے ہی فرشتے آسمانوں میں ہیں کہ ان کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آتی مگر جب خدا اجازت عطا فرما دے اسکے بعد ان لوگوں کے لیے جن کیلئے خدا چاہے اور راضی بھی ہو۔

خدا نے کچھ ایسے فرشتوں کی قسم بھی کھائی ہے جو مخلوق میں امر الٰہی اور نظام خداوندی کو جاری اور نافذ کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

والصافات صفا فالزاجرات زجرا فالتالیات ذکرا۔ (سورۃ الصافات)

قسم ہے ان جماعتوں کی جو صف بستہ رہتی ہیں پھر قسم ہے ان جماعتوں کی جو ڈانٹتی ہیں پھر قسم ہے ان جماعتوں کی جو تلاوت قرآن کرتی ہیں تاکہ حجت پوری ہو اور ڈرایا جائے۔

اور ارشاد ہے۔

والمرسلات عرفا فالعاصفات عصفا والناشرات نشرا فالفارقات فرقا فالملقیات ذکرا عذرا او نذرا۔ (سورۃ المرسلات)

ان ہواؤں کی قسم جو معمولی رفتار سے چلائی جاتی ہیں پھر زور پکڑ کر تیز ہو جاتی ہیں اور بادلوں کو ابھار کر چاروں طرف پھیلا دیتی ہیں پھر جدا کر دیتی ہیں اور پھر دلوں میں خدا کا خیال ڈال دیتی ہیں۔

اور ارشاد ہے۔

والنازعات غرقا والناشطات نشطا۔ والسابحات سبحا فالسابقات سبقا فالمدبرات امرا: (سورۃ النازعات)

اور ان فرشتوں کی قسم جو گھس کر جان نکالتے ہیں اور ان فرشتوں کی قسم جو ایمان والوں کی جان ایسی آسانی سے نکالتے ہیں جیسے بند کھول دیتے ہیں اور فرشتوں کی قسم جو تیرتے پھرتے ہیں پھر لپکتے ہیں پھر جیسا حکم ہوا اسکے مطابق انتظام کرتے ہیں۔

ان قسموں کی حقیقت معنی، اسرار اور راز ہم نے اپنی کتاب "اقسام القرآن" کے اندر پوری تفصیل وضاحت سے بیان کر دیئے ہیں۔

اس حقیقت کے ذہن نشین ہونے کے بعد یہ بات تم بآسانی سمجھ لوگے کہ یہ تمام تر محبتیں۔ حرکتیں ارادے، افعال و اعمال۔ رب الارض و رب سماوات کی عبادتیں ہی ہیں۔ اور طبعی اور قسری حرکتیں۔ اس

محبت کے تابع ہیں۔ اگر محبت نہ ہو تو افلاک۔ سماوات کا دور کسی طرح نہیں چل سکتا۔ نہ محبت کے بغیر۔ ستارے۔ سیارے حرکت کر سکتے ہیں۔ نہ حرکت دینے والی ہوائیں حرکت کر سکتی ہیں۔ نہ یہ باران رحمت کے اٹھانے والے بادل حرکت کر سکتے ہیں۔ نہ شکم مادر کے اندر بچے حرکت کر سکتے ہیں نہ دانے زمین کو پھاڑ کر اگ سکتے ہیں۔ نہ دریاؤں اور سمندروں میں جہازوں کو چلانے والی موجیں اٹھ سکتی ہیں۔ نہ عطیات خداوندی کے تقسیم کرنے والے فرشتے۔ اور دنیا کی تدبیر و تنظیم پر مامور شدہ فرشتے اس کے بغیر حرکت کر سکتے ہیں۔ اور نہ یہ آسمان و زمین اور آسمان و زمین کی مخلوق حرکت کر سکتی ہے۔ نہ وہ اپنے خالق و فاطر کی تسبیح و تہلیل کر سکتے ہیں۔ پاک و مقدس ہے وہ ذات جس کی زمین و آسمان تسبیح پڑھا کرتے ہیں۔ اور زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی تسبیح پڑھا کرتی ہے۔

وان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم انہ کان حلیما غفوراً۔ (سورۃ الاسراء)

اور جتنی چیزیں ہیں سب اسکی حمد و ثنا کے ساتھ اسکی تسبیح و تقدیس کر رہی ہیں مگر تم انکی تسبیح و تقدیس نہیں سمجھ سکتے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑا تحمل والا بڑا ہی گذر کرنے والا ہے۔

فصل

(موجودات کی صلاح و فلاح اسی میں ہے کہ اس کی تمامتر حرکات ارادے تمامتر محبتیں صرف خالق حقیقی کیلئے ہوں۔ توحید اسی کا نام ہے کہ معبود صرف خدا ہی کو مانا جائے)

مذکورہ بالا حقیقت سمجھ لینے کے بعد۔ یہ سمجھ لو کہ ہر جاندار کے اندر ارادہ۔ محبت اور عمل و فعل موجود ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اسکی اصلاح و درستگی ہوا کرتی ہے۔ اور ہر متحرک کی حرکت کی اصل محبت اور ارادہ ہے۔

مخلوقات و موجودات کی صلاح و فلاح اسی میں ہے کہ اس کی تمامتر حرکات۔ اور محبتیں صرف اپنے خاطر۔ خالق۔ باری۔ وحدہ لاشریک کے لئے ہوں۔ جس طرح کہ مخلوقات و موجودات کا وجود صرف خدائے وحدہ لاشریک کی تخلیق و تبدیع کی وجہ سے ہے۔ اسکی تمامتر حرکات اور محبتیں بھی صرف خدائے وحدہ لاشریک ہی کے لئے ہونی چاہئیں۔ اور اسی حقیقت کی بنا پر خدا نے فرمایا ہے۔

لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا فسبحان اللہ رب العرش عما یصفون۔ (سورۃ الانبیاء)

اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور بھی اللہ ہوتے تو یہ زمین و آسمان دونوں ہی برباد ہو گئے ہوتے تو جیسی جیسی باتیں یہ لوگ کرتے ہیں اللہ جو عرش کا مالک ہے۔ ان باتوں سے پاک ہے۔

اللہ تعالٰے نے اس آیت کے اندر لفسدتا۔ (زمین و آسمان برباد ہو جاتے) فرمایا ہے اور لما وجدتا (زمین و آسمان موجود نہ ہوتے) نہیں فرمایا۔ نیز دکانا معدومتین (زمین و آسمان معدوم ہوتے) یا۔ لعدمتا (زمین و آسمان معدوم ہو جاتے) نہیں فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالٰے اس امر پر قادر ہے کہ زمین و آسمان کو فساد و خرابی کی شکل میں بھی باقی رکھے۔ لیکن علی وجہ الکمال علی وجہ الاصلاح بصورت استقامت۔ زمین و آسمان کا باقی رہنا اسی وقت ممکن ہے جبکہ خدا صرف ایک وحدہ لاشریک ہو۔ کیونکہ زمین و آسمان اور زمین و آسمان کی ہر چیز۔ اور زمین و آسمان کے تمام رہنے سہنے والوں کا معبود صرف خدائے وحدہ لاشریک ہی ہے۔ اگر اس عالم کے دو معبود ہوتے تو نظام عالم کلیتہً درہم برہم ہو جاتا کیونکہ بر تقدیر دو خدا ہونے کے دونوں ایک دوسرے پر غالب اور بالاتر رہنے اور اپنی الٰہیہ و الوہیت میں منفرد اور تنہا رہنے کا خواہشمند ہوگا۔ کیونکہ کمال الٰہیہ و الوہیہ میں کسی کا شریک ہونا اسکی الٰہیتہ و الوہیتہ کے اندر نقص ظاہر کر رہا ہے اس لئے کہ جو ذات الالٰہ اور معبود ہو وہ کبھی گوارا نہیں کرتی کہ یہ ناقص اور کمزور اللہ و معبود بنا رہے۔ اور پھر اگر ان دو اللہ اور دو خداوں اور دو معبودوں میں سے کوئی ایک اللہ اور ایک معبود دوسرے کو مغلوب کر لیتا ہے تو وہ جو غالب اور قہرمان ہوگا۔ وہ اللہ اور معبود ہوگا۔ اور جو مغلوب و مقہور ہوگا وہ اللہ اور معبود نہیں ہو سکتا اور اگر یہ حالت ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکتا۔ اور ایک دوسرے پر غالب نہیں آسکتا تو دونوں کا کمزور ہونا لازم آتا ہے۔ دونوں کی الوہیت ناقص و ناتمام ہے لہذا اس صورت میں یہ لازم ہے کہ ان دونوں پر کوئی تیسرا اللہ اور معبود ہو۔ جو ان ہر دو پر غالب ہو۔

اور ان ہر دو پر حکومت و فرمانروائی کرے اور اگر کوئی تیسرا ان دونوں پر حاکم نہیں ہے تو پھر یہ ہوگا کہ یہ دونوں اپنی اپنی مخلوق کو لے کر ایک دوسرے پر حملہ کرنے۔ ایک دوسرے پر غلبہ پانے۔ اور ایک دوسرے کو مغلوب کرنے کی کوشش کرینگے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں زمین و آسمان۔ اور جو کچھ زمین و آسمان میں ہے۔ فاسد اور تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا۔ یہ بالکل واضح بات ہے کہ اگر دو بادشاہ ایک ملک میں ہوں تو ملک تباہ ہو جائے گا۔ اور ایک عورت کے دو شوہر ہوں گے

تو عورت تباہ ہو جائے گی۔ ایک مادہ دو نروں سے حاملہ ہو تو مادہ تباہ ہو جائے گی۔ دنیا کی بربادی اور فساد بادشاہوں اور خلیفوں کے باہمی اختلاف ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ دشمنان اسلام نے جب کبھی کسی اسلامی ملک پر حملہ کیا ہوگا۔ یا طمع ولالچ کی نظریں اسلامی ملک کی طرف بڑھائی ہونگی۔ اسی وقت اٹھائی اور بڑھائی ہونگی؟ جبکہ مسلمان باہمی اختلاف وفساد کے اندر مبتلا ہونگے اور ایک دوسرے کے خلاف اپنی اپنی بالادستی کے لئے کوشاں ہوں گے۔

غرض! آسمانوں اور زمینوں کی صلاح واستقامت۔ اور مخلوقات کا یہ بہترین اور کامل ترین نظام۔ اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ اس نظام کو چلانے والی وہ ذات ہے جس کی شان میں یہ کہا گیا ہے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر؛

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔ ملک اسی کا ہے اور ساری تعریفیں اسی کیلئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر بڑا قدرت والا ہے۔

عرش اعلیٰ سے لے کر تحت الثریٰ تک خدا کی ذات کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک ہی ذات معبود ہے۔ اور بس۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

ما اتخذ اللہ من ولد وما کان معہ الٰہ اذا لذھب کل الٰہ بما خلق ولعلیٰ بعضھم علیٰ بعض سبحان اللہ عما یصفون عالم الغیب والشھادۃ فتعالیٰ عما یشرکون: (سورۃ المومنون)

نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا۔ اور نہ اسکے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔ ورنہ ہر ایک خدا اپنی مخلوقات کو الگ لئے پھرتا اور آپس میں لڑتے اور ایک دوسرے پر غالب آجاتا۔ جیسی جیسی باتیں یہ لوگ اللہ کی نسبت بیان کرتے ہیں اللہ ان سے پاک ہے وہ غائب وحاضر سب جانتا ہے اور وہ لوگوں کے شرک سے بالاتر ہے۔

اور ارشاد ہے۔

ام اتخذوا الٰھۃ من الارض ھم ینشرون۔ لو کان فیھما الٰھۃ الا اللہ لفسدتا۔ سبحان اللہ رب العرش عما یصفون۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔

کیا ان لوگوں نے ایسے معبود بنا رکھے ہیں جن کو یہ لوگ خود زمین سے بنا کھڑے کرتے ہیں۔ اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان دونوں کبھی کے برباد ہو گئے ہوتے تو جیسی جیسی باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اللہ جو عرش کا مالک ہے وہ ان باتوں سے پاک ہے

(سورۃ الانبیاء) جو کچھ وہ کرتا ہے اسکی باز پرس اس سے نہیں کی جا سکتی۔

اور ارشاد ہوتا ہے۔

قل لو کان معہ آلھۃ کما یقولون اذا لابتغوا الی ذی العرش سبیلا (سورہ بنی اسرائیل)

اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو اگر خدا کے ساتھ جیسا یہ لوگ کہتے ہیں اور معبود بھی ہوتے تو اس صورت میں ان معبودوں نے خدا تک پہنچنے کا رستہ کبھی کا ڈھونڈ نکالا ہوتا۔

یعنی یہ لوگ ایک دوسرے پر غلبہ پانے کے لئے ایک دوسرے پر جبر اور زبردستی کرنے کے راستے تلاش کر لیتے جس طرح سلاطین اور بادشاہ ایک دوسرے پر غلبہ پانے کے لئے کیا کرتے ہیں اور زبردستی کرنے کے راستے تلاش کرتے رہتے ہیں۔

اور آیت کے جو یہ معنی ہم نے بیان کئے ہیں اس پر ایک دوسری آیت دلالت کرتی ہے خدا فرماتا ہے۔

ولعلی بعضھم علی بعض اور بعض۔ بعض پر غالب آجاتے۔

ہمارے شیخ حضرت تیمیہؒ اس آیت کے معنی اور کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں آیت کے صحیح معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ تقرب و طاعت کے ذریعے خدا تک پہونچنے کی راہ تلاش کر لیتے اب بتاؤ تم خدا کو چھوڑ کر ان کی عبادت کس طرح کرتے ہو؟

اگر وہ لوگ کہ جن کے ذریعہ تم تقرب حاصل کرتے ہو معبود ہوتے جیسا کہ ان لوگوں کا خیال ہے تو پھر بھی یہ لوگ خدا کے بندے ہی ہوتے ہیں۔ خدا تو نہیں ہوتے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں آیت کے اس معنی پر یہ آیت کئی وجوہ سے دلالت کرتی ہے۔

اول۔ یہ کہ خدا ارشاد فرماتا ہے۔

اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب و یرجون رحمتہ ویخافون عذابہ (سورۃ الاسراء)

یہ لوگ جن کو مشرکین حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں ان میں سے جو دوسروں کی نسبت زیادہ مقرب ہیں۔ وہ اپنے پروردگار کی زیادہ قربت حاصل کرنے کے ذریعہ تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اور اسکی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اسکے عذاب سے ڈرتے ہیں

یعنی تم مجھے چھوڑ کر جن دوسروں کی عبادت کرتے ہو۔ وہ تو میرے ہی بندے ہیں جس طرح کہ تم میرے بندے ہو۔ اور یہ بھی میری رحمت کے خواہاں ہیں اور میرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

بھلا جب حقیقت یہ ہے تو پھر تم خدا کو چھوڑ کر ان کی عبادت و پرستش کیا کرتے ہو؟

دوم۔ یہ کہ حق تعالیٰ نے یہاں یہ نہیں کہا کہ۔

لا تبتغوا علیہ سبیلا — اس پر غلبہ پانے کا راستہ تلاش کریں گے۔

بلکہ یہ کہتا ہے۔

لا تبتغوا الیہ سبیلا — اس کی طرف جانے کا راستہ تلاش کرینگے۔

لفظ الیہ اور الی تقرب و نزدیکی کے لئے مستعمل ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ (سورۃ المائدہ) — اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک پہونچنے کے ذریعہ کی جستجو کرتے رہو۔

غلبہ اور قہر پانے کے مواقع میں لفظ علیٰ مستعمل ہے۔ مثلاً

فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا (سورۃ النساء) — پھر اگر تمہاری باتیں ماننے لگیں تو بھی ان پر زیادتی کے پہلو نہ ڈھونڈتے پھرو۔

سوم۔ یہ کہ کفار و مشرکین یہ قطعاً نہیں کہتے تھے کہ انکے معبود خدا پر غلبہ کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کے مقابلہ میں علو۔ رفعت و بلندی چاہتے ہیں بلکہ حق سبحانہ و تعالیٰ ان کے بارے میں یہ فرماتا ہے

قل لو کان معہ آلھۃ کما یقولون۔ — اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو اگر خدا کے ساتھ جیسا یہ کہتے ہیں اور معبود ہوتے ہیں

ان کا کہنا یہی تو تھا کہ ان کے رب اور معبود بھی تو تقرب خداوندی کے خواستگار ہیں انہیں جو پوجتا ہے ان کو وہ خدا کے قریب کر دیتے ہیں تو اب خدا فرماتا ہے اگر بات یہی ہے جو تم کہا کرتے ہو تو تمہارے یہ معبود بھی تو خدا کے بندے ہی ہونگے۔ تو اب گویا خدا کے فرمان کے یہ معنی ہونگے کہ تم لوگ خدا کو چھوڑ کر خدا کے بندوں۔ اور اس کے غلاموں کی عبادت کیوں کیا کرتے ہو؟ خاص خدا کی عبادت کیوں نہیں کرتے؟

فصل

(محبت محمودہ۔ اور محبت مذمومہ)
(ہر محبت کے لئے خواہ وہ نافع ہو یا)
(مضرت رساں کچھ دجہ ذوق حلاوت)

(شوق لازم اور ضروری ہے)

ہر محبت کے کچھ آثار۔ توابع۔ لوازم اور احکام ہوتے ہیں محبت خواہ محمود تا ہو یا مذموم۔ نفع بخش ہو یا مضرت رساں کیسی ہی محبت ہو اس کے آثار و احکام ضرور نمایاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ وجد۔ ذوق۔ حلاوت۔ شوق۔ انس۔ وصل و اتصال۔ قرب۔ انفصال و بعد و ہجر کے صدمات۔ وصل و قرب کا سرور و فرحت۔ بعد و ہجر کا حزن و غم اور رنج و گریہ وغیرہ یہ تمام امور محبت کے آثار۔ احکام اور لوازم ہیں۔ لیکن محمود ترین۔ نافع ترین محبت وہ ہے جو محبت کرنیوالے کو دنیا اور آخرت کی فلاح و بہبود سے ہم آغوش کرے اور دنیا و آخرت کی سعادت اور نفع کی طرف اسے پہنچانے والی ہو۔ اسی قسم کی محبت سعادت دارین کا عنوان ہے۔ اور وہ محبت جو دنیا و آخرت کی مضرت کی طرف پہنچانے والی ہے شقاوت و بدبختی کا عنوان ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ایک عقلمند و دانشمند۔ اس محبت کو اختیار نہیں کر سکتا جو اس کے لئے مضرت رساں ہو۔ اور اسے شقاوت و بدبختی کے غار میں دھکیل دے۔ اور مضرت رساں محبت کا صدور انسان سے صرف جہالت و غفلت کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان کا نفس اسے مضرت رساں محبت کی طرف لیجاتا ہے۔ نفس کی یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو نقصان دہ۔ مضرت رساں چیز ہی کی طرف لیجاتا ہے جس میں اسے کسی قسم کا بھی نفع نہیں ہوتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نفس کی پیروی کرنا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ انسان محبوب کی محبت سے پیش آنیوالے حالات و حوادث سے بے خبر ہوتا ہے اور بغیر سوچے سمجھے اور اس کے نقصانات سے لاعلم ہو کر اسکو اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور اس محبوب کے اندر جو مضرتیں موجود ہیں۔ یا جو خرابیاں اسکی محبت میں مضمر ہیں۔ اس کا شعور بلکہ اسکو نہیں ہوتا۔ اور یہ حال اُن لوگوں کا ہوتا ہے۔ جو بغیر علم۔ بلا سوچے بوجھے کے محض خواہشات۔ شہوات کی اتباع و پیروی کیا کرتے ہیں۔ یا پھر ان لوگوں کا یہ حال ہوتا ہے جو ایسی محبت کی مضرتوں سے تو واقف ہیں۔ اسکی مضرتوں کو جانتے پہچانتے اور سمجھتے ہیں لیکن پھر بھی وہ اپنی خواہشات کو اپنی معلومات پر ترجیح دیتے ہیں اور اس صورت میں کبھی یہ ہوتا ہے کہ محبت دو چیزوں سے مرکب ہو جاتی ہے۔ اعتقاد۔ فاسد اور اتباع خواہشات اور محبت فاسد کی پیداوار محض جہالت و حماقت۔ اور اعتقاد فاسد کی وجہ سے ہوتی ہے اور اکثر محبتیں دنیا میں اسی قسم کی ہوتی ہیں۔ یا پھر یہ کہ جہالت اور اعتقاد فاسد بعض بعض کے ساتھ اور اس کے اندر جمع ہو جاتے ہیں۔ جو باہم ایک دوسرے کے معین و مددگار بنکر اس کو شبہات کی

طرف موڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے حق اور باطل اس پر مشتبہ ہو جاتے ہیں اور محبوب کا معاملہ اس کے سامنے بظاہر ایک آراستہ صورت میں پیش ہوتا ہے اور ان شبہات کی تائید و معاونت سے شہوات اس کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ اور اسے کشاں کشاں محبوب تک کھینچ کر لے جاتی ہے اور پھر شبہات و شہوات کے لشکر۔ عقل و ایمان کے لشکروں کے مقابلہ میں پوری قوت سے ڈٹ جاتے ہیں اور پھر جانبین میں پوری قوت سے معرکے شروع ہو جاتے ہیں اور بالآخر وہ غالب و ظفریاب ہوتا ہے جو قوی تر اور مضبوط ہوتا ہے۔

جب یہ حقیقت تمہارے ذہن نشین ہو گئی تو اب سمجھو کہ محبت کی ہر نوع اور ہر قسم کے توابع اور لوازم کا حکم وہی ہوتا ہے جو اس کے متبوع کا ہوتا ہے۔ جو محبت کہ محمود و نافع ہے۔ اور اس کے لئے عنوان سعادت ہے جس سے اس کی دنیا و عقبیٰ کی فلاح وابستہ ہے۔ اس محبت کے تمام توابع، لوازم اور آثار اس کے حق میں نافع اور سود مند ہونگے اور ان توابع و لوازم کا وہی حکم ہوگا جو ان کے متبوع کا ہے کہ انسان محبت محمودہ کے لئے روتا ہے تو یہ رونا اس کے حق میں نافع ہے۔ اسے حزن و غم لاحق ہوتا ہے تو اسے نفع بخش ہے۔ فرح و مسرت حاصل ہو تو اسے سود مند ہے۔ انشراح و انبساط پیدا ہوتا ہے تو اس کے لئے مفید ہے۔ انقباض پیدا ہو تو موجب سعادت ہے غرض! یہ تمام امور اصل متبوع کی طرف سفر محبت کی منزلیں قرار پا جاتی ہیں۔ ازدیاد محبت۔ رسوخ محبت۔ قوت محبت اصل محبت کے احکام میں شامل ہو جاتے ہیں۔

مضرت رساں محبت اور اس کے تمام توابع و لوازم اور آثار انسان کے لئے مضرت رساں ہیں اور اسے رب العالمین کی بارگاہ سے دور پھینک دیتے ہیں۔ مضرت رساں محبت جہاں کہیں اور جس شخص میں بھی اپنے توابع و لوازم۔ اور آثار بین منقلب اور نمایاں ہوگی مضرت رساں ہی ہوگی۔ اور اپنے پرورندگان سے بعد و دوری ہی پیدا کریگی جس منزل جس مقام میں یہ محبت پہنچی گی خسارہ ہوگا اور رب العالمین سے بعد و دوری اس کے ساتھ ہی ساتھ ہوگی۔ طاعت و معصیت کے ہر کام کی شان یہی ہے۔ طاعت و اطاعت سے جو چیز بھی پیدا ہوگی وہ طاعت گذار و مطیع کے لئے زیادتی اجر فراوانی ثواب۔ قرب رب العالمین کا موجب ہوگی۔ اور جو چیز معصیت اور نافرمانی سے پیدا ہوگی۔ وہ خسران۔ خذلان۔ بعد عن اللہ کا موجب ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ لَا یُصِیْبُھُمْ ظَمَاٌ   یہ اس لئے کہ ان جہاد کرنیوالوں کو خدا کی راہ میں پیاس

ولا نصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللہ ولا یطئون موطئا یغیظ الکفار ولا ینالون من عدو نیلا الا کتب لھم بہ عمل صالح ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ؛ ولا ینفقون نفقۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ ولا یقطعون وادیا ۔ الا کتب لھم لیجزیھم اللہ احسن ما کانوا یعملون ۔

(سورہ توبہ)

اور محنت اور بھوک کی تکلیف پہونچتی ہے تو اور جن مقامات پر کافروں کو انکا چلنا پھرنا ناگوار گذرتا ہے۔ وہاں چلتے ہیں تو اور دشمنوں سے کچھ مل ملا رہتا ہے تو ہر ہر کام کے بدلے انکا نیک عمل لکھا جاتا ہے بیشک اللہ نیکوں کا اجر کو ضائع نہیں ہونے دیتا مگر تا لائق ہو دیا اور بہت کچھ راہ خدا میں صرف خرچ کرتے ہیں اور جو میدان انکو طے کرنے پڑتے ہیں یہ سب ان کے نام لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ انکو ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

یہاں پہلی آیت میں خدا یہ خبر دیتا ہے کہ طاعت و عمل ۔ اور فعل و کردار سے ان کے حق میں عمل صالح لکھا جاتا ہے دوسری آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ جو اعمال صالحہ ان سے صادر ہوتے ہیں اور نیز انکے حق میں لکھے جاتے ہیں۔ ان ہر دو آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا امر انکا فعل و عمل نہیں ہے۔ بلکہ جو انسان سے صادر ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کیلئے عمل صالح لکھا جاتا ہے دوسرا یعنی انسان کا عمل و فعل ہے جو انکے حق میں لکھا جاتا ہے

ہر قتیل محبت کو چاہیئے کہ اس فصل کا مطالعہ پوری توجہ سے کرے۔ اس کے مطالعہ سے اسے معلوم ہو جائیگا کہ کونسی محبت اسکے لئے مفید اور موجب سعادت ہے اور کونسی موجب نقصان و خسران؟

سیعلم یوم العرض ای بضاعۃ ‏ اضاع وعند الوزن ما کان حصلا

عنقریب پیش ہونے کے دن وہ جان لیگا کہ کونسی پونجی اس نے ضائع کر دی اور وزن کے وقت کونسی چیز اسنے حاصل کی

فصل

(دین کے معنی میں خشوع خضوع اور خاکساری داخل ہیں)

(اللہ تعالٰی اپنے فضل و کرم۔ عدل و انصاف اور خُلق ہیں)

(صراط مستقیم پر ہے خدا کے اسماء و صفات جن عدل و حکمت

(رحمت و احسان فضل و کرم۔ ثواب و عقاب کے مواقع میں کمال معدن کے موجبات ہیں)

جس طرح محبت اور ارادہ ہر فعل و عمل کی اصل ہے۔ جیسا کہ تم معلوم کر چکے۔ یہ محبت و

ارادہ ہر دین کی بھی اصل ہے۔ خواہ دین حق ہو یا دین باطل۔ کیونکہ "دین" اعمال ظاہرہ اور باطنہ کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ ان تمام اعمال ظاہرہ و باطنہ کی اصل یہی محبت و ارادہ ہے۔ اور دین نام ہے طاعت عبادت اور خلق حسن کا۔ یہ طاعت ایسی ہونی چاہیئے کہ لازمی اور دائمی ہو۔ اس طرح کہ یہ انسان کا خلق اور عادتی وظیفہ بن جائے۔ اور اس معنی کی رو سے اللہ تعالیٰ نے دین کو خلق سے تعبیر کیا ہے فرماتا ہے

وانک لعلی خلق عظیم (سورۃ القلم) اے پیشک تمہارے اخلاق البتہ بڑے اعلیٰ درجے کے ہیں

اس آیت کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبل۔ حضرت امام ابن عیینہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں لعلی خلق عظیم کے معنی ہیں لعلی دین عظیم۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرتؐ کے اخلاق کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔

کان خلقہ القرآن: آپ کے اخلاق قرآن ہے۔

دین کے معنی میں اذلال اور قہر و غلبہ دونوں داخل ہیں۔ نیز اس کے معنی میں ذلت و خاکساری خضوع و طاعت بھی داخل ہے اور یہی وجہ ہے۔ دین اعلیٰ سے اسفل کی طرف جھکاتا ہے۔ جیسا کہ عرب کا محاورہ ہے۔

دنتہ فدان میں نے جبراً اُسے جھکایا تو وہ جھک گیا۔

اور یہ بات ادنیٰ سے اعلیٰ کے سامنے ہوا کرتی ہے جیسا کہ عرب کا محاورہ ہے۔

دنت اللہ۔ ودنت للہ۔ میں اللہ کے آگے جھکا اور اللہ کے لئے جھکا۔

اور عرب کا محاورہ ہے۔

فلان لایدین اللہ دنیا۔ ولایدین اللہ بدین۔ فلاں آدمی خدا کے سامنے نہیں جھکتا اور وہ اللہ کے آگے جیسا جھکنا چاہیئے نہیں جھکتا۔

اور عرب کا محاورہ ہے۔

فدان اللہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی

یعنی وہ اسکی اطاعت کرتا ہے اسے محبت کرتا ہے اس سے ڈرتا ہے۔

اور عرب کا محاورہ ہے۔

ودان اللہ وہ خدا کے آگے جھک گیا۔

یعنی خدا کے حضور میں اس نے خضوع و خشوع کا اظہار کیا اور اپنے کو اس نے خدا کے

سامنے عاجز اور سرنگوں کر دیا اور اس کے سامنے اپنے کو جھکا دیا اور ذلیل و خاکسار کر لیا اور خدا کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا۔

دین کی دو قسمیں ہیں۔ دین ظاہر اور دین باطن۔ دین باطن کے لئے خضوع اور محبت لازمی ہے۔ جیسا کہ عبادت کے اندر ہوا کرتی ہے۔ بخلاف دین ظاہر کے کہ اس میں محبت لازم نہیں ہے۔ اگرچہ اس میں انقیاد۔ اطاعت اور ذلت پائی جاتی ہے۔

اللہ تعالےٰ نے قیامت کے دن کا نام "یوم الدین" رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ اس دن لوگوں کو انکے اعمال کا بدلہ دیگا۔ اچھے اعمال کا اچھا بدلہ۔ اور برے اعمال کا برا بدلہ دیگا۔ اس معنی سے لحاظ سے لفظ "دین" جزا و بدلہ۔ اور حساب کے معنی پر مشتمل ہے۔ اور اس معنی کی رو سے قیامت کے دن کو "یوم الجزاء"۔ "یوم الحساب" کہا گیا ہے۔

اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

فلولا ان کنتم غیر مدینین ترجعونہا	اگر تم کسی کے دبیل نہیں ہیتے اور سچے ہو تو جان
ان کنتم صادقین (سورۃ الواقعہ)	کو لوٹا کیوں نہیں لاتے۔

یعنی اگر تم خدا کی ربوبیت میں نہیں ہو۔ اس کے سامنے مقہور و مغلوب نہیں ہو اور وہ تمہیں جزا اور بدلہ نہیں دیگا تو پھر تم اپنی روح کو واپس کیوں نہیں لوٹا لاتے؟

یہ آیت مزید تشریح کی محتاج ہے۔ یہ آیت "منکرین بعث" یعنی منکرین قیامت "منکرین حساب" کے مقابلہ میں۔ بطور حجت وارد ہوتی ہے اور یہ ضروری ہے کہ "حجت" "دلیل" اپنے "مدلول" کو متلزم ہوتا کہ جب دلیل سامنے آجائے تو مدلول فوراً سامنے آجائے۔ ذہن اسی وقت مدلول کیطرف منتقل ہوجائے۔ کیونکہ دلیل و مدلول میں باہم تلازم ہوا کرتا ہے اور اسی لیے ملزوم اپنے لازم کے لئے دلیل ہوا کرتا ہے اور اس کے برعکس ہونا ضروری نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ دلیل موجود ہو۔ لیکن مدلول تک نہ پہنچ سکے۔

آیت کے استدلال کی صورت یہ ہے۔ کفار عرب "یوم البعث" یعنی قیامت کے دن اور جزا و سزا کا انکار کرتے تھے اس لئے وہ رب العالمین سے کفر و انکار کرتے تھے۔ اسکی قدرت و ربوبیت اور حکمت کا بھی انکار کرتے تھے۔

یہاں دو باتیں لازم اور ضروری تھیں یا تو وہ اس امر کے مقر اور معترف ہیں کہ انکا کوئی رب ایسا ہے جو قاہر۔ غالب اور زبردست ہے اور ایسا غالب اور زبردست ہے کہ بندوں پر اسکا پورا تصرف اور غلبہ ہے

جب چاہتا ہے بندوں کو مارتا۔ اور جلاتا ہے اور انکو جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور جس چیز سے منع کرنا چاہتا ہے منع کردیتا ہے نیکوکاروں کو اجر و ثواب سے نوازتا ہے اور بدکاروں کو عذاب دیتا ہے۔ اور یلوہ اس شان اور صفات کے رب سے منکر ہیں۔ اگر وہ اس کا اقرار کرتے ہیں۔ تو یوم بعث۔ یوم حشر و نشر اور امری جزائی دین کا اقرار کرتے ہیں۔ اور اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ تو کفر کر رہے ہیں۔ اور خدا کا انکار کر رہے ہیں اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ انکا کوئی "رب" اور پروردگار نہیں ہے۔ نہ وہ کسی کے محکوم ہیں نہ انکا کوئی ایسا رب ہے اور جو ان پر متصرف، اور غالب ہے۔ اس قسم کے لوگوں سے کہا جاتا ہے اگر ایسا ہے تو پھر تم اپنی موت کو کیوں دفع نہیں کرتے؟ جب وہ تمہارے پاس آتی ہے تم اسے کیوں نہیں ہٹا دیتے؟ اور اپنی روح کو جبکہ وہ حلقوم تک پہنچ جاتی ہے اپنی جگہ واپس کیوں نہیں لے آتے؟

آیت کا خطاب ان لوگوں کو ہے جن پر نزع کا وقت طاری ہے اور وہ اپنی موت کو سامنے دیکھ رہے ہیں۔ ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنی روح کو اپنی جگہ واپس کیوں نہیں لے آتے؟ اگر تم اس پر قادر ہو۔ اور تم کسی دوسرے کی ربوبیت میں نہیں ہو۔ اور تم کسی غالب قادر کے سامنے کہ جس کے احکام تم پر جاری ہوں۔ جس کے اوامر و نواہی تم پر نافذ ہوں۔ مغلوب و مقہور نہیں ہو تو پھر تم اپنی روح کو کیوں واپس نہیں لوٹا تے؟

خدا کی وحدانیت و ربوبیت۔ بندوں پر خدا کے تصرف اور نفوذ احکام کے بارے میں یہ آیت ایک زبردست اور قوی ترین دلیل ہے۔

دین دو قسم کا ہے۔ دین شرعی امری۔ اور دین حسابی جزائی۔ اور یہ ہر دو قسم کے دین صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی کے لئے ہیں۔ اور دین کل کا کل یا تو امر ہے۔ یا جزاء۔ اور ان ہر دو دینوں کی اصل محبت ہے۔ کیونکہ خدا نے جو کچھ بھی شروع فرمایا ہے اور جس چیز کا بھی حکم دیا ہے۔ ظاہر ہے وہی چیز ہے جو خدا کو محبوب اور پسندیدہ ہے اور جس سے وہ راضی ہے اور جس چیز سے بھی وہ منع کرتا ہے وہ وہی چیز ہے جسے خدا مکروہ سمجھتا ہے اور جس سے وہ بغض و نفرت کرتا ہے کیونکہ یہ اس چیز کے بالکل منافی ہے جسے وہ محبوب رکھتا ہے اور جس سے وہ راضی ہے۔

دین امری کا مرجع خدا کی محبت و رضامندی ہے اور بندے کا دین اسی وقت مقبول ہے جبکہ اسکی محبت و رضامندی شامل ہو۔ جیسا کہ آنحضرت کا ارشاد ہے۔

ذاق طعم الایمان من رضی باللہ — اس نے ایمان کا مزہ چکھا جو اللہ کی ربوبیت سے

راضی ہوا اور اسلام کو اپنا دین بنا کر اور محمدؐ کو رسول مان کر راضی ہوا

غرض! دین کی عمارت محبت پر قائم ہے اور محبت ہی کی وجہ سے دین شروع ہوا ہے اور محبت ہی کے لئے شروع ہوا ہے اور دین جزائی کا بھی یہی حال ہے۔ کیونکہ دین جزائی دو باتوں پر مشتمل ہے۔ محسن نیکو کاروں کو احسان و نیکی کا بدلہ دیا جائے اور مجرم۔ بدعمل۔ بدکرداروں کو انکے جرم کا بدلہ دیا جائے اور یہ ہر دو باتیں خدا کو محبوب اور پسندیدہ ہیں کیونکہ یہ عین اس کا عدل و فضل ہے۔ اور عدل و فضل خدا کے صفات کمالیہ ہیں اور حق سبحانہ اپنی صفات و اسماء کو محبوب رکھتا ہے اور اسے لئے محبوب رکھتا ہے جو ان صفات و اسماء کو محبوب رکھے

اور یہ ہر دو قسم کے دین خدا کی صراط مستقیم ہے جس پر خدا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے اوامر اور نواہی۔ ثواب و عقاب میں اسی صراط مستقیم پر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ اپنے پیغمبر ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کو نقل فرماتا ہے جو انہوں نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

انی اشھد اللہ واشھدوا انی
بری مما تشرکون من دونہ فکیدونی
جمیعًا ثم لا تنظرون انی توکلت علی اللہ ربی
وربکم۔ ما من دابۃ الا ھو آخذ بناصیتھا
ان ربی علی الصراط مستقیم۔
(سورۃ ہود)

میں خدا کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ خدا کے
سوا تم جو شریک بناتے ہو۔ میں ان سے بالکل بیزار ہوں
تو تم سب ملکر میرے ساتھ اپنی بدی کر لو اور مجھے مہلت نہ
دو میں تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھتا ہوں کہ وہ میرا اور تمہارا
پروردگار ہے جتنے جاندار ہیں سب ہی کی تو چوٹی اسکے
ہاتھ میں ہے بے شک میرا رب سیدھے رستے پر ہے۔

خدا کے پیغمبر حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب سمجھ لیا کہ رب العالمین اپنے خلق۔ امر۔ ثواب و عقاب۔ قضاء و قدر۔ منع و عطاء۔ عافیت و بلاء۔ توفیق اور خذلان میں بالکل صراط مستقیم پر ہے اور ان امور میں وہ اپنے کمال مقدس سے خارج نہیں ہوتا جو اس کے اسماء و صفات کے مقتضیات سے ہیں۔ اور اس کے اسماء و صفات عدل و حکمت۔ رحمت و احسان۔ فضل و کرم۔ ثواب کو ثواب کی جگہ اور عقوبت کو عقوبت کے مقام میں صرف کرتے ہیں۔ اور توفیق و خذلان۔ عطا و منع۔ ہدایت و ضلالت کو ٹھیک ٹھیک اپنے اپنے صحیح مقامات پر رکھتے ہیں۔ اور خدا کے اسماء و صفات جس کمال مقدس کے مقتضی ہیں۔ اس میں کامل اور مکمل ہیں کہ خدا کمال حمد و ثنا کا حقدار ہے تو حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر علم و عرفان کی ایسی لہر دوڑ گئی کہ اپنی قوم کے اجتماع میں بلاخوف و خطر کھڑے ہو گئے اور نڈر دل لے کر خدائے قدوس کی عظمت و جلالت کو سامنے رکھ کر پکار اٹھے۔

انی اشھد اللہ ۔ واشھدوا انی بریٔ مما تشرکون من دونہ۔ (سورۃ ہود)

میں خدا کو گواہ بناتا ہوں۔ اور تم بھی گواہ رہو۔ کہ خدا کے سوا جو تم دوسرے کو شریک بناتے ہو میں اس سے بری ہوں۔

اس کے بعد خدا کا یہ پیغمبر خدا کی قدرت عامہ۔ اس کے قہر و غلبہ کی عمومیت۔ اور خدا کے سوا تمام پر خدا کے قہر و غلبہ۔ اور خدا کی عظمت و جلالت کے سامنے ہر شیٔ کے جھکنے۔ ذلیل ہونے اور مغلوب و مقہور رہنے کی خبر دیتا ہے۔

ما من دابۃ الا ھو آخذ بناصیتھا

جتنے جاندار ہیں سب کی چوٹی اسکے ہاتھ میں ہے

پکار اٹھے کہ جس کی پیشانی اور چوٹی دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ خود دوسرے کے قبضہ میں ہے۔ دوسرے کے قہر و غلبہ دوسرے کی سلطنت و فرمانروائی میں ہے۔ وہ ایسے لوگوں سے کیونکر ڈر سکتا ہے۔ ایسے لوگوں سے ڈرنا انتہا درجہ کی ذلالت اور قبیح ترین ظلم ہے۔

اس کے بعد خدا کا یہ پیغمبر خبر دیتا ہے۔ خدا صراط مستقیم پر ہے اور ہر وہ چیز جو اس کی قضاء و قدر فیصلہ کرے۔ صراط مستقیم ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بندہ خدا کے ظلم و جور سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ اس ذات سے ظلم و جور ممکن ہی نہیں ہے اور اس لیے میں خدا کی ذات کے سوا کسی سے ڈرتا نہیں کیونکہ "میری پیشانی" "میری چوٹی" "میرے اختیارات" اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس کے ظلم و جور سے میں قطعاً بے خوف ہوں کیونکہ وہ صراط مستقیم پر ہے ظلم و جور اس کی شان نہیں حق سبحانہ و تعالےٰ کی ذات وہ ذات ہے کہ بندوں کے حق میں اسی کا حکم جاری ہوتا ہے اور اس کے فیصلہ میں عدل ہے۔ ملک اسی کا ہے۔ اور وہی حمد و ثنا کا مستحق ہے۔ بندوں پر اس کا تصرف عدل و فضل کی حدود سے باہر نہیں ہے۔ اگر وہ دیتا ہے تو یہ اس کا کرم ہے۔ ہدایت و راہنمائی کرتا ہے۔ خیر و فلاح کی توفیق عطا فرماتا ہے تو عین اس کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ اگر منع کرتا ہے اور اپنے انعامات سے کسی کو محروم کر دیتا ہے۔ یا کسی کو ذلیل کرتا ہے۔ یا گمراہ کرتا ہے۔ رسوا کرتا ہے شقی و بدبخت گردانتا ہے تو یہ اس کا عدل اور اس کی حکمت ہے۔

غرض دینے میں لینے میں۔ عطا و بخشش میں۔ اور عطا و بخشش سے محروم رکھنے میں۔ خدا صراط مستقیم پر ہے۔

چنانچہ حدیث صحیح کے اندر وارد ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

ما اصاب عبدا قط هم ولا حزن۔ فقال اللهم انی عبدك وابن عبدك۔ وابن امتك ناصيتي بيدك۔ ماض فی حکمك عدل فی قضائك۔ اسألك اللهم بكل اسم هو لك۔ سميت به نفسك او انزلته فی كتابك۔ او علمته احدا من خلقك او استأثرت به فی علم الغيب عندك ان تجعل القرآن ربيع قلبی ونور صدری وجلاء همی وذهاب غمی۔ الا اذهب الله همه وغمه۔ وابدله فرجا مکانه۔

جب کسی بندے کو کوئی مصیبت اور رنج پہونچے تو وہ یہ پڑھ لیوے "اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں۔ تیرے بندے کا بیٹا ہوں۔ تیری بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی اور چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے۔ مجھ پر تیرا ہی حکم جاری ہوتا ہے میرے حق میں تیرا فیصلہ عین عدل ہے۔ اے اللہ میں تیرے نام سے جو تونے اپنے لئے رکھا ہے یا جو تونے اپنی کتاب میں اتارا ہے۔ یا تونے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا ہے۔ یا جسے تونے اپنے علم غیب کے اندر محفوظ کر رکھا ہے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن کو میرے قلب کی شادابی اور میرے سینے کا نور۔ اور میرے ہم وغم۔ حزن وملال کے دفعیہ کا موجب بنا دے"! اس کے پڑھنے سے خدا اس کے ہم وغم کو دور کردیگا اور اسکی جگہ فراخی اور کشادگی عطا فرمائے گا۔

حدیث کا یہ حکم رب العالمین کے کونی اور امری دونوں حکموں پر اور اختیاری اور غیر اختیاری فعل پر جو قضاء وقدر ہو اس پر مشتمل ہے۔ یہ ہر دو قسم کے حکم بندوں کے حق میں جاری ہیں اور ہر دو قسم کے فیصلے بندوں کے حق میں عدل ہیں۔ پس یہ حدیث مذکورہ بالا آیت ہی سے مستفاد اور ماخوذ ہے۔ آیت میں اور حدیث میں انتہائی قریبی نسبت ہے

فصل

(صورتوں سے عشق اور حسن پرستی کے دینوی۔ اخروی مفاسد)

اب ہم عشق اور حسن پرستی کے دینوی۔ اخروی مفاسد کو ایک مستقل فصل میں پیش کر کے اصلی سوال کے جواب کو ختم کر دیتے ہیں اگرچہ اس کے مفاسد اس قدر

ہیں ۔کہ بیان کرنیوالا جس قدر بھی بیان کرے کم ہیں۔

عشق وحسن پرستی کا اولین اور بالذات خاصہ یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے قلب کو فاسد اور خراب کر دیتا ہے جب قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو انسان کے تمام ارادے۔ اقوال اور افعال خراب ہو جاتے ہیں اور توحید کے تمام مورچے فاسد اور خراب ہو کر رہ جاتے ہیں ۔یہ تو تم اوپر پڑھ چکے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم کچھ اور آگے بیان کریں گے۔

مرض عشق ۔ اور صورت پرستی کے متعلق دو گروہ کی حکایت خدائے قرآن حکیم کے اندر بیان کی ہے ۔ لوطیون کا قصہ اور عورتوں کا قصہ ۔چنانچہ قرآن حکیم کے اندر حضرت یوسفؑ ۔ اور عزیز کی بی بی کے عشق ومحبت اور اس کی عیاری ۔مکاری کا قصہ بیان فرمایا ہے ۔ اور وہ ہر حالت بیان کی ہے جو اس بارے میں حضرت یوسف علیہ السلام پر گذری ۔ اور انکے صبر وثبات ۔عفت ۔پاکدامنی تقویٰ وپرہیزگاری نے انکو جس مقام پر پہونچایا اس کی سرگذشت بیان کی ۔نیز وہ مصیبت بیان کی جس سے حضرت یوسفؑ کو دوچار ہونا پڑا ۔واقعہ یہ ہے کہ اس بارے میں حضرت یوسفؑ نے جس صبر وثبات اور تقویٰ وپرہیزگاری کا ثبوت دیا دوسرا کوئی نہیں دے سکتا سوائے اس شخص کے جسے پروردگار عالم صبر وثبات سے نوازے ۔کیونکہ ہر کام اپنے دواعی واسباب کی قوت اور بلا روکنے والے اسباب کے زوال کے حسب حال ہوا کرتا ہے ۔یہاں دواعی جرم اور ارتکاب جرم کے اسباب کامل طور پر موجود تھے ۔ اور موجود ہونے کی چند وجوہ ہیں ۔

ا۔ یہ کہ مرد کی طبیعت خدا نے کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ عورت کی طرف مائل ہوتا ہی ہے جس طرح پیاسا آدمی پانی کی طرف ۔یا بھوکا آدمی کھانے کی طرف مائل ہوتا ہے ۔ بلکہ بہت سے لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں کہ کھانے پینے میں صبر کر جاتے ہیں ۔ مگر عورت کے متعلق صبر نہیں کر سکتے ۔ اور یہ بات بھی اگر حلال وجائز شکل میں ہو تو کچھ مذموم نہیں ہے ۔ بلکہ قابل تعریف ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ کی کتاب الزہد کے اندر حضرت انسؓ سے ایک حدیث مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ۔

حبب الی من دنیاکم الطیب. والنساء اصبر علی الطعام ۔ والشراب. ولا اصبر عنهن ۔	تمہاری دنیا میں سے دو چیزیں مجھے محبوب ہیں خوشبو اور عورتیں ۔میں کھانے پینے سے صبر کر سکتا ہوں ۔لیکن عورتوں سے صبر نہیں کر سکتا ۔

۲۔حضرت یوسفؑ نوجوان آدمی تھے ۔ اور ظاہر ہے کہ نوجوان کی شہوت کی حدت اور گرمی بہت زیادہ اور تیز تر ہوا کرتی ہے ۔

۳۔ حضرت یوسفؑ مجرد تھے نہ کوئی بی بی تھی۔ نہ کوئی باندی جس سے اپنی شہوت پوری کر سکتے اور خواہش و شہوت کی آگ بجھا سکتے۔

۴۔ آپ غریب الوطن اور مسافر تھے اور ظاہر ہے۔ غربت و مسافرت میں اس قسم کا کام کرنے میں وہ دقتیں پیش نہیں آتیں جو وطن میں پیش آتی ہیں۔ جو دقتیں اہل و عیال۔ جاننے پہچاننے والوں میں پیش آتی ہیں۔ وہ اجنبیوں میں پیش نہیں آتیں۔

۵۔ یہ عورت صاحب منصب و جمال تھی۔ منصب و جمال کے ساتھ ہی ساتھ اس کا شوہر اس کا مطیع و فرمانبردار تھا۔ اور ہر وقت اسکی رضا جوئی میں رہتا تھا۔

۶۔ یہ کہ عورت اس فعل سے انکار نہیں کر رہی تھی۔ بلکہ وہ خود حضرت یوسفؑ کو اس کام کے لئے مجبور کر رہی تھی۔ بعض آدمیوں کی طبیعت ہوا کرتی ہے کہ جب عورت انکار کرتی ہے تو انکی رغبت اس سے کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں وہ اپنی ذلت اور توہین سمجھتے ہیں۔ اور اس کے آگے جھکنے میں اپنی بے عزتی اور بے توقیری خیال کرتے ہیں اور بہت سے آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ انکار سے انکی آتش محبت اور تیز ہو جاتی ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

وزادنی کلفا فی الحب اذ منعت   احب شیئ الی الانسان ما منعا

اگر وہ منع کرتی ہے تو محبت کی تکلیف اور بڑھ جاتی ہے   کیونکہ جس چیز سے انسان کو منع کیا جاتا ہے وہ زیادہ محبوب بن جاتی ہے

غرض لوگوں کی طبیعتیں اس بارے میں مختلف ہیں۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ عورت اپنی رغبت و محبت ظاہر کرتی ہے تو انکی محبت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اور انکار کرتی ہے تو محبت مضمحل ہو جاتی ہے۔

ایک قاضی کا قصہ مجھے معلوم ہے اس کی بی بی یا باندی جب کبھی اس سے انکار یا بے توجہی برتتی تو انکی محبت و خواہش مضمحل ہو جاتی۔ اور ایسی مضمحل ہو جاتی کہ وہ پھر کبھی اسکے پاس نہیں جاتے تھے۔

بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ منع و انکار سے انکی آتش محبت اور تیز ہو جاتی ہے اور جسقدر منع و انکار زیادہ ہوتا ہے آتش محبت اور تیز تر ہو جاتی ہے۔ اور اسے اپنی کامیابی و ظفر مندی کی کوششوں میں اور زیادہ لذت آتی ہے۔ جیسا کہ کسی چیز کو محنت مشقت او مشکلات کے بعد حاصل کرنیکے بعد اس میں لذت آتی ہے یا کوئی چیز بڑی منت۔ سماجت۔ خوشامد لجاجت سے حاصل ہوتی ہے اسمیں لذت آتی ہے۔

۷۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ کو خود اس عورت نے مجبور کرنیکی کوشش کی تھی۔ خود اسی نے اس کا
کے لئے آپکو مجبور کرنا چاہا تھا۔ اس لئے بیان طلب وسوال۔ منت وسماجت۔ خوشامد و لجاجت کی
ضرورت ہی نہ تھی۔ رغبت و طلب کی ذلت اسی کے سر تھی۔ آپ کے سر نہ تھی۔ وہی عاجز و ذلیل تھی
اور آپ ایک مطلوب محبوب۔ اور عزیز مرغوب تھے۔

۸۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ اس عورت کے گھر میں رہتے سہتے تھے۔ اس کے محکوم تھے اسکے قبضہ
میں تھے اور اس طرح کہ اس کی اطاعت سے روگردانی کیجائے تو وہ آپکو ہر طرح کی تکلیف پہونچا سکتی
تھی اور اس لحاظ سے یہاں رغبت کا داعیہ بھی موجود ہے۔ اور خوف ہراس کا بھی۔

۹۔ یہ کہ یہاں اس بات کا بھی کوئی خوف اور ڈر نہ تھا کہ خود یہ عورت۔ یا دوسرا کوئی
آدمی اس راز کو افشا کر دے گا۔ کیونکہ وہ خود ہی اس کام کو چاہتی تھی۔ اور اس کی خواہشمند
تھی۔ اور اسی کام کے ارادہ سے اس نے اپنے دروازے بند کر دیئے تھے۔ اور تمام
رقیبوں اور نقیبوں کو وہاں سے الگ کر دیا تھا۔

۱۰۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ اس عورت کے غلام اور مملوک تھے۔ ہر وقت گھر میں رہتے
تھے۔ ہر وقت اندر جاتے آتے تھے۔ ہر وقت اس کے حضور میں رہا کرتے تھے۔ ان پر اس قسم کا شبہ نہ
کیا جا سکتا تھا۔ اور عورت کی جانب سے اس خواہش کے اظہار سے پہلے بھی آتے جاتے تھے اور برابر
امین سمجھے جاتے تھے۔ اور ظاہر ہے یہ بات اس کام کے لئے ایک قوی ترین داعیہ ہے، جیسا کہ اشراف
عرب کی ایک شریف خاتون نے کہا ہے۔ کسی نے اس سے پوچھا۔ کس بنا پر تو نے زنا کا ارتکاب
کیا؟ اس نے جواب دیا۔ فساد و خرابی قریب تھی۔ اور کالی راتیں تھیں یعنی یہ آدمی میرے
کے قریب ہی سویا کرتا تھا اور اندھیری راتیں ہماری پردہ پوشی کرتی تھیں۔

۱۱۔ یہ کہ عزیز مصر کی بی بی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کام پر مجبور کرنے کے لئے
عیار۔ حیلہ جو۔ اور عیاری۔ مکاری۔ کیادی کی فنکار عورتوں کو اس کام میں مدد دینے کے لئے جمع کیا
تھا۔ کہ وہ اس کام میں۔ اس کی امداد کریں۔ اور اپنے اپنے چیرتروں کو بروئے کار لائیں
اس نے حضرت یوسفؑ کو ان کے سامنے پیش کیا۔ اور اپنی ناکامی اور نامرادی
ان کے سامنے شکایت کی۔ اور ان سے امداد کی خواہاں ہوئی۔ اور حضرت یوسفؑ نے اس
وقت ان کے مقابلہ میں کامیابی کے لئے خدا کی بارگاہ سے امداد چاہی۔ اور
عرض گذار ہوئے۔

والا تصرف عنی کیدھن اصب الیھن واکن من الجاھلین۔ (سورۃ یوسف)	اور اگر ان کے پھندوں کو تو نے مجھ سے دفع نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں ہو جاؤں گا۔

۱۲۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ کو جیلخانہ بھیجنے اور ذلیل و رسوا کرنے کی اس عورت نے دھمکی دی۔ کہ اگر تم میرا مقصد پورا نہیں کرو گے تو میں تمہیں جیل بھیج دونگی۔ اور ذلیل و رسوا کر دونگی ظاہر ہے یہ ایک زبردستی ہے بدکاری پر جبر و اکراہ کیا جا رہا ہے کیونکہ یہ اس عورت کی دھمکی ہے جو ایسا کر سکتی ہے غور کرو یہاں داعیہ شہوت بھی موجود ہے اور جیل سے۔ اور جیل کی ذلت و تکلیف سے سلامتی تلاش کرنیکا داعیہ بھی موجود ہے۔

۱۳۔ یہ کہ اس عورت کے شوہر نے حضرت یوسفؑ کے متعلق کبھی غیرت و نخوت۔ اور شبہ کا اظہار نہیں کیا تھا۔ جس سے یہ خیال کیا جائے کہ دونوں میں تفریق و جدائی پیدا کیجائیگی اور ایک دوسرے کو علیحدہ کر دیا جائے گا۔ بلکہ بی بی کا معاملہ طشت از بام ہو جاتا ہے۔ اسوقت بھی وہ اپنی بی بی اور حضرت یوسفؑ کو خطاب کر کے کہتا ہے۔ حضرت یوسفؑ سے کہتا ہے۔

اعرض عن ھذا (سورۃ یوسف)	یوسف اس کو جانے دو

اور بی بی سے کہتا ہے۔

استغفری لذنبک انک کنت من الخاطئین۔ (سورۃ یوسف)	تو اپنے قصور کی معافی مانگ کیونکہ سراسر تری ہی خطا ہے۔

یہ ظاہر ہے۔ کہ شوہر کی غیرت اس کام میں ایک زبردست رکاوٹ ہوا کرتی ہے اور یہاں یہ رکاوٹ بھی مفقود ہے۔

غرض ہر قسم کے دواعی و اسباب کے ہوتے ہوئے بھی حضرت یوسفؑ خدا کی رضامندی رضا جوئی۔ اور اس کے خوف کو مقدم رکھتے ہیں۔ اور محبت خداوندی انکا دامن پکڑتی ہے اور زنا سے باز رکھتی ہے۔ اور زنا کے مقابلہ میں وہ جیل اور جیل کی اسیری کو پسند کر لیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم آپ کے عزیمانہ قول کو یوں نقل کرتا ہے۔

رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ (سورۃ یوسف)	اے میرے رب جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں۔ قید میں اپنا مجھ کو اس سے رہنا زیادہ پسند ہے۔

حضرت یوسفؑ خوب سمجھ رہے تھے کہ "اور مصیبت جیل کے بغیر ٹلنے والی نہیں ہے اور

واقعہ یہ ہے کہ پروردگار عالم آپکی دستگیری نہ فرماتا۔ تو مصر کی عورتوں نے جو کمند اور پھندے آپ کے لئے بچھائے تھے ان سے بچ نکلنا بہت دشوار تھا۔ آپ طبعی طور پر اس طرف جھک پڑتے اور جاہلوں کی فہرست میں اپنا نام لکھوا دیتے۔ اور یہ حضرت یوسف ؑ کا کمال علم و معرفت تھا۔ کہ آپنے اپنے رب اور اپنے نفس اور اپنے مقام کو اچھی طرح سمجھ لیا۔ اور صبر و ثبات کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

حضرت یوسف ؑ کے اس قصہ میں بڑی بڑی عبرتیں۔ اور بے شمار فوائد و حکمتیں مضمر ہیں جو ہزار ہا فوائد پر مشتمل ہے۔ خدائے قدوس توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے فوائد کو ایک مستقل تصنیف کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔

فصل

(عشاق و حسن پرستوں کا دوسرا گروہ لوطی ہے)

عشاق و حسن پرستوں کا دوسرا گروہ جس کا تذکرہ خدا نے قرآن حکیم کے اندر کیا ہے۔ وہ لوطیوں کا گروہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے۔

وجاء اهل المدينة يستبشرون. قال هولاء ضيفي فلا تفضحون. واتقوا الله ولا تخزون : قالوا المر ننهك عن العالمين ؟ قال . هولاء بناتي ان كنتم فاعلين. لعمرك انهم لفي سكرتهم يعمهون (سورۃ حجر)

اور شہر کے لوگ بارادۂ بد خوشیاں مناتے ہوئے لوط ؑ کے پاس پہونچے لوط نے ان سے کہا یہ میرے مہمان ہیں تو مجھے تم فضیحت نہ کرو اور خدا سے ڈرو۔ اور مجھے رسوا نہ کرو۔ وہ بولے کیا ہم نے تمکو دنیا جہان کے لوگوں کی ممانعت نہیں کر دی تھی لوط نے کہا اگر تم کو کرنا ہے۔ تو یہ میری بیٹیاں ہیں ان سے نکاح کر لو۔ اے پیغمبر! تمہاری جان کی قسم یہ لوط کی قوم کے لوگ اپنی بد مستی پر بڑے ہجوم رہے تھے۔

عشق کی یہ دو صورتیں ہیں۔ جو دو قسم کے گروہ کے متعلق خدا نے پیش کی ہیں۔ جن کا قصہ خدا نے قرآن حکیم کے اندر بیان کیا ہے۔ اور پھر دو قسم کا عشق۔ اور حسن پرستی اس نے حرام قرار دی ہے لیکن لوگوں نے اس کی پرواہ نہیں کی ہے۔ اور اس عشق اور حسن پرستی کی مضرتوں اور نقصانات

کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔

عشق و حسن پرستی ایسا لا علاج مرض ہے کہ بڑے بڑے اطباء اس کے علاج سے قاصر اور عاجز ہو چکے ہیں۔ مریضان عشق کی صحت و شفاء ناممکن ہے۔ قسم خدا کی یہ ایک مہلک مرض اور قاتل زہر ہے۔ جس پر بھی اس نے وار کیا ختم کر کے چھوڑا۔ اور اس کی قید و بند سے نجات دلانا ساری دنیا کیلئے دشوار و ناممکن ہو گیا۔ جس جگہ بھی یہ آگ مشتعل ہوئی۔ اس سے نکلنا اور نکالنا دشوار ہو گیا۔

اس عشق و محبت اور صورت پرستی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ یہ عشق انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اگر انسان اپنے معشوق کو معبود بنا لے۔ اور اس سے ایسی قسم کی محبت کرنے لگے۔ جیسی خدا سے کی جاتی ہے تو یہ کفر ہے۔ اور اگر یہ محبت ایسی ہو کہ خدا کی محبت سے بھی زیادہ ہو تو یہ بڑی ہی خطرناک اور مہلک محبت ہے۔ یہ ایسا عشق اور ایسی محبت ہو گی۔ جسے خدا کبھی نہیں بخشے گا۔ کیونکہ یہ عظیم ترین شرک ہے اور خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ شرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ شرک کے سوا دوسرے گناہ توبہ و استغفار سے معاف کر دے گا لیکن شرک ایسا گناہ ہے۔ جو ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔

اس عشق شرکی و عشق کفری کی علامت یہ ہے کہ عاشق اپنے معشوق کی رضامندی کو خدا کی رضامندی کے مقابلہ میں ترجیح دے۔ جب معشوق کا حق اور خدا کا حق، معشوق کی طاعت اور خدا کی طاعت باہم ٹکرائیں تو وہ معشوق کے حق اور معشوق کی طاعت کو مقدم سمجھے۔ معشوق کی رضامندی کو خدا کی رضامندی کے مقابلہ میں ترجیح دے۔ اور اپنے تمام اوقات معشوق کے لئے وقف کر دے اور اگر خدا کے لئے کچھ وقت نکالے بھی تو وہی جو معشوق کے اوقات سے فاضل ہو۔

اب تم عشاق و حسن پرست لوگوں کے حالات پر غور کرو۔ کیا ٹھیک ٹھیک ان حالات پر منطبق نہیں ہوتے؟ ان لوگوں کے حالات کو تم ایک پلہ میں رکھو اور ان کی توحید کو ایک پلہ میں رکھو اور ان کے ایمان کو ایک پلہ میں رکھو۔ اور تولو اور اندازہ کرو کہ کیا اللہ اور اس کے رسول کی رضاجوئی اور عدل الٰہی کے مطابق ہیں۔۔؟

بعض عشاق تو وصل معشوق کو توحید رب العالمین سے بھی زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ جیسا کہ کسی خبیث نے کہا ہے۔

یترشفن من فمی رشفات   هن احلی فیہ من توحید

میرے اور ان کے چند قطرے جو ان کے منہ میں جاتے ہیں:- یہ ان کے منہ میں توحید سے بھی زیادہ شیریں ہوتے ہیں۔

ایک اور خبیث کہتا ہے۔ وصل معشوق مجھے پروردگار کی رحمت سے زیادہ مرغوب ہے۔

العیاذ باللہ

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

وصالك اشهى الی فؤادی من رحمة الخالق الجلیل

تیرا وصل میرے دل کو خالق جلیل کی رحمت سے زیادہ مرغوب ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کا عشق ایک عظیم ترین شرک ہے چنانچہ بہت سے عشاق صاف لفظوں میں اس کی تصریح کر رہے ہیں کہ "ان کے قلوب میں معشوق کے سوا کسی کی جگہ نہیں معشوق ان کے پورے قلب کا مالک ہو جاتا ہے۔ اور یہ لوگ اپنے معشوق کے خالص غلام اور بندے بن جاتے ہیں۔ اپنے پروردگار خالق جل جلالہ کی عبودیت و غلامی چھوڑ کر اپنے جیسے مخلوق کی عبودیت و غلامی پر راضی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ عبودیت اسی کمال محبت اور خضوع انکساری ہی کا تو نام ہے ان لوگوں نے بھی اپنی محبت اور خضوع اور خاکساری کو اپنے معشوق تک منحصر کر دیا ہے اور اپنی عبودیت کو ان کے چرنوں میں ڈال دیا ہے اور ظاہر ہے۔ اس امر عظیم کے مفسدے میں اور زناکاری کے مفسدے میں زمین آسمان کا فرق ہے زنا کبیرہ گناہ ہے جس طرح دوسرے کبائر ہیں۔ اور یہ شرک ہے چنانچہ بعض کا قول ہے۔ کہ ان صورتوں کی پرستش سے زنا کرنا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ اگر میں عشق و حسن کے امتحان و ابتلاء کے مقابلہ میں کسی سے زنا کر لوں تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے کیونکہ عشق میرے قلب کو معشوق کی عبادت کرا لیتا ہے اور قلب کو خدا کی طرف سے موڑ کر اپنی طرف جھکا لیتا ہے۔

فصل

(عشق و حسن پرستی کے مفاسد اور ان کا علاج)

عشق ایک مرض مہلک ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے انسان اچھی طرح سمجھ لے کہ جس مرض اور بیماری میں یہ مبتلا ہوا ہے۔ وہ سراسر توحید خداوندی کے خلاف اور متضاد ہے۔ اس کے بعد کچھ ایسی ظاہری اور باطنی عبادتیں کرتا رہے۔ جو اس کے قلب سے عشق کے افکار کا تسلسل منقطع کر دے۔ بارگاہ خداوندی میں انتہائی عاجزی اور خاکساری کے ساتھ التجاء اور تضرع بہت زیادہ کرے کہ وہ اس مرض کو دفع فرمائے۔ اور اس کے قلب کو اپنی طرف موڑ دے۔

اس مرض کی دوا اس سے بہتر اور سود مند کوئی نہیں کہ اخلاص کے ساتھ خدا کی طرف رجوع کیا جائے اور یہی وہ دوا ہے جس کا ذکر خدا نے قرآن حکیم کے اندر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

كذالك لنصرف عنه السوء والفحشاء انه من عبادنا المخلصين : اس طرح ہم نے یوسفؑ کو ثابت قدم رکھا تاکہ بدکاری اور بے حیائی سے ان کو دور رکھیں۔ بلاشبہ کہ وہ ہمارے نیک بندوں میں سے ہے۔

آیت میں خدا یہ خبر دیتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کو ان کے اخلاص کی وجہ سے عشق کی مصیبت اور بدکاری سے بچا لیا گیا۔ جب قلب کے اندر خلوص ہوتا ہے اور اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کے لئے عمل ہوتا ہے تو عشق حرام ایسے دل میں جاگزیں نہیں ہو سکتا۔ عشق حرام اسی قلب میں جگہ بناتا ہے۔ جو خالی ہوتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

اتانی هواها قبل ان اعرف الهوی فصادف قلباً خالیا فتمکنا

میں محبت کو جانتا بھی نہ تھا۔ اس سے پہلے محبوبہ کی محبت میرے پاس آ گئی۔ اس نے قلب کو خالی پایا تو وہ جاگزین ہو گئی۔

عقلمند اور ذی ہوش کو سمجھنا چاہیئے کہ عقل اور شریعت تحصیل مصالح اور اس کی تکمیل اور مفاسد کی مدافعت کو واجب اور لازم قرار دیتی ہے۔ جب کسی عقلمند کے سامنے کوئی ایسی چیز پیش آئے جس کے اندر مصلحت بھی ہے۔ اور مفسدہ بھی۔ تو اس وقت اس پر دو باتیں لازم ہو جاتی ہیں ایک علمی، دوسری عملی، علمی یہ ہے کہ انسان مصلحت و مفسدہ میں سے راجح پہلو پر غور کرے اور پوری کوشش سے راجح پہلو کو سمجھے اور جو پہلو اصلح ہو اسے اختیار کرے۔ کیونکہ اصلح پر عمل کرنا انسان کے لئے واجب اور ضروری ہے۔

یہ معلوم ہے کہ عشق اور صورت پرستی میں نہ کوئی دینی مصلحت موجود ہے۔ نہ دنیوی اور اگر اس میں کوئی مصلحت موجود بھی ہو تو اس سے کہیں زیادہ اس کے اندر دینی و دنیوی مفاسد موجود ہوتے ہیں اور یہ کئی طریقوں پر ہے۔

اول یہ کہ پروردگار عالم کی محبت و ذکر کے ساتھ مخلوق کی محبت و ذکر میں اسے مشغولیت ہو جاتی ہے اور یہ ظاہر ہے۔ کہ یہ دونوں چیزیں ایک قلب میں اور ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں اور اس لئے یہ ہر دو چیزیں باہم ایک دوسرے پر غالب ہونے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔ اور بالآخر جو غالب آتا ہے۔ اسی کی سلطنت و حکومت قلب پر قائم ہو جاتی ہے اور قلب اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔

دوم یہ کہ معشوق کے عشق و محبت میں اس کا قلب سخت ترین عذاب کا شکار ہو جاتا ہے جس سے اس کو کسی وقت بھی نجات نہیں ملتی۔ اور جو آدمی خدا کے سوا کسی اور سے محبت کرتا ہے۔ اس کے لئے

یہ عذاب لازم اور ضروری ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

فما فی الارض اشقی من محب	وان وجد الھوی حلوا لمذاق
محبت کرنیوالے سے زیادہ اس زمین پر کوئی بدبخت نہیں	اگرچہ محبت کا مزہ میٹھا سے معلوم ہوتا ہے۔
تراہ باکیا فی کل حین	مخافۃ فرقۃ اولا شتیاق
تم دیکھوگے کہ وہ ہر وقت روتا ہی رہے گا۔	یا تو فراق کے خوف سے یا وصال کے شوق میں
فیبکی ان ناؤا شوقا الیھم	ویبکی ان دنوا خوف الفراق
اگر معشوق دور ہوتا ہے تو شوق کے مارے روتا ہے۔	اور اگر قریب ہوتا ہے تو فراق کے خوف سے ہوتا ہے۔
فتسخن عینہ عند الفراق	وتسخن عینہ عند التلاق
پس اس کی آنکھیں فراق کے وقت گرم آنسو ٹپکاتی ہیں؛	اور ملاقات کے وقت بھی روتی ہیں۔

غرض! عشق وہ مصیبت ہے کہ عاشق لذت اندوز ہوتا ہے۔ تب بھی اس کا قلب عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔

سوم : یہ کہ معشوق عاشق کا اسیر اور غلام بن جاتا ہے اور ایسا اسیر و غلام کہ وہ اسے ہر وقت ذلیل و خوار اور رسوا کرتا رہتا ہے، لیکن عشق کا نشہ اس پر کچھ اس طرح سوار رہتا ہے کہ اسے اس ذلت و رسوائی کی مصیبت کا شعور و احساس تک نہیں ہونے پاتا اور اس کے قلب کی حالت اس چڑیا کی سی ہو جاتی ہے، جو کسی بچہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوتی ہے۔ بچہ اسے ستاتا رہتا ہے اور اسے ایک کھیل و تماشہ سمجھتا ہے، لیکن چڑیا کی جان جاتی ہے۔ غرض! عاشق کی حالت ایک دست و پابستہ قیدی کی سی ہے۔ بخلاف اس کے جو اس بیماری سے آزاد ہے۔ وہ اس مصیبت سے بھی آزاد ہے۔ عاشق کی حالت کے متعلق کسی نے کہا ہے۔

طلیق برای العین وھو اسیر	علیل علی قطب الھلاک یدور
عاشق بظاہر تو آزاد نظر آتا ہے مگر وہ ایک قیدی ہے۔	وہ ایک بیمار ہے جو ہلاکت کے محور پر گھوم رہا ہے۔
ومیت یری فی صورۃ الحی غادیا	ولیس لہ حتی النشور نشور
وہ ایک مردہ ہے جو زندوں کی طرح چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔	لیکن حشر کے دن تک بھی اسکا زندہ ہونا دشوار ہے۔
اخو غمرات ضاع فیھن قلبہ	فلیس لہ حتی الممات حضور
وہ ایسے غار دل میں پڑا ہے جہاں اس کا قلب کھو گیا	اب موت تک اسے پھر اس کا قلب ملنے کا نہیں۔

چہارم : یہ کہ عشق انسان کو دینی، دنیوی مصالح سے بالکل غافل اور بے خبر کر دیتا ہے۔ اور اسے

عشق کی مشغولیتوں ہی میں مصروف رکھتا ہے۔ اس لئے عشق و صورت پرستی سے بڑھ کر مصالح دین و دنیا کو ضائع کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ دینی مصالح کا دار و مدار جمعیت قلب، جمعیت خاطر اور توجہ الی اللہ پر ہے اور عشق صورت پرستی قلب و نظر کو کلیۃً متفرق و متشتت کر دیتی ہے اور مصالح دنیویہ حقیقۃً مصالح دینیہ پر موقوف ہیں۔ پس جس کے مصالح دینی ضائع ہوں گے۔ اس کے مصالح دنیوی یقیناً زیادہ سے زیادہ ضائع ہو جائیں گے۔

پنجم: یہ کہ عشق کے لئے دنیا و آخرت کی آفتیں اس قدر زیادہ اور تیز ہوتی ہیں۔ گویا خشک لکڑی میں آگ رکھنے کی دیر ہے۔ بلکہ خشک لکڑی میں آگ اسقدر جلد تیز نہیں ہوتی جتنی زیادہ یہ آگ تیز ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عشق جسقدر قلب سے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اور عاشق سے جس قدر اس کا اتصال بڑھتا جاتا ہے اسی قدر وہ خدا سے دور ہوتا جاتا ہے۔ اور اس لئے خدا سے جس قدر عشاق کو بُعد و دوری ہوتی ہے۔ کسی کو نہیں ہوتی۔ اور جب انسان کا قلب خدا سے دور ہو جاتا ہے تو ہر طرف سے اس پر آفتیں ٹوٹ پڑتی ہیں۔ کیونکہ شیطان کا اس پر غلبہ ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے جب آدمی پر اس کا دشمن غالب آ جائے۔ وہ مصائب ڈھانے میں کسی قسم کی کمی نہیں کرے گا۔ اور جس قدر بھی اس کے امکان میں ایذا رسانی اور تکلیف دہی ہو گی۔ وہ اسے ضرر پہنچائے گا۔ اب سوچو! کہ اس قلب کا کیا حال ہو گا۔ جس پر اس کا قوی ترین دشمن پوری طرح غلبہ پا لے۔ اور اس پر حاوی ہو جائے اور ایسا دشمن کہ ساری مخلوق سے زیادہ اس کی عیب جوئی اور تخریب میں لگا ہوا ہو۔ اور اسے اپنے حقیقی دوست سے کہ جس کی دوستی اور نزدیکی کے بغیر اسے سعادت نصیب نہیں ہو سکتی۔ فلاح و نجات اور فرحت و مسرت میسر نہیں آ سکتی، بھٹکانے پر تلا ہوا ہے۔

ششم: یہ کہ جب اس کا یہ دشمن اس کے قلب پر قابض ہو جاتا ہے اور اس پر اپنی سلطنت و فرمانروائی قائم کر لیتا ہے تو پھر وہ اس کے ذہن کو کلیۃً خراب کر دیتا ہے۔ اور اس کے اندر خیالات و وساوس کی گندگیاں بھر دیتا ہے اور بسا اوقات اسے دیوانہ بنا کر رکھ دیتا ہے اور ایسا پاگل کر دیتا ہے کہ وہ اپنی عقل سے کسی قسم کا فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتا۔

عشاق کی یہ حالت ہر جگہ ہوتی ہے اور بعض واقعات مشاہدے سے گذرے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ انسان کے اندر سب اہم ترین قوت عقل ہے۔ اس عقل کی وجہ سے انسان دیگر حیوانات کے مقابلہ میں ممتاز ہے۔ جب یہ عقل ہی ماری جائے تو وہ ایک جانور سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ بلکہ جانور بھی اس سے اچھا ہے۔ اور یہ جانور سے بھی بدتر ہے۔

مجنوں کی عقل لیلیٰ نے اور اس کے ہمنواؤں کی عقل ان کے معشوقوں نے عشق و محبت ہی کے ذریعہ خراب کی ہے۔ یا کسی اور چیز کے ذریعہ؟ عشاق کا جنون تو عجیب و غریب ہوا کرتا ہے۔ ہر ایک کا جنون دوسرے کے جنون کو مات کر دیتا ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

قالوا جننت بمن تهوی فقلت لهم   العشق اعظم مما بالمجانين

لوگوں نے کہا کہ تو اپنے محبوب کی محبت میں دیوانہ ہو گیا ہے: میں نے ان سے کہا عشق تو دیوانوں کے روگ سے بھی بڑا روگ ہے۔

العشق لا یستفیق الدهر صاحبه   وانما یصرع المجنون بالحین

عشق کے مارے کو کبھی افاقہ ہی نہیں ہوتا۔   اور دیوانوں پر تو کبھی کبھی ہی دورہ پڑا کرتا ہے۔

ھفتم : یہ کہ عشق انسان کے حواس بگاڑ دیتا ہے۔ اور بالکل فاسد کر کے رکھ دیتا ہے۔ اور یہ فساد معنوی بھی ہوتا ہے اور صوری بھی۔ فساد معنوی، فساد قلب کے تابع ہے جب انسان کا قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو اس کی آنکھیں کان زبان تمام چیزیں فاسد اور خراب ہو جاتی ہیں اور پھر وہ اپنے معشوق کی قبیح ترین چیز کو بھی اچھی سمجھنے لگتا ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمد میں ایک مرفوع حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا۔

حبك الشئ يعمى ويصم   کسی شے کی محبت تمہیں اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔

محبت قلب کو اندھا کر دیتی ہے جس کی وجہ سے اسے محبوب کی برائیاں دکھائی نہیں دیتیں۔ کان کو بہرہ کر دیتی ہے جس سے کان دنیا کی ملامت سننے نہیں پاتے۔ اور پھر معشوق کی طرف اس کی رغبت معشوق کے عیوب کی پردہ پوشی کرتی رہتی ہے۔ کیونکہ انسان جس سے محبت کرتا ہے۔ اس کے عیوب نہیں دیکھا کرتا۔ اور عیوب اس وقت نظر آنے لگتے ہیں جبکہ اس کی محبت کم ہو جاتی ہے۔ شدید ترین رغبت و شوق اور افراط محبت اس کی آنکھوں پر ایک زبردست پردہ بن کر چھا جاتی ہے اور چیز کو اس کی اصل حالت میں دیکھنے سے قاصر کر دیتی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

هويتك اذ عيني عليها غشاوة۔   فلما انجلت قطعت نفسی الومها

میں نے تجھ سے محبت اس وقت بھی کی جبکہ میری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔   جب یہ پردہ ہٹ گیا تو میرے نفس نے اس کی محبت کے رشتے توڑ دیئے۔

انسان جس چیز میں گھس پڑتا ہے۔ اسے اس چیز کے عیوب نظر نہیں آتے اور جو اس سے باہر ہوتا ہے اسے بھی اس کے عیوب نہیں دکھائی دیتے۔ اس کے عیوب تو اسوقت معلوم ہوتے ہیں۔ جب اس میں گھس کر پھر باہر آجائے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو صحابہ کفر و جاہلیت دیکھنے کے بعد اسلام لائے۔ ان کا درجہ

ان مسلمانوں سے بڑھا ہوا تھا۔ جو اسلام میں پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں۔

انما ینقض الاسلام عروۃ عروۃ اذا ولد فی الاسلام من لایعرف الجاھلیۃ :	زنجیر اسلام کی کڑی کڑی ٹوٹ جائے گی۔ جبکہ اسلام میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ جنہوں نے جاہلیۃ کو نہیں دیکھا۔

حواس ظاہری کے فاسد و خراب ہونے کی صورت یہ ہے کہ عشق جسم کو بیمار اور لاغر کر دیتا ہے۔ بلکہ لبسا اوقات عاشق کو گور میں پہنچا دیتا ہے۔ جیسا کہ بہت سے عشق کے ماروں کے قصے سنے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ عرفات کے میدان میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک نوجوان کو پیش کیا گیا۔ جو بالکل حقیر اور لاغر ہو گیا تھا۔ ہڈیوں پر چمڑے کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ یہ ایسا کیوں ہو گیا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ عشق و محبت نے اس کو ایسا کر دیا ہے۔ چنانچہ اس دن سے حضرت ابن عباسؓ روزانہ عشق سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

ھشتم : یہ کہ عشق افراط محبت کا نام ہے۔ محبت اسقدر غلبہ پا جائے کہ اس کے قلب اور دل پر معشوق کی حکومت قائم ہو جائے۔ اور اس کے خیالات، تصورات، ذکر و فکر پر پورا پورا قابو پالے اور کسی وقت بھی اس کا دل و دماغ معشوق کے تصور سے خالی نہ ہو۔ جب اس حد تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ تو پھر اس کا نفس خواطر نفسانیہ ہی کے اندر الجھ کر رہ جاتا ہے اور اس طرح نفس کی تمام قوتیں معطل اور مختل ہو کر رہ جاتی ہیں اور اس کے تعطل و اختلال کی وجہ سے جسم و روح پر وہ آفتیں ٹوٹ پڑتی ہیں۔ کہ انسان کا جینا دشوار ہو جاتا ہے اور اس کا علاج ناممکن ہو جاتا ہے اور پھر اس کے تمام افعال و کردار تمام مقصد و مطالب، تمام اوصاف و اطوار متغیر اور مختل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور انسان اپنی اصلاح و بہبود سے قطعاً قاصر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے۔

الحب اول مایکون لجاجۃ	یاتی بھا وتسوقہ الاقدار
محبت آغاز میں محض ایک لہر ہوتی ہے۔	اور پھر تقدیر اسے آگے بڑھاتی رہتی ہے۔
حتی اذا خاض الفتی لجج الھوی	جاءت امور لا تطاق کبار

یہاں تک کہ جب کوئی جوان محبت کی لہروں میں گھس پڑتا ہے۔ تو پھر وہ حالات پیش آتے ہیں۔ جو بڑے بڑوں کی طاقت سے باہر ہوتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ عشق کی ابتداء سہل و آسان ہے۔ عشق کا وسط اور درمیانی حصہ ہم و غم، حزن و

ملال اور قلب کی بیماری ہے۔ اور عشق کا انجام اگر پروردگار عالم کی مہربانی نہ ہو۔ اور اس کی عنایت دستگیری نہ فرمائے۔ تو پریشانی، تباہی، ہلاکت اور موت ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

دعش خالیا فالحب اولہ عناً   واوسطہ سقم وآخرہ قتل

خالی الذہن زندگی گذارو کیونکہ محبت کی ابتداء پریشانی ہے اور وسط بیماری اور انجام موت۔

کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

تولع بالعشق حتی عشق   فلما استقل بہ لم یطق

عشق کے خارزار میں اس نے گھسنے کی کوشش کی تاآنکہ عاشق ہو گیا۔ جب عشق نے اسکے اندر مستقل جگہ بنالی تو اسمیں برداشت کی طاقت نہ رہی۔

رأی لجۃ ظنھا موجۃ   فلما تمکن منھا غرق

اسنے ایک لہر دیکھی۔ گمان کیا کہ ایک موج ہی تو ہے   لیکن جب اسنے قابو پالیا تو غرق ہو کر رہ گیا۔

اور واقعہ یہ ہے کہ یہ خود اسی کا جرم ہے اور اسی کا گناہ ہے۔ اس نے خود اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ اور اس پر ٹھیک ٹھیک عربی کی یہ مثل صادق آتی ہے۔

یداک اوکتا وفوک نفخ (۱)   تیرے ہاتھوں نے مشکیزہ کا منہ باندھا اور تیرے ہی منہ نے پھونک ماری۔

فصل

عاشق خود اپنے معشوق پر ظلم کرتا ہے اور بلا وجہ معشوق کو رسوا کرتا ہے۔ عشق کے اسباب۔ پاک عشق کی مثالیں۔ حضرت عتبہ بن الحباب بن المنذر رضؓ کا قصہ۔

---

(۱) یہ ایک ضرب المثل ہے۔ کسی جزیرہ میں کوئی آدمی رہتا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اپنی مشک کے ذریعہ دریا عبور کر کے کنارہ پر جائے۔ اپنی مشک میں اس نے اپنے منہ سے پھونک کر ہوا بھری۔ اور اپنے ہاتھ سے اس کا منہ باندھا۔ لیکن اس میں جسقدر اہتمام کی ضرورت تھی نہیں کیا۔ مشک پر سوار ہو کر دریا میں اتر پڑا۔ جب وسط دریا میں پہنچا تو مشک سے ہوا خارج ہونے لگی اور وہ ڈوبنے لگا۔ کسی آدمی سے جو کشتی پر اس کے قریب تھا امداد چاہی۔ اس نے جواب دیا۔ اوکتا یداک وفوک نفخ (تیرے ہاتھوں نے مشک باندھی تھی۔ اور تیرے منہ نے اس میں ہوا بھری تھی) یہ ضرب المثل اس آدمی کیلئے بولی جاتی ہے۔ جہاں بیچ ہی ہاتھوں بلا مول لی جائے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

عاشق کے تین مقام ہیں۔ ابتدائی مقام۔ درمیانی مقام۔ انتہائی مقام عشق کا ابتدائی مقام ہی قابل غور ہے۔ انسان کے لئے واجب ہے۔ کہ وہ غور کرے اور سوچے کہ از روئے قدر و شرع معشوق تک پہنچ سکتا ہے۔ یا نہیں؟ اگر وہ نہیں پہنچ سکتا تو ہر ممکن طریقہ سے وہ اس کی مدافعت کرے اور کسی طرح بھی اس کی جانب توجہ نہ کرے۔ اگر پوری مدافعت کے بعد بھی وہ اس کی مدافعت نہ کر سکا۔ اور محبوب کی طرف اقدام سفر جاری رکھا۔ اور درمیانی اور انتہائی مقام سامنے آ گیا۔ تو اب اس کا فرض ہے۔ کہ محبت کو چھپائے اور لوگوں پر اپنی محبت ظاہر نہ کرے۔ محبوب کو رسوا اور ذلیل نہ کرے۔ لوگوں میں جگ ہنسائی نہ ہونے دے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے شرک کے ساتھ ظلم بھی شامل ہو جاتا ہے۔ اور اس بارے میں جو بھی ظلم ہوگا۔ وہ بڑے سے بڑے ظلم ہوگا۔ کیونکہ بسا اوقات یہ ظلم معشوق اور اس کے کنبے اور متعلقین کے حق میں مال و دولت کی تباہی و بربادی سے بڑھ کر ظلم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس عشق کی وجہ سے خواہ مخواہ معشوق کی ہتک بے عزتی ہوتی ہے۔ جا بجا چرچا ہوتا ہے۔ طرح طرح کی بے سر و پا باتیں اس کے متعلق اڑائی جاتی ہیں۔ اور پھر ماننے والے ایسی باتیں بہت کچھ مان لیتے ہیں۔ اور جھٹلانے والے جھٹلا بھی دیتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ ادنیٰ سے ادنیٰ شبہ کی بنا پر اس بات کی تصدیق کرنے والے زیادہ ہوا کرتے ہیں۔ جب کبھی کہا جائے۔ کہ فلاں مرد یا فلاں عورت نے ایسا کام کیا تو ایک ہزار میں نو سو ننانوے آدمی اس کو سچ مان لیں گے۔ اور صرف ایک ہی آدمی اس کی تکذیب کریگا۔ خصوصاً عاشق کی بات بے گناہ معشوق کے حق میں اور معشوق کی بات کے مقابلہ میں قطعی اور یقینی مانی جاتی ہے۔ اگر معشوق کے متعلق غلط، جھوٹا، بے سر و پا افتراء اور بہتان باندھا جائے تو لوگ اسے مان لیتے ہیں اور اس پر یقین کر لیتے ہیں۔ اور اس بات کو ایسی یقینی مان لیتے ہیں کہ جھوٹ کا احتمال تک نہیں سمجھا جاتا اگر کہیں عاشق و معشوق اتفاق سے کسی جگہ مجتمع ہو گئے۔ تو معشوق کی شامت ہی آ گئی۔ تمام لوگ یہی کہتے ہیں کہ یہ کسی وعدے کی بنا پر یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اور پھر اس بارے میں طرح طرح کی بدگمانیاں اور شبہات و خیالات پیدا ہوتے ہیں اور جھوٹی، غلط، بے سر و پا باتوں کا یقین کر لیا جاتا ہے اور اس طرح یقین کر لیا جاتا ہے۔ جس طرح محسوس و چشم دید امور کا یقین کر لیا جاتا ہے اور یہی وہ چیز تھی جس کی بنا پر آنحضرت ؐ کی محبوبہ طیبہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ پر اہل افک نے تہمت لگائی تھی۔ جس کی صفائی خدا کی جانب سے کی گئی اور یہ الزام اس شبہ کی بنا پر لگایا گیا تھا۔ کہ صفوان بن معطل تنہا اسلامی فوج کے پیچھے آ رہے تھے۔ انہوں نے دور سے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو دیکھا۔ اور فوراً اپنے اونٹ پر سے نیچے اتر گئے۔ اور آپ کو اس پر بٹھا لیا اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر آ گے چلنے لگے۔ اس پر مردود لوگوں نے الزام کھڑا کر دیا اور اگر خدا آپ کی براءت و صفائی

نہ فرماتا۔ پشت پناہی نہ فرماتا۔ اور تہمت لگانے والوں کی تکذیب نہ فرماتا۔ تو معاملہ کچھ اور ہی بن کر رہ جاتا۔

مقصد یہ ہے کہ حرام و ناجائز کے لئے عاشق کا اظہار عشق معشوق کے حق میں زبردست ظلم ہے۔ اس پر اس کے خاندان اور قرابتداروں پر بلا وجہ ظلم و جور ہے۔ اپنا عشق ظاہر کر کے اسے بدگمانیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور لوگوں کی بدگمانیوں کی تصدیق کی جاتی ہے۔

اور اگر وہ معشوق کو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے کسی کو واسطہ اور ذریعہ بناتا ہے۔ تو یہ ظلم بالائے ظلم ہے۔ اس سے بے گناہ معشوق کی خواہ مخواہ تشہیر اور رسوائی ہوتی ہے۔ اور جو درمیانی واسطہ اور ذریعہ ہے وہ دیوث بنتا ہے۔

جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت ستانی، رشوت دہانی کے درمیانی واسطہ پر لعنت بھیجی ہے تو پھر اس دیوث کے لئے کیا کچھ نہ کہا ہوگا۔ جو عاشق و معشوق کی حرام ملاقات کا ذریعہ اور واسطہ ہے۔ اس صورت میں معشوق پر خود عاشق تو ظلم کرتا ہے اور ان سے بھی اس پر ظلم کرا رہا ہے۔ اپنی ناپاک غرض پوری کرنے کے لئے معشوق کی جان۔ مال۔ آبرو عزت پر خود ظلم کرتا ہے۔ دوسروں سے بھی ظلم کراتا ہے۔ اور بسا اوقات اس کی یہ غرض اس وقت پوری ہوتی ہے۔ جبکہ اس آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ جو اس کی غرض میں حارج اور حائل ہے۔ اور افسوس ہے کہ عشق نے دنیا میں ہزاروں لاکھوں خون کرا دیئے کسی نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا۔ کسی نے اپنے سید و آقا کو قتل کر دیا۔ اور افسوس ہے کہ یہ خون بلا قصاص اور بغیر دیت و خونبہا کے اڑ گئے۔ اور کتنی ہی عورتیں اپنے شوہروں کے خلاف، کتنے ہی غلام اور باندیاں اپنے سید و آقاؤں کے خلاف خبیث بن کر رہ گئے۔ اور ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ نے ان باتوں سے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے اور اس قسم کے لوگوں سے اپنے کو بری و بیزار بتایا ہے۔ اور اس گناہ کو اکبر الکبائر فرمایا ہے۔ اور جبکہ آنحضرتؐ نے اس امر کی ممانعت فرمادی ہے کہ اپنے بھائی کے پیغام پر دوسرا پیغام نہ کرے۔ اور جب ایک بھائی کسی چیز کا نرخ اور بھاؤ ٹھہرا رہا ہو تو اس پر گر کر نرخ بھاؤ اور قیمت نہ بڑھائے تو بتاؤ کہ اس آدمی کا کیا حال ہوگا جو کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اور باندی کو سید و آقا کے خلاف ورغلائے۔ اور ان میں باہم تفریق کرنے کی کوشش کرے۔ صورتوں کے عاشق اور حسن پرست لوگ اور ان کے معاون و مددگار جو اس جرم کو جرم نہیں سمجھتے، دیوث ہیں۔ کیونکہ معشوقہ کے وصل سے عاشق اس کے شوہر کا اور باندی کے آقا کا شریک بن جاتا ہے اور یہ دیوثی ہے اور دوسرے پر ظلم و زیادتی ہے۔ اور ایسا جرم ہے۔ جو زنا سے کسی حال میں کم

نہیں۔ اگر زنا سے بڑھا ہوا نہیں ہے تو اس سے کم بھی نہیں ہے۔ یہ حق غیر ہے جو زنا سے توبہ کرنے پر بھی معاف نہیں ہو سکتا تو بے
خدا کا حق ساقط ہو سکتا ہے۔ بندے کا حق ساقط نہیں ہو سکتا۔ بندے کا حق، بندے کا مطالبہ قیامت تک باقی رہے گا۔

اگر بیٹے کو اس کے باپ کے خلاف ورغلایا جائے۔ جو دنیا میں تمام سے زیادہ اسے عزیز
ہے۔ اس کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ تو یہ باپ پر انتہائی ظلم ہے۔

اگر اپنی محبوبہ کو اس کے شوہر کے خلاف ورغلایا جائے ۔ اور شوہر کے بستر پر جرم کا ارتکاب
کیا جائے۔ یہ انتہائی ظلم ہے اور ایسا ظلم ہے کہ اس کا مال و متاع اور زندگی کا سارا اثاثہ اس سے چھین
لیا جائے۔ تو ایسا ظلم نہ ہوگا۔ یہ ظلم ان تمام سے بڑھ کر ظلم ہے اور یہی وجہ ہے۔ جو شوہر کو اس سے
سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس ظلم کے مساوی یہی ظلم ہو سکتا ہے کہ شوہر کو قتل کر دیا جائے۔ پس عاشق
کے لئے بدکاری و زنا سے بڑھ کر کوئی جرم اور کوئی گناہ نہیں۔

اور اگر یہ حق کسی غازی۔ مجاہد فی سبیل اللہ کا ہے۔ جو جہاد کے لئے گیا ہوا ہے تو یہ مجرم قیامت
کے دن اس مجاہد کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ اور اسے خدا کی جانب سے حکم ہوگا۔

خذ من حسناته ماشئت — جتنا چاہو اس کی نیکیوں میں سے لے لو۔

اس جملہ کے بعد آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔

فما ظنكم؟ — اب تم کیا خیال کر سکتے ہو ؟

یعنی اب تم سمجھ سکتے ہو کہ اس کے پاس اس کی نیکیاں باقی کیا رہ جائیں گی ؟

اور اگر یہ مظلوم اس کا پڑوسی ہے تیا ذی رحم محرم ہے اور اس کی بی بی کے ساتھ اس نے ایسا
فعل کیا ہے تو اس ظلم کے ساتھ دوسرے کئی مظالم شامل ہو جائیں گے۔ اس نے پڑوسی پر ظلم کیا۔ ذی رحم
کی حرمت توڑ دی۔ اور یہ معلوم ہے کہ پڑوسی کی حرمت توڑنے والا اور قاطع رحم جنت
میں داخل نہیں ہوگا۔

اور اگر یہ عاشق معشوق کے وصل کے لئے شیاطین سے جادو کے ذریعہ یا کسی اور طریقہ
پر امداد چاہتا ہے۔ تو یہ ایک اور جرم اور ظلم ہے۔ یہ ظلم اسے شرک کی طرف کھینچ لے جائے گا اور
یہ ظاہر ہے کہ جادو بجائے خود کفر ہے اور اگر یہ کام خود اس نے نہیں کیا۔ اس کے لئے کسی دوسرے
نے کیا ہے۔ تو یہ بات تو یقینی ہے کہ یہ اس کفر پر راضی ہے اور اس لئے یہ ضرور کہا جائے گا کہ یہ
اس کفر پر راضی ہے۔ کیونکہ اسی کے مقصد کے لئے کیا گیا ہے اور یہ بلا جبر و اکراہ اس پر راضی اور
رضا مند ہے اور ایسا کرنا بھی قریب بہ کفر ہے ۔

مقصد یہ ہے کہ اس بارے میں کسی قسم کا بھی تعاون اور امداد کی جائے تو وہ اثم و عدوان ظلم و جور۔ جرم و گناہ میں تعاون اور اس کی امداد ہے۔

عاشق کی غرض و مطلب کے حصول کے لئے ظلم و تعدی ہوتا ہے اور اس سے جو ضرر و نقصان ہوتا ہے یہ بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ لیکن جب عاشق اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے اور معشوق اس کا ہو جاتا ہے تو اس کے بعد معشوق کے مطالبات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اب عاشق کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ معشوق کے مطالبات پورے کرے، اب دونوں عاشق و معشوق ایک دوسرے کے معین و مددگار بن جاتے ہیں۔ دونوں کے دونوں ایک دوسرے کی اعانت کی خاطر ظلم و عدوان پر اتر آتے ہیں۔ معشوق اپنے عاشق کے اہل و عیال اور قرابت داروں پر اور غلام ہے تو سید و آقا پر اور اس کی بی بی پر ظلم و زیادتی کرنے میں اس کی شریک ہوتی ہے اور ظلم و عدوان میں اس کی اعانت کرتی ہے۔ اور اسی طرح عاشق اپنے معشوق کے اہل و عیال قرابتداروں پر ظلم کرتا ہے اور کراتا ہے۔

غرض! عاشق و معشوق دونوں اپنی اپنی اغراض کی خاطر خدا کے بندوں پر ظلم کرتے اور ظلم کراتے ہیں۔ اور ظلم کرنے میں ایک دوسرے کی اعانت و امداد کرتے ہیں۔ اور سارے مظالم دونوں کے اشتراک سے ہوتے ہیں۔ اور ساری قباحتیں ایک دوسرے کے تعاون سے وقوع میں آتی ہیں۔

اور یہ تو ایک عام عادت ہوگئی ہے کہ عاشق ایسے ایسے کاموں میں اپنے معشوق کی اعانت کرتا ہے۔ جو سراسر ظلم ہیں۔ تاآنکہ بسا اوقات معشوق کے لئے ایسا منصب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کا وہ قطعی اہل نہیں ہوتا۔ نیز حرام و ناجائز مال کی تحصیل میں وہ معشوق کی اعانت و امداد کرتا ہے اور اگر اس کا معشوق کسی سے مخاصمت اور جھگڑا کرتا ہے تو عاشق اپنے معشوق ہی کی طرف داری اور جانبداری کرتا ہے۔ معشوق خواہ حق پر ہو خواہ ناحق پر، ظالم ہو یا مظلوم یہ تمام مظالم عاشق اپنے معشوق کے حصول اور اس کی رضامندی کے لئے کر گزرتا ہے۔ اس کے حصول اور رضامندی کے لئے لوگوں پر نظر ڈالتا ہے اور مال کی تحصیل کے لئے طرح طرح کے حیلے اور فریب کرتا ہے۔ معشوق تک پہنچنے اور اسے راضی کرنے کے لئے سرقہ، چوری، غصب خیانت، ڈاکہ زنی، نقب زنی اور اس قسم کے بے شمار جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ تاآنکہ بعض اوقات یہاں تک نوبت پہنچتی ہے۔ خون حرام، خون ناحق سے بھی اپنے دامن کو ملوث کر دیتا ہے۔

غرض ! یہ اور اس قسم کی بے شمار آفتیں عشق و حسن پرستی میں موجود ہیں۔ بعض اوقات یہ عشق کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ بعض لوگ اسلام میں پیدا ہوئے تھے عشق نے ان کو نصرانی اور عیسائی بنا دیا۔ بعض مساجد کے مؤذن تک عشق کی خاطر نصرانی اور عیسائی بن گئے۔ ایک مؤذن کا واقعہ ہے۔ کہ اس نے مسجد کی چھت پر سے کسی عیسائی کی خوبصورت لڑکی کو دیکھ لیا۔ اور اس پر شیفتہ ہو گیا۔ اسی وقت وہ مسجد کی چھت سے اُترا۔ اور اس لڑکی کے پاس پہنچا۔ اور اس سے شادی کی درخواست کی۔ اس نے کہا میں عیسائی ہوں۔ اگر تم عیسائی دین قبول کر لو تو شادی ہو سکتی ہے۔ اس نے اسی وقت عیسائی دین قبول کر لیا۔ اور اس سے شادی کر لی۔ لیکن خدا کی شان کہ وہ ابھی اس سے خلوت بھی کرنے نہیں پایا تھا کہ اس دنیا سے چلتا بنا۔ وہ اس عیسائی کے مکان کی چھت پر چڑھا۔ اور پاؤں پھسل گیا اور اسی وقت گر کر مر گیا۔ خسر الدنیا والآخرۃ۔ یہ قصہ علامہ عبدالحق نے اپنی کتاب العاقبہ میں نقل کیا ہے۔

عیسائیوں کا عام دستور رہا ہے کہ جب کبھی مسلمان ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئے اور اسیر و قیدی ہو کر ان کے پاس پہنچے۔ حسین و خوبصورت عورتیں ان کے پاس پہنچاتے اور ان عورتوں سے کہا جاتا کہ ہر ممکن طریقہ سے ان کو اپنی محبت کے جال میں پھانسو۔ جب وہ محبت کے جال میں پھنس جائیں۔ ان سے کہو اگر تم ہمارا دین قبول کر لو۔ تو ہم تمہارے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہیں۔ اس موقعہ پر وہی خدا کا بندہ ثابت قدم رہ سکتا ہے۔ جو ایمان کی حلاوت سے سرشار ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں حق اور قول پر ثابت اور قائم رکھے اور خدا ظالم کو تو گمراہ ہی کر دیتا ہے اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے۔ جو وہ چاہتا ہے۔

غرض ! عشق کا معاملہ بڑا نازک ہے۔ عاشق و معشوق دونوں ظلم کرتے ہیں۔ ظلم کرنے میں دونوں ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں۔ زنا، بدکاری میں دونوں شریک ہیں۔ اور اپنی اپنی جانوں پر ظلم کرنے میں ایک دوسرے کی معاونت و امداد کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنی جان پر اپنے ساتھی پر ظلم کرتا ہے اور ان کا یہ ظلم دوسروں تک متعدی ہوتا ہے۔ جیسا کہ تم پہلے معلوم کر چکے۔ اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ یہ دونوں کے دونوں ہلاکت و بربادی اور تباہی کے لانے میں ایک دوسرے کے شریک ہو جاتے ہیں۔

غرض ! عشق میں ہمہ قسم کی خرابیاں اور ہمہ قسم کے مظالم موجود ہیں۔ اور اگر کہیں معشوق ناخدا

ترس ہے تو اپنے عاشق کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

اور معشوقان عشوہ گر کا یہ تو ایک عام دستور ہے کہ عشاق کو طرح طرح کے لالچ میں ڈال دیتے ہیں۔ ہر گھڑی مختلف طریقوں سے اپنے کو مزین اور آراستہ کر کے عاشق کو اپنی طرف متوجہ اور مائل کرتے ہیں اور ہر امکانی طریقہ سے اس پر ڈورے ڈالتے اور اسے شیفتہ بناتے ہیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ عاشق سے مال وزر کھینچے۔ لہذا اوقات اس وقت تک وہ عاشق کو اپنے پر قابو نہیں پانے دیتے۔ جب تک کہ وہ اپنی تمام غرضیں پوری نہ کر لے۔ اور یہ اس لئے کرتے ہیں کہ عاشق اپنی حاجت برآری کر کے کہیں اس سے بے پروا نہ ہو جائے۔ اس طرح معشوق اپنے عاشق پر ظلم کرتا ہے۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عاشق کو قتل کر دیتا ہے۔ تاکہ ہمیشہ کے لئے اس سے نجات پا جائے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ معشوق کسی اور سے ملنے لگتا ہے۔

غرض! دنیا کے عاشق و معشوق بہتوں کو قتل کر چکے۔ بہتوں کو نعمتوں اور عیش آرام سے محروم کر چکے ہیں۔ بہت سے دولت مند گھرانے ان کے ہاتھوں تاراج و برباد ہو گئے۔ بہت سے ارباب مدارج منصبوں سے گرا دیئے گئے۔ بہت سے خاندان اور گھرانے ویران کر دیئے گئے۔ اور ان کے اہل وعیال بیٹے بیٹیاں تباہ حال کر دی گئیں۔

اگر ایک عورت اپنے شوہر کو دیکھتی ہے۔ کہ وہ کسی اور پر عاشق ہو گیا ہے تو وہ بھی اپنے لئے ایک معشوق کھڑا کر لیتی ہے۔ جس سے شوہر پر یہ مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے کہ یا تو اسے طلاق دے کر گھر کو ویران کر لے۔ یا اسے گھر میں رہنے دے۔ اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دے۔ اور خود شب وروز کڑھتا رہے۔ اس صورت میں بعض آدمی پہلی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور بعض دوسری صورت

عقلمند، ہوشمند انسانوں کا فرض ہے کہ وہ پوری ہوشیاری اور مستعدی سے عشق کے دروازے اپنے اوپر بند کر لے۔ تاکہ وہ ان مصائب و آلام اور تکالیف و اذیات کا شکار نہ بنے۔ کیونکہ عشق کا مارا بالآخر ہلاک و تباہ ہو جاتا ہے یا پھر ان مفاسد کا یا ان میں سے اکثر خرابیوں کا شکار تو ضرور ہوتا ہے۔ اور کم و بیش کچھ نہ کچھ مصائب تو اسے جھیلنے ہی پڑتے ہیں۔ اور جو آدمی بھی ایسا کرتا ہے۔ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ عورت پر ظلم کرتا ہے۔ کیونکہ اسے گمراہ کرتا ہے۔ جس سے وہ ہلاک ہوتی ہے۔ اور اس کی ہلاکت و تباہی کا سبب یہی شخص بنتا ہے۔ اگر یہ شخص بار بار اپنے جدید معشوق کی طرف نگاہ نہ کرتا۔ تو پسندیدگی پیدا نہ ہوتی اور اس سے وصل و ملاقات کی طمع اور تمنا نہ کرتا تو اس معشوق کی اس کے قلب میں جگہ نہ ہوتی۔ کیوں کہ عشق کا

ابتدائی سبب یا تو نظر ڈالنا ہے۔ یا کان اگر اس کے بعد وصل معشوق کی طمع نہ ہوتی اور کلیتہً ناامید ہو جاتا تو اس کے اندر یہ عشق پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر طمع و تمنا بھی پیدا ہو جاتی لیکن پھر وہ عقل و خرد سے کام لے کر اپنی توجہ کو اس طرف سے ہٹا لیتا۔ اور دل کو ادھر مشغول نہ ہونے دیتا تو یہ عشق پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر وہ اپنی فکر و خیالات کی رو میں بہ گیا اور معشوق کے محاسن ہی کی طرف دیکھتا رہا۔ تو اس وقت بھی اس سے وہ خوف اس گناہ سے اس کو بچا لیتا۔ جو بہت بڑا اور زبردست خوف ہے۔ اور جو اس کے نزدیک لذت وصال کے مقابلہ میں بڑا ہی خطرناک ہے۔ یہ خوف خواہ دینی ہو جیسا کہ جہنم کا خوف۔ جبار حقیقی کے غضب کا خوف۔ یہ خوف اس کی طمع و لالچ اور فکر و عشق پر غالب آگیا ہوتا۔ تب بھی یہ عشق اس کے اندر پیدا نہ ہونے پاتا۔ اور دینی خوف نہیں تو کوئی دنیوی خوف اس کا دامن پکڑ لیتا۔ مثلاً اپنی جان و مال۔ عزت و آبرو کا خطرہ۔ لوگوں میں رسوائی اور ذلت۔ اگر یہ خوف داعیہ عشق پر غالب آ جاتا۔ تب بھی وہ اس عشق سے بچ جاتا۔ اسی طرح اگر وہ اس بات سے ڈرتا کہ اگر یہ عشق جاری رہا۔ تو وہ اس محبوب کو کھو دیگا۔ جو اس معشوق کے مقابلہ میں زیادہ محبوب اور زیادہ نافع ہے۔ اور اس کی محبت کو معشوق کی محبت پر ترجیح دیتا۔ تب بھی یہ عشق کی مصیبت اس سے ٹل جاتی۔

اگر یہ تمام صورتیں مفقود ہو جاتی ہیں۔ اور یہ تمام موانعات اسے عشق سے باز رکھنے میں ناکام ثابت ہوتے ہیں۔ تو اب اس کے قلب پر پوری طرح عشق مسلط ہو جاتا ہے اور اس کا قلب پوری طرح اس معشوق کی طرف جھک پڑتا ہے۔ اور اب وہ ہمہ قسم کی مصیبتوں کا شکار بن کر رہ جاتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ ع عیبش ہمہ گفتی، ہنرش نیز بگو!

تم نے عشق کی ساری مصیبتیں، آفتیں، مضرتیں اور مفاسد تو بیان کر دیئے۔ لیکن کچھ اس کے فوائد اور منافع کا بھی ذکر کر دیتے کہ عشق طبیعت میں رقت، درد، و سوز پیدا کرتا ہے۔ نفس میں لطافت پیدا کرتا ہے۔ نفس کی مردنی اور اس کی مشقت و کلفت دور ہو جاتی ہے۔ عشق انسان کو مکارم اخلاق پر آمادہ کرتا ہے اور شجاعت و بہادری، کرم و سخاوت، مروت و رقت پیدا کرتا ہے۔ جوارح و جسم میں فرحتی پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ یحییٰ ابن معاذ الرازی سے مروی ہے۔ کسی نے ان سے کہا۔ تمہارا بیٹا فلاں عورت پر عاشق ہو گیا ہے۔ اس کے جواب میں انہوں

نے کہا الحمد للہ کہ خدا نے اسے انسان کی طبیعت عطا فرمائی۔

بعض لوگوں نے کہا ہے "عشق شرفاء اور معزز لوگوں کے دل کی دوا ہے"۔

کسی دوسرے نے کہا ہے۔ عشق کی صلاحیت اسی میں ہوتی ہے۔ جو پاک مروت، پاکیزہ اخلاق رکھتا ہو۔ یا پاکیزہ زبان اور کامل احسان رکھتا ہو۔ یا پاکیزہ ادب اور ممتاز عادات رکھتا ہو۔

کسی اور نے کہا ہے عشق بزدل نامرد کو مرد اور بہادر بنا دیتا ہے۔ غبی کے ذہن کو روشن کر دیتا ہے۔ بخیل کو سخاوت و کرم سکھاتا ہے۔ بادشاہوں کا غرور توڑ دیتا ہے۔ انسان میں اعلیٰ اخلاق پیدا کرتا ہے۔ عشق ان لوگوں کا انیس ہے۔ جن کا دنیا میں کوئی انیس نہیں۔ ان لوگوں کا جلیس ہے۔ جن کا کوئی جلیس نہیں۔

کسی دوسرے نے کہا ہے۔ عشق دنیا کی گرانباریوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔ روح میں لطافت پیدا کرتا ہے۔ قلب کو کدورتوں سے پاک صاف کر دیتا ہے۔ شرفا کو نیک اعمال و کردار پر ابھارتا ہے۔ اور انسان کو مکارم اخلاق کا خوگر بناتا ہے۔

بعض حکماء کہتے ہیں۔ عشق نفس میں تازگی پیدا کرتا ہے۔ اخلاق کو مہذب بناتا ہے عشق کا اظہار طبعی امر ہے۔ اور اس کا اخفاء سراسر تکلیف۔

کسی اور نے کہا ہے۔ جس کا نفس خوشی الحانی۔ خوش گلوئی اور اچھی آواز اور خوبصورت چہرہ کو دیکھ کر اچھلنے کودنے نہ لگے۔ وہ فاسد المزاج ہے۔ اسے اپنا علاج کرنا ہے اور اسی معنی میں کسی نے یہ شعر کہا ہے۔

اذا انت لم تعشق ولم تدر ما الھویٰ	فمالک فی طیب الحیاۃ نصیب۔
جب تک تم کسی پر عاشق نہیں ہوتے اور تمہیں یہ خبر ہی نہیں کہ محبت کیا ہے۔	تو زندگی کی خوشگواریوں میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

اذا انت لم تعشق ولم تدر ما الھوی	فقم واعتلف تبناً فانت حمار
جب تک تم کسی پر عاشق نہیں ہوتے۔ اور محبت کو جانا نہیں کہ محبت کیا ہے؟	تو اٹھو اور گھاس کھاؤ کہ تم گدھے ہو۔

کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

اذا انت لم تعشق ولم تدر ما الھویٰ	فکن حجرا من یابس الصخر جلمدا

اگر تم کسی پر عاشق نہیں ہوئے اور محبت کو نہیں پہچانا۔ تو تم خشک پتھروں میں سے ایک سخت ترین پتھر بن جاؤ۔

بعض لوگوں نے کہا ہے۔ عشاق وہ ہیں۔ جو عفیف اور پاکیزہ نفس ہوں۔ عشاق جب عفیف ہوتے ہیں تو بڑے بن جاتے ہیں۔ عفیف لوگ جب عاشق ہو جاتے ہیں تو ظریف بن جاتے ہیں۔ جیساکہ بعض عشاق سے پوچھا گیا کہ اگر تم اپنے محبوب پر ظفر مند ہو جاؤ۔ تو کیا کرو؟ اس نے جواب دیا۔ اگر میں ظفر مند ہو جاؤں تو یہ کردوں کہ اس کا منہ دیکھنے سے اپنی آنکھیں نیچی کرلوں اور اس کی یاد اس کی باتوں سے اپنے قلب کو خوش کرتا رہوں اور اس کی باتیں جو قابل کشف و اظہار نہ ہوں۔ ان کو مخفی رکھوں۔ اور کوئی بھی ایسی بات مجھ سے سرزد نہ ہو جو اس کے درجہ مرتبہ اور منصب کے خلاف ہو۔ اس کے بعد اس نے یہ شعر پڑھے۔

اخلو بہ فاعف عنہ تکرما	خوف الدیانۃ لست من عشاقہ
اس سے تنہائی میں ملوں تو اس کے اکرام و احترام کی خاطر اس سے بچتا رہوں۔	دیانتداری کے خوف سے کہ کہیں میں اس کے عاشقوں میں سے نہیں ہوں۔
کالماء فی ید صائم یلتذہ	ظمأ فیصبر عن لذیذ مذاقہ
اس طرح بچتا ہوں کہ کسی روزیدار کے ہاتھ میں پانی ہے۔	پیاسے کو وہ بہت لذیذ ہے۔ لیکن وہ اس لذیذ کے چکھنے سے صبر کرتا ہے۔

ابو سلمان بن ابراہیم نے کہا ہے۔ عاشق روحیں لطیف عطر ہیں۔ ان کے اجسام رقیق اور ہلکے پھلکے ہیں۔ ان کی موانست پاکیزہ ہے۔ ان کی باتیں مردہ دلوں میں جان ڈال دیتی ہیں اور عقل میں فراوانی پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر عشق و محبت نہ ہو تو دنیا کی ساری نعمتیں بے کار اور ہیچ ہیں۔

کسی دوسرے نے کہا ہے۔ روح کے لئے عشق ایسا ہے۔ جیسا جسم کے لئے غذا۔ اگر تم کھانا چھوڑ دو گے۔ تو تمہیں نقصان ہوگا۔ اور ضرر پہنچے گا۔ اگر زیادہ کھاؤ گے نقصان پہنچے گا۔ یہی حال عشق و روح کا ہے۔ اس معنی میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

خلیلی ان الحب فیہ لذاذۃ	وفیہ شقاء دائم وکروب
اے میرے دوست، محبت میں بڑی لذت ہے۔	اور اس میں دائمی بدنصیبی اور درد و دکھ بھی ہے۔
علیٰ ذالک ما عیش یطیب نعیمہ۔	ولا عیش الا بالحبیب یطیب۔

باوجوداس کے اسکے بغیر زندگی ناگوار ہے ۔ اور زندگی تو محبوب ہی سے خوشگوار بنتی ہے۔

ولاخیر فی الدنیا بغیر صبابتہ ولا فی نعیم لیس فیہ حبیب

اور بغیر عشق و سوزو گداز کے دنیا میں کوئی خیر نہیں اور وہ نعمت ہی نہیں جس میں محبوب نہ ہو۔

خرائطی نے ابو غسان سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی ایک روز کسی راستہ سے گذرے۔ دیکھا ایک جاریہ یہ شعر پڑھ رہی ہے۔

وھوایتہ من قبل قطع تمائمی متمایلا مثل القضیب الناعم

میرے بچپن کے تعویذ ابھی کاٹے بھی نہ گئے تھے کہ میں اس پر عاشق ہو گیا۔ اور اس طرح جھک پڑا۔ جیسے نرم ڈالی جھک پڑتی ہے۔

آپ نے اس جاریہ سے پوچھا۔ کیا تم حرہ ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ باندی ہوں۔ آپ نے کہا تو کسی سے محبت رکھتی ہے؟ وہ شرما گئی۔ آپ نے اسے قسم دیکر پھر پوچھا؟ تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

وانا التی لعب الھوی بفوادھا ۔ قتلت بحب محمد بن القاسم

میں وہ ہوں جس کے دل سے محبت نے کھیل کیا ہے۔ میں محمد بن القاسم کی محبت کی مقتولہ ہوں

آپ نے اس باندی کو اس کے آقا سے خرید لیا۔ اور اسے محمد بن القاسم بن جعفر بن ابی طالب کے پاس بھیجدیا۔ اور فرمایا۔ یہ وہ عورتیں ہیں جو مردوں کو فتنوں میں ڈالا کرتی ہیں۔ قسم خدا کی ان کے ذریعہ بہت سے اشراف موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اور اچھے خاصے تندرست ان سے مصائب کا شکار ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت عثمان رض کی خدمت میں ایک جاریہ آئی۔ اور ایک انصاری کے متعلق دعوی دائر کر دیا۔ حضرت عثمان رض نے فرمایا۔ بتا تیرا قصہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ امیرالمؤمنین اس انصاری کے بھتیجے سے مجھے عشق ہے اور میں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔ آپ نے انصاری کو بلا کر کہا۔ یہ باندی تم اپنے بھتیجے کو ہبہ کر دو۔ یا پھر مجھ سے اس کی قیمت لے لو۔ انصاری نے کہا۔ امیرالمؤمنین آپ ہی گواہ رہیں کہ میں نے یہ لونڈی بھتیجے کو دیدی۔

عشق کی خرابیوں سے ہمیں انکار نہیں۔ لیکن یہ خرابیاں معشوق کے ساتھ بدکاری کرنے سے وابستہ ہیں۔ ہمارا کلام تو عفیفتہ و پاک عشق میں ہے۔ ایک معقول آدمی کا عشق کہ جس کے اندر ایمان و دین موجود ہو۔ جس میں عفت و مروت موجود ہو۔ خدا سے اچھا معاملہ رکھتا ہو معشوق سے حرام کاری کرنے سے قطعاً بچتا ہو۔ کیونکر برا ہو سکتا ہے؟ ذرا تم اسلاف کرام اور

آئمہ اعلام کے عشق پر بھی غور کر لو۔ چند واقعات ہم آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ مدینہ منورہ کے ان سات فقہاء میں سے ایک ہیں۔ جن کی شہرت و مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ کسی نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ ان کو برا کہنے والے کو ظالم کہا گیا ہے۔ ان کے یہ اشعار پڑھ لیجئے۔

كتمت الهوى حتى اضربك الكتم
تو نے اپنی محبت کو چھپایا۔ تاآنکہ اس کتمان نے تجھے بہت ضرر پہنچایا۔

ولامك اقوام ولو مهم ظلم
اور لوگوں نے تجھ پر ملامت کی۔ لیکن ان کا ملامت کرنا تجھ پر ظلم ہے۔

فنم عليك الكاشحون وقبلهم
تمہارے دشمنوں نے تمہارا راز افشا کر دیا۔

عليك الهوى قدنم ما ينفع الكتم
اور تمہاری محبت سے پہلے بھی۔ جس پر محبت سوار ہوئی۔ ان کا لوگوں نے راز فاش کیا۔ اور چھپانے سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

فاصبحت كالنمرى اذما حسرة
تیرا حال نمری کا سا ہو گیا۔ وہ ہند کے پیچھے حسرت سے مر گیا۔

على اثرهند اوكمن شفه سقم
یا اس مریض کا سا جسے بیماری نے نحیف و لاغر کر دیا ہو۔

تجنبت اتيان الحبيب تاثما
تو نے گناہ سمجھ کر محبوب کے پاس جانے سے اجتناب کیا۔

الاان هجران الحبيب هو الاثم
لیکن خبردار کہ محبوب کی جدائی بھی گناہ ہے۔

فذق هجرها قد كنت تزعم انه
پس اب تو محبوب کی جدائی کا مزہ چکھ، تو سمجھتا تھا۔

رشاد الا بارهما كذب الزعم
تو سیدھی راہ پر ہے۔ لیکن اب اوقات گمان جھوٹا پڑتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنی بی بی فاطمہ بنت عبدالملک ابن مروان کی ایک باندی پر عاشق تھے۔ آپ کا قصہ تاریخ میں مشہور ہے۔ باندی نہایت حسین و خوبصورت تھی۔ اس سے آپ کو انتہا سے زیادہ محبت تھی۔ اکثر اپنی بی بی سے کہتے رہے کہ یہ باندی مجھے ہبہ کر دو۔ لیکن وہ انکار کرتی رہیں جب آپ خلیفہ ہوئے۔ آپ کی بی بی اس جاریہ کو عمدہ لباس سے مزین کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا۔ امیرالمؤمنین یہ باندی حاضر ہے۔ میں ہمیشہ اسے ہبہ کرنے سے انکار کرتی رہی۔ لیکن اب میرا جی چاہتا ہے کہ آپ اسے قبول کر لیں۔ بی بی کے جملے سن کر آپ کے چہرے پر تازگی آ گئی۔ اور فرمایا

بہت اچھا۔ باندی سامنے آئی تو آپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ خلوت میں لیجا کر فرمایا کپڑے اتار دو۔ اس نے کپڑے اتار دیئے۔ لیکن پھر فرمایا ابھی ٹھہرو۔ یہ بتاؤ تم پہلے کس کی ملکیت میں تھیں؟ فاطمہ کے پاس تم کس طرح اور کہاں سے پہنچیں؟ اس نے کہا۔ میں پہلے عامل کوفہ کے پاس تھی۔ حجاج بن یوسف نے اس عامل کو تباہ کر دیا۔ اور اس کا سارا مال۔ سامان لوٹ لیا۔ اس لوٹ میں بھی اس کے پاس پہنچی۔ حجاج نے مجھے عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ عبدالملک نے مجھے فاطمہ کو ہبہ کر دیا۔ آپ نے پوچھا وہ عامل اب کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ تو مرگیا۔ آپ نے کہا اس کی کوئی اولاد ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں لڑکا ہے۔ آپ نے کہا اس کی کیا حالت ہے؟ اس نے کہا نہایت خراب حالت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ تم اپنے کپڑے پہن لو۔ اور ابھی تم وہاں چلی جاؤ۔ جہاں رہا کرتی ہو۔ اس کے بعد آپ نے عراق کے عامل کو لکھا کہ فلاں آدمی فلاں کے بیٹے کو فوراً قاصد کے ہمراہ میرے پاس بھیجدو۔ چنانچہ وہ لڑکا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ حجاج نے جو کچھ تمہارے باپ کا چھینا ہے۔ اس کی فہرست تیار کر کے مجھے دو۔ اس نے فہرست بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے تمام چیزیں اور مال واپس کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر یہ حکم بھی دیا کہ یہ باندی بھی اس کے حوالے کر دو۔ اس لڑکے سے آپ نے کہا یہ باندی بھی لے جاؤ تمہاری ہے۔ لیکن اس کو اپنے کام میں نہ لانا۔ شاید تمہارے باپ نے اس سے خلوت کی ہو۔ اور جس سے باپ نے خلوت کی ہو وہ بیٹے کے لئے جائز نہیں۔ لڑکے نے کہا۔ امیرالمؤمنین! یہ باندی آپ رکھ لیں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ لڑکے نے کہا۔ آپ اسے خرید لیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں ایسا کروں تو ان لوگوں میں میرا شمار نہیں کیا جائے گا۔ جن کے متعلق کہا گیا ہے۔

ونھی النفس عن الھوی — اور نفس کو ہوا اور خواہشات سے روک رکھا۔

جس وقت یہ نوجوان وہاں سے واپس لوٹا۔ باندی اس کے ہمراہ تھی۔ باندی نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے خطاب کر کے کہا امیرالمؤمنین! آپ کو مجھ سے عشق تھا۔ وہ کہاں گیا؟ آپ نے فرمایا۔ وہ اپنی جگہ پر ہے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ ہے۔ اس باندی کا عشق آپ کو مرتے دم تک رہا لیکن خوف خداوندی کا وہ عالم تھا۔ جو تم نے پڑھ لیا۔

ابو بکر بن محمد بن داؤد ظاہری جو مختلف علوم و فنون، فقہ و حدیث، تفسیر و ادب کے ایک زبردست مشہور و معروف عالم تھے۔ ان کا عشق مشہور ہے۔ نفطویہ کہتے ہیں۔ انکے مرض موت کے وقت میں ان کے پاس گیا۔ انکی حالت دیکھ کر میں نے کہا۔ آپ کا یہ حال کیوں ہوگیا؟ انہوں نے کہا۔ جس نے

مجھ سے پڑھا ہے۔ اس کی محبت نے میرا یہ حال کر دیا ہے۔ میں نے کہا تم اپنے معشوق سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ پھر کیوں فائدہ نہیں اٹھاتے؟ فائدہ اٹھانے کی دو صورتیں ہیں۔ نظر مباح اور نظر حرام۔ نظر مباح نے تو میرا یہ حال کر دیا ہے۔ اور نظر حرام سے میں حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث کی وجہ سے بچتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

من عشق وکتم وعف وصبر غفر اللہ لہ وادخلہ الجنۃ۔

جو شخص کسی پر عاشق ہو گیا۔ اور اس نے اپنے عشق کو چھپایا اور پاکدامن رہا۔ اور صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔

اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

انظر الی السحر یجری من لواحظہ
ذرا سحر کی طرف دیکھو کہ وہ اپنی آخری جھلکیاں لے کر جا رہی ہے۔

وانظر الی دعج فی طرفہ الساجی
اور معشوق کے سیاہ بڑے بڑے دیدے دیکھ کر وہ اپنی جگہ ساکن ہیں۔

وانظر الی شعرات فوق عارضہ
اور ان بالوں کو دیکھو جو اسکے رخساروں پر ہیں۔

کانھن نمال دب فی عاج
گویا ہاتھی دانت پر چیونٹیاں بکھری ہوئی ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

مالھم انکروا سواد الخدیہ
اس کے رخساروں پر سیاہی نکلی ہے۔ اس سے لوگ انکار نہیں کر سکتے۔

ولا ینکرون ورد الغصون
اور ٹہنیاں نکل آئی ہیں۔ اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے۔

ان یکن عیب خدہ بدو الشعر
اگر رخساروں پر بال اگنا کوئی عیب ہے۔

نعیب العیون شعر الجفون
تو پھر پلکوں کے بال بھی آنکھوں کے عیب ہیں۔

لفطویہ نے کہا۔ آپ فقہ میں تو قیاس کو ناجائز کہتے ہیں۔ اور اشعار میں قیاس کو جائز رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا غلبہ عشق اور معشوق کی خوبروئی اور حسن کا یہ اثر ہے کہ اس نے مجھے قیاس پر مجبور کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ اسی دن رات میں انتقال کر گئے۔ اسی معشوق کے عشق کی وجہ سے انہوں نے کتاب الزہرہ لکھی ہے اور انہی کا یہ قول ہے "جو آدمی محبوب کی جانب سے مایوس ہو اور وہ اسی وقت نہ مر گیا۔ تو محبت اسے تازیانے لگاتی رہے گی۔"

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب محبت کا پہلا وار ہوتا ہے۔ آدمی اس کے لئے پوری طرح مستعد نہیں ہوتا۔ لیکن جب قلب پر اس کا دوبارہ وار ہوتا ہے۔ وہ اسے روند ڈالتا ہے۔

انہی ابو بکر بن محمد بن داؤد ظاہری اور ابو العباس ابن شریح کے درمیان وزیر ابو الحسن علی بن عیسیٰ کے روبرو ایلاء کے ایک مسئلہ میں مناظرہ ہوا۔ اثنائے گفتگو میں کوئی بات زیر بحث آگئی تو ابن شریح کہنے لگے۔ آپ کہتے ہیں۔ جن لوگوں کی نگاہ زیادہ گھومتی ہے۔ ان کی حسرتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ کیا یہ آپ فقہ کے ساتھ مذاق نہیں کر رہے ہیں۔؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں آج بھی اسی پر قائم ہوں۔ اور کہتا ہوں۔

انزہ فی روض المحاسن مقلتی ۔ وامنع نفسی اذ تنال محرما
حسن کی کیاریوں میں میں نے اپنی آنکھوں کے دیدوں کو پاک رکھا۔ اور اپنی جان کو حرام تک جانے سے روک لیا۔

واحمل من ثقل الھوی ما لو انہ ۔ یصب علی الصخر الاصم تھدما
اور میں محبت کا ایسا بار گراں اٹھا رہا ہوں کہ اگر یہ سخت سے سخت پتھر پر آگرے تو وہ بھی پارہ پارہ ہو جائے۔

وینطق طرفی عن مترجم خاطری ۔ فلولا اختلاسی ردہ لتکلما
میری نوک زبان میرے دل کی ترجمانی کرتی ہے۔ اگر یہ اس کی محبت میں مبتلا نہ ہوتا تو اس سے باتیں کرنے لگتا۔

رأیت الھوی دعوی من الناس کلھم ۔ فلست اری ودا صحیحا مسلما
میں دیکھتا ہوں تمام لوگ محبت کا دعوی کرتے ہیں۔ لیکن میں انکی محبت کو صحیح سالم نہیں دیکھتا۔

اس پر ابو العباس بن شریح نے کہا۔ تم کس بات پر میرے سامنے اترا رہے ہو؟ میں بھی کچھ کہہ سکتا ہوں۔ لیجئے سنئیے۔

مطاعمہ کالشھد فی نغماتہ ۔ قد بت اسمعہ لذیذ سناتہ
اس کے نغموں میں شہد کی سی چاشنی ہے۔ اور میں نے اس طرح رات گذاری کہ ساری رات اس کی لذیذ آوازیں سنتا رہا۔

بصبابۃ وبحسنہ وحدیثہ ۔ وانزہ اللحظات عن وجناتہ
اس کی محبت کی وجہ سے اس کے حسن اور اس کی ... اور میں نے اس کے رخساروں کی طرف نگاہ کرنے

باتوں کی وجہ سے ۔ سے اپنے کو پاک رکھا۔

حتی اذا ما الصبح لاح عموده ولی بجانب د بہ د برا ئنر

تاآنکہ صبح کی سفید دھاریاں ظاہر ہو گئیں۔ تو وہ اپنے پروردگار کا حکمنامۂ بخشش اور برائت نامہ لے کر واپس لوٹا۔

یہ سن کر ابو بکر بن محمد بن داؤد ظاہری بولے۔ تم جو کچھ کہہ رہے ہو۔ وزیر صاحب سن رہے ہیں۔ وزیر صاحب آپ ان کے اس قول پر دو گواہ رکھیں۔ یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ پروردگار سے حکمنامۂ بخشش اور اس کی برائت کے وہ مالک ہیں۔ ابن شریح نے کہا۔ جو الزام آپ مجھے دے رہے ہیں۔ وہی الزام آپ کے کلام سے آپ پر ہے۔ آپ کہتے ہیں۔

انزہ فی روض المحاسن مقلتی وامنع نفسی ان تنال محرما

وزیر صاحب یہ بات سن کر ہنس پڑے اور کہنے لگے۔ آپ دونوں صاحبوں نے آج مجلس لطف وظرافت کو خوب گرم رکھا۔ بڑا لطف آیا۔ یہ قصہ ابو بکر خطیب نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

ایک مرتبہ ابو بکر بن محمد بن ابو داؤد کے پاس اشعار میں یہ استفتاء آیا۔

یا ابن داؤد یا فقیہ العراق افتنا فی قواتل الاحداق

اے ابن داؤد! اے فقیہ عراق ان لوگوں کے متعلق آپ ہمیں فتویٰ دیجیے جو چتونوں سے قتل کیا کرتے ہیں۔

ھل علیھا بما اتت من جناح ام حلال لھا دم العشاق ؟

آپ کی رائے میں وہ کچھ گنہگار ہوتے ہیں۔ یا معشوق کے لیے عشاق کا خون حلال ہے ؟

اس کا جواب انہوں نے انہی دو بیتوں کے نیچے یہ لکھا۔

عندی جواب سائل العشاق فاسمعہ من قرح الحشا مشتاق

عشاق کے سائل کا جواب میرے نزدیک یہ ہے۔ زخہائے درون سے بشوق سنو۔

لما سئلت من الھوی ھیجتنی واریقت دمعا لم یکن مھراق

تو نے محبت کے بارے میں سوال کر کے مجھے ہیجان میں ڈال دیا۔ اور وہ آنسو جو ابھی بہے نہ تھے وہ بھی تو نے بہا دیئے۔

ان کان معشوقا یعذب عاشقا کان المعذب انعم العشاق

اگر کسی عاشق کو معشوق تکلیف پہنچاتا ہے۔ تو یہ ستم رسیدہ سب سے زیادہ لطف اندوز عاشق ہوگا۔

ان اشعار کے بعد مصنف ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ نے اور بہت سے اشعار اور ایک قدیم کہانی

عاشق و معشوق کے مر جانے کی کسی کتاب سے نقل کر دی ہے۔ چوں کہ اس کا تعلق تمام تر عربی شاعری اور ادب سے ہے اور اس فصل کے مضمون کے لئے غیر ضروری ہے۔ اس لئے ترجمہ میں اسے چھوڑ دیا گیا۔

اگر عشق کے بارے میں اور کچھ نہیں تو صرف ایک حدیث جو مختلف اسنادوں سے مروی ہے۔ پیش کر دی جائے تو عشق کی اجازت اور رخصت کیلئے کافی ہے۔ تم نے عشق کے بارے میں جسقدر سختی بیان کی ہے۔ وہ سختی تو ہے۔ مگر سوید بن سعید کی حدیث ہے کہ:۔

سوید عن علی بن مسھر۔ عن ابی یحییٰ القتات۔ عن مجاھد۔ عن ابن عباس مرفوعاً من عشق۔ وعف۔ وکتم فمات فھو شہید۔

سوید۔ عن علی بن مسھر۔ عن ابی یحییٰ القتات عن مجاہد۔ عن ابن عباس مرفوعاً۔ جو کسی پر عاشق ہو گیا اور پاکدامن رہا۔ اور اپنے عشق کو چھپایا۔ جس سے وہ مر گیا تو وہ شہید ہے۔

یہ روایت سوید بن سعید نے ابن مسہر عن ہشام ابن عروہ عن ابیہ عن عائشہؓ بھی روایت کی ہے اور اسے مرفوع کہا ہے یہی روایت خطیب نے بروایت الازہری۔ عن المعافی بن ذکریا۔ عن عطیہ۔ عن ابن الفضل۔ عن احمد بن مسروق عنہ بیان کی ہے۔

اور بروایت زبیر بن کبار عن عبدالعزیز الماجشون، عن عبدالعزیز بن ابی حاتم۔ عن ابن ابی نجیح عن مجاہد۔ عن ابن عباس بھی مروی ہے۔

مذکورۂ بالا اسانید سے حدیث مذکورۂ بالا مروی ہے، جو عشق کی رخصت کے لئے کافی وافی ہے۔ خود آنحضرت صلعم جو سید الاولین والآخرین اور رب العالمین کے رسول و پیغمبر ہیں۔ جب آپ کی نگاہ حضرت زینبؓ بنت جحشؓ پر پڑی۔ فرمایا۔

سبحان مقلب القلوب — پاک ہے دلوں کو لوٹ پھیر کرنے والی ذات۔

اس وقت حضرت زینبؓ حضرت زید بن حارثہؓ کے نکاح میں تھیں۔ جو آپ کے غلام تھے جب حضرت زیدؓ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا۔

امسک علیک زوجک واتق اللہ — خدا سے ڈرو اور اپنی بی بی کو روکے رکھو۔

لیکن جب حضرت زیدؓ نے طلاق دیدی تو خود خدائے قدوس نے عرش پر حضرت زینبؓ کا نکاح آنحضرت صلعم سے پڑھا دیا۔ ولایت نکاح کے تمام امور خود خدائے قدوس نے انجام دیئے۔ اور اپنے پیغمبر صلعم پر اس نے یہ آیت اتاری۔

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ

(سورۃ الاحزاب)

اے پیغمبر! اس بات کو یاد کرو جب تم اس شخص کو سمجھاتے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور تم بھی اس پر احسان کرتے رہے کہ اپنی بی بی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اور تم اپنے دل میں چھپاتے تھے جس کو آخر کار اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔ اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے۔ اور خدا اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

حضرت داؤد علیہ الصلاۃ والسلام خدا کے پیغمبر تھے۔ ان کی ننانوے (۹۹) بیبیاں تھیں۔ ایک اور عورت سے ان کو عشق ہو گیا تو انہوں نے اس سے بھی نکاح کر لیا۔ اور سو عورتیں پوری کر لیں۔

امام زہری کہتے ہیں۔ اسلام میں سب سے پہلی محبت آنحضرت صلعم کی محبت ہے۔ جو آنحضرت صلعم کو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے تھی۔

امام مسروق، حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حبیبۃ رسول اللہ رب العالمین کہا کرتے تھے۔

ابو القیس مولیٰ عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں۔ مجھے عبد اللہ بن عمروؓ نے حضرت ام سلمہؓ کے پاس یہ بات دریافت کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ آنحضرت صلعم روزے کی حالت میں اپنی بیبیوں کا بوسہ لیا کرتے تھے یا نہیں؟ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت عائشہ صدیقہؓ تو فرماتی ہیں۔ آنحضرت صلعم روزے کی حالت میں میرا بوسہ لیا کرتے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا۔ آنحضرت صلعم جب حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دیکھ لیتے تو قابو سے باہر ہو جاتے تھے۔

سعید بن ابراہیم عن عامر بن سعید عن ابیہ مروی ہے۔ حضرت جبرئیلؑ روزانہ براق پر سوار ہو کر حضرت ابراہیمؑ کی ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے۔ حضرت جبرئیلؑ کو آپ سے انتہا درجہ محبت تھی اور آپ کی ملاقات کے بغیر انہیں چین نہیں آتا تھا۔

خرائطی کہتے ہیں عبد اللہ بن عمروؓ نے ایک رومی جاریہ خریدی تھی۔ اس سے آپ کو انتہا درجہ محبت تھی۔ ایک دن وہ خچر پر سے گر پڑی تو آپ دوڑے۔ اور اس کے چہرے پر سے مٹی جھاڑنے لگے۔ اور فرمانے لگے میں تم پر فدا ہو جاؤں۔ اس کے بعد آپ اس کا منہ چومنے لگے۔ یہ رومی جاریہ اکثر آپ کی شان میں کہا کرتی تھی۔

یا بطرون۔ انت قالون

اے میرے مولیٰ آپ بڑے اچھے آدمی ہیں۔

اس کے کچھ دنوں بعد وہ بھاگ نکلی جس سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور فرمانے لگے۔

قد کنت احسنی قالون فانصرفت	فالیوم اعلم انی غیر قالون
اپنے کو واقعی میں اچھا آدمی سمجھتا تھا	لیکن وہ بھاگ گئی تو آج میں یہ سمجھا کہ میں اچھا آدمی نہیں ہوں۔

ابو محمد بن حزم کہتے ہیں۔ خلفاء راشدین اور آئمہ مجتہدین میں سے اکثر عشق میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایک شخص حضرت فاروق رضی سے کہنے لگا۔ امیر المومنین! میں نے اتفاق سے ایک عورت کو دیکھ لیا اور میں اس پر عاشق ہو گیا ہوں۔ آپ نے جواب دیا۔ ذالك مالا یملك (یہ وہ چیز ہے جو بندے کے اختیار سے باہر ہے)

فالجواب و باللہ التوفیق! اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں کلام کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ جائز نافع اور مضر ناجائز محبت میں فرق و امتیاز کر لیا جائے۔ صرف عشق محبت بحیثیت عشق و محبت کے نہ موجب مدح و قبول ہے۔ نہ قابل مذمت و انکار۔ یہاں ہم محبت نافع و جائز اور حرام و ناجائز کو واضح کر دینا چاہتے ہیں۔

سمجھ لینا چاہیئے کہ علی اور طلاق نافع ترین۔ واجب ترین۔ اعلیٰ و اجل محبت اس ذات کی محبت ہے جس کی محبت کے لئے جو انسان کی فطرت و جبلت میں داخل ہے اسی محبت سے زمین آسمان قائم ہیں۔ اور یہ محبت ساری مخلوق کی فطرت میں داخل ہے۔ اور یہی محبت کلمۂ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ کا اصل راز ہے۔ الٰہ یا اللہ وہ ذات ہے جس سے محبت کی جا سکتی ہے۔ جس کا اجلال و تعظیم کی جا سکتی ہے۔ جس کے سامنے ذلت و خاکساری خضوع و خشوع کے ساتھ عبادت کی جا سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے۔ عبادت صرف ایک ہی صحیح ہے کہ اس وحدہٗ لاشریک ہی کی عبادت کی جائے۔ اور عبادت اس کا نام ہے کہ خضوع و ذلت کے اظہار کے ساتھ اس سے محبت کی جائے۔ اس عبودیت میں کسی کو شریک بنانا عظیم ترین ظلم ہے۔ اور ایسا ظلم کہ خدا کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ اگر کسی اور سے محبت کی جا سکتی ہے تو ذات الٰہی کی محبت کے ضمن میں کی جا سکتی ہے۔

اللہ حق سبحانہ و تعالےٰ کی محبت کے وجوب پر ساری آسمانی کتابیں۔ اور تمام انبیاء کرام کی دعوت دلالت کرتی ہے اور وہ فطرت دلالت کرتی ہے۔ جس پر خدا نے اپنے بندوں کو پیدا کیا ہے اور وہ عقلیں دلالت کرتی ہیں جو انسان کے اندر خصوصی ترکیب کے ساتھ پیدا کی گئی ہیں۔

اور وہ نعمتیں دلالت کرتی ہیں۔ جو خدا نے اپنے بندوں پر نازل کی ہیں۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے۔ کہ اس پر جو احسان کرے۔ اسے نوازے۔ اس سے محبت کرے۔ اور اسی وجہ سے اس ذات کی محبت نہایت اہم ہے۔ انسان پر جس قدر بھی احسانات ہیں۔ وہ اسی کے احسانات ہیں۔ اگر مخلوق اس پر جو احسانات کرتی ہے وہ بھی اس وحدہ لاشریک ہی کے احسانات ہیں۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

وما بکم من نعمۃ فمن اللہ۔ الاٰیۃ (نحل)

اور جو نعمت بھی تم کو پہونچتی ہے اللہ کی جانب سے ہے اور اس کی مصنوعات وکمالات۔ اسکی جلالت و عظمت وجوب محبت پر دلالت کرتی ہے۔

عشق و محبت کے اصل دواعی دو ہیں۔ جلال اور جمال۔ اور یہ دونوں امر علی الاطلاق بدرجہ اتم صرف ذات الٰہی کے اندر پائے جاتے ہیں۔ دوسرے کسی کے اندر نہیں پائے جاتے۔ خدا جمیل ہے۔ اور جمال کو محبوب رکھتا ہے۔ بلکہ ہر قسم جمال اسی کے سلئے ہے اور اسی کی جانب سے ہے اور اس لئے من کل الوجوہ اسی کی ذات محبت کی مستحق ہے۔ کوئی دوسرا نہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ — (سورہ آل عمران)

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو تم میری اتباع کرو۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اور ارشاد ہے

یاایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ۔ الاٰیۃ (سورۃ المائدہ)

مسلمانو! تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو خدا ایسے لوگ موجود کرے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا۔ اور وہ اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔

ولایت۔ موالات کی اصل محبت ہے۔ اور محبت کے بغیر موالات پائی نہیں جاسکتی۔ جس طرح کہ عداوت کی اصل بغض و نفرت ہے۔ بغض و نفرت کے بغیر عداوت نہیں پائی جاسکتی۔

اور اللہ تعالےٰ ایمان والوں کا ولی ہے۔ اور ایمان والے خدا کے اولیاء۔ ایمان والے خدا سے موالات رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ خدا سے محبت رکھتے ہیں۔ اور خدا ان سے موالات کرتا ہے۔ اس لئے ان سے محبت کرتا ہے۔ پس خدا اپنے بندوں سے اسی قدر محبت کرتا ہے جس قدر وہ خدا سے موالات کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو خدا کو چھوڑ کر دوسرے سے موالات کرنے والوں سے خدا خفا اور ناراض ہوتا ہے۔ بخلاف خدا کے دوستوں کی محبت کے کہ یہ دوسری

چیز ہے کیونکہ خدا کے دوستوں سے موالات و محبت کرنے والے خدا کو چھوڑ کر دوسرے کی محبت نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں سے محبت و موالات کرنا خدا ہی سے محبت و موالات کرنا ہے۔ خدا ان لوگوں سے خفا اور ناراض ہوتا ہے۔ جو دوسروں کو خدا کی محبت میں خدا کا ہمسر بنا لیوے۔ اور خدا خبر دیتا ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کو خدا کا شریک بناتے ہیں۔

یحبونھم کحب اللہ۔ والذین آمنوا اشد حبا للہ۔	وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں۔ جیسی خدا سے محبت کی جاتی ہے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں۔ اللہ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔

اور یہ بھی خدا نے خبر دی ہے کہ جو لوگ اپنے بنائے ہوئے شریکوں اور مثیلوں کو خدا کی محبت کے برابر بنا دیتے ہیں۔ وہ بھی جہنم میں جائیں گے۔ یہ لوگ اپنے معبودان باطل سے کہیں گے۔

تاللہ ان کنا لفی ضلال مبین اذ نسویکم برب العالمین (سورہ الشعراء)	قسم خدا کی ہم تو صریح گمراہی میں تھے کہ ہم تم کو پروردگار کے برابر سمجھتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے رسول اور پیغمبر اسی لئے بھیجے ہیں کہ توحید فی المحبت کی لوگوں کو تعلیم دیں۔ اور اپنی ساری کتابیں بھی اسی غرض سے نازل فرمائی ہیں ابتدا سے لے کر آخر تک جس قدر بھی رسول اور پیغمبر آتے۔ اسی توحید فی المحبت کی دعوت کی غرض سے آئے اور اسی توحید فی المحبت ہی کے لئے آسمان، زمین، جنت، دوزخ پیدا کئے ہیں۔ جنت خدا نے اپنی توحید والوں کے لئے بنائی ہے۔ اور اس محبت میں کسی دوسرے کو خدا کا شریک قرار دینے والے کو مشرک کہا۔ اور مشرکوں کے لئے جہنم بنائی۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے قسم کھا کر فرمایا۔

لا یؤمن عبد حتی یکون الرسول احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین	اس وقت تک بندہ مومن نہیں جب تک کہ رسول سے اپنی اولاد اپنے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ رکھے۔

جیسا رسول اللہ صلعم کی محبت کے متعلق یہ حکم ہے تو پھر پروردگار جل جلالہ کی محبت کے متعلق

کیا حکم ہوگا؟ آنحضرتؐ نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے فرمایا۔

لا حتی اکون احب الیک من نفسک — نہیں تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنی جان سے بھی زیادہ تم مجھے محبوب نہ رکھو

جب آنحضرتؐ کی محبت اور لوازم محبت کا یہ حکم ہے تو پھر رب العالمین۔ جل جلالہ و تقدست اسمائہ وصفاتہ و تبارک اسمہ و تعالیٰ ولا الہ غیرہ کی محبت وعبادت کا کیا حکم ہوگا؟ سب سے زیادہ اس کی محبت کیوں اقدم نہ ہوگی؟

بندوں کے پاس خدا کی جانب سے جو کچھ پہنچ رہا ہے۔ وہ اس امر کی دعوت دے رہا ہے کہ خدا ہی سے محبت کی جائے۔ اور جس سے خدا محبت کرتا ہے۔ اسی سے محبت کی جائے۔ اور جس سے خدا کراہت ونفرت کرتا ہے۔ اسی سے کراہت ونفرت کی جائے۔

خدا کی عطیات اور رکاوٹیں۔ معافات اور ابتلائیں۔ قبض وبسط عدل وفضل، مارنا جلانا لطف وکرم، رحمت واحسان، ستر پوشی وعفو حلم وصبر، اجابت دعاء، دفع کرب وتکالیف مصیبت زدوں کی اعانت وامداد۔ اس کی یہ ساری مہربانیاں اور بلا غرض مہربانیاں ہیں۔ حالانکہ بندوں سے من الوجوہ مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ یہ تمام باتیں انسان کو اس امر کی دعوت دے رہی ہیں کہ عبادت ومحبت صرف خدا ہی کی اور خدا ہی سے کی جائے۔ بلکہ اس نے اپنے بندوں کو معصیت ونافرمانی کی جو قوت دے دی ہے اسی سے معصیت کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ پھر بھی ان کی ستر پوشی کرتا ہے۔ اور بندے اپنی خواہشات پوری کر لیتے ہیں۔ اس وقت تک ان کی محافظت و نگرانی کرتا ہے۔ بندے معصیت ونافرمانی کرتے ہیں۔ اپنی خواہش پوری کرتے ہیں۔ پھر بھی وہ ان کی اعانت وامداد کرتا ہے۔ اور انہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ یہ تمام امور متقاضی ہیں کہ بندے صرف خدا ہی سے محبت کریں۔ اگر ایسا سلوک، بلکہ اس سے بھی کمتر درجہ کا سلوک بھی انسان کے ساتھ کوئی دوسرا کرے تو اپنے دل میں کوئی شخص محبت ایسے آدمی کے ساتھ باقی نہیں رکھ سکتا۔ پس بندے کامل جمعیت خاطر کے ساتھ ہمہ تن اس ذات سے محبت کیوں نہ کریں۔ جو ہمہ قسم کی نافرمانیوں اور گناہوں کے بعد بھی اپنے بندوں کے ساتھ احسان کرتی ہے؟ اور بندوں کی ہر ہر سانس اس کے احسانات سے گراں بار ہے اور خیر وفلاح کی تمام تر برکتیں اسی کی جانب سے اترتی ہیں۔ بندوں کا سراور بدعملی دیکھتا ہے۔ پھر بھی انہیں نعمتیں دیتا ہے۔ اور نعمتیں دے کر خوش ہوتا ہے اور خدا تو ان سے بالکل مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ بندے گناہ اور نافرمانی کرتے ہیں۔ اور اس سے بغض وعناد کا ثبوت

دیتے ہیں۔ حالانکہ بندے ہر حال میں خدا کے محتاج ہیں۔ پھر بھی بندوں کے گناہ اور معصیت خدا کی خیر خدا کے احسانات و انعامات کو نہیں روکتے۔ بندوں کی شومیٔ اعمال اور نحوست عصیاں رب العالمین کے احسانات کو بند نہیں کر دیتی۔ پس وہ قلوب جو اس شان کے خدا سے محبت نہ کریں بلکہ دوسروں سے محبت کریں۔ وہ کس قدر منحوس و مشوم ہوں گے ؟

اگر کوئی آدمی تم سے محبت کرتا ہے یا تم اس سے محبت کرتے ہو تو اپنی اپنی اغراض کی بنا پر کرتے ہو لیکن رب العالمین اپنی غرض سے نہیں۔ تمہارے لئے اور تمہاری ہی غرض کے لئے تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ہے۔

عبدی کل یریدك لنفسه وانا اریدك لنفسك

میرے بندے! ہر شخص تجھے اپنے لئے چاہتا ہے اور میں تجھے تیرے لئے چاہتا ہوں۔

پس بندوں کو شرم آنی چاہیئے کہ اس شان کے پروردگار سے وہ اعراض کرتے ہیں۔ اور دوسروں سے محبت کرتے ہیں۔ اور خدا کے سوا دوسروں کی محبت میں غرق اور محو رہتے ہیں۔

نیز یہ کہ مخلوق میں سے کوئی بھی تم سے اس وقت تک بھلائی اور اچھا معاملہ نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنا فائدہ نہ سوچ لے۔ لیکن رب العالمین کی شان یہ ہے کہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے اور تمہاری ہی بھلائی کے لئے۔ تمہارے ساتھ بھلائی اور اچھا معاملہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ تمہیں بڑا سے بڑا فائدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ نفع پہونچے۔ نیکی کرو تو ایک درہم کے عوض دس اور دس سے لیکر سات سو تک اور اس سے بھی زیادہ تمہیں نفع ملے۔ اور اگر گناہ کرو تو ایک کے بدلہ میں ایک ہی سزا دے۔ اور توبہ کر لو تو یہ بھی معاف کر دے۔

نیز حق سبحانہ وتعالیٰ نے تم کو صرف اپنی ذات کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور ساری خدائی دنیا اور آخرت تمہارے لئے پیدا کی ہے۔ اب بتاؤ محبت کس سے کی جاتی ہے؟ اور کس کی رضامندی و رضاجوئی کے لئے جد و جہد کی جاتی ہے؟

نیز تمہارے مقاصد و مطالب کی بلکہ ساری مخلوق کے مقاصد و مطالب کی کنجیاں اس کے پاس ہیں اور وہ سب سے بڑا جواد سب سے بڑا کریم و رحیم اور سب سے بڑا سخی ہے۔ سوال کرنے سے پہلے بندوں کو نوازتا ہے اور بندوں کی امیدوں سے زیادہ ان کو دیتا ہے۔ بندوں کے قلیل سے قلیل عمل سے وہ خوش ہوتا ہے اور اسے بڑھا دیتا ہے۔ بندوں کی خطاؤں لغزشوں کو معاف کرتا ہے اور محو کر دیتا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کی ساری مخلوق اس کے سامنے اپنی احتیاجات پیش

کرتی ہے۔ اس کی شان ہی کچھ عجیب و غریب ہے۔ کل یوم ھو فی شان۔ وہ سب کی سنتا ہے سب کو دیتا ہے۔ کسی کو بھول نہیں جاتا۔ سائلین کی کثرت نہ اسے پریشان کرتی ہے۔ نہ اسے اس سے کوئی مغالطہ ہوتا ہے۔ وہ الحاح وزاری کرنے والوں سے نہ اکتاتا ہے۔ نہ تھکتا ہے بلکہ زیادہ الحاح وزاری کرنے والوں کو زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ اور زیادہ چاہتا ہے۔ اور مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے۔ اور جو نہ مانگے اور سوال کرنے سے جان چرائے اس پر خفا اور ناراض ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر وہ شرماتا ہے۔ جہاں بندہ نہیں شرماتا۔ اور پھر بھی اسکی ستر پوشی کرتا ہے اور ایسی ستر پوشی کہ بندہ خود اپنی ستر پوشی بھی اس طرح نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے بندوں کو اپنے عطیات و انعامات احسانات و مواہب بخششوں اور رضامندیوں کی طرف پکار پکار کر بلاتا ہے لیکن بندے دور بھاگتے ہیں۔ اور جب بندے دور بھاگتے ہیں تو اس نے اپنے رسول اور پیغمبر ان کے پاس بھیجے کہ وہ ان کو بلائیں اور منائیں۔ اور اپنا عہد اور معاہدہ ان رسولوں اور پیغمبروں کے ساتھ بھیجا کہ ان کے سامنے پیش کریں۔ اور اس کی طرف بلائیں۔ اور پھر صرف یہی نہیں بلکہ وہ خود نیچے اتر کر بندوں کی طرف آتا ہے اور کہتا ہے۔

من یسئلنی فاعطہ من یستغفرنی فاغفرلہ:

مجھ سے کون مانگتا ہے؟ میں اسے دوں۔ مجھ سے کون مغفرت چاہتا ہے۔ میں اسکی مغفرت کروں؟

اور کہتا ہے

ادعوک للوصل فتابی۔ ابعث رسلی فی الطلب۔ انزل الیک بنفسی الفاک فی النوم:

میں تجھے وصل کے لئے بلاتا ہوں۔ لیکن تو انکار کرتا ہے۔ تجھے بلانے کے لئے رسول اور پیغمبر بھیجے۔ میں خود اتر کر تیرے پاس آیا۔ نیند میں آکر میں نے تجھ سے ملاقات کی۔

پس انسانی قلوب خدا کی ذات سے محبت کیوں نہ کریں؟ کہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس کے سوا بندوں پر کوئی احسان کرنے والا، برائیوں کو رفع کرنے والا۔ بندوں کی دعا قبول کرنیوالا گناہوں کا بخشنے والا۔ عیوب کی ستر پوشی کرنے والا۔ تکالیف و مصائب دور کرنیوالا۔ مصیبت زدوں کی امداد کرنے والا۔ حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ خدا ہی ذکر و شکر، حمد و ثنا کا مستحق ہے اور بس وہی حقدار ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں۔ وہی تو ہے جو مدد مانگنے والوں کی نصرت و امداد کرتا ہے۔ مملوکوں اور غلاموں پر سب سے زیادہ مہربان ہے۔ طلب کرنے والوں کیلئے

سب سے بڑا سخی ہے اور دینے والوں میں سب سے بڑا دینے والا ہے۔ رحم کی درخواستیں کرنے والوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ مانگنے والوں پر سب سے زیادہ کرم اور بخشش کرنے والا ہے۔ التجا کرنے والوں کی نسبت سے زیادہ قدر کرنے والا ہے۔ اس پر توکل واعتماد کرنے والوں کی کفالت کرنے والا ہے۔ بندوں پر ان کی ماؤں سے زیادہ مہربان ہے۔ بندوں کی توبہ سے وہ اس قدر خوش ہوتا ہے کہ کسی آدمی کی سواری گم ہوگئی جس پر اس کا کھانا پینا۔ تمام سرمایہ اور مال ومتاع اور سروسامان لدا ہوا تھا، کسی مہلک سرزمین میں پہونچکر اس کی سواری گم ہوگئی۔ اور ہر چیز سے وہ محروم ہو گیا۔ بالآخر وہ زندگی سے تنگ آگیا۔ اور موت کا انتظار کرنے لگا۔ اس حالت میں سواری اسے اصل حالت میں مل گئی۔ جو خوشی اس حالت میں اس اونٹ والے کو حاصل ہوتی ہے، توبہ کرنے والے سے خدا اسی طرح خوش ہوتا ہے۔

خدا وہ بادشاہ اور شاہنشاہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کا کوئی مانند ومثیل نہیں۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اس کی اجازت اور حکم ہی سے اس کی اطاعت وعبادت کی جاتی ہے اس کی نافرمانی اس کے علم کے بغیر ناممکن ہے۔ اس کی عبادت کی جاتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے حالانکہ اطاعت اور عبادت کی توفیق وانعام اسی کی جانب سے ہے اور پھر بھی اگر نافرمانی کی جاتی ہے، وہ مغفرت فرماتا ہے۔ اس کا حق ضائع کیا جاتا ہے پھر بھی وہ عفو ودرگذر کرتا ہے وہ قریب ترنزدیک والوں کا شاہد محافظ، نگراں ہے۔ سب سے بڑا عہد وفا کرنے والا۔ سب سے بڑا عادل اور سب سے بڑا منصف ہے۔ بندوں کے ساتھ ہے۔ بندوں کی پیشانیاں اور چوٹیاں اور ان کے اختیارات اس کے ہاتھ میں ہیں۔ سارے آثار اس نے لکھ رکھے ہیں۔ بندوں کی اجل اس کے قلم سے لکھی جا چکی ہے۔ یہی ذات اور صرف یہی ذات ایسی ہے کہ قلوب خواہ مخواہ اس کی طرف کھنچتے ہیں۔ ہر مخفی چیز اس کے سامنے ظاہر اور روشن ہے۔ علانیہ اور ظاہر، غائب اور مستور چیزیں اس کے سامنے واضح اور روشن ہیں۔ ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ ساری مخلوق اس کے نور کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔ اس کی کنہہ وحقیقت معلوم کرنے سے دنیا عاجز اور قاصر ہے۔ فطرت اور دلائل دلالت کرتے ہیں کہ اس کا مثل، مانند، شبیہہ، ممتنع اور محال ہے۔ ظلمتیں اس کے نور سے منور اور روشن ہیں اور زمین وآسمان اس کے نور سے منور ہیں۔ ساری مخلوق کو اس نے صالح بنایا۔ وہ سوتا نہیں۔ اور سونا اس کے لئے سزاوار نہیں۔ قسط وعدل کا پلہ کبھی جھکا دیتا ہے۔ کبھی اونچا کر دیتا ہے۔ بندوں کے رات کے اعمال دن نکلنے سے پہلے اور دن کے اعمال رات آنے سے پہلے اسکے سامنے پیش ہوجاتے ہیں

اس کا نور اس کا حجاب ہے۔ اگر یہ حجاب اٹھا دیا جائے تو ساری مخلوق جل کر خاک ہو جائے۔

ما اعتاض یا ذل حبہ سواہ من عوض ولو ملك الوجود باسرہ

خدا سے محبت کرنے والا جو معاوضہ پائے گا وہ معاوضہ کسی کو بھی نصیب نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ کل موجودات کا مالک ہی کیوں نہ بن جائے۔

فصل

لذت کا کمال محبوب کے کمال سے وابستہ ہے۔ بڑی سے بڑی نعمت دیدارِ الٰہی ہے اس کا کلام کا سننا بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ دنیا کی لذتیں تین[۳] قسم کی ہیں بہتر سے بہتر لذت وہ ہے جو آخرت کی لذت تک پہونچائے۔ بری لذت وہ ہے جو بندے کو آخرت کی لذت سے محروم کر دیوے۔

یہاں ایک عظیم الشان امر ہے۔ جس کی طرف ہر عقلمند کو توجہ کرنی چاہیے اور وہ یہ کہ لذت و سرور، فرحت و مسرت اور بہجت روح دو چیزوں سے وابستہ ہے۔ ایک یہ کہ محبوب اور محبوب کا جمال کامل و اکمل ہو کہ خود محبوب کا جمال انسان کو اپنی طرف جذب کر لیوے اور دوسری طرف سے اسے ہٹا دیوے۔

دوسری چیز یہ کہ محبوب سے کامل ترین محبت ہو۔ اور اس کی محبت میں تا امکان کوشش کی جائے اور اس سے تقرب و نزدیکی حاصل کرنے کی سعی کی جائے۔ اور اس تک پہونچنے میں ہر قسم کا ایثار کیا جائے۔ اور ہر چیز سے اس کے تقرب کو مقدم سمجھا جائے۔

ہر عقلمند انسان یہ سمجھتا ہے کہ حصول محبوب کی لذت باعتبار قوت محبت کے ہے۔ جس قدر محبت قوی اور زیادہ ہوگی، اسی قدر لذت زیادہ ہوگی۔ مثلاً جیسے پیاس کی شدت زیادہ ہوگی، اسے ٹھنڈے پانی کی لذت زیادہ حاصل ہوگی۔ جیسے بھوک زیادہ ہوگی اسے کھانا زیادہ مرغوب ہوگا۔ اور کھانے میں زیادہ لذت حاصل ہوگی ایسی بے شمار مثالیں تم کو مل سکتی ہیں، نیز لذت باعتبار شوق۔ شدت ارادہ اور شدت محبت کے ہوتی ہے جس قدر شوق ارادہ، محبت زیادہ اور قوی ہوگی۔ لذت زیادہ ہوگی۔

جب تم یہ معلوم کر چکے تو اب یہ سمجھ لو کہ لذت وسرور اور فرحت و مسرت فی نفسہ مطلوب چیز ہے

بلکہ ہر عقلمند کی زندگی کا مقصود اعلی ہے جبکہ لذت فی نفسہ ایک مطلوب چیز ہے تو وہ لذت جس کے بعد بڑا سے بڑا رنج اور تکلیف پہونچے۔ یا وہ لذت جو اس سے بڑی لذت سے محروم کر دیوے۔ وہ قابل مذمت لذت ہوگی۔ اب بتاؤ اس لذت کے متعلق تم کیا کہتے ہو جس کے بعد انسان کو بڑی سے بڑی بے پناہ مصرتیں برداشت کرنی پڑیں۔ اور جس کی وجہ سے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ لذتوں سے محروم ہو جاتے ؟

واقعہ یہ ہے کہ لذت قابل تعریف اور موجب ستائش وہی ہے جس کے اندر کسی قسم کی تلخی اور کدورت نہ ہو۔ اور یہ لذت آخرت اور آخرت کی نعمتوں کی لذت ہے۔ انسان کی بہترین عیش اور مرغوب زندگی اسی لذت سے وابستہ ہے۔ چنانچہ ارشاد الہٰی ہے۔

بل تؤثرون الحیات الدنیا والاخرۃ خیر وابقیٰ ۔ (الاعلیٰ) بلکہ تم دنیا کی زندگی کو مقدم رکھتے ہو، حالانکہ آخرت دنیا سے کہیں بہتر اور زیادہ پائیدار ہے۔

فرعون کے جادوگروں نے ایمان لانے کے بعد یہ نعرہ لگایا تھا۔

فاقض ما انت قاض انما تقضی ھذہ الحیاۃ الدنیا ۔ الاتیہ (طٰہٰ) اے فرعون! جو تو کرنے والا ہے کر گذر تو دنیا ہی کی زندگی پر حکم چلا سکتا ہے۔

اور خدا نے مخلوق کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ اپنے بندوں کو اور اطاعت گذاروں کو جنت الخلد کی اس دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ دنیا ختم ہونے والی ہے۔ دنیا کی لذتیں فانی اور کدورتوں سے پر ہیں۔ بخلاف آخرت کی لذتوں کے کہ یہ لذتیں حقیقی لذتیں ہیں اور ہمیشہ باقی رہنے والی لذتیں ہیں۔ آخرت کی لذتیں اور نعمتیں خالص، صاف ستھری اور کدورتوں اور آلام سے پاک ہیں۔ جنت کی لذتیں، جنت کی نعمتیں ایسی مرغوب ہیں کہ ہر انسان ان کی آرزو کرتا ہے۔ اور آنکھیں ان سے لذت اندوز ہوتی ہیں اور پھر یہ لذتیں، دائمی ابدی لذتیں ہیں اور کسی کو معلوم نہیں کہ خدا نے اپنے بندوں کے لئے کیا کیا۔ اور کیسی کیسی چیزیں پردہ غیب میں مخفی رکھ چھوڑی ہیں ؟ جنت میں تو وہ وہ چیزیں خدا نے رکھ چھوڑی ہیں۔ کہ آج تک نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں۔ نہ اب تک کسی انسان کے قلب میں ان کا خطرہ اور خیال گذرا ہے۔ اور ناصح قوم[1] کا مقصد اس قول سے یہی تھا۔

یا قوم اتبعون اھدکم سبیل الرشاد ۔ اے میری قوم تم میری اتباع کرو۔ میں تم کو [illegible]

---

[1] یہ ناصح قوم وہ تھا جو فرعون کے گھرانے سے تھا اور ایمان سے شرف اندوز ہونے کے بعد اپنی قوم کو نصیحت کرتا [illegible]

یا قوم! انما هذہ الحیاۃ الدنیا متاع وان الآخرۃ هی دار القرار (مومن)

راستہ دکھا دوں گا۔ اے قوم اس دنیا کی زندگی کے بس چند روزہ فائدے ہیں اور آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔

خدا اس آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ دنیا ایک متاع اور سامان ہے۔ جس سے انسان کچھ استفادہ استمتاع کر سکتا ہے۔ ہمیشہ کا ٹھکانہ اور جگہ تو آخرت ہے۔

جب تم معلوم کر چکے کہ دنیا کی لذتیں ایک متاع اور سامان کی حیثیت رکھتی ہیں، اور آخرت کی لذتوں کا ذریعہ ہے۔ دنیا مقصود بالذات بنا کر پیدا نہیں کی گئی۔ لہٰذا جو لذت کہ آخرت کی لذت کی طرف پہونچاتے اس سے لذت اندوز ہونا قابل مذمت نہیں ہے۔ بلکہ بایں حیثیت کہ یہ لذت آخرت کی لذت کا ذریعہ ہے قابل تعریف ہے۔

اب یہ سمجھ لو کہ آخرت کی بڑی سے بڑی نعمت و لذت یہ ہے کہ بندے کو اللہ تعالےٰ کا دیدار نصیب ہو۔ اور اس کا کلام سننا میسر آئے۔ اور اس سے تقرب و نزدیکی حاصل ہو۔ جیسا کہ حدیث رویت باری کے متعلق ایک صحیح حدیث کے اندر مروی ہے۔

فواللہ ما اعطاهو شئیا احب الیهم من النظر الیه؛

قسم خدا کی انہیں اس سے زیادہ کوئی محبوب چیز نہیں دی گئی۔ کہ وہ اس کو دیکھیں گے۔

ایک دوسری حدیث ہے

انه اذا تجلی لهو ورئوہ لنسوا ما هو فیها من النعیم۔

جب خدا ان کے سامنے تجلی فرمائے گا تو وہ لوگ اپنی ساری نعمتیں بھول جائیں گے۔

نسائی اور مسند احمد کے اندر حضرت عمار بن یاسر کی حدیث ہے۔ آنحضرت صلعم اپنی دعاؤں میں فرماتے تھے۔

واسئلك اللهم لذۃ النظر الی وجهك الکریم والشوق الی لقائك

اے اللہ! میں تیرے رخ کریم سے لذت نظر اور تیری ملاقات کا شوق تجھ سے مانگتا ہوں۔

عبداللہ بن امام احمد کی کتاب السنہ کے اندر یہ مرفوع حدیث مروی ہے۔

كان الناس يوم القيامة لم يسمعوا القرآن من الرحمن، فاذا سمعوا من الرحمن كانهم لم يسمعوه قبل ذالك

جن لوگوں نے کبھی خدا کا قرآن، خدا کی زبان سے نہیں سنا۔ جب قیامت کے دن وہ خدا کی زبان سے قرآن سنیں گے تو انہیں تو ایسا معلوم ہو گا گویا انہوں نے اس سے پہلے کبھی قرآن سنا ہی نہ تھا۔

جب یہ بات سمجھ لی گئی تو اب یہ سمجھ لو کہ دنیا کی جس لذت سے آخرت کی یہ لذت حاصل ہو وہ سب سے بڑی لذت ہے اور یہ لذت معرفت الٰہی، محبت خداوندگی کی لذت ہے یہی لذت دنیا کی لذتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ دنیا کی تمام فانی لذتیں اس لذت و نعمت کے مقابلہ میں ایسی ہیں گویا سمندر کے مقابلہ میں قطرہ۔ انسان کی روح، انسان کا قلب اور بدن درحقیقت اسی لذت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ پس دنیا میں سب سے بڑی لذت اور سب سے بڑی نعمت خدا کی معرفت اور اس کی محبت ہے۔ اور جنت میں لذیذ سے لذیذ ترین چیز رویت خداوندی ہے۔ کہ انسان خدا کو اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھے گا۔ خدا کی محبت و معرفت انسان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور روح کی لذت اور قلب کی اصل فرحت و مسرت ہے۔ اور دنیا کی وہ نعمتیں، مسرتیں، لذتیں جو محبت و معرفت کی لذتوں سے محروم کرنے والی ہوں۔ وہ سراسر مصیبت اور عذاب ہیں۔ کیونکہ یہ لذتیں عذاب سے منقلب ہو جائیں گی۔ اور ان سے لذت اندوز ہوتے والا تنگی معیشت میں مبتلا ہو کر رہ جائے گا۔ پس خوشگوار زندگی وہ ہے جو خدا کے ساتھ، خدا کی رضامندی و خوشنودی کے ساتھ گزرے اور یہ زندگی کیسی ہوتی ہے؟ خدا والوں سے پوچھو۔ خدا سے محبت کرنے والوں سے پوچھو بعض خدا والوں کا قول ہے" بعض اوقات ہم پر ایسے گذرتے ہیں کہ اگر جنتیوں کو جنت میں اس جیسی لذت و نعمت ملے تو سمجھ لو وہ ایک خوشگوار زندگی ہے۔ وگرنہ جنت بیکار ہے"
کسی اور خدا والے کا قول ہے۔" اگر بادشاہ اور بادشاہوں کی اولاد وہ چیز پائیں جو ہمیں حاصل ہے تو رشک کے مارے وہ تلواروں سے ہماری گردنیں اڑا دیں"

دنیا کی باطل محبت کے متعلق کہنے والے نے کہا ہے۔

وما الناس الا العاشقون ذووا الهوى　　فلا جنو فيمن لا يحب و يعشق

ساری دنیا عاشقوں اور محبت کرنے والوں ہی سے تو بھری ہوئی ہے
جو کسی سے محبت نہیں کرتا۔ کسی پر عاشق نہیں ہوا اس کے اندر کوئی خیر نہیں۔

کسی اور نے کہا ہے۔

ان للدنیا متی ما لم یکن
صاحب الدنیا محب او حبیب

وہ صاحب دنیا جو کسی سے محبت نہیں کرتا
یا وہ کسی کا محبوب نہیں اسکی دنیا پر تف ہے

کسی دوسرے نے کہا ہے۔

ولا خیر فی الدنیا ولا فی نعیمھا
وانت وحید مفرد غیر عاشق

دنیا اور دنیا کی نعمتوں میں کوئی خیر نہیں
اگر تو تنہا اکیلا ہے اور کسی پر عاشق نہیں ہوا ہے

کسی اور شاعر نے کہا ہے

اسکن الی سکن تلذ بحبہ
وصب الزمان وانت منفرد

تم کسی ایسی تسکین سے تسلی حاصل کرو جس کی محبت سے تمہیں لذت حاصل ہو۔ اگر تم منفرد اور تنہا ہو تو زمانہ تمہارے لئے مصیبت ہے۔

کسی اور شاعر کا قول ہے۔

یشکی المحبون الصبابۃ بلیتنی۔
تحملت مایلقون من بینھم وحدی

عشاق محبت کی مصیبتوں کی شکایتیں کرتے ہیں
کاش ان تمام کی مصیبتیں تنہا مجھ پر لاد دی جائیں

فکانت تعلبی لذت الحب کلھا۔
فلو یلقھا قبلی محب ولا بعدی

اگر ایسا ہوتا تو مجنوں کی ساری قوتیں تنہا مجھے حاصل ہو جاتیں۔ اور یہ لذتیں نہ مجھ سے پہلے کسی کو ملتیں نہ میرے بعد کسی کو ملتیں۔

جب اس دنیا کی محبت کا یہ حال ہے۔ تو پھر اس محبت کے متعلق کیا کہو گے؛ جس سے قلوب کی حقیقی زندگی وابستہ ہے۔ اور جو روح کی اصل غذا ہے؟ جس محبت کے بغیر قلب کے لئے نہ کوئی لذت ہے نہ نعمت۔ جس کے بغیر نہ فلاح ہے نہ نجات۔ نہ ہی زندگی۔ جب قلب اس محبت سے محروم ہو جائے۔ تو اس کے رنج والم کا کیا حال ہوگا؟ اس کی یہ مصیبت تو آنکھوں کی روشنی کانوں کی سماعت، ناک کی قوت شامہ۔ زبان کی قوت ذائقہ اور قوت ناطقہ چلے جانے کی مصیبت سے بھی بڑھ کر مصیبت ہے۔ بلکہ جو قلب اپنے فاطر و خالق، الٰہ الحق کی محبت سے خالی ہے وہ اس جسم سے بھی بدتر اور خراب ہے جس سے روح نکل چکی ہو۔ اس حقیقت کو وہی سمجھ سکتا ہے۔ اور

اور وہی اس کی تصدیق کر سکتا ہے جس کے اندر روح اور زندگی موجود ہو۔ مردوں کو زخموں کی تکالیف کا پتہ کیونکر چل سکتا ہے؟

مقصود یہ ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی اور کامل ترین لذت وہ ہے جو آخرت کی لذت کا ذریعہ ہو، اور آخرت کی لذت تک پہونچائے۔

دنیا کی لذتیں تین قسم کی ہیں۔

پہلی۔ یہ کہ وہ لذت آخرت کی لذت کی طرف لے جائے۔ آخرت کی لذت کا ذریعہ ہو۔ اور اس لذت سے انسان کو بڑا سے بڑا اجر و ثواب ملے۔ یہ سب سے بڑی اور کامل ترین لذت ہے اور مومن بندہ اگر کھانے پینے، لباس، نکاح، جماع، تشفار اپنے اور خدا کے دشمنوں پر غیض و غضب، قہر و غصّہ میں رضاء الٰہی مقصود رکھے۔ اور اس کی یہ تمام باتیں لوجہ اللہ ہیں تو یہ چیزیں موجب اجر و ثواب ہیں۔ جب یہ لذتیں اجر و ثواب کا موجب ہیں تو بتاؤ اس لذت کا کیا کہنا۔ جو معرفت الٰہی۔ محبت الٰہی۔ شوق لقاء خداوندی سے حاصل ہوتی ہے اور جو جنت نعیم میں رویت خداوندی کی موجب ہے؟

دوسرے لذت وہ ہے جو بندے کو آخرت کی لذت سے محروم کر دیوے۔ اس قسم کی لذت میں بڑے بڑے مصائب و آلام موجود ہیں۔ مثلاً ان لوگوں کی لذت جو خدا کو چھوڑ کر بتوں سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں۔ اور بتوں سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور خدا سے جس قسم کی محبت کرنی چاہیے وہ بتوں سے کرتے ہیں اور آپس میں باہم ایک دوسرے سے متمتع ہوتے ہیں۔ آخرت میں ایسے لوگ خدا کے حضور میں کہیں گے۔

ربنا استمتع بعضنا ببعض وبلغنا اجلنا الذی اجلت لنا۔ الآیہ (انعام)

اے ہمارے پروردگار دنیا میں ہم ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ اور جو وقت تو نے ہمارے لئے مقرر کیا تھا ہم اس وعدے تک پہنچ گئے۔

اور مثلاً بدکاروں، ظالموں، مفسدوں، متکبروں، ہیکڑی بازوں کی لذت، کہ ایسی لذتیں استدراج اور خدا کی جانب سے امتحان ہیں۔ تاکہ انہیں بعد میں بڑے بڑے آلام و مصائب کے اندر مبتلا کر دیوے۔ اور آخرت کی بڑی سے بڑی لذت سے انہیں محروم کر دیوے جس طرح کہ کسی کے آگے لذیذ کھانا زہر آلود کر کے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس سے کھانے والے کی موت یقینی ہے

لیکن یہ ایک استدراج ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

سنستدرجھم من حیث لا یعلمون۔ الی قولہ ان کیدی متین (قلم) — اور ہم اسی طرح پر کہ ان کو خبر بھی نہ ہو آہستہ آہستہ ان کو جہنم کی طرف گھسیٹتے ہیں۔

بعض سلف صالحین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ جب یہ لوگ گناہ اور نافرمانی کرتے ہیں تب ہم انہیں نعمتیں دیتے ہیں۔

حتیٰ اذا فرحوا بما اوتوا اخذناھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون۔ الی قولہ۔ والحمد للہ رب العالمین (انعام) — یہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں ان کو پاکر خوش ہوئے۔ یکایک ہم نے ان کو دھر پکڑا اور عذاب کا آنا تھا کہ وہ بے آس ہو کر رہ گئے۔ الخ

اور اسی قسم کے لذت اندوز لوگوں کے حق میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔

ایحسبون انما نمدھم بہ من مال و بنین نسارع لھم فی الخیرات۔ بل لا یشعرون۔ (مومنون) — کیا یہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ جو مال اور اولاد سے ان کی امداد کے لئے چلے جا رہے ہیں ان کو فائدہ پہونچاتے ہیں، جلدی کر رہے ہیں؟ نہیں بلکہ یہ لوگ سمجھتے ہیں۔

اور ایسے ہی لوگوں کے حق میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔

فلا تعجبک اموالھم ولا اولادھم انما یرید اللہ لیعذبھم بھا فی الحیاۃ الدنیا۔ الآیہ (توبہ) — تو اے پیغمبر! نہ تو ان کے مال تمہارے لئے موجب حیرت ہوں۔ نہ ان کی اولاد خدا چاہتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ان کو مال اور اولاد کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہی رکھے۔

یہ ساری لذتیں، بالآخر بڑے بڑے مصائب و آلام سے تبدیل ہو جائیں گی جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

یا رب ما کانت فی الحیاۃ لاھلھا عذبا فصارت فی المعاد عذابا

بہت سی چیزیں جو دنیا میں ان کو شیریں اور مرغوب تھیں، آخرت میں ان کے لئے عذاب بن کر رہ گئیں۔

تیسری لذت وہ ہے جس سے آخرت میں اسے نہ لذت ملے گی نہ اسے تکلیف پہونچے گی

اگرچہ آخرت کے کمال میں اس سے کچھ نقص ضرور ہوگا۔ یہ وہ مباح لذتیں ہیں جن سے آخرت کی لذتوں کے لئے استعانت نہ کی جائے۔

اس قسم کی لذتوں سے لذت اندوز ہونے کا زمانہ نہایت قلیل اور مختصر ہے بندے کو چاہیئے انہی لذتوں میں اپنے کو مشغول رکھے جو اس کے لئے موجب خیر وفلاح ہوں۔ آنحضرت صلعم نے اس حدیث میں اسی قسم کی لذتوں کے متعلق فرمایا ہے۔

کل لھو یلھو بہ الرجل فھو باطل الا رمیہ بقوسہ۔ وتادیبہ فرسہ وملاعبتہ امرأتہ فانھن من الحق۔

آدمی کا ہر کھیل باطل ہے۔ مگر کمان سے تیر چلانا۔ گھوڑے کو ادب سکھانا۔ اپنی بی بی کے ساتھ کھیلنا۔ یہ کھیل حق ہیں۔

جو لذت مطلوب لذت کی معاونت کرے وہ حق ہے۔ اور جو لذت اس لذت کی معاونت نہ کرے باطل ہے۔

فصل

قرآن حکیم سے محبت کرنا۔ خدا کی محبت کا معیار ہے
قرآن حکیم سننے کے آداب۔

مذکور محبت بری اور قابل مذمت نہیں ہے۔ بلکہ محبت کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ آنحضرت صلعم سے محبت کرنا بھی اسی قسم کی محبت ہے۔ محبت سے ہماری مراد ایک خاص محبت ہے اور وہ یہ کہ محبت کرنے والے کے قلب کو اس کے ذکر و فکر کی تمام قوتوں کو اپنی طرف موڑ لیوے۔ ورنہ آنحضرت صلعم کی محبت تو ہر مسلمان کے قلب میں موجود ہے۔ آپ کی محبت کے بغیر تو کوئی آدمی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔ اور محبت کے بے شمار درجات اور مراتب ہیں۔ جن کا احصار مشکل ہے۔

یہ محبت لطف و مہربانی کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ مصائب و تکالیف کا بوجھ ہلکا کرتی ہے۔ بخیل کے اندر سخاوت کی روح پیدا کرتی ہے۔ بزدلوں کو بہادر، دلیر بنا دیتی ہے ذہن اور عقل میں لطافت و پاکیزگی پیدا کرتی ہے۔ نفس میں تازگی پیدا کرتی ہے۔ اور حقیقی عیش و زندگی کو خوشگوار بناتی ہے۔ یہ تمام مقدس صفات حرام صورتوں کی محبت اور حسن پرستی سے حاصل

نہیں ہو سکتیں۔

قیامت کے دن جبکہ بندے خدا کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ اور بندوں کے سرائر اور اعمال مخفیہ ظاہر ہوں گے۔ ایسے بندوں کے سرائر اور اعمال تمام سے بہتر ہوں گے ان کے سرائر میں سر تا سر خیر و فلاح ہی ہو گی۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

تبقیٰ لکم فی مضمر القلب والحشا	سریرۃ حب یوم تبلی السرائر
قلب اور اندرون شکم قلب کی محبت کے سرائر باقی رہیں گے۔	اس دن تک کہ جس دن سرائر ظاہر کیے جائینگے

یقیناً یہ محبت چہرے کو نورانی کرتی ہے۔ سینے میں انشراح و فراخی پیدا کرتی ہے۔ قلب کو زندہ کرتی ہے۔ اور جو حال محبت الہٰی کا ہے وہی حال محبت کلام الہٰی کا ہے کیونکہ کلام الہٰی کی محبت علامت ہے محبت الہٰی کی۔ اگر تم اپنے اندر یا کسی دوسرے کے اندر محبت الہٰی کا اندازہ کرنا چاہتے ہو تو دیکھ لو کہ تمہارے اندر یا اس کے اندر محبت کلام الہٰی کس قدر ہے؟ آلات طرب و سرود گانے بجانے کی سماعت کا شوق زیادہ ہے۔ یا قرآن حکیم سننے کا؟ کیونکہ جو آدمی جس سے محبت کرتا ہے اس کی باتیں اسے سب سے زیادہ محبوب اور مرغوب ہوتی ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔

ان کنت تزعم حبی فلم مزقت کتابی	اما تأملت ما فیہ من لذیذ خطابی
اگر تو میری محبت کا دم بھرتا ہے تو پھر تو نے میرا خط کیوں چاک کر دیا؟	میرے لذیذ و مرغوب خطاب پر تو نے غور و تامل کیوں نہیں کیا۔

حضرت عثمانؓ کا قول ہے

لو طهرت قلوبنا لما شبعت من کلام اللہ	اگر ہمارے قلوب پاک ہوتے تو کلام الہٰی سے کبھی سیر نہ ہوتے۔

اور واقعہ بھی یہ ہے کہ ایک محب اپنے حقیقی محبوب کے کلام سے سیر بھی کس طرح ہو سکتا ہے؟
ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے فرمایا۔

اقرأ علی	کچھ قرآن مجھے پڑھ کر سناؤ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے عرض کیا۔ قرآن تو آپ پر اترا ہے۔ اور میں پڑھ کر سناؤں؟
آپ نے فرمایا۔

انی احب ان استمعہ من غیری	میں پسند کرتا ہوں کہ دوسرے کسی سے میں سنوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سورۂ نساء شروع کی۔ تا آنکہ اس آیت پر پہنچے:

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا۔ (نساء)

بھلا اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت کے گواہ طلب کریں گے۔ اور اے پیغمبر! ہم تم کو اس امت کی گواہی کے لئے طلب کریں گے۔

آپؐ نے فرمایا:

حسبک الآن — اب بند کر دو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنا سر اونچا کر کے آنحضرت صلعم کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ رو رہے ہیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی ہے۔

آنحضرت صلعم کے صحابہ جب کبھی کسی جگہ جمع ہوتے۔ اور ان میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ موجود ہوتے تو سب مل کر فرمائش کرتے۔ ابوموسیٰؓ کچھ قرآن سنا دو۔ حضرت ابوموسیٰؓ قرآن پڑھتے اور صحابہ کرام سنتے۔

قرآن حکیم سے محبت رکھنے والوں کا وجد، ذوق، لذت، حلاوت، مسرت، سماع، شیطانی اور گانے بجانے کے وجد، ذوق، لذت، حلاوت اور مسرت سے لاکھوں درجے بڑھا ہوا ہے۔ اگر تم کسی آدمی کو دیکھو کہ اسے اشعار سننے کا شوق زیادہ ہے۔ اشعار سے اس کے اندر ذوق وجد کس قدر پیدا ہوتا ہے؟ اور پھر دیکھو اسے قرآن حکیم سننے سے ذوق، وجد پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر قرآن حکیم سننے سے ذوق وجد پیدا نہیں ہوتا تو اس کا حال وہ سمجھو جو کسی شاعر نے کہا ہے:

تقرأ علیک الختمۃ وانت جامد کالحجر — وبیت من الشعر ینشد فتمیل کالنشوان

تیرے سامنے ہم قرآن پڑھتے ہیں تو بغیر حرکت پتھر کی مانند ہوتا ہے اور جب کوئی شعر پڑھا جاتا ہے تو بدمستوں کی طرح جھومتا ہے۔

یہ حالت اس امر کی دلیل ہے کہ اس کا قلب محبت الٰہیہ سے خالی ہے اور اسے صرف سماع شیطانی سے تعلق ہے اور افسوس ہے فریب خوردہ لوگ سماع شیطانی کو بھی کوئی چیز سمجھتے ہیں۔

عشق و حسن پرستی کے جو فوائد اور منافع پیش کئے گئے ان سے لاکھوں درجہ زیادہ خدا کی، اس کے کلام کی، خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت میں فوائد و منافع موجود ہیں۔ بلکہ اس کی محبت کے سوا تمام محبتیں بے سود، بے فائدہ اور بے نفع ہیں۔ اس محبت کے سوا جس قدر بھی محبتیں ہیں۔ اگر وہ محبت الٰہی میں [illegible] نہیں کرتیں۔ اور حقیقی محبوب کی طرف رہنمائی نہیں کرتیں تو وہ ساری محبتیں باطل، غلط اور بے سود [illegible]

فصل

عورتوں سے جائز محبت۔ حضرت زینب بنت جحشؓ کا قصہ عثمان کے حق میں آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین کی سفارشات۔ عورتوں سے تین قسم کی محبت ہوا کرتی ہے۔

عورتوں سے محبت کرنے میں عیب قابل ملامت نہیں ہے۔ بلکہ عورتوں سے محبت کرنا مرد کا کمال ہے۔ خدا نے خود بندوں پر اس کا احسان جتایا ہے کہ تمہاری تسکین و تسلی کے لئے ہم نے تمہارے جوڑے بنا دیئے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودة و رحمة ۔ الایہ

اور خدا کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی بھی ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم کو ان سے راحت ملے۔ اور تم میں پیار و اخلاص پیدا کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالٰی نے عورتوں کو مردوں کے لئے تسکین قلب کا موجب بتلایا ہے اور مرد و دونوں میں خالص محبت رحم و مودت پیدا کر دی ہے۔ اس کے بعد ہی اللہ تعالٰی نے وضاحت کر دی کہ کونسی عورتیں مرد کے لئے حلال اور جائز ہیں؟ اور کونسی حرام و ناجائز؟ ارشاد فرمایا۔

یرید اللہ لیبین لکم ویهدیکم سنن الذین من قبلکم ویتوب علیکم واللہ علیم حکیم الی قوله خلق الانسان ضعیفا (نساء)

اللہ چاہتا ہے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کے حالات کھول کھول کر بیان کر دے۔ اور تم کو انہی طریقوں پر چلائے اور تم پر مہر کی نظر رکھے۔

امام سفیان ثوری نے اس آیت کی تفسیر میں امام طاؤس سے روایت پیش کی ہے کہ مرد عورتوں کو دیکھنے کے بعد صبر نہیں کر سکتے۔

صحیح بخاری کے اندر حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کی نگاہ ایک کسی عورت پر پڑ گئی آپ اسی وقت حضرت زینبؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ان سے اپنی ضرورت پوری کر کے فرمایا۔

ان المرأة تقبل فی صورة شیطان وتدبر فی صورة شیطان فاذا رأی احدکم امرأة فاعجبته فلیات اهله فان ذالک یرد ما فی نفسه

عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ اور شیطان کی صورت میں واپس لوٹتی ہے جب تم میں سے کسی کی نگاہ کسی عورت پر پڑ جائے۔ اور وہ اسے اپنی طرف

متوجہ کر لیوے تو چاہیئے کہ وہ اسی وقت اپنی بی بی
کے پاس چلا جائے۔ اس سے اس کے نفس کے
خیالات دور ہو جائیں گے۔

اس حدیث کے اندر بہت سے فوائد ہیں ایک یہ کہ اگر کسی غیر عورت پر نگاہ پڑ جائے۔ اور دل میں اس کی جانب سے خطرات و خیالات پیدا ہو جائیں تو اپنی بی بی سے جو اسی عورت کی ہم جنس ہے اپنی حاجت پوری کر لی جائے۔ اس سے انسان کو تسکین و تسلی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک کھانے کی بجائے دوسرا کھانا کھا لینے سے۔ اور ایک کپڑے کی بجائے دوسرا کپڑا پہن لینے سے تسکین و تسلی حاصل ہو جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ آنحضرت صلعم نے حکم فرمایا کہ اگر کسی عورت کی خوبصورتی شہوت برانگیختہ کر دیوے۔ تو اسی وقت اس کا علاج کر لیا جائے۔ اور اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ اپنی بی بی سے اپنی خواہش پوری کر لی جائے اس سے اس کی شہوت کم ہو جاتی ہے۔

آپؐ کا یہ حکم ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آپؐ نے دو باہم محبت کرنے والوں کے متعلق عقد نکاح کر دینے کا حکم دیا تھا۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ کے اندر ایک مرفوع حدیث میں مروی ہے۔

لم یر للمتحابین مثل النکاح — باہم محبت کرنے والوں کے لئے نکاح سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

عاشق کا نکاح معشوق سے کر دینا اس سے بہتر عشق کی کوئی دوا نہیں۔ اس مرض کی یہ دوا خدا نے از روئے شرع اور قدر مقرر کر دی ہے۔

یہ دوا خدا کے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی کی کہ حرام سے احتراز کرتے ہوئے نکاح سے کام لیا۔ کسی عورت سے محبت ہو گئی تو اسے اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس بارے میں حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ۔ تو بارگاہ خداوندی میں ان کی قدر و منزلت اور عالی درجہ کے اعتبار سے تھی۔ اس سے زیادہ ہم اس بارے میں یہاں کچھ نہیں کہنا چاہتے۔

حضرت زینب بنت جحش رضؓ کے قصہ پر بھی ہم کچھ روشنی ڈال دیتے ہیں۔ قصہ یہ ہے کہ حضرت زیدؓ حضرت زینبؓ کو طلاق دینا چاہتے تھے۔ ان میں باہم موافقت نہیں تھی۔ حضرت زیدؓ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور ان کو علیحدہ کرنے کے متعلق آپؐ کی رائے طلب کی۔ آپؐ نے ان کو طلاق دینے سے روک دیا لیکن آپؐ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ حضرت زیدؓ جلد انہیں چھوڑ دیں گے۔ اور یہ بھی آپ کو معلوم تھا کہ ان کی علیحدگی کے بعد آپ ان سے نکاح کر لیں گے۔ لیکن یہ بات آپ اپنے دل میں مخفی رکھتے تھے کہ لوگ اس بارے میں

پھر چاکریں گے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے بیٹے کی بی بی سے نکاح کیا۔ حضرت زیدؓ آپ کے بیٹے نہیں تھے۔ متبنیٰ تھے۔ لیکن عرب متبنیٰ کو بیٹا کہتے تھے۔ رب العالمین کا یہ مقصد تھا کہ بندوں کی مصلحتوں کے پیش نظر اس بارے میں ایک عام قانون بنا دیا جائے۔ جب حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دیدی اور ان کی عدت طلاق پوری ہوگئی تو آپ نے اپنے لئے حضرت زیدؓ کو پیغام دے کر بھیجا۔ حضرت زیدؓ حضرت زینبؓ کے مکان پر پہونچے۔ اور دروازے کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت صلعم کا پیغام لے کر گئے تھے۔ غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ منہ سامنے کر کے کھڑے ہوں۔ دروازے سے دور کر آواز دی زینب میں تمہارے پاس آنحضرت صلعم کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ حضرت زینبؓ نے کہا جب تک رب العالمین کا حکم نہیں ملتا۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اس کے بعد حضرت زینبؓ اپنے گھر کی مسجد کی محراب میں کھڑی ہو گئیں۔ اور نماز شروع کر دی۔ چنانچہ آپ کے نکاح کی ولایت خود خدائے قدوس نے کی اور عرش معلیٰ پر آنحضرت صلعم سے آپ کا نکاح کر دیا اور خدا کی جانب سے یہ وحی اتری۔

فلما قضی زید منها وطرا زوجناکها۔ — پھر جب زید اس عورت سے بے تعلقی کر چکا تو ہم نے تمہارے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔

اس آیت کے اترنے کے بعد آنحضرت صلعم فوراً حضرت زینبؓ کے پاس تشریف لے لئے۔ حضرت زینبؓ اس بات پر ہمیشہ آنحضرت صلعم کی دوسری بیبیوں کے سامنے فخر کیا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے پڑھایا ہے لیکن میرا نکاح تو عرش معلیٰ پر خود اللہ تعالیٰ نے پڑھایا ہے۔ آنحضرت صلعم اور حضرت زینبؓ کا قصہ یہ ہے۔

یہ امر یقینی ہے کہ آنحضرت صلعم عورتوں سے محبت رکھتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے جسے نسائی نے اپنے سنن میں اور طبرانی نے اپنی اوسط میں بھی روایت کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

حبب الی من دنیاکم: النساء والطیب وجعلت قرة عینی فی الصلاة — تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں مجھے محبوب ہیں عورتیں خوشبو اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

یہ الفاظ بالکل ٹھیک حدیث کے الفاظ ہیں۔ باہر کا ایک لفظ نہیں۔ جیسا کہ بعض نے یہ الفاظ بڑھائے ہیں۔

حبب الی من دنیاکم ثلاث۔ — تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔

امام احمدؒ نے اپنی تصنیف کتاب الزہد کے اندر کچھ اور الفاظ بھی روایت کئے ہیں۔

اصبر عن الطعام والشراب۔ ولا اصبر عنهن — میں کھانے پینے سے صبر کر سکتا ہوں لیکن عورتوں سے صبر نہیں کر سکتا

خدا کے دشمن یہودی آنحضرت صلعم سے حسد کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ محمد کا بڑا مقصد یہ ہے کہ عورتوں سے شادیاں کرتے رہیں۔ خدا نے یہود کے خیالات کی تردید فرمائی اور جتلا دیا کہ آپ کی شان نہایت بلند ہے۔ فرمایا۔

ام یحسدون الناس علی ما اتاھم من فضلہ الاٰیۃ۔ (نساء)   یا خدا نے جو اپنے فضل سے لوگوں کو نعمت عطا فرمائی ہے اس پر جل مرتے ہیں الخ

امام الحصار حضرت ابراہیم خلیلؑ کے نکاح میں حضرت سارہ جیسی حسین و جمیل اور دنیا جہان کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت عورت تھیں۔ پھر بھی آپ نے حضرت ہاجرہ سے اپنا رشتہ قائم کیا۔

حضرت داؤدؑ کے پاس ننانوے ۹۹ بیبیاں تھیں۔ لیکن ایک اور عورت سے محبت ہو گئی تو اس سے نکاح کر کے سو پوری کر لیں۔

حضرت داؤد کے بیٹے حضرت سلیمانؑ ایک رات میں ننانوے بیبیوں کے پاس جایا کرتے تھے آنحضرت صلعم سے کسی نے پوچھا آپ کو کس بی بی سے زیادہ محبت ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ سے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

انی رزقت حبھا   مجھے ان کی محبت دی گئی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ عورتوں سے محبت کرنا انسانی کمالات میں سے ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔

خیر ھذہ الامۃ اکثرھم نساء   اس امت میں بہترین آدمی وہ ہے جس کی عورتیں زیادہ ہوں۔

امام احمدؒ نے فرمایا ہے۔ جلولا(۱) کی فتح کے موقعہ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حصہ میں ایک باندی آئی تھی۔ نہایت خوبصورت تھی۔ اس کی گردن ایسی تھی گویا چاندی کی صراحی۔ اسے دیکھ کر حضرت عبداللہ سے صبر نہ ہو سکا۔ اور لوگوں کی موجودگی میں اسے چومنا شروع کر دیا۔

اس واقعہ سے امام احمدؒ نے اسیر شدہ باندیوں سے فائدہ اٹھانے کے جواز پر استدلال کیا ہے استبراء رحم سے قبل جماع و ہم بستری کے سوا دوسرا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ بخلاف اس باندی کے جو چند آدمیوں میں مشترک ہو۔ اس سے کسی قسم کا بھی فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مشترک باندی میں یہ امکان ہے کہ کسی کا

---

(۱) جلولا خراسان جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے۔ ۱۶ھ میں مسلمانوں اور ایرانیوں میں یہاں سخت جنگ ہوئی تھی اس جنگ میں یہ جاریہ بھی گرفتار ہو کر آئی تھی۔ اور تقسیم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حصہ میں آئی تھی۔ ۱۲

حصہ فسخ ہو جائے۔ اور ایسا ہو تو غیر کی باندی سے فائدہ اٹھانا لازم آئے گا۔ اور یہ حرام ہے۔
آنحضرت صلعم نے عاشق کے حق میں معشوقہ سے سفارش فرمائی ہے کہ اس سے نکاح کر لو لیکن معشوقہ نے انکار کر دیا۔ یہ بات مغیث رضی اور بریرہ رضی کے قصہ میں موجود ہے۔ مغیث رضی نے بریرہ رضی کو طلاق دے دی۔ طلاق دینے کو تو دیدی۔ لیکن اب اس کے پیچھے پھرنے لگے۔ اور اس کے فراق میں زار زار روتے اور ایسے روتے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ مغیث رضی کی یہ حالت دیکھ کر آنحضرت صلعم نے بریرہ رضی سے کہا۔

لو راجعتہ ؟ — بریرہ رضی اگر پھر تم مغیث رضی کے نکاح میں چلی جاؤ تو؟

بریرہ رضی نے کہا یا رسول اللہ آپ مجھے حکم دے رہے ہیں ؟ آپ نے فرمایا نہیں میں سفارش کر رہا ہوں۔
بریرہ رضی نے کہا۔ یا رسول اللہ ! اب مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی سے کہا۔

یا عباس ؛ الا تعجب من حب مغیث بریرۃ ؟ ومن بغضہا لہ ؟ — اے عباس ! مغیث کی محبت اور بریرہ رضی کی ان سے نفرت پر آپ کو تعجب نہیں ہوتا ؟

آنحضرت صلعم نے مغیث رضی کو اس محبت کی وجہ سے برا بھلا نہیں کہا۔ کیونکہ عشق و محبت غیر اختیاری ہے۔ آنحضرت صلعم نے اپنی تمام بیبیوں میں باریاں تقسیم کر دی تھی۔ اور سب سے مساوات برتتے تھے لیکن پھر بھی بارگاہ الہی میں التجا کرتے ہیں۔

ھذا قسمی ۔ فیما املک فلا تلمنی فیما لا املک۔ — اے خدا ! جو میرے اختیار میں ہے میں نے اس طرح تقسیم کر دی لیکن جو میرے اختیار میں نہیں ہے اس میں مجھے ملامت نہ کر۔

یعنی محبت غیر اختیاری چیز ہے۔ اس میں ملامت نہ کرنا اور یہ اس آیت کی اتباع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم (نساء) — اور تم بہتیرا چاہو لیکن یہ تو تم سے ہو نہیں سکتا کہ کئی بیبیوں میں پوری پوری برابری کر سکو۔

یعنی محبت و جماع میں مساوات و برابری کرنا بہت دشوار ہے۔ اور اس لئے خدا نے اس فرمان کے بعد ہی ارشاد فرما دیا کہ مساوات دشوار ہے لیکن تم ایک ہی عورت کی جانب کلیتہً نہ جھک پڑنا۔ فرمایا۔

فلا تمیلوا کل المیل (نساء) — تو بالکل ایک ہی طرف مت جھک پڑو۔

خلفائے راشدین جو سب سے زیادہ رحمدل تھے۔ عشاق کے حق میں جائز معشوقوں سے سفارش کر دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمانؓ کا عمل تمہیں پہلے معلوم ہو چکا حضرت علیؓ کا بھی یہی عمل تھا۔ ایک مرتبہ رات کے وقت کسی عرب کے لڑکے کو کسی کے گھر میں پا لیا ہے لوگوں نے پکڑ لیا تھا۔ لڑکے سے آپ نے پوچھا، تیرا کیا قصہ ہے؟ اس نے کہا میں چور نہیں ہوں۔ سچا قصہ یہ ہے۔

تعلقت فی دار الریاحی خرید ۃ	یذل لھا من حسن منظرھا البدار
لھا فی بنات الروم حسن و منظر	اذا فتخرت بالحسن عانقھا الفخر
فلما طرقت الدار من حب مھجتی	اتیت وفیھا من یوقدھا الجمر
تبادر اھل الدار بی ثم صیحوا	ھواللص محتوم لہ القتل والاسر

جب حضرت علیؓ نے اس کا قصہ سنا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ اور مہلب بن رباح سے کہا اس عورت کے بارے میں اس پر رحم کرو۔ مہلب نے کہا۔ اس سے پوچھئے کہ یہ کون شخص ہے؟ آپ نے کہا یہ نہاس بن عیلیہ ہے۔ اس نے کہا۔ اچھا جاؤ۔ لے جاؤ یہ باندی میں نے اسے بخشدی۔

حضرت معاویہؓ نے ایک باندی خریدی۔ اس سے آپ کو انتہا درجہ محبت تھی۔ ایک دن آپ نے اسے یہ شعر پڑھتے سنا۔

وفارقتہ کالغصن یھتزفی الثری	طریرا وسیما بعد ما طرشاربہ

حضرت معاویہؓ نے اس سے پوچھا۔ ایسا کون شخص ہے؟ اس نے کہا مجھے میرے پہلے آقا سے محبت ہے۔ حضرت معاویہؓ نے اسی وقت اسے واپس کر دیا۔ اور اس جاریہ کا داغ محبت ہمیشہ آپ کے دل پر رہا۔

زمخشری نے اپنی ربیعہ کے اندر ایک واقعہ لکھا ہے کہ زبیدہ جب مکہ معظمہ جا رہی تھی۔ مکہ معظمہ کے راستہ میں ایک دیوار پر یہ شعر لکھے دیکھے۔

اما فی عباد اللہ او فی اماءہ	کریم یجلی الھم عن ذاھل العقل؟
لہ مقلۃ اما الماء فقریبۃ	واما الحشا فالنار منہ علی رحل

زبیدہ نے نذر مانی کہ اگر میں اس لکھنے والے کو پالوں گی تو میں ضرور اسے اس کے محبوب سے ملا دونگی۔ چنانچہ زبیدہ مزدلفہ میں تھی۔ اس نے سنا کوئی یہی شعر پڑھ رہا ہے۔ زبیدہ نے اسے بلایا اور اس سے پوچھا۔ اس نے کہا یہ شعر میں نے اپنے چچا کی لڑکی کے متعلق لکھے ہیں۔ میرے چچا کے گھر والے اس لڑکی کا نکاح مجھ سے کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے قسم کھائی ہے کہ

اس کا نکاح میرے ساتھ نہیں کرینگے۔ یہ قصہ سننے کے بعد زبیدہ نے اس کے قبیلہ کے لوگوں کو بلایا اور تمام کو مالا مال کر دیا۔ اور انہیں منا کر اس لڑکی کا نکاح اس سے کرا دیا۔ نکاح کے بعد زبیدہ نے لڑکی کی جانچ کی تو معلوم ہوا یہ بھی اس نوجوان پر عاشق اور شیفتہ تھی۔ بلکہ اس نوجوان کو جس قدر اس سے عشق تھا۔ اس سے کہیں زیادہ اسے اس نوجوان سے عشق تھا۔ زبیدہ ہمیشہ اپنے اس کام کو اپنے تمام نیک کاموں سے بہتر سمجھتی رہی اور اس پر فخر کرتی رہی۔ اور کہا کرتی تھی کہ مجھے اس کام سے جس قدر خوشی ہوئی کسی کام سے نہیں ہوئی۔ میں نے ایک نوجوان لڑکے اور لڑکی کو ان کے مقصد تک پہونچا دیا۔ اور دونوں کا نکاح کر کے ایک جگہ جمع کر دیا۔

خرائطی نے کہا ہے۔ سلیمان بن عبدالملک کے پاس ایک غلام اور ایک باندی تھی۔ ان دونوں میں انتہا سے زیادہ عشق و محبت تھی۔ ایک دن اس غلام نے اس جاریہ کے نام یہ اشعار لکھ بھیجے۔

ولقد رأیتک فی المنام کانما	اسقیتنی من ماء فیک البارد
وکان کفک فی یدی وکاننا	بتنا جمیعا فی فراش واحد
فطفقت نومی کلہ متراقدا	لاراک فی نومی ولست براقد

اس باندی نے اس کے جواب میں یہ لکھ بھیجا۔

خیرا رأیت وکل ما ابصرتہ	ستنالہ منی برغم الحاسد
انی لارجوان تکون معانقی	وتبیت منی فوق ثدی ناھد
واراک بین خلاخلی ودمالجی	واراک فوق ترائبی ومجاسدی

سلیمان کو جب یہ قصہ معلوم ہوا تو اس نے ان دونوں کا نکاح کرا دیا۔ اور دونوں کو خلعت و مال سے خوب خوب نوازا۔

جامع بن مرجیہ نے کہا ہے۔ میں نے مفتی مدینہ سعید بن المسیب سے دریافت کیا۔ آدمی کسی سے عشق و محبت رکھے تو کوئی گناہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ملامت اس پر ہے جو تمہارے اختیار میں ہو۔ اس کے بعد سعید نے فرمایا۔ قسم خدا کی یہ مسئلہ مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا اور اگر کوئی دوسرا پوچھتا تو میں جواب بھی نہ دیتا۔ اور دیتا تو یہی دیتا جو تمہیں دیا ہے۔

عورتوں سے عشق تین قسم کا ہے۔

ایک وہ جو عین تقرب الہٰی اور اطاعت و ثواب کا موجب ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی بی بی یا باندی سے محبت کرے۔ یہ عشق مفید اور موجب اجر و ثواب ہے۔ یہ عشق انسان کو ان مقاصد

کی طرف لے جاتا ہے۔ جن مقاصد کے لئے نکاح شروع ہوا ہے۔ یہ عشق اسے اس کی آنکھ اور قلب کو غیر کی جانب مائل ہونے سے روکتا ہے۔ اور اسی سبب سے یہ عشق عند اللہ اور عند الناس قابل تعریف سمجھا جاتا ہے۔

دوسرا عشق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی خفگی، ناراضگی اور دوری رحمت کا موجب ہے یہ عشق دین و دنیا دونوں کے لئے مضر ہے۔ اور سخت مضر ہے۔ اور وہ امردوں کا عشق ہے۔ امردوں کے عشق میں جو بھی مبتلا ہوا۔ خدا کی نگاہ سے گر گیا۔ اور خدا نے اسے اپنے دروازے سے نکال دیا۔ اس کے قلب کو اپنے سے دور پھینکدیا۔ یہ بندے کے لئے بڑا سے بڑا حجاب ہے جو اسے خدا سے دور رکھتا ہے۔ جیسا کہ بعض اسلاف کا قول ہے۔

اذا سقط العبد من عین اللہ ابتلاہ لمحبۃ المردان۔ — جو بندہ خدا کی نگاہ سے گر جاتا ہے۔ خدا اسے امردوں کی محبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

یہ محبت قوم لوط میں عام تھی۔ اور اس قوم کی یہ جبلت بن چکی تھی۔ یہ مرض اس قوم میں عام طور پر پھیل گیا تھا۔ اور اس قوم پر جو کچھ عذاب اترا۔ اسی عشق کی وجہ سے اترا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون (حجر) — تمہاری عمر کی قسم یہ لوطی لوگ اپنی بدمستی میں پڑے جھوم رہے تھے۔

اس مرض کا علاج اور دوا یہ ہے کہ بندہ خدائے مقلب القلوب کی بارگاہ میں دعا اور التجا اور فریاد وزاری کرے۔ اور خدا سے قریب ہونے کی کوشش کرے۔ اور اپنے کو ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رکھے اور پوری صدق دلی کے ساتھ خدا کے سامنے روئے۔ اور گڑگڑائے اور خدا سے تعلق جوڑے اور اس عشق سے جو مصائب و آلام پہنچتے ہیں۔ اور اس لذت سے جو لذتیں فوت ہوتی ہیں ان پر غور کرے اور خوب غور کرے کہ اس محبت سے محبوب اعظم سے رشتہ ٹوٹ جائے گا اور بڑا سے بڑا عذاب اس پر مسلط ہو جائے گا۔ ان تمام باتوں کے بعد بھی یہ آدمی اپنے محبوب اعظم کے مقابلہ میں اس محبوب کو ترجیح دیتا ہے۔ تو اب اسے چاہیئے کہ اپنی جان پر تکبیر جنازہ پڑھ لیوے اور سمجھ لیوے کہ یہ بلا اور مصیبت پوری طرح اس پر قابو پا چکی ہے۔ جس سے نجات و رستگاری دشوار ہے۔

تیسرا عشق وہ ہے جو مباح ہے اور غیر اختیاری ہے مثلاً کسی کے سامنے ناگہانی طور پر کوئی عورت آگئی۔ اور بلا مقصد و ارادہ ناگہانی طور پر اس پر اس کی نگاہ پڑ گئی اور اس سے اس کے اندر عشق

کی آگ بھڑک اٹھی۔ لیکن اس عشق کی وجہ سے اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ اس نے کوئی نافرمانی نہیں کی۔ یہ عشق غیر اختیاری ہے جس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے نہ ملامت ہے۔ لیکن اس قسم کے عاشق کے حق میں زیادہ سے زیادہ مفید بات یہ ہے کہ تا امکان اس کی مدافعت کرے۔ اور خدا سے عشق و محبت کا رشتہ مضبوط کرنے کی کوشش کرے۔ یہ چیز اس کے حق میں سب سے زیادہ مفید اور سودمند ہے۔ نیز اس پر فرض ہے کہ اپنے عشق کو چھپائے اور اس کی ابتلاؤں پر صبر کرے۔ صبر کرنے سے خدا اسے بہت بڑے اجر و ثواب سے نوازے گا۔ اور اس نے جو کچھ صبر کیا۔ گناہ سے بچتا رہا۔ خواہشات سے اجتناب کیا۔ اللہ کی رضا مندی تلاش کی۔ اور خدا اس کے صلہ میں جو کچھ عطا فرمائے گا۔ اسے مقدم سمجھا تو خدا اسے بہت کچھ دے گا۔ اس کا عوض و بدلہ بہت بھاری اور قیمتی ہو گا۔

فصل

عشاق کی قسمیں ــــ عشق کی تحقیق

عشاق کی تین قسمیں ہیں۔ اول وہ جو جمال مطلق سے عشق رکھتا ہے۔ دوم وہ جو جمال مقید پر عاشق ہوتا ہے۔ چاہے وصل کی طمع و آرزو ہو یا نہ ہو۔ سوم۔ وہ عاشق جو صرف وصل کی تمنا اور طلب رکھتا ہے۔

عشق کی یہ ہر سہ قسمیں باعتبار قوت و ضعف بلحاظ شدت و خفت مختلف ہیں اور اس کے بے شمار درجات و مراتب ہیں۔

جمال مطلق کے عاشق کا عشق ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہر وادی ہر میدان میں گھومتا پھرتا ہے۔ ہر صاحب جمال، ہر خوبرو اس کا معشوق و مطلوب ہوتا ہے۔

فیوما بحزوی ویوما بالعقیق　　وبالعذیب یوما ویوما بالخلصاء

وتارۃ ینتحی نجدا وآونۃ　　شعب العقیق وطورا قصر تیماء

اس قسم کے عاشق کا میدان بہت وسیع ہوتا ہے۔ اس کا عشق قائم، دائم اور ثابت نہیں ہوتا کبھی یہاں کبھی وہاں، کبھی ادھر کبھی ادھر

تم ہرجائی سہی ہمارا یہ طور سہی

تم نہ سہی اور سہی، اور نہیں اور سہی

یہیم دہرا بلیلی ثم یشغفہ غیرہا　　ولیلاہم من وقتہ حین یصبح

جمال مقید۔ یعنی کسی ایک معشوق کا عاشق اپنے معشوق کے جمال پر قائم اور ثابت قدم ہوتا ہے۔ اس کی محبت دیرپا اور محبت کی پہلی قسم کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور سخت ہوتی ہے کیونکہ یہاں جمال اور محبت دونوں جمع ہو جاتے ہیں لیکن اس میں یہ بات ہے کہ جب وصل کی امید منقطع ہو جاتی ہے تو یہ عشق کمزور ہو جاتا ہے۔

وہ عاشق جمال جو وصل کی امید اور آرزو رکھتا ہے۔ وہ عقلمند سمجھدار اور دانشمند عاشق ہے۔ اور اس کی محبت قوی اور سخت ہوتی ہے۔ کیونکہ وصل کی امید اس عشق کی اعانت کرتی ہے اور اسے تقویت پہونچاتی ہے۔

فصل

سوید بن سعید کی روایت پر تنقید و تبصرہ

اب رہی وہ حدیث جو عشق کے بارے میں سوید بن سعید سے مروی ہے کہ۔

من عشق وعف۔ الخ   جو عاشق ہوا اور پاکدامن رہا۔ الخ

تو اس حکایت کے حدیث ہونے سے تمام حفاظ اسلام اور ماہرین حدیث نے انکار کیا ہے چنانچہ ابن عدی نے کتاب کامل میں لکھا ہے

ھذا الحدیث احد ما انکر علی سوید   سوید کی یہ بھی ایک حدیث ہے جس کی بنا پر اسے منکر الحدیث کہا گیا ہے۔

امام بیہقیؒ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ابن طاہر نے ذخیرہ اور تذکرہ کے اندر یہی لکھا ہے۔ ابو الفرج ابن الجوزی نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور اس حدیث کا شمار موضوعات میں کیا ہے۔ اور ابو عبداللہ الحاکم نے بھی سوید کے اس تساہل پر انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

انی انعجب منہ   مجھے سوید پر تعجب ہو رہا ہے۔

اب میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے حضرت ابن عباسؓ پر موقوف ہے۔ آنحضرت صلعم تک مرفوع نہیں ہے۔ سوید نے اسے مرفوع کہنے میں غلطی کی ہے۔ چنانچہ ابو محمد بن خلف بن المرزبان کہتے ہیں۔ حدثنا ابوبکر الازرق عن سوید الخ اس اسناد پر میں نے ابوبکر کو ٹوکا تو انہوں نے آنحضرت صلعم کا ذکر چھوڑ دیا۔ چنانچہ بعد میں جب کبھی بھی ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا۔ تو کبھی انہوں نے اسے مرفوع نہیں کہا۔ اور واقعہ بھی یہ

ہے کہ ایسی حدیث کلام نبوت ہو ہی نہیں سکتی۔

اب رہی خطیب کی روایت جو زہری سے مروی ہے کہ حدثنا المعافی بن ذکریا قال حدثنا قطیبت بن الفضل۔ قال حدثنا احمد بن مسروق، عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ مرفوعًا۔ یہ ایک فاش غلطی ہے۔ جس کے اندر علم حدیث کی لوجھ ہوگی وہ اس روایت کو سوید عن ہشام عن ابیہ۔ عن عائشۃ کی اسناد کو تسلیم نہیں کرے گا۔ خود ہماری شہادت یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آنحضرتؐ سے یہ الفاظ کبھی روایت نہیں کئے۔ نہ عروہ نے کبھی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔ نہ ہی ہشام نے کبھی یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔

رہ گئی ابن الماجشون کی حدیث جو انہوں نے عن عبداللہ بن ابی معاذ عن ابن ابی نجیح عن مجاھد، عن ابن عباس۔ مرفوعًا روایت کی ہے کہ یہ ابن الماجشون پر صریح اتہام ہے۔ انہوں نے کبھی یہ حدیث بیان نہیں کی۔ نہ ان سے زبیر بن کبار نے کبھی یہ حدیث روایت کی یہ وضاعین حدیث کی خصوصی کارستانیاں ہیں۔ سبحان اللہ! اس اسناد کے ساتھ یہ حدیث تعجب کی بات ہے۔ قبحہ اللہ الوضاعین۔

یہ حدیث ابوالفرج ابن الجوزی نے من حدیث محمد بن جعفر بن سہال۔ قال حدثنا یعقوب بن عوف عن ابن ابی نجیح عن مجاھد، مرفوعًا۔ روایت کی ہے۔ یہ ایک فاش غلطی ہے۔ یہ محمد بن جعفر وہی خرائطی تو ہے۔ جس کا انتقال ۳۲۷ھ میں ہوا ہے۔ یہ یعقوب بن ابی نجیح کو جن کو وہ اپنا استاد کہہ رہے ہیں۔ کیونکر پا سکتا ہے؟ اور کس طرح یہ اس کے استاد ہو سکتے ہیں؟ جبکہ دونوں کی ملاقات ہی ممکن نہیں ہے۔ خصوصًا جبکہ انہوں نے اس حدیث کو کتاب الاعتلال کے اندر اس اسناد سے پیش کیا ہو۔ عن یعقوب ھذا عن الربیع عن عبدالملک عن عبدالعزیز عن ابی نجیح۔

نیز خرائطی حدیث کے بارے میں ضعیف الروایت مشہور ہے۔ جیسا کہ ابوالفرج نے کتاب الضعفاء کے اندر بیان کیا ہے۔

حدیث کے انکار پر حفاظ اسلام اور ناقدین حدیث کا قول میزان عدل کا حکم رکھتا ہے پس اس حدیث کے متعلق بھی ان ہی کے قول کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ جس کی طرف علم حدیث کے بارے میں رجوع کیا جاتا ہے۔ جن کے قول پر صحیح و غلط ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہو اور جنہ حدیث

کے بارے میں تسامح اور تساہل کی عادت نہ ہو۔ ایسے لوگوں میں سے کسی نے اس حدیث کو صحیح یا حسن نہیں کہا۔ یہاں اس قدر کہنا کافی ہے کہ ابن طاہر وہ شخص ہے جس نے تصوف کی احادیث میں بہت کچھ تساہل ہوتا ہے۔ ساری غث وسمین، رطب و یابس حدیثیں جمع کر دی ہیں خصوصاً ایسی احادیث جو صحیح البطلان اور منکر ہیں۔

البتہ حضرت ابن عباسؓ پر انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ان کا قول ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ابو محمد بن حزم نے حضرت ابن عباسؓ سے عشق کے بارے میں ایک قول نقل کیا ہے۔ جو اس قول کے قریب قریب ہے کہ ایک آدمی عشق کی بیماری میں مر گیا تو لوگوں نے اس کی موت کے متعلق آپ سے سوال کیا۔ آپ نے اس کا یہ جواب دیا۔

قتل الهوى لاعقل ولا قود — محبت کے مقتول کی دیت ہے۔ نہ قصاص۔

آپ سے ایک اور روایت بھی مروی ہے۔ میدان عرفات میں ایک نوجوان کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جو کبوتر کی طرح تڑپ رہا تھا۔ آپ نے پوچھا۔ اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ یہ عشق کا مارا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ اس کے بعد ہمیشہ بارگاہ خداوندی میں عشق سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

یہ ہے حدیث من عشق۔ وعف وکتم دمات فهو شهيد کی تفسیر و تشریح۔ اگر اس کی مزید توضیح و تشریح درکار ہے تو اور سن لو۔ آنحضرت صلعم کی ایک حدیث میں شہداء کا ذکر آیا ہے۔ حدیث بالکل صحیح ہے۔ اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے۔ مقتول فی الجہاد شہید ہے ہیضہ سے مر جائے وہ شہید ہے، جل کر مر جائے وہ شہید ہے، بچہ کی پیدائش کے بعد جو عورت حالت نفاس میں مر جائے وہ شہید ہے۔ پانی میں ڈوب کر مر جائے وہ شہید ہے۔ اس حدیث میں عشق سے مر جانے والے کا کہیں ذکر نہیں۔

اور پھر یہ کہ اگر حضرت ابن عباسؓ سے یہ اثر ثابت ہو جائے تب بھی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عاشق اس وقت جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خدا کے خوف کے بارے میں صبر نہ کرے۔ خدا کے خوف سے پاکدامن نہ رہے۔ جب تک وہ خدا کے لئے اپنا عشق دنیا والوں سے نہ چھپائے۔ اور یہ تمام باتیں بھی اس وقت پائی جا سکتی ہیں جبکہ وہ اپنے معشوق پر قدرت پائے۔ اور باوجود قدرت و قابو کے محبت الٰہی اور رضائے الٰہی کو ترجیح دلوائے اور صبر و پاکدامنی سے کام لے۔ اس قسم کا عاشق قرآن حکیم کے اس حکم میں شامل ہو سکتا ہے۔

و اما من خاف مقام ربه ونھی النفس عن الھوی۔ فان الجنۃ ھی الماوی ۔
(سورۃ النازعات)

اور جو اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکتا رہا۔ اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔

نیز اس فرمان کے ماتحت آسکتا ہے۔

ولمن خاف مقام ربہ جنان ۔
(سورہ رحمٰن)

جو شخص اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا اس کے لئے دو باغ ہیں۔

ہم اللہ العظیم رب العرش الکریم کی جناب میں دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں میں شامل کرے جو ہوس پرستی کے مقابلہ میں خدا کی محبت کو خدا کی خفگی کے مقابلہ میں اسکی رضامندی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور خدا سے اس کا تقرب و رضامندی چاہتے ہیں۔ (آمین یارب العٰلمین
وصلی اللہ علیٰ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین ۔ آمین

(تمت بالخیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

دوائے شافی

ترجمہ

الجواب الکافی
لمن سأل عن الدواء الشافی

مصنف

شیخ الاسلام امام محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ
(۶۹۱ھ — ۷۵۱ھ)

مترجم

ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی
(المتوفی ۱۳۸۳ھ)

تصحیح و تحقیق

مولانا سید عبد القدوس ہاشمی

ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد
(پاکستان)